فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّيْنِ

فتاویٰ قاسمیہ

منتخب فتاویٰ

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

خادم الافتاء و الحدیث جامعہ قاسمیہ

مدرسہ شاہی مرادآباد، الہند

(جلد ۲۴)

المجلد الرابع و العشرون

بقية الحضر و الاباحة باب الاكل و الشرب الانتفاع بالحيوانات الخمر، الدخان، الهدايا، الموالة مع الكفار، المال الحرام، الادب، اللهو، استعمال الذهب والفضة، كسب الحلال، الغناء، التصاوير

۱۰۷۰۶ ——— ۱۱۲۰۵

ناشر

مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، الہند

01336-223082

فتاویٰ قاسمیہ

صاحب فتاویٰ
حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی

بحق صاحبِ فتاوی شبیر احمد القاسمی 09412552294
بحق مالک مکتبہ اشرفیہ دیوبند 09358001571
01336-223082 08810383186
پہلا ایڈیشن محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

ناشر
مکتبہ اشرفیہ، دیوبند، ضلع سہارنپور، الهند
01336-223082

ASHRAFI BOOK DEPOT
DEOBAND, SAHARANPUR, INDIA
Phone: 01336-223082
Mob. : 09358001571،08810383186

مكمل اجمالى فهرست ايک نظر ميں

فہرست مضامین

۴۱/ بقیة کتاب الحظر والإباحة

۸/ باب: کھانے کی سنتوں اور آداب وغیرہ کا بیان

۹/ باب: حلال وحرام اشیاء کا بیان

۱۰/ باب: حلال وحرام جانور

١١/ باب الإنتفاع بالحیوانات

۱۲/ باب ما يحل قتله وما لا يحل

۱۳/ باب الخمر والدخان

۱۴/ باب في الهدايا والضيافات

۱۵/ باب الموالات مع الکفار

اہل کتاب اور ان سے متعلق احکام کا تحقیقی جائزہ

۱۶/ باب المال الحرام ومصرفه

۱۷/باب الأدب

معذوروں اور بوڑھوں کے حقوق کا تحقیقی جائزہ

۱۸/ باب اللهو واللعب

۱۹/ باب استعمال الذهب والفضة وغيرها

۲۰/باب کسب الحلال والحرام

۲۱/باب المعاصي والتوبة

۲۲/باب ما یتعلق بالسحر

۲۳/ باب الشعر و الغناء

۲۴/ باب جھوٹ، غیبت، چوری وغیرہ کا بیان

۲۵/ باب التصاویر

۲۶/ باب ٹیلی ویژن اور میڈیا

۲۷/ باب الأسماء والكنى

❒ ۲۸/باب الجوالة والانترنیت ❒

۲۹/ باب المتفرقات

۴۱/بقية كتاب الحظر والإباحة

(۸) باب: کھانے کی سنتوں اور آداب وغیرہ کا بیان

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيْبِکَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

کھانا کھانے کے لئے بیٹھنے کا سنت طریقہ

سوال [۱۰۷۰٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانا کھانے کے لئے بیٹھنے کے سنت طریقے کتنے ہیں؟

المستفتی: محمد قاسم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کھانا کھانے کے مختلف طریقے حضور ﷺ سے ثابت ہیں؛ البتہ جس ہیئت پر بیٹھ کر کھانے میں تکبر وغرور سے احتراز، عبودیت کا اظہار اور بیٹھنے والے کو سہولت وآسانی ہو، اسی طریقے پر بیٹھ کر کھانا مسنون ہے۔

عن يحيٰ بن أبي كثير أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: آكل كما يأكل العبد، وأجلس كما يجلس العبد، فإنما أنا عبد. (شعب الإيمان، الأكل متكئًا، دارالكتب العلمية ٥/١٠٧، رقم: ٥٩٧٥، الزهد لابن المبارك، دارالكتب العلمية بيروت ٤٧٥، رقم: ١٩٣، مسند أبي يعلى الموصلي، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٢٧٩، رقم: ٤٨٩٩)

فـآكـل كـمـا يـأكل العبد، وكان يأكل وهو مقع ويذكر عنه، أنه كان يـجـلـس لـلأكل متوركاً على ركبتيه ويضع بطن قدمه اليسرىٰ على ظهر قدمه اليـمنىٰ تواضعاً لربه عزوجل وأدبابين يديه واحترامًا للطعام وللمؤاكل .

(زاد المعاد، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٢١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۱۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۵ھ

کھانا کھانے کا مسنون طریقہ

سوال [۱۰۷۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانا کھانا کون کون سے طریقہ سے ہے؟ بیٹھ کر کھانا حضور ﷺ سے ثابت ہے؟ اور ان طریقوں میں کون سا طریقہ زیادہ سنت اور افضل ہے؟ نیز اکڑوں بیٹھنا کیسا ہے؟

المستفتی: عبداللہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضور اکرم ﷺ سے کسی خاص طریقہ پر بیٹھ کر کھانا کھانا کسی حدیث سے وضاحت کے ساتھ ہمارے سامنے نہیں اور اس سلسلہ میں کوئی صریح حدث شریف ہمیں نہیں مل سکی، ہاں البتہ ایک دفعہ اکڑوں بیٹھ کر کھجور تناول فرمانا ثابت ہے، اور حضرات محدثین نے حدیث کے حوالہ کے بغیر کھانا کھانے کے لئے کچھ مستحب طریقے نقل فرمائے ہیں، ان میں سے ایک طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے گھٹنوں اور قدمین کے ظاہری حصہ کو زمین پر رکھ کر دوزانو بیٹھ کر کھانا کھائے، یہ ایسے لوگوں کے لئے ہے، جو اس طریقہ سے آسانی کے ساتھ بیٹھ سکتے ہوں۔

دوسرا طریقہ یہ نقل فرمایا ہے کہ دائیں پیر کو کھڑا رکھا جائے اور بائیں پیر پر بیٹھ کر کھایا جائے،

یہ بھی ایسے لوگوں کے لئے ہے، جو اس طریقہ سے سہولت کے ساتھ دیر تک بیٹھنے پر قادر ہوں؛ لیکن جن لوگوں کے بدن بھاری ہوں، وہ نہ اکڑوں بیٹھ سکتے ہیں، نہ دوزانوں بیٹھ سکتے ہیں اور نہ ہی ایک ٹانگ کھڑی کر کے بیٹھ سکتے ہیں، تو ایسے لوگوں کے لئے وہی طریقہ بہتر ہے، جس میں وہ آسانی اور سہولت کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہوں۔

عن مصعب بن سليمؒ، قال: سمعت أنس بن مالك يقول أتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بتمر، فرأيته يأكل، وهو مقع من الجوع. (شمائل ترمذي۹، ومسلم شريف، باب استحباب تواضع الأكل وصفة قعوده، النسخة الهندية ۲/ ۱۸۰، بيت الأفكار رقم:۲۰٤٤، مسند الدارمي دار المغني ۲/ ۱۳۱۰، رقم:۲۱۰٦)

فالمستحب في صفة الجلوس للآكل أن يكون جاثياً على ركبتيه وظهور قدميه، أوينصب الرجل اليمنىٰ، ويجلس على اليسرىٰ. (فتح الباري، باب الأكل متكئًا، دارالفكر۹/ ٥٤٢، اشرفية ديوبند ۹/ ٦٧٦، تحت رقم الحديث: ٥٣٩٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۵۹۶/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۶ھ

کیا اکڑوں بیٹھ کر کھانا حضور ﷺ سے ثابت ہے؟

سوال [۱۰۷۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضور ﷺ سے اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرمانا ثابت ہے؟ اگر آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے کسی خاص ہیئت پر بیٹھ کر کھانا تناول فرمانا ثابت ہو، تو اس کو واضح فرمادیں، آپ کی عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد سمیع الدین قاسمی دیوان بازار مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضور ﷺ کا اکڑوں بیٹھ کر کھانا تناول فرمانا کسی حدیث شریف سے ثابت نہیں؛ البتہ آپ علیہ السلام کا اکڑوں بیٹھ کر کھجور تناول فرمانا صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے، حدیث شریف ذیل میں نقل کی جارہی ہے اور بعض فقہاء ومحدثین نے حضور ﷺ کا عورتوں کے التحیات میں بیٹھنے کی طرح تورک کر کے کھانے کے لئے بیٹھنے کا ذکر فرمایا ہے یعنی بائیں قدم کو دائیں قدم کی پشت پر رکھ کر تواضع کی ہیئت اختیار کر کے کھانے کے لئے بیٹھنا جو ذیل کی عبارتوں سے واضح ہوتا ہے، مگر کسی نے بھی اس بارے میں کوئی حدیث شریف نقل نہیں فرمائی ہے، اوراحقر کو بھی اس بارے میں کوئی حدیث شریف دستیاب نہ ہوسکی۔

یہاں یہ بات بھی یادرکھنے کی ہے کہ حضور ﷺ سے صراحت کے ساتھ کسی ایک ہیئت پر کھانا تناول نہ فرمانا امت کی سہولت کے لئے ہے؛ لہٰذا جو آدمی جس ہیئت پر آسانی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاسکتا ہے، اس کے لئے اسی طریقے سے کھانے کے لئے بیٹھنا بہتر ہے۔

عن أنس بن مالک رضؓ قال: رأیت النبي صلی اللّٰہ علیه وسلم مقعیًا یأکل تمرًا. (مسلم شریف، باب استحباب تواضع الأکل وصفة قعوده، النسخة الهندیة۲/ ۱۸۰، بیت الأفکار، رقم: ۲۰٤٤)

والإقعاء أن یجلس علی ألیتیه ناصبًا ساقیه. (زاد المعاد ٤/ ۲۲۱، المجم الأوسط ۷٥۰)

فالمستحب في صفة الجلوس للآکل أن یکون جاثیًا علی رکبتیه وظهور قدمیه، أوینصب الرجل الیمنیٰ ویجلس علی الیسریٰ. (فتح الباري، باب الأکل متکئًا، دار الفکر ۹/ ٥٤۲، اشرفیة ۹/ ٦۷٦، تحت رقم الحدیث: ٥۳۹۹)

قال ابن القیمؒ: ویذکر عنه صلی اللّٰہ علیه وسلم: أنه کان یجلس للأکل متکأ علی رکبتیه، ویضع بطن قدمه الیسریٰ تواضعًا للّٰہ بین یدیه،

قـال :هذه الهيئة أنفع هيئات الأكل وأفضلها ؛ لأن الأعضاء كلها تكون على وضعهـا الطبيعي خلقها الله عليه. (مرقاة المفاتيح، كتاب الأطعمة، مكتبه امدادية ملتان ۸/ ۱٦٤، زاد المعاد ٤/ ۲۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۵۶)

حضور ﷺ کھانے میں پانی کس وقت پیتے تھے؟

سوال [۱۰۷۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پیارے رسول اللہ ﷺ کھانا کھانے میں پانی کس وقت پیتے تھے؟ آپ سے کھانے سے پہلے کھانے کے درمیان اور کھانے کے بعد پانی پینا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو اسے سنت کہیں گے یا کھانے کے آداب میں سے کہا جائے گا؟

المستفتی: حاجی سردار خاں، سنگیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس سلسلہ میں احقر کو اپنی کوتاہ نظری اور کم فہمی کے ساتھ احادیث شریفہ کے ذخیرہ کی چھان بین کے بعد جو کچھ حاصل ہوا ہے، وہ پیش خدمت ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو الہیثم ابن تیہان کے واقعہ میں یوں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں کھجور اور بکرے کا کھانا پیش کیا گیا، ساتھ میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی موجود تھے، سب نے کھجور بھی تناول فرمائی اور کھانا بھی تناول فرمایا اور پانی بھی پیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر میں پانی پیا۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے۔

عـن أبي هـريـرةؓ، قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم: ذات يوم، أو ليلة، فإذا هو بأبي بكرؓ، وعمرؓ: فقال: ما أخرجكما من بيوتكما هذه الساعة؟

قالا: الجوع يا رسول الله! قال: وأنا والذي نفسي بيده لأخرجني الذي أخرجكما، قوموا، فقاموا معه، فأتىٰ رجلا من الأنصار، فإذا هو ليس في بيته، فلما رأته المرأة، قالت: مرحبا وأهلا، فقال لها رسول الله صلى الله عليه وسلم: أين فلان؟ قالت: ذهب يستعذب لنا من الماء، إذا جاء الأنصاري، فنظر إلى رسول الله صلى الله عليه وصاحبيه، ثم قال: الحمد لله ما أحد اليوم أكرم أضيافًا مني، قال: فأنطلق، فجاء بعذق فيه بسر وتمر ورطب، فقال: كلوا من هذه وأخذ المدية، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: إياک والحلوب، فذبح لهم، فأكلوا من الشاة ومن ذلک العذق وشربوا، فلما أن شعبوا ورووا، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي بكرؓ، وعمرؓ: والذي نفسي بيده؛ لتسألن عن هذا النعيم يوم القيٰمة، أخرجكم من بيوتكم الجوع، ثم لم ترجعوا حتى أصابكم هذا النعيم. (مسلم شريف، باب جواز استتباعه غيره إلي دارمن يثق، النسخة الهندية ۲/ ۱۷۷، بيت الأفكار رقم:۲۰۳۸)

اور ترمذی شریف میں اسی واقعہ کے تحت یہ تفصیل ہے کہ حضرت ابوالہیثمؓ نے پہلے کھجور پیش فرمائی: ان سب حضرات نے کھجور تناول فرمانے کے بعد کھانا تناول فرمانے سے پہلے پانی پیا ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ ملاحظہ فرمایئے:

عن أبي هريرةؓ، قال: خرج النبي صلى الله عليه وسلم في ساعة لايخرج فيها ولا يلقاه فيها أحد، فأتاه، أبوبكر، فقال: ماجاء بک يا أبا بكر؟ فقال: خرجت ألقي رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنظر في وجهه والتسليم عليه، فلم يلبث أن جاء عمر، فقال: ماجاء بک يا عمر؟ قال: الجوع يارسول الله صلى الله عليه وسلم! قال: وأناقد وجدت بعض ذلک، فانطلقوا إلي منزل أبي الهيثم بن التيهان الأنصاري، وكان رجلاً كثير النخل والشاء

ولـم يـكـن لـه خـدم، فـلـم يجدوه، فقالوا لامرأته: أين صاحبك، فقالت: انـطـلـق يستـعـذب لـنـا الـمـاء، فلم يلبثوا أن جاء أبو الهيثم بقربة يزعبها فـوضـعهـا، ثم جاء يلتزم النبي صلى الله عليه وسلم ويفديه بأبيه، وأمه، ثم انـطـلق بهم إلى حديقته فبسط لهم بساطاً، ثم انطلق إلى نخلة، فجاء بقنو فـوضعه، فقال: النبي صلى الله عليه وسلم: أفلا تنقيت لنا من رطبه؟ فقال: يـارسـول الله! إنـي أردت أن تـخـتـاروا أو قـال تخيروا : من رطبه وبسره، فـأكـلـوا وشـربوا من ذلك الماء، فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: هذا والذي نفسي بيده من النعيم الذي تسئلون عنه يوم القيمة، ظل بارد، ورطـب طـيـب، ومـاء بـارد، فـانطلق أبو الهيثم ليصنع لهم طعاماً، فقال النبي صلى ا لله عـلـيـه وسـلـم: لا تـذبـحـن ذات در، فذبح لهم، عناقًا، أوجديًا، فـأتاهم بها، فأكلوا الحديث. (ترمذي، باب ماجاء في معيشة أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، النسخة الهندية ٢/٦٢، دارالسلا رقم: ٢٣٦٩)

ان دونوں روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کھانے کے بعد یا کھانے سے پہلے کبھی اتفاقاً پانی پیا ہے؛ لیکن دونوں روایتوں میں تاویل کی گنجائش ہے، پہلی روایت کو دوسری روایت کے ساتھ منطبق کر کے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نفوس قدسیہ کی اس جماعت کو ابوالہیثم کے پاس پہونچتے ہی کھجور کا خوشہ پیش کیا گیا، اس کے بعد بکری کو ذبح فرمایا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ بکری ذبح کرنے کے بعد پکا کر تیار کرنے میں کچھ وقت لگا ہے، تو کھجور تناول فرما کر پانی ضرور پیا ہے، کافی وقفہ کے بعد کھانا تناول فرمایا اور کھانے کے بعد پینے کا ذکر نہیں ہے۔ اور مسلم شریف میں دونوں چیزوں کو ایک ساتھ ملا کر بیان کیا گیا ہے، اسی لئے مسلم کی روایت کو ترمذی کی روایت کے موافق کر کے مطلب نکالا جاسکتا ہے، اس کے علاوہ مزید تفصیلی اور واضح روایت ہم کو نہیں ملی؛ لیکن علامہ ابن قیم جوزی نے زاد المعاد میں یہ لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی سنت یہ نہیں تھی کہ آپ کھانے کے بعد پانی تناول فرماتے؛ اس لئے کہ کھانے

کے اوپر پانی پینے سے غذا میں بگاڑ پیدا ہوکر پیٹ خراب ہوسکتا ہے، ابن قیمؒ نے فرمایا کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد پانی پینا مکروہ ہے، اسی طرح تھکاوٹ کے بعد، جماع کے بعد ریاضت کے بعد، پھل کھانے کے بعد پانی پینے کو مکروہ لکھا ہے؛ لیکن کراہت پر کوئی دلیل نہیں نقل فرمائی، شاید طبی نقطۂ نظر سے نقصان دہ ہونے کی وجہ سے ابن قیمؒ نے مکروہ لکھا ہے، طبی دلیل ان کے پاس ہے شرعی دلیل نہیں ہے۔ زاد المعاد کی عبارت ملاحظہ فرمایئے۔

ولم يكن من هديه أن يشرب على طعامه، فيفسده ولاسيما إذا كان الماء حارًا، أوبارداً قوله ويكره شرب الماء عقيب الرياضة والتعب وعقيب الجماع وعقيب الطعام وقبله وعقيب أكل الفاكهة وإن كان الشرب عقيب بعضها أسهل من بعض وعقيب الحمام وعند الانتباه من النوم، فهذا كله مناف لحفظ الصحة. (زاد المعاد ٤/ ٢٢٤)

ان تمام چیزوں کے پیش نظر احقر اس نتیجہ پر پہونچا ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے کراہت اور عدم کراہت کی کوئی دلیل نہیں ہے، کھانے سے پہلے، یا کھانے کے بیچ میں، یا کھانے کے بعد کوئی پانی پی لیتا ہے، تو اس میں کسی قسم کی شرعی کراہت کا حکم نہیں لگے گا؛ البتہ طبی نقطۂ نظر سے کھانے سے پہلے یا بعد میں پانی پینا نقصان دہ ہے؛ اس لئے طبی کراہت اس میں لازم آتی ہے، اور کھانے کے بیچ میں چونکہ طبی کراہت نہیں ہے؛ اس لئے بیچ میں پینے میں نہ شرعی کراہت ہے، نہ طبی کراہت ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۹۶۹)

میز وکرسی پر کھانا، کھانا

سوال [۱۰۷۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ شادی میں میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: فاروق دستگیر، ستارا، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کے زمانہ میں شادی وغیرہ میں میز کرسی پر بیٹھ کر کھانا کھانا کسی خاص قوم کا شعار نہیں رہا ہے اور نہ ہی غرور وتکبر ہوتا ہے؛ اس لئے میز کرسی پر بیٹھ کر کھانے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۱۲۱، دینی مسائل اور ان کا حل ۲۹۱-۲۹۲)

والحاصل أن الأكل عليه أي الخوان بحسب نفس ذاته لا يربو على ترك الأولوية–إلى قوله–لكنه جائز إن خلا عن قصد التكبر. (الكوكب الدري مع الحاشية ۲/۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۶۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۷/ ۱۴۳۵ھ

کھڑے ہوکر کھانا پینا

سوال [۱۰۷۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل جو دعوتوں اور پارٹیوں میں کھڑے کھڑے کھانے پینے کا رواج ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بغیر عذر شدید کے کھڑے ہوکر کھانا پینا ممنوع اور ناجائز ہے؛ کیونکہ اولاً تو اس میں سنت کی خلاف ورزی ہے۔ نیز کھڑے ہوکر اور چلتے پھرتے کھانا پینا جانوروں کا طریقہ ہے، انسان کی فطرت اور امتیازی شان اس کے خلاف ہے؛ اس لئے مکروہ تحریمی ہے۔ (مستفاد: انوار نبوت ۶۴۱)

عن أنس أن النبي صلى الله عليه وسلم نهىٰ أن يشرب الرجل قائماً ، فقيل : الأكل، قال : ذلک أشد. (ترمذي شريف، باب ما جاء في النهى عن الشرب قائماً، النسخة الهندية ۲/ ۱۰، دارالسلام رقم: ۱۸۷۹، مسند أبي داؤد الطيالسي ، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ٤٨٢، رقم: ۲۱۲۹، مسند أحمد بن حنبل ۳/ ۱۳۱، رقم: ۱۲۳٦۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ /ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۵۰۸)

کھڑے ہوکر کھانا پینا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۷۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس وقت جس مسئلہ پر میں کچھ لکھ رہا ہوں، وہ اگرچہ اتنا زیادہ اہم نہیں ہے، جس پر کسی بحث کی ضرورت ہو تاہم بعض صورتوں میں یہ اہم بھی ہوجاتا ہے، دراصل معاشرہ افراط وتفریط کا شکار ہے، کہیں تو دین کے بنیادی احکام کو بھی قابل اعتبار نہیں سمجھا جاتا اور کہیں غیر ضروری امور کو فرض و واجب سمجھ کر ان کے ترک کرنے والوں پر لعن طعن کی بوچھار کردی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ دونوں صورتیں اسلام کے لئے مضر ہیں، اب یہی کھڑے ہوکر کھانے پینے کا مسئلہ ہے، جو عام ہوگیا ہے، شادی بیاہ کے موقع پر بڑے شہروں میں عام طور پر کھڑے ہوکر کھانا مروج ہے، اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مغرب کی تقلید ہے، اگر یہ وجہ ہے تو باعث افسوس ہے اور ظاہر ہے کہ ہر وہ کام جو دشمنان اسلام کی تقلید کی نیت سے ہو وہ مسلمانوں کے احساس کمتری اور ان کی شکست خوردہ ذہنیت کا ثبوت ہے؛ لیکن اگر اس کی وجہ جگہ کی قلت ہے یا کھانے میں آسانی ہوتی ہے، تو یہ مسئلہ قابل غور ہے، میرے بعض دوستوں نے مجھے بتایا کہ وہ کئی دعوتوں سے اس لئے واک

آؤٹ کر گئے کہ وہاں کھڑے ہو کر کھانے کا انتظام تھا، بعض جگہ کھانے کی میز پر بیٹھ کر انہوں نے مسنون طریقہ سے کھانا تناول فرمایا ایک مسجد کے امام صاحب کی امامت خطرہ میں ہے، اسی قسم کی اور بھی بہت سی غیر ضروری مشکلات لوگوں کو لاحق ہیں۔

میں یہاں اپنی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کھانے کا ادب یہ ہے کہ بایاں پاؤں بچھا دے اور داہنا کھڑا رکھے یا بیٹھ کر دونوں گھٹنے کھڑے رکھے (بہار شریعت) اس کے علاوہ نظام آداب اپنی جگہ درست ہیں جو کتب فقہ میں مذکورہ ہیں، مگر یہاں صرف اتنی بحث ہے کہ اگر کسی نے کھڑے ہو کر کھالیا، تو شریعت میں اس کی کیا سزا مقرر کی گئی ہے؟ کیا اس پر لعن طعن جائز ہے؟ کیا اس پر لڑنا جھگڑنا درست ہے؟ مجھے اس سلسلہ میں یہی معلوم ہو سکا ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بھی صحیح نہیں، کھڑے ہو کر پانی پی لینا، چلتے پھرتے کھالینا جائز ہے اور ان افعال پر لوگوں کو لعن طعن کرنا درست نہیں اور کھانے کے آداب کے سلسلے میں جو احادیث وارد ہیں، اگر ان میں سے بعض صحیح بھی ہوں، تو ان کا تعلق کھانے کی مصلحتوں سے ہے، وہ شرعی اور تعبدی احکام نہیں ہیں۔ اب اس مسئلہ میں چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) سیدنا ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں چلتے پھرتے ہوئے کھایا کرتے تھے اور کھڑے ہو کر پیا کرتے تھے۔ (ترمذی شریف، باب الاکل قائما، نسخہ ہندیہ ۲/۱۰، دارالسلام رقم: ۱۳۰۱ تحفۃ الأحوذی ۳/۱۱۱)

(۲) ابن ماجہ اور ترمذی میں کبشہ انصاری سے روایت ہے کہ حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لائے، گھر میں ایک مشکیزہ معلق تھا، آپ ﷺ نے منھ لگا کر کھڑے کھڑے اس مشکیزہ سے پانی پیا۔ (شامی ۱/۹۵، شمائل ترمذی ۱۵، ابن ماجہ ترمذی، بہار شریعت)

حالانکہ صحیح بخاری و مسلم کی حدیثوں میں آپ نے مشکیزہ کے دہانے سے پانی پینے کی ممانعت کی، ان دونوں احادیث میں تطبیق اس طرح دی گئی ہے کہ ممانعت اس لئے ہے کہ کہیں کوئی کیڑا وغیرہ منھ میں نہ چلا جائے اور اگر یہ نہ ہو تو جائز ہے، امام طحاویؒ

جو جلیل القدر حنفی امام ہیں، اسی کو راجح قرار دیتے ہیں کہ کھڑے ہوکر کھانے پینے میں مضائقہ نہیں اور ممانعت محض اس لئے ہے کہ ایسی حالت میں پھندا وغیرہ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے، امام شعبی نے بھی یہی فرمایا کہ کھڑے ہوکر پینا تکلیف کے خطرہ کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (شامی ۱۲۹/۳، طحاوی شریف ۳۵۸/۲)

فقہاء نے مسافر کے لئے چلتے پھرتے پینے کو بھی جائز قرار دیا۔ (ص:۹۶)

اب روایات میں تو ٹیک لگا کر کھانے کی ممانعت ہے، مگر ہم نے بہت سے بزرگوں کو کرسی پر ٹیک لگائے ہوئے کھاتے دیکھا، کھاتے وقت جوتا اتارنا چاہئے، مگر جوتے سمیت کھاتے ہیں اور پان کون نہیں کھاتا، سب سڑکوں پر چلتے پھرتے کھاتے ہیں، آپ اس کو مشروب کہیں یا کیا جو کچھ بھی کہیں کھڑے کھڑے اور چلتے پھرتے اور نہ معلوم کس کس حال میں اس کو تناول فرمایا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی گنڈ یریاں یا ریوڑیاں چلتے پھرتے کھائے، تو اس کی شہادت وثقاہت کیوں مجروح ہوتی ہے، یہ تمام سطور کہنے کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ کھڑے ہوکر کھانے کو افضل و اعلیٰ بتایا جائے؛ بلکہ مقصود یہ ہے کہ اگر بوقت ضرورت ایسا ہو جائے، یا کوئی کھڑے ہوکر کھا پی لے، تو وہ شریعت کی نگاہ میں مجرم نہیں اور اس پر طعن ضروری نہیں۔ پس راہ اعتدال کو نہ چھوڑنا چاہیے اور اسلام نے لوگوں کو جو سہولتیں دی ہیں، وہ ان کو ملنی چاہیے۔ (ماخوذ ماہنامہ شمشی آواز مئی ۱۹۹۲ء)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان دین مسئلہ ذیل میں کہ رسالہ شمشی آواز کی مذکورہ عبارت میں کھڑے ہوکر کھانے کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور اس سلسلہ میں حدیث وفقہ کی کتابوں سے حوالہ پیش کیا ہے۔

نیز پان، سیگریٹ وغیرہ چلتے پھرتے کھانے کے استعمال کرنے سے بھی استدلال کیا ہے، تو یہ کہاں تک درست ہے؟ جو بھی صحیح صورت ہو، اس کو تحریر فرمائیے۔

المستفتی: ریاض الحسن، عرف منے، جوتا والے، گول گھر منڈی چوک، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کھڑے ہوکر کھانا کھانا مغربی تہذیب اور اغیار کے ساتھ مشابہت کی بناء پر ممنوع اور ناجائز ہے، اس سے احتراز ہر مسلمان پر لازم ہے، اور حدیث شریف میں اس کی صراحت آئی ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے، اس کا حشر اسی قوم کے ساتھ ہوگا اور کھڑے ہوکر کھانے کا فیشن مغربی یہود ونصاریٰ سے آیا ہے اور یہ انہیں کی تہذیب ہے؛ اس لئے اس کا ترک ہر مسلمان پر لازم ہے۔ حدیث میں ہے۔

عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم. (سنن أبي داؤد، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱)

اور رسالہ شمسی آواز میں جو حوالے پیش کئے گئے ہیں، وہ سب خاص خاص عذر کے ساتھ خاص خاص مواقع کے ساتھ مخصوص ہیں، ان حوالوں سے استدلال کر کے جواز ثابت نہیں کیا جاسکتا اور خود ان حوالوں کے خلاف صحیح حدیثیں ممانعت کی بھی موجود ہیں۔

عن أنسؓ أن النبي صلى الله عليه وسلم، نهى أن يشرب الرجل قائماً، فقيل الأكل قال ذاك أشد. (ترمذي شريف، باب ماجاء في النهى عن الشرب قائماً، النسخة الهندية۲/ ۱۰، دار السلام رقم: ۱۸۷۹، مسند أبي داؤ د الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۴۸۲، رقم: ۲۱۲۹، مسند أحمد بن حنبل ۳/ ۱۳۱، رقم: ۱۲۳۶۳)

اور پان وغیرہ کے ساتھ قیاس کر کے کھڑے ہوکر کھانے کو جائز قرار دینا؛ اس لئے درست نہیں ہے کہ پان وغیرہ کے مسئلہ میں اغیار کی مشابہت نہیں ہے اور نہ ہی عرف میں معیوب ہے اور کھڑے ہوکر کھانے کی اصل ممانعت اغیار کی مشابہت ہے؛ اس لئے قیاس صحیح نہیں ہے اور جگہ کی تنگی کا عذر بھی مشاہدہ کے خلاف ہے؛ اس لئے کہ عام طور پر کھڑے ہوکر کھانے کا انتظام وہاں کیا جاتا ہے، جہاں جگہ کی تنگی نہیں ہوتی، جو لوگ ہر طرح کا انتظام کر سکتے ہیں، وہی اس طرح کا انتظام کرتے ہیں؛ اس لئے یہ عذر بھی فضول ہے؛ لہٰذا

کھڑے ہوکر کھانا کھلانے کا جو فیشن اس زمانہ میں جنم لے رہا ہے، وہ ہرگز جائز نہیں ہے، اس کا ترک ہر مسلمان پر لازم ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/۲۹۲۱)

تین انگلیوں سے کھانا کب مسنون ہے؟

سوال [۱۰۷۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: مشہور ہے کہ تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے، تو کیا اس سے زائد انگلیوں سے کھانا خلاف سنت ہے، تین انگلیوں سے روٹی کا کھانا تو سمجھ میں آتا ہے؛ لیکن چاول جیسی چیز کس طرح کھائی جائے گی؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عام حالات میں جس چیز کو تین انگلیوں سے کھانا آسان ہو، اس کو تین انگلیوں سے کھانا مسنون ہے؛ لیکن چاول وغیرہ یا ایسی چیز جس کا تین انگلیوں سے کھانا مشکل ہو، اس میں چوتھی اور پانچوی انگلی شامل کرنا خلاف سنت نہیں؛ اس لئے کہ آپ ﷺ سے پانچ انگلیوں سے کھانا بھی ثابت ہے۔

الأكل بالثلاث سنة فلا يضم إليها الرابعة، والخامسة إلا لضرورة وفي حديث مرسل أنه صلى الله عليه وسلم كان إذا أكل أكل بخمس؛ ولعله محمول على المائع، أو على القليل النادر ...... فإن عادته في أكثر الأوقات هو الأكل بثلاث أصابع. (مرقاة المفاتيح، كتاب الأكل، مكتبه امداديه ملتان ۸/۱٦۲-۱٦۳، تكملة فتح الملهم، اشرفيه ديوبند ٤/۳۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۴۸۷)

کیا کھانے کی ابتداء وانتہاء نمک پر کرنا مسنون ہے؟

سوال [۱۰۷۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے نمک چاٹنا یا نمک سے کھانے کی ابتداء کرنا اورنمک پر ہی کھانے کوختم کرنا، کیا ایسا کرنا نبی ﷺ یا صحابہ رضی اللہ عنہ سے کسی روایت سے ثابت ہے؟ بعض فقہی کتب میں جوسنت یا مستحب لکھا ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟ بعض علماء بھی محض فقہی کتابوں کو دیکھ کر اس عمل کو مستحب قرار دے رہے ہیں؛ جبکہ شمائل کی کسی کتاب میں نہیں مل رہا ہے۔ دارالافتاء سے اس سلسلہ میں وضاحت مطلوب ہے۔

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڑھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کھانے کو نمک سے شروع کر کے نمک پر ختم کرنے سے متعلق فقہاء نے مستحب یا مسنون لکھا ہے، اس سلسلہ میں احادیث شریفہ مرفوع متصل تو دستیاب نہ ہوسکیں؛ البتہ ضعیف حدیث وآثار صحابہؓ اس سلسلہ میں موجود ہیں۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن علي أنه قال: من ابتدأ غذاءه بالملح أذهب عنه سبعين نوعاً من البلاء. (شعب الإيمان، باب في المطاعم والمشارب، دارالكتب العلمية بيروت ١٠٣/٥، رقم: ٥٩٥٢)

ونقل السيوطي عن الأصبهاني عن علقمة بن سعد بن معاذ حدثني أبي عن أبيه عن جده مرفوعاً استعينوا طعامكم بالملح فوالذي نفسي بيده أنه ليرد ثلاثاً وسبعين نوعاً من البلاء. (اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسيوطي ١٧٩/٢، تذكرة الموضوعات للفتنى ١٤١/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۶۹۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۵/۱۱ھ

نمک سے کھانا شروع کرنے اور نمک پر ختم کرنے کا حکم

سوال[۱۰۷۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ **من السنة أن يبدأ بالملح و يختم بالملح** کیا یہ حدیث ہے؟ عالمگیری وغیرہ میں لکھا ہے کہ کھانے کی ابتداء نمک سے کرے اور ختم بھی نمک سے کرے اور غالباً زاد المعاد میں لکھا ہے کہ ایسا کرنے پر ۷۵/ بیماریوں سے شفا ہے۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا ہم لوگ اپنے دستر خوان پر نمک رکھا کریں تاکہ پہلے تھوڑا سا نمک چکھ لیں، پھر کھانا شروع کریں اور کھانے کے بعد بھی نمک کھالیں۔ اسی بات کو مفتی کمال الدین صاحب احمد راشدی استاذ دار العلوم کراچی، پاکستان نے اپنی کتاب (کھانے پینے کی حلال حرام چیزیں) کے ۱۰۹ پر لکھا ہے، کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد تھوڑا نمک چکھنے کو فقہاء کرام نے مستحب لکھا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم تمام دعوت وتبلیغ کے ساتھی آپ سے وضاحت چاہتے ہیں، کیا نمک سے ابتداء مسنون ہے یا کسی بھی نمکین کھانے سے ابتداء کرنے میں اس استحباب پر عمل ہو جائے گا۔

المستفتی: جملہ احباب حلقہ نہٹور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نمک یا نمکین سے کھانا شروع کرنا اور ختم کرنا فقہاء نے مسنون لکھا ہے؛ لیکن کسی صحیح اور صریح حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ملتا؛ البتہ بعض نہایت کمزور اور موضوع قسم کی روایت میں اس کا ذکر موجود ہے؛ اس لئے اس کو باضابطہ سنت یا مستحب نہیں کہا جاسکتا، ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ اس زمانہ میں نمکین یا نمک سے شروع کر کے کھانا کھانے کے بعد پھر نمک چکھنے کی عادت رہی ہے، تو اس کو سنن عادیہ کہا جاسکتا ہے، تو حضرات فقہاء نے سنن عادیہ کی قبیل سے لکھا ہے، سنن ہدیٰ کی قبیل سے نہیں اور اس کا مدار عادت اور رغبت پر ہے شریعت پر نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱۱۲/۴)

عن عليؓ أنه قال: من ابتدأ غذاءه بالملح اذهب عنه سبعين نوعاً من البلاء. (شعب الإيمان، باب في المطاعم والمشارب، دارالكتب العلمية بيروت ١٠٣/٥، رقم: ٥٩٥٢)

ونقل السيوطي عن الأصبهاني عن علقمة بن سعد بن معاذ حدثني أبي عن أبيه عن جده مرفوعاً استعينوا طعامكم بالملح فوالذي نفسي بيده أنه يرد ثلاثاً وسبعين نوعاً من البلاء. (اللآلي المصنوعة في الأحاديث الموضوعة للسيوطي ١٧٩/٢، تذكرة الموضوعات للفتنى ١٤١/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۳۶۷/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۷/۲۴ھ

سر ڈھانک کر کھانا کھانا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۷۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کھانا کھاتے وقت یا پانی پیتے وقت کھانے پینے کے آداب میں سر ڈھانک کر کھانا پینا، یا اس کا تذکرہ ملتا ہے، جیسے بیت الخلاء جاتے وقت سر ڈھانک کر جانے کا ذکر ملتا ہے؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹوپی اوڑھ کر کھانا کھانے کی بات صراحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ ننگے سر کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن مہذب مجلسوں اور تقریبوں میں ننگے سر پہونچنا خلاف ادب ہے؛ اس لئے ایسے مواقع میں ٹوپی پہن کر پہونچنا اور ٹوپی پہن کر کھانا کھانا ادب کے دائرہ میں داخل ہوگا۔

ولا بأس بالأكل متكئًا، أو مشكوف الرأس في المختار. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، زكريا ٤٩٠/٩، كراچي ٣٤٠/٦)

ولا بأس بالأكل مكشوف الرأس كذا في الخلاصة. (هندية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل و ما يتصل به، زكريا قديم ۵/۳۳۷، جديد ۵/۳۹۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۰۹۹/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۵/۱۳ھ

کھاتے وقت سر ڈھانکنا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۷۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانا کھاتے وقت اور پانی پیتے وقت سر ڈھانکنے کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کھانا کھاتے وقت اسی طرح پانی پیتے وقت سر ڈھانکنا نہ لازم ہے اور نہ ہی سنت ہے؛ جبکہ کبر وتکبر نہ ہو؛ بلکہ کھلے سر کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: محمود یہ میرٹھ ۴۵/۲۷)

لا بأس بالأكل متكئًا إذا لم يكن على وجه التكبر و هو المختار.

(خلاصة الفتاوى ۳۵۹/۴)

لا بأس بالأكل متكئًا إذا لم يكن على وجه التكبر وهو المختار، وكذا مكشوف الرأس. (التاتارخانية، زكريا ۱۴۳/۱۸، رقم: ۲۸۳۰۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۶۰۳/۴۱)

ٹوپی پہن کر کھانا کھانا

سوال [۱۰۷۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے اکثر لوگوں سے سنا ہے کہ ٹوپی اوڑھ کر کھانا کھانا اور پانی پینا سنت ہے؛ جبکہ ایک مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ ٹوپی اوڑھ کر کھانا کھانا اور پانی پینا سنت نہیں ہے، یہ سنت ہے یا مستحب؟

المستفتی: محمد یونس، نیوسیلم پور- دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرڈھانک کر کھانے پینے کا سنت یا مستحب ہونا کسی حدیث یا فقہ کے جزئیہ سے ثابت نہیں؛ بلکہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ ننگے سر کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں۔

ولا بأس بالأكل مشكوف الرأس وهو المختار. (عالمگيري، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به، زكريا قديم٥/٣٣٧، جديد ٥/٣٩١)

والأكل مشكوف الرأس......فيه روايتان والمختار أنه لا يكره. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، زكريا ٨/٣٣٨، كوئٹه ٨/١٨٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴ ر ۶۰۰۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱/۳۰ھ

خورد ونوش کے وقت سر ڈھانکنا

سوال [۱۰۷۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خورد ونوش کے وقت تغطۂ رأس کیا سنت ہے؟ اگر سنت ہے تو حدیث نبوی کی

نشاندہی مطلوب ہے۔ نیز تغطیۂ رأس عند دخول الخلاء کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: روح الامین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھانے پینے کے وقت خاص طور پر سر ڈھانکنا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

ولا بأس بالأكل متكئا أو مكشوف الرأس في المختار. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، زكريا ٩/ ٤٩٠، كراچي ٦/ ٣٤٠)

ہاں البتہ بیت الخلاء میں سر ڈھانک کے داخل ہونا مستحب ہے۔

ويدخل مستور الرأس. (هندية، الباب السابع، زكريا قديم ١/ ٥٠، جديد ١/ ١٠٦، حاشية الطحطاوي، دارالكتاب ديوبند ١/ ٥١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳؍ ۵۶۱۹)

کھانا کھانے اور پانی پینے کے وقت سر ڈھانکنا

سوال [۱۰۷۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس طرح بیت الخلاء جانے کے آداب میں لکھا ہے کہ سر ڈھانپ کر بیت الخلاء جانا مسنون ہے، کیا کھانا کھاتے وقت یا پانی پیتے وقت بھی سر ڈھانکنا مسنون ہے، ہمارے یہاں اہل علم حضرات یہاں تک اہتمام کرتے ہیں کہ پانی پیتے وقت اگر ٹوپی نہ ہو، تو ایک ہاتھ سر پر رکھ لیتے ہیں یا پنکھا وغیرہ ہو، وہ سر پر رکھ لیتے ہیں، جس سے ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ کھانا کھاتے یا پانی پیتے وقت سر ڈھانکنا مسنون ہے؛ لیکن کسی کتاب میں ہم کو نہیں ملا کہ کھانا کھاتے یا پانی پیتے وقت سر ڈھانکنا مسنون ہے؛ اس لئے دارالافتاء سے

رجوع کرر ہے ہیں مع حوالہ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: جملہ احباب، نہٹور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھانا کھاتے وقت یا پانی پیتے وقت سر ڈھانکنا کسی حدیث اور فقہ کے جزئیہ سے اس کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہے؛ بلکہ حضرات فقہاء نے ننگے سر کھانے پینے کو مباح لکھا ہے؛ اس لئے سر ڈھانک کر کھانا اور ننگے سر کھانا دونوں بلا کراہت جائز ہیں؛ لہٰذا کھاتے اور پیتے وقت سر ڈھانکنے کا اتنا اہتمام کرنا کہ ٹوپی نہ ہونے کی صورت میں سر کے اوپر ہاتھ یا پنکھا رکھ دیا جائے یہ بے جا تکلف ہے، اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

ولا بأس بالأكل مكشوف الرأس وهو المختار. (عالمگيري، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل وما يتصل به، زكريا قديم٥/٣٣٧، جديد ٥/٣٩١، الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٨/١٤٣، رقم:٢٨٣٠٣، البحر الرائق، زكريا٨/٣٣٨، كوئٹه ٨/١٨٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۹۳۶۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۷/۲۴ھ

پانچوں انگلیوں سے کھانا کھانے کی صورت میں چاٹنے کی ترتیب

سوال [۱۰۷۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شمائل کی کتب میں اتنا تو مل رہا ہے کہ اگر کھانا تین انگلیوں سے کھایا ہے، تو فراغت پر انگلیوں کے چاٹنے کی ترتیب پہلے بڑی انگلی، پھر شہادت کی انگلی، پھر انگوٹھا، اگر پانچوں انگلیوں سے کھانا کھایا ہے، تو فراغت پر چاٹنے کی کیا ترتیب ہے؟

المستفتی: عبد الرشید قاسمی، سیڈھا، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر پانچوں انگلی سے کھانا کھایا جائے،تو مذکورہ تینوں انگلیوں کواسی ترتیب سے چاٹا جائے جوروایت میں منقول ہے،اور مذکورہ تینوں کے علاوہ بقیہ کوان کے بعد چاٹا جائے۔

عن كعب بن عجرة قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل بأصابعه الثلاث: بالإبهام، والتي تليها، والوسطىٰ، ثم رأيته يلعق أصابعه الثلاث قبل أن يمسحها، ويلعق الوسطىٰ، ثم التي تليها، ثم الإبهام .

(المعجم الأوسط، دار الفكر١/٤٤٨، رقم: ١٦٤٩، مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت٥/٢٨، رقم: ٧٩٣٩)

عن أنسؓ قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أكل طعاماً لعق أصابعه الثلاث. (شمائل ترمذی۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
۱۳؍جمادی الاولیٰ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر:الف۴۰/۱۱۰۹۹)

الجواب صحیح:
احقرمحمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳/۵/۱۴۳۴ھ

کھانے کے بعد دانتوں کوصاف کرکے اس پانی کونگلنا

سوال [۱۰۷۲۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے کھانا کھانے کے بعد منھ کے اندر پانی لیا اورمنھ میں پانی رہتے ہوئے اس نے اپنی انگلی سے دانتوں کوصاف کیا؛ لہٰذا اب اس کے لئے اس پانی کا پینا کیسا ہے؟ جو پانی منھ کے اندر ہے، جائز ہے یا ناجائز یامکروہ؟ اس کا جواب مرحمت فرماکرثواب دارین حاصل کریں۔

المستفتی: حفظ الرحمٰن،اصالت پورہ،مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر منھ میں کھانے کے اجزاء موجود ہیں اور زید یہ چاہتا ہے کہ یہ اجزاء ضائع نہ ہوں، اس نیت سے وہ منھ میں پانی لے کر انگلی سے صاف کر کے پانی کو پی لیتا ہے، تو اس میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ نیز یہ لوگوں کی اپنی طبیعتوں پر موقوف ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷/۳۳۴، ڈابھیل ۱۸/۱۷)

کما استفید من هذه العبارة: والتحقیق أن المفتي في الوقائع لابد له من ضرب اجتهاد ومعرفة بأحوال الناس ......فینظر في صاحب الواقعة إن كان ممن یعاف طبعه ذلک أخذ بقول أبي یوسفؒ، وإن كان مما لا أثر لذلک عنده أخذ بقول زفر. (حاشیة چلپي، الصوم، باب مایفسد الصوم وما لا یفسده، زکریا ۲/۱۷۳، مکتبه امدادیة ملتان ۱/۳۲۵، شامي، کراچي ۳۹۸، زکریا ۳/ ۳۷۰، ۳۷۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۲۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۶/۸ھ

کھانے کے بعد پلیٹ میں کھانا چھوڑنا

سوال [۱۰۷۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانے کے بعد کھانا پلیٹ میں چھوڑنا کیا سنت ہے یا پلیٹ کو اچھی طرح انگلی سے صاف کرنا سنت ہے؟

المستفتی: عبدالجلیل، بردوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھانے کے بعد پلیٹ کو اچھی طرح صاف

کرنے کی تاکید حدیث شریف میں آئی ہے کہ کھانے کے بعد ادھر اُدھر سے پلیٹ کو خوب اچھی طرح صاف کر دیا جائے، اس عمل سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور برتن کھانے والے کے لئے دعاء کرتا ہے؛ لہٰذا پلیٹ کو اچھی طرح صاف کرنا سنت ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۳۸۹/۱۵، ڈابھیل ۷۳/۱۸)

عن نبيشة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أكل في قصعة ثم لحسها استغفرت له القصعة. (ترمذي، باب ماجاء في اللقمة تسقط، النسخة الهندية ۲/ ۲، دارالسلام رقم ١٨٠٤، سنن ابن ماجه، باب تنقية الصحفة، النسخة الهندية ۲/ ۲٤٣، دارالسلام رقم: ٣٢٧١، سنن الدارمي دارالمغني ۲/ ١٢٩٠، رقم: ٢٠٧٠، مسند أحمد بن حنبل٥/ ٧٦، رقم: ٢١٠٠١، مشكوة ٣٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۷۱۶۳)

کھائے ہوئے برتن میں ہاتھ دھونے کا حکم

سوال [۱۰۷۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانے کے بعد جس میں کھانا کھایا، اس میں ہاتھ دھونا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ بعض لوگ اس عمل کو برا سمجھتے ہیں؛ جبکہ بعض جگہ عرف اور عادت یہی ہے کہ کھانے کے بعد اسی برتن میں بلاتردد ہاتھ دھوتے ہیں، شرعی نقطۂ نظر کیا ہے، ہم نے امام غزالیؒ کی کتاب کیمائے سعادت میں دیکھا کہ کھانے کے بعد اسی برتن میں ہاتھ دھوکر وہ پانی پینے سے ایسا ثواب ہوگا کہ گویا ایک غلام کو آزاد کیا۔

نیز علامہ مناویؒ نے شمائل کی شرح جمع الوسائل کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

في الإحياء: يقال من لعق القصعة وشرب مائها كان له كعتق رقبةٍ.

ان سے ہاتھ دھونے کا ثبوت ملتا ہے؛ جبکہ شمائل کبریٰ میں اتحاف کے حوالے سے منقول ہے کہ جس برتن میں کھانا کھایا ہو، اس میں ہاتھ دھونا بے ادبی ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سلسلہ میں قطعی فیصلہ کیا ہے؟ اور مذکورہ منقولات کا جواب کیا ہے؟ تفصیل سے روشنی ڈالیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد مشتاق احمد، درجہ ہفتم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امام غزالیؒ نے کیمائے سعادت میں کھانا کھانے کے بعد اسی برتن میں ہاتھ دھوکر اس پانی کو پی لینے کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے کے برابر لکھا ہے، یہ بات ہم نے کہیں نہیں دیکھی ہے، ہاں البتہ کیمائے سعادت میں اتنا ضرور لکھا ہے کہ جس برتن میں کھانا کھایا ہو، اس برتن کو دھوکر پانی پی لیا جائے، تو وہ ثواب ملے گا، جو سوال نامہ میں درج ہے، شاید سائل کو یہ دھوکہ ہو رہا ہے کہ برتن دھونے کی بات کو اس نے ہاتھ دھونا سمجھا ہو؛ حالانکہ وہاں برتن میں ہاتھ دھونے کا تذکرہ نہیں ہے اور احیاء العلوم کی عبارت یوں ہے۔

من لعق القصعة وغسلها وشرب ماءها كان له كعتق رقبة .

(احياء العلوم على هامش الإتحاف ٥/ ٢٢٥)

اس میں برتن دھونے کا تو ذکر ہے، مگر ہاتھ دھونے کا ذکر نہیں ہے، شمائل کبریٰ کا حوالہ دیکھ لیا گیا، انہوں نے اتحاف السعادۃ ۲۲۵/۵ کا حوالہ دیا ہے، وہ بھی دیکھ لیا اور اتحاف کے اندر ایسی کوئی عبارت موجود نہیں ہے، جس میں اس بات کی وضاحت ہو کہ جس برتن میں کھانا کھایا ہو، اس میں ہاتھ دھونا بے ادبی ہے۔

الخامس: أن غسل اليد في الطست لا بأس به، وله أن يتنخم فيه، إن كان أكل وحده، وإن أكل مع غيره، فلا ينبغي أن يفعل ذلك.

احیاء العلوم کی عبارت کے ذیل میں شرح کرتے ہوئے اتحاف کی عبارت یوں لکھی گئی ہے۔

وله أن يتنخم فيه عند غسل يده وفمه، والنخامة من كان من الحلق

إن أكل وحده، وإن أكل مع غيره، فلاينبغي أن يفعل ذلك، فربما يستقذره أخوه وهو مخالف للأدب. (الاتحاف ۵/۲۲۹)

اب احیاء العلوم اور اتحاف دونوں کی عبارتوں پر نظر ڈالیں، تو ان میں کہیں بھی یہ بات نہیں ہے کہ جس برتن میں کھانا کھایا ہو، اس میں ہاتھ دھونا بے ادبی ہے؛ بلکہ اتحاف کی عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر تنہائی میں کسی برتن میں ہاتھ دھویا جائے اور اسی میں کلی بھی کرلی جائے اور کلی کے ساتھ بلغم وغیرہ بھی نکال دیا جائے، تو کوئی حرج نہیں؛ البتہ اگر دوسروں کے ساتھ کھانا کھایا جائے، تو لوگ کسی ایک برتن میں ہاتھ دھوئیں تو اس میں ہاتھ اور منھ دھونے کے ساتھ ساتھ کلی اور غرغرہ کر کے بلغم نکال کرڈالنا خلاف ادب ہے؛ اس لئے کہ اس سے دوسروں کو نفرت اور تکلیف ہوتی ہے؛ لہٰذا کھانا کھا کر اسی برتن میں ہاتھ دھونے کے بارے میں نہ کوئی ممانعت ثابت ہے اور نہ ہی کوئی فضیلت ثابت ہے؛ لہٰذا اس کے بارے میں جس طرح بھی سہولت ہو، اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہوگی، مدارس کے طلبہ کے پاس صرف ایک برتن ہوتا ہے، اسی میں کھانا لیتے ہیں، اسی میں کھاتے ہیں، اسی میں ہاتھ دھوتے ہیں اور اس کو دھوکر رکھ لیتے ہیں، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں اور جس علاقہ کے لوگوں میں برتن میں ہاتھ دھونے کا معمول نہیں ہے، وہ برتن میں ہاتھ نہ دھوئیں، تو ان پر کوئی اعتراض نہیں اور جن علاقوں میں اسی برتن میں ہاتھ دھونے کا معمول ہے، اس میں کوئی اشکال نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ربیع الاول ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۱۰۰۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۴/۷ھ

کھانے کے بعد پانی پینا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۷۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ کسی حدیث شریف سے یہ ثابت ہے کہ کھانا کھانے کے بعد پانی پینا ممنوع ہے اورکیا کسی حدیث شریف سے کھانا کھانے کے درمیان میں پانی پینے کا ثبوت ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھانا کھانے کے بعد پانی پینے کی ممانعت اورکھانا کھانے کے دوران پانی پینے کی ترغیب کسی حدیث شریف سے ثابت نہیں ؛ بلکہ یہ طبی اورحکیمانہ بات ہے، جیسا کہ شیخ الرئیس بوعلی سینا نے فرمایا کہ پانی پینے کا بہتر وقت وہ ہے کہ جب کھانا ہضم پرآوے اورہضم کے بعد پیوے تو بہت بہتر ہےاور بعض اطباء نے لکھا ہے کہ کھانے سے پہلے پانی پینا معدے کی حرارت کو بجھاتا ہے، اورہضم کے بعد گرمی پیدا کرتا ہے اور بدن کوموٹا کرتاہےاور بقراط نے کہاہے کہ کھانے پر پانی پینا برا ہے۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ کھانے کے بعد پانی پینے میں عام طور پرکھانا خراب ہوجاتاہےاورتیزابیت پیدا ہوجاتی ہے۔ (طب نبوی ۴۳، بیروت ۱۷۴)

ویکره شرب الماء عقيب الرياضة والتعب وعقيب الجماع وعقيب الطعام وقبله وعقيب أكل الفاكهة، فهذا كله مناف لحفظ الصحة.

(زاد المعاد، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٢٤)

إن البطن إذا امتلأ من الطعام ضاق عن الشرب، فإذا ورد عليه الشراب ضاق عن النفس وعرض له الكرب والتعب، وصار محله بمنزلة الحامل الثقيل، هذا إلى ما يلزم ذلك من فساد القلب وكسل الجوارح عن الطاعات وتحولها في الشهوات التي يستلزمها الشبع.

(زاد المعاد، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۲/۲۸ھ

کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال [١٠٧٢٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنا کیسا ہے؟، چند عالم کہتے ہیں کہ کھانا کھانے سے پہلے یا بعد میں دعوت کرنے والوں کی طرف سے دعاء کی درخواست ہو، تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے؟ اور یہ کہاں تک صحیح ہے، اور کہاں تک غلط؟

المستفتی: محمد عمرو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: کھانا کھانے کے بعد دعاء پڑھنے کا ثبوت حدیث سے ہے اسی طرح کسی کے یہاں دعوت کھانے کے بعد بھی دعاء کرنا حدیث سے ثابت ہے؛ لیکن یہ دعاء ہاتھ اٹھا کر کرنا ثابت نہیں۔

عن أبي سعيد الخدري رضـ قال: كان النبى صلى الله عليه وسلم: إذا أكل، أو شرب قال: الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين. (ترمذي شريف، باب ما يقول إذا فرغ من الطعام، النسخة الهندية ٢/١٨٤، دارالسلام رقم: ٣٤٥٧)

عن عبد الله بن زبير قال: أفطر رسول الله صلى الله عليه وسلم عند سعد فقال: أفطر عندكم الصائمون وصلت عليكم الملائكة، وأكل طعامكم الأبرار. (صحيح ابن حبان، دارالفكر ٥/٢٥٨، رقم: ٥٣٠٤/٤، مسند الدارمي دارالمغني ٢/١١١١، رقم:١٨١٣ سنن ابن ماجه، باب في ثواب من فطر صائما، النسخة الهندية ١/١٢٥، دارالسلام رقم:١٧٤٧، سنن أبي داؤد، باب ماجاء في الدعاء لرب الطعام إذا أكل عنده، النسخة الهندية ٢/٥٣٨، دارالسلام رقم: ٣٨٥٤)

عن عبد الله بن يسر السلمى قال: جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى أبي فنزل عليه، فأتاه بطعام وحيس وسويق، وتمر، ثم أتاه

بشراب، فناول من عن يمينه قال: و كان يأكل التمر و يضع النوىٰ على ظهرإ صبعيه السبابة، والوسطىٰ، ثم يرمى به، ثم دعالهم فقال: اللّٰهم بارک لهم فيما رزقتهم و اغفر لهم وارحمهم. (صحيح بن حبان، دار الفكر ٥/٢٥٩، رقم: ٥٣٠٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۵۵۴/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۱۲/۳ھ

سب سے افضل ترین پانی کونسا ہے؟

سوال [۱۰۷۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سب سے افضل ترین پانی کونسا پانی ہے؟ آب زم زم سے بھی کوئی پانی افضل ہے؟ حدیث کے حوالہ سے جواب عنایت فرمائیے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سب سے افضل پانی وہ پانی ہے، جو آپ ﷺ کی انگشت مبارک سے نکلا تھا، اور دنیا کے موجود پانیوں میں سب سے افضل پانی آب زم زم ہے اور سرور کائنات ﷺ کی انگلیوں کے پوروں سے جو پانی نکلتا تھا، وہ آب زم زم سے بھی افضل ہے۔

عن جابر بن عبد الله، هذا الحديث قال: لقد رأيتني مع النبي صلى الله عليه وسلم وقد حضرت العصر، وليس معنا ماء غير فضلة، فجعل في إناء فأتي النبي صلى الله عليه وسلم به، فأدخل يده فيه وفرج أصابعه......فتوضأ الناس..... فعلت أنه بركة، قلت لجابر: كم كنتم يومئذ؟ قال: ألفا وأربع مأئة. (بخاري شريف، باب شرب البركة، والماء المبارك، النسخة الهندية ٢/٨٤٢، رقم: ٥٤٢٢، ف: ٥٦٣٩)

أفضل المياه ما قد نبع بين أصابع النبي المتبع
فماء زمزم فماء الكوثر فنيل المصر ثم باقي الأنهر

(الحموی علی الأشباه کامل الفنّ الرابع کتاب الطهارة مکتبه ادارة القرآن کراچی ٢/٢٧٣)

عن ابن عباسؓ، قال: قال رسول الله صلی الله علیه: خیر ماء علی وجه الأرض ماء زمزم فیه طعام من الطعم وشفاء من السقم. (المعجم الکبیر للطبراني، احیاء التراث العربي ١١/٨١، رقم:١١١٦٧، الترغیب والترهیب ٢/١٦٦، ١٧٥٣)

أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: خیر ماء علی وجه الأرض زمزم. (الموسوعة الفقهیة ١/٩٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۳۳)

بوتل سے منھ لگا کر پانی پینا

سوال [۱۰۷۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بوتل سے منھ لگا کر پانی پینا کیسا ہے؟

المستفتی: مقتدیان جامع مسجد منڈی دھنورہ، جے پی نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفیق: بہتر صورت تو یہ ہے کہ گلاس وغیرہ میں لے کر پانی پیئے، بوتل سے منھ نہ لگائے؛ کیونکہ اس طرح پانی پینے سے دوسروں کو ناگواری ہوگی۔

عن أبي هریرةؓ، نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الشرب من فم القربة، أو السقاء. (صحیح البخاری باب الشرب من فم السقاء، النسخة الهندیة ٢/٨٤١، رقم: ٥٤١٠، ف:٥٦٢٧، صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب، النسخة الهندیة ٢/١٧٣، بیت الأفکار رقم:٢٠٢٣)

عن أبي سعيد الخدري رضـ**، قال: نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم: عن اختناث الأسقية.** (صحيح البخاري، باب اختناث الأسقية، النسخة الهندية ٢/ ٨٤١، رقم:٥٤٠٩، ف:٥٦٢٥، صحيح مسلم، باب آداب الطعام والشرب، النسخة الهندية ٢/ ١٧٣، بيت الأفكار رقم:٢٠٢٣)

وربما فسد الوعاء ويتقذره غيره لما يخالط الماء من ريق الشارب فيؤل إلى إضاعة الماء. (قسطلاني، باب الشرب من فم السقاء، دارالفكر ١٢/ ٤٢١، تحت رقم الحديث:٥٦٢٧، نووي على هامش مسلم٢/ ١٧٣)

اورگلاس موجود نہ ہو،تو بوتل میں منھ لگا کر پانی پینے کی گنجائش ہے،آقائے نامدار ﷺ سے بوقت ضرورت مشکیزے میں منھ لگا کر پانی پینا ثابت ہے۔

عن عيسىٰ بن عبد الله بن أنيس عن أبيه قال: رأيت النبي صلى الله عليه وسلم قام إلي قربة معلقة فخنثها، ثم شرب من فيها. (ترمذي شريف، باب ما جاء في الرخصة ذلك، النسخة الهندية ٢/ ١١، دارالسلام رقم:١٨٩١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٢؍ جمادی الثانیہ ١٤٢١ھ
(فتویٰ نمبر:الف ٣٥؍ ٦٧٤٧)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١٢/ ٦/ ١٤٢١ھ

دایاں ہاتھ شوربے میں ملوث ہونے کی وجہ سے بائیں ہاتھ سے کھانا نکالنا

سوال [١٠٧٢٩]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کھانا کھاتے وقت اگر داہنا ہاتھ شوربے سے ملوث ہو،تو بائیں ہاتھ سے چمچہ کے ذریعہ شوربا وغیرہ لینے میں کوئی کراہت تو نہیں؟

المستفتی: محمد ابوالکلام،گڈا (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر دایاں ہاتھ طعام کے ساتھ ملوث ہوجائے، توبائیں ہاتھ سے سالن وغیرہ پلیٹ میں منتقل کرنا جائز ہے۔

يجعل يمينه لطعامه وشرابه وشماله لما سوىٰ ذلك فإن احتيج إلي الاستعانة بالشمال فبحكم التبعية. (عمدة القاري، باب التسمية على الطعام والأكل باليمين، زكريا ١٤/٣٨٧، دار احياء التراث العربي ٢١/٢٩، تحت رقم الحديث:٥٣٧٥)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
١٣/ربیع الاول ١٤١٥ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ٣١/٣٩١٨)	١٣/٣/١٤١٥ھ

پھل وغیرہ کو چاقو سے کاٹ کر کھانا

سوال [١٠٧٣٠]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پھل وغیرہ اشیاء کو چاقو وغیرہ سے کاٹ کر کھانے سنت ہے، یا منھ لگا کر، آیا گوشت کی طرح ان اشیاء میں استعمال سکین کی ممانعت تو نہیں؟

المستفتی: روح الامین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پھل فروٹ میں سے جس کو کاٹ کر کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، اس کو کاٹ کر کھانا مسنون ہے، مثلاً تربوز، خربوزہ وغیرہ۔ جس کو بغیر کاٹے آسانی سے کھایا جاسکتا ہے، اس کو بغیر کاٹے کھانا مسنون ہے، مثلاً کھجور وغیرہ، اور گوشت کو بھی حضور ﷺ حسب ضرورت چاقو سے کاٹ کر کھایا کرتے تھے۔

عمرو بن أمية أخبره أنه رأي النبي صلى الله عليه وسلم يحتز من كتف شأة في يده، فدعي إلي الصلوة، فألقاها والسكين التى يحتز بها،

ثم قام فصلیٰ، ولم یتوضأ. (بخاري شریف، باب قطع اللحم بالسکین، النسخة الهندیة ٢/ ٨١٤، رقم: ٥١٩٧، ف: ٥٤٠٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۶۱۹)

بائیں ہاتھ سے کھانا

سوال [۱۰۷۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی شخص بائیں ہتھا ہے یعنی ہر کام بائیں ہاتھ سے کرتا ہے، کھانا بھی بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے، لکھنا بھی بائیں ہاتھ سے کرتا ہے، تو اس کو بائیں ہاتھ سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد احمد، فیض گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بائیں ہاتھ سے کھانا پینا مکروہ ہے، حدیث شریف میں ممانعت کے ساتھ ساتھ اس کو شیطانی عمل قرار دیا گیا ہے۔

عن عبد الله بن عمرؓ، أن النبي صلی الله علیه وسلم، قال: لا یأکل أحدکم بشماله، ولا یشرب بشماله، فإن الشیطان یأکل بشماله، ویشرب بشماله.

(ترمذي، باب ماجاء في النهي عن الأکل والشرب بالشمال، النسخة الهندیة ٢/ ٢، دارالسلام رقم: ١٧٩٩، صحیح مسلم، باب آداب الطعام والشراب، النسخة الهندیة ٢/ ١٧٣، بیت الأفکار رقم: ٢٠٢٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۶۸۸۹)

(۹) باب حلال وحرام اشیاء کا بیان

کونسا سرکہ کھانا سنت ہے؟

سوال [۱۰۷۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرکہ کھانا سنت لکھا ہے اور بڑے فضائل لکھے ہیں، اس سرکہ سے کیا وہ شربت مراد ہے جو گنے کے رس سے بنایا جاتا ہے، بغیر پکائے ہوئے یا وہ سرکہ مراد ہے، جس میں آم ڈال کر مرچ نمک مصالحہ ڈال کر مربہ یا چٹنی کے طرز پر بنایا جاتا ہے، اس سلسلہ میں نبی ﷺ کی سنت کی ادائے گی کون سے سرکہ سے کھانے میں ہوگی؟

المستفتی: جملہ احباب نہٹور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سرکہ چاہے گنے کے رس سے بنا ہوا ہو یا انگور کے شیرہ سے بنا ہوا ہو، یا جامن اور دیگر اشیاء سے بنا ہوا ہو، سب کا حکم یکساں ہے اور سرکہ کو حضور ﷺ نے پسند فرمایا ہے، روٹی کھانے کے لئے سالن نہ ہوتا، تو آپ ﷺ سالن کی جگہ سرکہ استعمال کرلیا کرتے اور آم، مرچ، مسالہ وغیرہ ڈال کر جو مربہ کی شکل ہوتی ہے، وہ سرکہ نہیں ہوتا، وہ یا تو مربہ ہے، یا اچار کہلاتا ہے، وہ بعینہ سرکہ نہیں ہوتا، بعینہ سرکہ وہ ہوتا ہے، جو پتلا ہوتا ہے، اس میں کوئی چیز ڈالی ہوئی نہیں ہوتی، جس کو دنیا کا ہر انسان جانتا ہے اور سرکہ کی تعریف کی حدیث شریف درج ذیل ہے۔

عن جابرؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: نعم الإدام الخل.

(ترمذي، باب ما جاء في الخل، النسخة الهندية ۲/۵، دارالسلام رقم: ۱۸۳۹، صحيح مسلم، باب فضيلة الخل والتأدم به، النسخة الهندية ۲/۱۸۳، بيت الأفكار

رقم: ۲۰۵۱، مسند الدارمي دار المغني ۲/۱۳۰۲، رقم:۲۰۹۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍رجب المرجب ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۳۶۷/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۷/۲۴ھ

ڈالڈا گھی کا استعمال

سوال [۱۰۷۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ڈالڈا گھی کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد عبداللہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ڈالڈا گھی کا استعمال کرنا درست ہے محض شک کی بنا پر نا جائز ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۲۹۰/۶)

من شک في إنائه، أو ثوبه، أو بدنه أصابته نجاسة أولا فهو طاهر مالم يستيقن (إلى قوله) وكذا مايتخذه أهل الشرك، أو الجهلة من المسلمين كالسمن، والخبز، والأطعمة، والثياب. (شامي، كتاب الطهارة، قبيل مطلب في أبحاث الغسل، زكريا ۲۸۳/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۷۲۴/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۳/۱۳ھ

کولگیٹ کا استعمال کرنا

سوال [۱۰۷۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کولگیٹ ٹیوب کا منہ کے اندر استعمال کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد عبدالرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کول گیٹ وغیرہ سے دانت صاف کرنا درست ہے، محض شک کی وجہ سے اس پر ناجائز ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

شک في وجود النجس، فالأصل بقاء الطهارة. (الأشباه والنظائر قدیم ۱۰۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲؍۴۷۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰؍۳؍۱۴۱۷ھ

پارلے جی بسکٹ کا کھانا

سوال [۱۰۷۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پارلے جی بسکٹ میں سور کی چربی ملائی جاتی ہے تو کیا اس کا کھانا ناجائز ہے؟ معتبر ذرائع سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بسکٹ میں خنزیر کی چربی ملائی جاتی ہے، وہ اس طرح کہ مہاراشٹر میں اکولہ شہر میں تبلیغی اجتماع تھا، اور اس اجتماع میں بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دہلی کے ذمہ دار حضرات اکابرین بھی آئے ہوئے تھے، شہر امراوتی کے ذمہ داروں نے ان اکابرین کے ناشتہ کے لئے چائے اور پارلے جی بسکٹ کے پیکٹ پیش کئے، تو ان اکابرین نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اس میں سور کی چربی ملی رہتی ہے، دوسرا لے آیئے؛ چنانچہ پھر دوسرا بسکٹ لایا گیا، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا واقعی اس میں سور کی چربی ملی رہتی ہے؟ اور کیا اس کا کھانا ناجائز ہے؟

المستفتی: شیخ قاسم، شیخ فرید، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پارلے جی بسکٹ کے بارے میں جب تک

یقین اور تحقیق کے ساتھ معلوم نہ ہوکہ اس میں سور کی چربی ملی ہوئی ہے، تو محض کسی کے کہہ دینے سے یا شک کی بنا پر اس کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۴۶)

من شک في إنائه، أو ثوبه، أو بدنه أصابته نجاسة أولا فهو طاهر مالم يستيقن، وكذا مايتخذه أهل الشرك، أو الجهلة من المسلمين كالسمن، والخبز، والأطعمة، والثياب. (شامي، كتاب الطهارة، قبيل مطلب في أبحاث الغسل، زكريا ۱/ ۲۸۳-۲۸٤، كراچي ۱/ ۱٥۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۱۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۶/۲۶ھ

اجمیر کی مٹھائی کا حکم

سوال [۱۰۷۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک عورت اپنے محرم کے ہمراہ اجمیر شریف گئی، وہاں سے مٹھائیاں اور چوڑیاں خرید کر لائی، اپنے رشتہ داروں میں وہ سب اس نے اجمیر کی نیاز ہے کہہ کر تقسیم کر دی، اب یہاں دو امر دریافت طلب ہیں۔

(۱) اگر سچ مچ وہ مٹھائیاں اور چوڑیاں چڑھاوے اور نذر و نیاز کی ہوں، تو اس کا کھانا ناجائز ہے؟

(۲) اگر حقیقت میں نذر و نیاز کی نہیں ہیں؛ لیکن یہ عورت نیاز کہہ کر تقسیم کر رہی ہے، تو کیا اب بھی یہ مٹھائیاں ناجائز ہوں گی؟ براہ کرم درست جواب پانچ کتابوں کے حوالہ سے تحریر فرما دیجئے۔

المستفتی: محمد رضوان قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر عورت مٹھائیوں کو اجمیر کے بازار سے خرید کر

لائی ہے اور یہاں لاکر تبرک بتا کر بانٹ رہی ہے، تو یہ اگرچہ اس کی گمراہی اور جہالت ہے، مگر مٹھائی اپنی جگہ حلال اور درست ہے؛ کیونکہ بازار کی خریدی ہوئی چیز چڑھاوا نہیں ہوتی ہے۔

عن ابن عباسؓ، قال كان أهل الجاهلية يأكلون أشياء ويتركون أشياء تعذراً، فبعث الله نبيه وأنزل كتابه وأحل حلاله وحرم حرامه، فما أحل فهو حلال وما حرم فهو حرام، وماسكت عنه فهو عفو منه وتلا هذه الآية: قل لا أجد فيما أوحي إلي محرماً على طاعم. (الانعام:١٤٥، المستدرك، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز٧/٢٥٤١، رقم: ٣١١٣)

عن أبي ثعلبة الخشنيؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله حد حدودًا–إلى قوله–وترك أشياء من غير نسيان من ربكم؛ ولكن رحمة من ربكم فاقبلوها ولا تبحثوا فيها. (المستدرك، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز ٧/٢٥٤٢، رقم:٧١١٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۰۶/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱/۲۲ھ

دودھ پھاڑ کر گلاب جامن بنانا

سوال [۱۰۷۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اچھے دودھ کو کسی چیز سے پھاڑ کر سفید گلاب جامن بنانا؛ جبکہ اچھی چیز کو خراب کر کے خراب چیز سے مٹھائی بنائی جاتی ہے، اور دودھ پھٹ جانے کے بعد اس کا پانی پھینک دیا جاتا ہے، اور باقی مواد کا گلاب جامن بنایا جاتا ہے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے اس طریقہ کو اپنا کر گلاب جامن بنانا کیسا ہے؟

المستفتی: عباد الرحمٰن، حلوائی، لالباغ مرادآباد (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دودھ پھاڑ کر گلاب جامن بنانا جائز ہے، اس میں کسی قسم کی کراہت نہیں ہے، جس طرح سے انگور وغیرہ سے سرکہ بنانا جائز ہے۔

وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا.

وفسر الرزق الحسن بالخل. (روح المعاني، زكريا ٨/٢٦٦، تحت تفسير رقم الآية: ٦٧، من سورة النحل)

والأشربة بالتغير لا تحرم. (عالمگيري، الباب الحادي عشر في الكراهة، زكريا قديم ٥/٣٣٩، جديد ٥/٣٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/ ۳۴۷۲)

اللہ لکھے ہوئے آلو کا کیا کریں؟

سوال [۱۰۷۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ دن پہلے کی بات ہے کہ میں اپنا کھانا بنانے کے لئے آلو کاٹ رہا تھا، اچانک ایک آلو کو کاٹتے ہی اس کے اندر کے حصے میں ''اللہ'' کا لفظ صاف نظر آنے لگا، اس طرح کبھی گوشت کے ٹکڑے میں لفظ ''اللہ'' لکھا ہوا ملتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ جن ماکولات میں اس قسم کے الفاظ ملیں ان کے کھانے کا کیا حکم ہے؟

(۲) دوسرا سوال یہ ہے کہ میں نے تعظیم کی نیت سے آلو کے ٹکڑے کو حفاظت کے ساتھ ایک پاک جگہ میں رکھ دیا تھا، اب وہ ہوا لگنے کی وجہ سے سوکھتا جا رہا ہے، تو اب اس آلو کا کیا کیا جائے؟ کیا مٹی میں دفن کر دوں یا کچھ اور کروں؟

المستفتی: محمد مشتاق احمد، نور پوری، متعلم درجہ ہفتم دار العلوم دیو بند سہارن پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر آلو کاٹنے کے بعد اس میں لفظ ''اللہ'' لکھا ہوا نظر آ رہا ہے، اس کو سالن میں پکا کر کھانے میں کسی طرح کی کوئی قباحت نہیں ہے؛ بلکہ اس کو تبرک سمجھ کر شوق سے کھانا چاہیے اور جو آلو سوکھ چکا ہے، اگر سوکھنے کی وجہ سے مضر اثرات اس میں نہ آئے ہوں، تو اس کو بھی سالن میں پکا کر کھانا بلا تکلف جائز ہے۔

عن أبي عبد الرحمن السلمي في ذكر منصور بن عمار وأنه أوتي الحكمة، وقيل أن سبب ذلك أنه قد وجد رقعة في الطريق مكتوباً عليها بسم الله الرحمن الرحيم، فأخذها فلم يجدلها موضعها، فأكلها فأرى فيما يرى النائم كأن قائلا يقول: قد فتح عليك باب الحكمة باحترامك لتلك الرقعة، وكان بعد ذلك يتكلم بالحكمة. (شعب الإيمان للبيهقي، فصل في تعظيم المصحف، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۵٤۵، رقم: ۲٦٦۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۸۳۰)

گھر کا بچا ہوا کھانا خاکروبہ کو دینا

سوال [۱۰۷۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ روٹی چاول وغیرہ جو کھانے سے بچ جاتے ہیں، وہ خاکروبہ لیجاتی ہے، اور وہ اس روٹی چاول وغیرہ کو اپنے خنزیروں کو کھلاتے ہیں۔

دریافت یہ کرنا ہے کہ ہمیں اپنے روٹی چاول وغیرہ خاکروبہ کو دینے میں کوئی حرج تو نہیں؟ ازروئے شرع جواب سے نوازیں۔

المستفتی: عبدالواجد، محلّہ قاضی پورہ، ٹانڈہ، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گھر میں بچا ہوا کھانا خاکروبہ کو دینے کی اجازت ہے، اس کے بعد وہ جہاں چاہے استعمال کرسکتی ہے، اس میں شرعی حکم کا کوئی تعلق نہیں، خواہ وہ خود کھائے یا اپنے جانوروں کو کھلائے۔

المالک هو المتصرف في الأعيان المملوكة كيف شاء. (بيضاوي شريف، مكتبه رشيد۷)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة، رستم اتحاد ۱/ ٦٥٤، رقم المادة: ۱۱۹۲، البناية اشرفية ۸/ ۲۱۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۷۱۴۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۴/۴ھ

کھانے میں کیڑے یا مینگنی کا نکلنا

سوال [۱۰۷۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پکاتے ہوئے کھانے کی چیز میں کیڑا یا چوہے کی مینگنی ملے، تو اس کھانے کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مدرسہ کے سالن میں اکثر وقت ملتا ہے۔ غریب ومدرسہ کے طالب علم یا مالدار کا اس کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: سراج الاسلام، بردوانی، مدرسہ مظاہر العلوم، جدید کمرہ: ۳٦

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مینگنی اور کیڑے کو نکال کر پھینک دیا جائے اور کھانا کھالیا جائے تو جائز ہے۔

خبز وجد في خلاله خرء فأرة، فإن كان الخرء صلبا رمي به، وأكل

الخبز. (الدر مع الرد، كتاب الخنثیٰ، مسائل شتی، زكريا ١٠/٤٥٣، كراچي ٦/٧٣٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳؍۱۹۷)

کھانے کی چیز میں جائفل اور دیگر نشہ آور چیز ڈالنا

سوال [۱۰۷۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فتاوی محمودیہ ۱۲/۳۳۶، باب الحظر والا باحہ پر اس طرح لکھا ہوا ہے کہ سوال ۳۸۳؍ایک دیگ میں تقریباً سو آدمیوں کے لئے گوشت پکتا ہے، اس میں دو تین جائفل جس کا وزن ایک تولہ سے کم ہوتا ہے، بطور مصالحہ ڈال دیا جاتا ہے، جس سے قطعاً کوئی نشہ نہیں ہوتا، ایسی حالت میں وہ کھانا کیسا ہے؟ کیونکہ یہاں پر علماء دیوبند میں دو گروہ ہوگئے ہیں بعض کا کہنا ہے کہ حرام ہے اور کچھ کا کہنا ہے کہ صرف دواءً استعمال ہوتا ہے۔

الجواب: ایسی صورت میں وہ کھانا حرام نہیں؛ اس لئے کھانے میں مضرت نہیں اور نشہ بھی نہیں ہوتا؛ اگر چہ خود جائفل کھانا ممنوع ہے۔

اس میں دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ جائفل کا استعمال بکثرت قورمہ میں اور دواء میں ہورہا ہے، اس کی ممانعت کی وجہ کیا ہے؛ جبکہ اس میں نشہ بھی نہیں ہے اور مضرت بھی نہیں ہے ادویہ کے خواص میں جب اسے دیکھا گیا، تو اطباء نے اس کو دوسرے درجہ میں گرم خشک لکھا ہے، یہ ایک درخت کا پھل ہوتا ہے، اطباء نے اس کو نشہ آور نہیں لکھا ہے، جائفل کی ممانعت کا ماخذ ضرور نقل کیا جائے۔

المستفتی: جمیل احمد قاسمی، بازار پہاڑی دروازہ، نگینہ بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جائفل، عنبر، زعفران، ان سب کے اندر سکر اور نشہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے ان چیزوں کو مخدرات میں شامل کیا گیا ہے؛ لہٰذا یہ چیزیں مقدار سکر تک استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور مقدار سکر سے کم جو نشہ کو نہ پہونچے اس کے استعمال کی گنجائش ہے، جیسا کہ حکیمی دواؤں میں زعفران، عنبر اور جائفل بھی شامل ہوتا ہے، وہ بلا کراہت جائز ہے، اسی طرح جائفل کی وہ مقدار جو حد سکر کو نہیں پہونچتی، اس کا قورمہ وغیرہ میں استعمال جائز ہے۔ (مستفاد: بہشتی زیور ۱۱/۱۱۹)

وكذا تحرم جوزة الطيب، وكذا العنبر، والزعفران (إلى قوله) فهذا كله ونظائره يحرم استعمال القدر المسكر منه دون القليل. (شامي، كتاب الأشربة، زكريا ١٠/ ٤١، كراچي ٦/٤٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۶۵۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۱۲ھ

مضطر نے اگر اکل حرام کے ذریعہ جان نہیں بچائی، تو کیا وہ گنہگار ہے؟

سوال [۱۰۷۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مضطر کے لئے اکل خنزیر واکل میتہ وغیرہ کی اجازت ہے، یہ صرف اجازت ہی ہے یا کھانے کا حکم بھی ہے؟ کہ بقدر اضطرار کھانا ضروری اور واجب شرعی ہے؟ خنزیر یا میتہ موجود ہو اور دوسری چیز نہ ہو؛ لیکن مضطر نے یہ خنزیر وغیرہ نہ کھایا اور بھوکا مر گیا، تو وہ حرام موت مرا؟ یا شراب نہ پیا اور پیاسا مر گیا، تو حرام موت مرا گنہگار رہا یا کسی صورت میں کھانے نہ کھانے کا اختیار ہے؟ خصوصاً جبکہ اس وقت صرف خنزیر ہو؟

المستفتی: محمد اشتیاق نور قاسمی، پیر پیتی بازار، بھاگل پور، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں جبکہ مضطر کے پاس خنزیر اورمیتہ کے گوشت کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہ ہواوراس کے کھائے بغیر نہ بچ سکے،تو جان بچانے کے لئے اتنی مقدار کھانے کی گنجائش ہے، جس سے جان بچ جائے اور یہ اجازت قرآن سے ثابت ہے؛ لہٰذا اگر کوئی شخص ایسی حالت میں خنزیر یا میتہ کا گوشت کھائے بغیر بھوکا مرجائے گا ،تو وہ گنہگار ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۳۶۶/۱۲، جدید ڈابھیل ۲۵۵/۱۸)

قال اللّٰہ تبارک و تعالیٰ: فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ. [سورة المائدہ:۳]

ومن امتنع عن أكل الميتة حالة المخمصة، أوصام، ولم يأكل حتى مات يأثم. (هندية، الباب الحادي عشر في الكراهة في الأكل، زكريا قديم ۳۳۸/۵، جديد ۳۹۱/۵)

من اضطر إلى ميتة أو لحم خنزير، أودم ولم يأكل ولم يشرب، فمات دخل النار. (شامي، كتاب الإكراه، زكريا ۱۸٤/۹، كراچي ۱۳۳/٦، المبسوط للسرخسي، دارالكتب العلمية بيروت ۱٥۱/۲٤) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۶۵۵/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۵/۷ھ

ہوائی جہاز کی چیزوں کا کھانا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۷۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہوئی جہاز میں مرغ کے گوشت کی بریانی وغیرہ کھاسکتے ہیں یانہیں؟ کیونکہ حلال نہ ہونے کا شبہ رہتا ہے؟

المستفتی: محمد جاوید قریشی باندرہ، ممبئی ویسٹ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلم ممالک کے مسلم کمپنی کے ہوائی جہاز میں گوشت کی بریانی اور گوشت کا سالن کھانا جائز ہے اور غیر مسلم ممالک یا غیر مسلم کمپنی کے ہوائی جہاز میں گوشت کھانے کے بارے میں احتیاط بہتر ہے، اگر ہوائی جہاز کا عملہ اس بات کو واضح کردے کہ حلال گوشت ہے، اور دل مطمئن ہے، تو کھا سکتے ہیں۔

عن أبي الحوراء السعدي قال: قلت للحسن بن علي: ما حفظت من رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: حفظت منه: دع ما يريبک إلى ما لا يريبک. (سنن النسائي، الحث على ترك الشبهات، النسخة الهندية ۲/۲۸۵، دارالسلام رقم: ۵۷۱۱، سنن الترمذي، باب بلا ترجمة، النسخة الهنية ۲/۷۸، دارالسلام رقم: ۲۵۱۸، مسند أحمد بن حنبل ۱/۲۰۰، رقم: ۱۷۲۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۴؍ ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹؍۱۰۸۱۱)	۱۴۳۳/۱۱/۴ھ

ہوائی جہاز کی طرف سے ملنے والے ہوٹلوں کے کھانے کا حکم

سوال [۱۰۷۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم لوگ بیرون ملک سفر کرتے ہیں دوران سفر ہوائی جہازوں اور ہوٹلوں میں کمپنی جو کھانا دیتی ہے، وہ کوثر کھانا کہلاتا ہے، جس کے معنی ہیں حلال کھانا، ایسے کھانوں کا کھانا دوران سفر جبکہ کوئی دوسرا نظم نہ ہو کیسا ہے؟

المستفتی: عبد اللہ محلّہ بھٹی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسلم ممالک کے جہاز نہیں ہیں، غیر مسلم

ممالک کے جہاز ہیں، تو ان کا گوشت نہ کھایا جائے؛ اگرچہ کوثر کھانا لکھا ہوا کیوں نہ ہو؛ البتہ سبزی وغیرہ کھانے کی گنجائش ہے؛ جبکہ خاص طور پر کوثر کھانا لکھا ہوا ہو، تو بلاتردد کھانا جائز ہے۔

نیز حاجیوں کے مخصوص جہاز کے کھانے کا بھی یہی حکم ہے اور ہوٹلوں کا بھی یہی حکم ہے، اگر غیر مسلموں کا ہوٹل ہے، تو اس میں گوشت کھانا ممنوع ہے، سبزی وغیرہ کی گنجائش ہے، اور اگر مسلم کمپنی کا ہوٹل ہے، اور کام کرنے والے بھی مسلمان ہیں تو وہاں سے گوشت اور سبزی دونوں کھاسکتے ہیں۔

عن أبي ثعلبة قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قدور المجوس، قال: أنقوها غسلاً واطبخوا فيها — وعنه أنه قال: يارسول الله صلى الله عليه وسلم؟ (إلىٰ قوله) إن لم تجدوا غيرها فارحضوها بالماء . (ترمذي شريف، باب ما جاء في الأكل في آنية الكفار، النسخة الهندية ۲/۲، دارالسلام رقم: ۱۷۹۶-۱۷۹۷)

لاتحل ذبيحة غير كتابي من وثني ومجوسي ومرتد. (الدر المختار، كتاب الذبائح، زكريا ۹/۴۳۱، كراچي ۶/۲۹۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۵۴۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۳/۱۴۲۳ھ

غیر ممالک کے پیکٹ کا گوشت

سوال [۱۰۷۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر ممالک سے گوشت اور مرغی کے جو پیکٹ آتے ہیں اور خود بحرین میں جو جانور اور مرغیاں ذبح ہوتی ہیں، ان پر لکھا ہوتا ہے، ذبح طریقۂ اسلامی؛ لیکن ان پر گمان صحت ہے نہ کہ علم یقین ان کا کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد شفیع احمد الاعظمی، الرفاع، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ جو پیکٹوں پر ذبح طریقۂ اسلامی لکھا ہوتا ہے، وہ مسلمانوں کا ذبیحہ ہونے کی علامت ہوتی ہے؛ اس لئے اس کا کھانا شرعاً جائز ہوگا؛ البتہ جن ذبیحوں کے بارے میں معتبر ذرائع سے معلوم ہو جائے کہ اسلامی طریقہ پر ذبح نہیں کیا گیا ہے یا مسلمانوں کا ذبیحہ نہیں ہے، یا ان یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ نہیں ہے، جو آسمانی کتاب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں، تو ان کا کھانا جائز نہیں ہوگا۔

نیز ذبیحہ اور گوشت کو حلال سمجھنے اور کھانے کے لئے گمان صحت کافی ہوتا ہے، جیسا کہ فقہاء کی تصریحات سے مستفاد ہوتا ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۳/، کفایت المفتی ۸/۲۶۷-۸/۲۶۹)

ومن أرسل أجيراً له مجوسيًا، أو خادمًا، فاشترى لحما، فقال اشتريته من يهودي، أو نصراني، أو مسلم وسعه أكله؛ لأن قول الكافر مقبول في المعاملات؛ لأنه خبر صحيح لصدوره عن عقل ودين يعتقد فيه حرمة الكذب، ولحاجة ماسة إلى قبوله لكثرة وقوع المعاملات. (هداية، كتاب الكراهية، اشرفي ديوبند ٤/٤٥٣، الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٨/١٨١، رقم: ٢٧٨٩٣، هندية، زكريا جديد ٥/٣٥٨، قديم ٥/٣١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/صفر المظفر ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۶۴۳)

تمباکو استعمال کرنے والی عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا حلال ہے؟

سوال [۱۰۷۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ گھر کی عورتیں تمبا کو استعمال کرتی ہیں، ان کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کیسا ہے؟ مدلل جواب سے سرفراز فرمائیں۔ بینوا تو جروا.

المستفتی: ایچ کے نعمانی، نیوڈ یلکس واچ سروس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی عورتوں کے ہاتھوں کا کھانا بلا کراہت حلال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴؍۱۳۱۰)

مدارس اسلامیہ میں آنے والے گوشت کا کھانا

سوال [۱۰۷۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل مدارس اسلامیہ میں بکرے کا گوشت کئی طرح کے آتے ہیں، مثلاً کبھی عقیقہ کا گوشت آتا ہے، اور کبھی ہدیہ کا تو کبھی صدقہ کا اور کبھی جھٹکے کا بھی گوشت صدقہ ہی کہہ کر دیا جاتا ہے، ایسی صورت میں مدرسے کے طلبہ کے لئے اس طرح کا گوشت کھانا اور طلبہ کا اساتذہ کے لئے ہدیہ کرنا کیسا ہوگا؟

المستفتی: عبدالکریم، جامع مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو حضرات مدارس اسلامیہ میں گوشت دیتے ہیں، ان سے گوشت لیتے وقت تحقیق ضروری ہے اور جب تحقیق ہوجائے اور اس کے حلال ہونے کا یقین ہوجائے، تو اس کو قبول کیا جائے؛ لیکن اگر معلوم ہوجائے کہ یہ جھٹکے یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے، تو اسے ہرگز قبول نہ کیا جائے؛ اس لئے کہ اس کا کھانا

حرام ہے اور عقیقہ کا گوشت بلا شبہ جائز اور حلال ہے، باقی گوشت کے بارے میں ضرور تحقیق کرلی جائے، ہمارے یہاں مدرسہ شاہی میں اس طرح کا گوشت شروع شروع میں آیا کرتا تھا، آج تقریباً ۲۶/۲۷ سال سے بلا تحقیق کوئی گوشت نہیں لیا جاتا ہے، جب سے گوشت کی واپسی کا سلسلہ شروع ہوا، تو آج **الحمد للہ** اس طرح الٹا سیدھا گوشت مدرسہ شاہی میں آنے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۳۸-۱۳۹، امداد الفتاوی ۳/۵۷۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رمحرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۱۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۲/۱ھ

یتیم خانے کا کھانا خرید کر کھانا

سوال [۱۰۷۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یتیم خانہ کا کھانا قیمت سے کسی مزدور کے لئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: غیاث الدین، پورنوی، ڈگروا، پورنیہ (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر قیمت دیکر یتیم خانہ کا کھانا کوئی مزدور یا کوئی مالدار کھاتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، قرآن کریم کی درج ذیل آیت سے جواز نکلتا ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ. [البقرہ: ۲۲۰]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۳۱۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۴/۱۶ھ

غیر مسلم کے یہاں میت کا کھانا کھانا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۷۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم کے یہاں مسلمانوں کے لئے میت کی دعوت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: جلال الدین، کٹیہاری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کے یہاں میت کا کھانا کھانے میں جہاں تک ممکن ہو شریک نہ ہونا چاہئے اور بلا ضرورت ان کے یہاں دعوت قبول کرنا ممنوع ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۹/ ۳۶۹، ڈابھیل ۱۸/ ۱۱۶) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/ ۳۲۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۴/ ۷/ ۱۴۱۳ھ

غیر مسلم کا پکایا ہوا گوشت کھانا

سوال [۱۰۷۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک جانور کو اہل ایمان نے ذبح کیا، مگر اس کو بنانے والا اور پکانے والا غیر مسلم ہے، اس کو کھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد فیض خاں، مفتاحی، دہلوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسلمان نے ذبح کیا ہے، اور غیر مسلم نے بنایا اور پکایا ہے، تو اس کا کھانا مسلمان کے لئے بلا کراہت جائز اور درست ہے؛ جبکہ اس غیر مسلم کا ہاتھ نجاست سے ملوث نہ ہو۔

المسلم إذا ذبح فأمر المجوسي السكين بعد الذبح لم يحرم.
(الفتاوى التاتارخانية، زكريا ۳۹۱/۱۷، رقم: ۲۷۶۰۱، هندية، زكريا قديم ۲۸۷/۵، جديد ۳۳۰/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱۱۴/۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۴/۲ھ

غیر مسلم قصاب سے مسلمانوں کا گوشت خرید کر کھانا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۷۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں ہفتہ میں دو روز جمعرات واتوار کو بازار لگتا ہے، جس میں دیگر اشیاء کے علاوہ بکرے کا گوشت بھی فروخت ہوتا ہے، جس کو ایک غیر مسلم قصاب گڈریا فروخت کرتا ہے، جب اس نے کسی مسلمان کے ہاتھ سے ذبح کرایا ہے، تو کیا اس کے قول کا اعتبار کر کے مسلمانوں کو اس سے گوشت خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر خرید لیا تو کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل مدلل جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: (مولانا) منصب علی قاسمی، صدر مدرس مرکز اشرف المدارس دونکپوری ٹانڈہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم قصاب سے مسلمانوں کا گوشت خرید کر کھانا جائز نہیں ہے، اگر چہ وہ غیر مسلم یہ کہتا ہو کہ مسلم سے ذبح کروایا ہے؛ اس لئے کہ حرام وحلال میں غیر مسلم کا قول معتبر نہیں ہے، ہاں البتہ اگر خود مسلمان کو معلوم ہے کہ مسلمان ہی نے ذبح کیا ہے۔ یا دیکھنے والے مسلمان نے شہادت دی ہے کہ مسلمان نے ذبح کیا ہے، تب جائز ہوسکتا ہے، ورنہ نہیں اور اگر خرید لیا ہے، تو واپس کر دینا چاہئے اگر واپس بھی نہیں ہوسکتا ہے، تو کراہت تحریمی کے ساتھ کھا سکتا ہے۔

(مستفاد: فتاوی رشیدیہ مبوب مطبوعہ دیوبند ۵۵۲، امداد الفتاوی ۵۴۳/۳)

ومفاده أن مجرد كون البائع مجوسياً يثبت الحرمة، فإنه بعد إخباره بالحل بقوله ذبحه مسلم كره أكله فكيف بدونه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، زكريا ٩/ ٤٩٧، كراچي ٦/ ٣٤٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۳۱۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۳/۱۴۱۳ھ

ہندو کی دوکان سے مٹھائی خریدنا

سوال [۱۰۷۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض حضرات یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ بعضے ہندو شیرینی فروش گائے کا پیشاب مٹھائی پر چھڑکتے ہیں، ایسی صورت میں ہندو دوکان سے مٹھائی خریدنے اور کھانے کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا.

المستفتی: محمد رضوان حیدرآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مٹھائی فروش کے بارے میں یقین کے ساتھ معتبر ذرائع سے معلوم ہوجائے کہ یہ شخص اپنی مٹھائی پر گائے کا پیشاب چھڑکتا ہے، تو ایسی دوکان سے مٹھائی خریدنا اور کھانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۱۸/ ۴۰، کتاب الفتاوی ۱/ ۳۰۳، معارف القرآن دیوبند ۳/ ۴۹-۵۰)

وبول ما يؤكل لحمه والفرس......مخفف، وخفة النجاسة تظهر في الثوب دون الماء، البول المنتضح قدر رؤوس الإبر معفو للضرورة، وإن امتلأ الثوب أما إذا انتضح في الماء، فإنه ينجسه ولا يعفي عنه؛ لأن طهارة الماء آكد من طهارة الأبدان، والثياب، والمكان. (هندية، الباب السابع، الفصل الثاني في الأعيان، النسخة الهندية، زكريا قديم ١/ ٤٦، جديد ١/ ١٠١)

ونجاسة بول مايؤكل لحمه على قول من يقول بنجاسة خفيفةالخ وإذا وقع قطرة في الماء أفسده؛ لأن القليل في الماء يصير كثيراً . (الفتاوى االتاتارخانية، زكريا ۱/ ٤٤١، رقم: ١١٢٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍محرم الحرام ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۵۸۱/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱/۱۲ھ

غیر مسلم کے ہوٹل میں گوشت کھانا

سوال [۱۰۷۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم کے ہوٹلوں میں گوشت کھانا کیسا ہے؟ جبکہ ان ہوٹلوں کا عملہ بھی غیر مسلم ہو اور ہمارے ہندوستان کے غیر مسلم اہل کتاب بھی نہیں ہیں؟

المستفتی: محمد جاوید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غیر مسلموں کے ہوٹل میں گوشت کھانا جائز نہیں، اگر ہوٹل کا مالک یا عملہ گوشت کے حلال ہونے کا دعوی کرے، تب بھی اس کا دعوی نا قابل قبول ہے؛ کیونکہ یہ حلت وحرمت کے قبیل سے ہے، حلت وحرمت میں غیر مسلم کا قول معتبر نہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۳۸/۱۸، میرٹھ ۲۶/۲۷)

ولا يقبل قول الكافر في الديانات. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الأول، زكريا قديم ٥/ ٣٠٨، التاتارخانية، زكريا ١٨/ ٢٤، رقم: ٢٧٩١٧)

ويقبل قول الكافرين في الحل، والحرمة–قال الزيلعي هذا سهو لأن الحل و الحرمة من الديانات ولايقبل قول الكافر فى الديانات وإنما يقبل قوله في المعاملات خاصة للضرورة. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل، زكريا ٧/ ٢٧، امداديه ملتان ٦/ ١٢)

ولا يأكلون من أطعمة الكفار ثلثة أشياء اللحم،والشحم، والمرق، ولايطبخون في قدورهم حتى يغسلوها. (النتف في الفتاوى، كتاب الجهاد، باب مالايؤكل من اطعمة الكفار ٤٣٥، بحواله محموديه ڈابھیل۱۸/ ۳۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الثانی ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۵۵۲/۴۰)

غیر مسلم ہوٹل کے مسلم کا رندے حلال گوشت کی خبر دیں تو؟

سوال [۱۰۷۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر ہوٹل کا مالک غیر مسلم ہے، مگر اس ہوٹل کے کارندے اور اس کا سب عملہ مسلمان ہیں، ایسے ہوٹل میں گوشت وغیرہ کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد زید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ہوٹل میں سب کارندے اور عملہ مسلمان ہیں اور مسلم کارندہ گوشت کی حلت کی خبر دے، تو اس کی بات معتبر مان کر اس ہوٹل میں گوشت کھانا جائز ہے؛ اس لئے کہ حلت وحرمت میں مسلمان عادل کی خبر معتبر ہوتی ہے۔

خبر الواحد يقبل في الديانات كالحل، والحرمة، والطهارة، والنجاسة إذا كان مسلما عدلا. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الاول، زكريا قديم٥/ ٣٠٨، جديد ٥/ ٣٥٦)

اتفق الفقهاء على أنه إذا أخبر الثقة بنجاسة ماءٍ، أوثوب، أو طعام، أوغيره وبين سبب النجاسة وكان ذلک السبب يقتضي النجاسة حكم بنجاسة؛ لأن خبر الواحد العدل في مثل هذه الأشياء مقبول وليس هذا من

باب الشهادة، وإنما هو من باب الخبر، وكذا لو أخبر عن دخول وقت الصلوة وعن حرمة الصلوة وعن حرمة الطعام أو حله ولا فرق في هذا بين الرجل والمرأة ولا بين الأعمي والبصير بخلاف الكافر والفاسق، فلا يقبل خبرهما في النجاسة والطهارة. (الموسوعة الفقهية ١٩/ ١٥١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰ر ۱۱۵۵۳)

غیر مسلم کے جس ہوٹل میں مسلم وغیر مسلم دونوں کارندے ہوں وہاں گوشت کھانا؟

سوال [۱۰۷۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم کے ایسے ہوٹل میں گوشت وغیرہ کھانا کیسا ہے، جس میں ہوٹل کے کارندے مخلوط ہوں، یعنی اس ہوٹل میں مسلمان بھی کام کرتے ہیں اور غیر مسلم بھی جواب مرحمت فرما کر ممنون ومشکور ہوں؟

المستفتی: محمد ذاکر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کے وہ ہوٹل جس ہوٹل کا عملہ مخلوط ہے، تو وہاں پر گوشت کی حلت وحرمت میں اشتباہ ہوگیا اور جس کی حلت وحرمت مشتبہ ہوجائے، تو وہاں پر ترک واجب ہوتا ہے؛ اس لئے مذکورہ ہوٹلوں میں گوشت کھانا جائز نہیں احتراز لازم ہے۔

عن النعمان بن بشير قال: سمعت رسول الله يقول: الحلال بين والحرام بين، وبين ذلک أمور مشتبهات، لايدري كثير من الناس أمن الحلال هي أم من الحرام، فمن تركها استبرأ لدينه وعرضه فقد سلم، و من واقع شيئًا منها، يوشک أن يواقع الحرام. (ترمذي شريف، باب ماجاء في ترك الشبهات،

النسخة الهندية، ۱/۲۲۹، دارالسلام رقم: ۱۲۰۵، صحيح البخاري، باب فضل من استبرأ لدينه، النسخة الهندية ۱/۱۳، رقم: ۵۲، صحيح مسلم، باب أخذ الحلال و ترك الشبهات، النسخة الهندية ۲/۲۸، بيت الأفكار رقم:۱۵۹۹)

قال قائل أن المشتبهات المباحات، فإنه إذا أصرّ على المباح يقع في المكروه وإذا أصرّ على المكروه صار حرامًا، ونقلوا أن المتورع من تجنب من المباحات أيضا. (العرف الشذي على الترمذي ۱/۲۳۱)

قوله: وقع في الشبهات وقع في الحرام يريد إذا اعتادو استمر عليها أوقعه إلى الوقوع في الحرام بأن يتجاسر عليه، فيواقعه بقول فليتق الشبهة يسلم من الوقوع في الحرام. (بذل المجهود، باب في اجتناب الشبهات، دارالبشائر الإسلامية ۱۱/۱٤، سهارنپور ٤/۲۳۷)

إذا تعارض دليلان أحدهما يقتضي التحريم، والآخر الإباحة قدم التحريم، القاعدة الثانية إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام. (الأشباه والنظائر ۱/۳۰۲، مكتبه زكريا) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍ ۱۱۵۵۱)

غیر مسلم ہوٹلوں میں گوشت کے علاوہ دیگر اشیاء سبزی وغیرہ کھانا

سوال [۱۰۷۵٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلموں کے ہوٹلوں میں گوشت کے علاوہ دیگر اشیاء کا کھانا کیسا ہے، مثلاً سبزی، انڈا، مچھلی وغیرہ اگر یہ کھانا، جائز ہے، تو اس حدیث شریف کا کیا مطلب ہے؟ جس میں یہ حکم فرمایا گیا کہ غیر مسلموں کے برتنوں کو استعمال نہیں کرنا

چاہئے، اگر سخت ضرورت ہو، تو خوب کھنگال کر استعمال کریں؛ اس لئے خوب اچھی طرح مدلل جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: محمد خالد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کے ہوٹل میں گوشت کے علاوہ سبزی وغیرہ کھانا جائز ہے، حدیث شریف میں غیر مسلموں کے برتنوں کو استعمال کرنے سے جو منع کیا گیا ہے، وہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ برتن ناپاک چیز میں مستعمل ہوں، اگر کفار کے برتنوں کا پاک ہونا یقینی ہو، تو انکا استعمال بلا کراہت درست ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمود یہ ڈابھیل ۴۶/۱۸-۴۸، میرٹھ ۶۶/۲۷-۶۸)

عن جابرؓ قال: كنا نغزوا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فنصيب من انية المشركين وأسقيتهم فتستمتع بها، فلا يعيب ذلك عليهم. (أبوداؤد، باب الأكل في آنية أهل الكتاب، النسخة الهندية ٢/٤٢٨، دارالسلام رقم: ٣٨٣٨، مسند أحمد بن حنبل ٣/٣٧٩، رقم: ١٥١١٩)

قال الخطابي: الرخص الغسل، هذا إذا كان معلوما والأصل من حال المشركين أنهم يطبخون في قدورهم الخنزير، ويشربون في آنيتهم الخمر فإنه لايجوز استعمالها إلا بعد الغسل والتنظيف. (بذل المجهود، باب في استعمال آنية أهل الكتاب، دارالبشائر الإسلامية ١١/٥٦٣، سهارنپور ٤/٣٦٦)

قال: أنقوها غسلا لأنهم يطبخون فيها الخنزير ويشربون فيها الخمر . (العرف الشذي هامس الترمذي ٢/٢)

عن أبي ثعلبة الخشنيؓ قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قدور المجوس، فقال: أنقوها غسلا واطبخوا فيها. (ترمذي شريف باب ما جاء في الإنتفاع بآنية المشركين، النسخة الهندية ١/٢٨٤، دارالسلام رقم: ١٥٦٠)

لا بأس بطعام المجوس إلاذبيحتهم و في الأكل معهم.
(خلاصة التفاوى اشرفيه ديو بند ٤/٣٤٦)

قال محمدؒ: ويكره الأكل والشرب فى أواني المشركين قبل الغسل و مع هذا لوأكل، أو شرب قبل الغسل جاز ولايكون آكلاً ولاشارباً حراماً، وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم فإنه لايجوز أن يشرب و يأكل منها قبل الغسل ولو شرب، أو أكل كان شارباً، وآكلا حراما. (هندية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، زكريا جديد ٥/٤٤٠، قديم ٥/٣٤٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۵۵۴)

کھانے پینے کی اشیاء میں سور کی چربی ملی ہونے کے نوٹس کا حکم

سوال [۱۰۶۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے علاقہ میں حال میں ایک نوٹس کے ذریعہ معلوم ہوا کہ مندرجہ ذیل اشیاء میں خنزیر کی چربی، خنزیر کا خون وغیرہ شامل کیا گیا، جس سے یہ چیزیں حرام ہوجاتی ہیں، لکس صابن، کیمی صابن، کولگیٹ، پالمولیو کے دانت کے پیسٹ، پیپسی کولا، کوکا کولا میں شراب ملائی گئی ہے۔

(۱) بذریعۂ نوٹس: کوکا کولہ میں حرام چیز شامل رہنے سے کوکا کولہ حرام ہے یہ دارالعلوم دیوبند کا فتوی ہے۔

(۲) کوکا کولہ میں شراب ہے، اس بات کو تیار کرنے والے نے خود تسلیم کرلیا ہے، اور خنزیر کی چربی بھی؟

(۳) غیر مسلم کے ہوٹلوں میں جو چیزیں تیار ہوتی ہیں، اس میں گائے کا پیشاب ملایا جاتا ہے اور یہ دیکھا گیا ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے اور ہے تو مسئلہ بتائیں؟

المستفتی: محمد شاکر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال میں مذکورہ جتنی چیزوں کے بارے میں بذریعۂ نوٹس معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ ان میں ناپاک چیزیں ملائی جاتی ہیں، جب تک ان کے بارے میں اس جز کی پوری تحقیق نہ ہوجائے حرمت کا حکم لگانا درست نہیں۔

نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ مذکورہ چیزیں اسی طریقہ سے بنائی جائیں؛ بلکہ دیگر طریقوں سے بھی ان کی ترکیب ممکن ہے، زیادہ تجسس اور کھود کرید کرنا اور احتمالات واوہام کی بناء پر احتراز کرنا دین میں تعمق وغلو ہونے کی وجہ سے ممنوع ہے، اور بلا دلیل شرعی حرمت کا حکم لگانا دین میں زیادتی اور تحریف ہے، اور دارالعلوم دیوبند کے فتوی کے بارے میں ہم اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتے، جب تک وہ ہمارے سامنے نہ ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہم ان کے فتاوی سے اس وقت تک اتفاق کرلیں، جب تک ان کے فتوی میں دلیل شرعی مضبوط طور پر موجود نہ ہو۔

نیز دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز مفتی فقیہ النفس حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے متعدد فتوے اس مسئلہ کی تائید میں امور مذکورہ کے متعلق آپ کو ملیں گے۔ملاحظہ فرمائیں فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷/۳۱۸ و۱۵/۴۷و۳۷/۱۷/۳۰۸و۱۵۹/۵، جدید ڈابھیل ۲۴/۱۸۰، ۱۸/۲۰۵، ۲۰۶۔

نیز مذکورہ مسائل سے متعلق حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، مفتی اعظم ہند اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کا مفصل وطویل فتوی جو کفایت المفتی میں ۲/۹ ۲۷ پر موجود ہے اس کا مطالعہ کرنا بہت مفید ثابت ہوگا اور ایضاح المسائل اضافہ شدہ ۱۴۶/ وایضاح المسالک ۱۴۲/ پر اس سلسلہ میں مختصر مسئلہ موجود ہے، ان فتاوی و

جزئیات کو دیکھ کر خود بھی مطمئن ہوں اور مسلمانوں کو بھی مطمئن کریں تاکہ مسلمان طہارت وعدم طہارت کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا نہ ہوں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۲۰۳/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۱۶ھ

E کوڈ کی شرعی حیثیت

سوال [۱۰۷۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (IFANCA) اسلامک فوڈس اینڈ ٹراشن کونسل آف امریکا نامی تنظیم نے اپنے ویب سائٹ میں حلال وحرام اشیاء خورد ونوش کی ایک لمبی فہرست شائع کی ہے، جس میں انہوں نے حرام وحلال اشیائے خورد ونوش کی شناخت کے لئے کچھ متعین کوڈ نمبر بتایا ہے، مثلاً E120,E 140,E171,472,471 وغیرہ یہ کوڈ نمبر جس کھانے کے سامان کے پیکٹ وغیرہ میں لکھا ہوا ہوگا وہ حرام ہے؛ کیونکہ اس میں Emulsifier ملا ہوا ہے، اور یہ حیوانات اور نباتات کی چربی سے بنتا ہے، جیسے BritaniaTop بسکیٹ میں E471 جو کہ حرام کوڈ نمبر ہے لکھا ہے، واضح ہو کہ ویب سائٹ نے یہ اندیشہ ظاہر کیا ہے کہ (Emulsifier) اگرچہ مختلف جانوروں کی چربی سے تیار ہوتا ہے؛ لیکن یہ قوی اندیشہ ہے کہ یہ سور کی چربی سے تیار ہوا ہو؛ لہٰذا مسلمانوں کو Emulsifier ملی ہوئی چیزوں کے استعمال سے اجتناب کرنا چاہئے، ہم لوگوں نے یہاں اپنے محدود ذرائع سے اس کی تحقیق کرنے کی کوشش کی؛ لیکن کوئی تشفی بخش جواب حاصل نہ ہوسکا، اس بارے میں آپ حضرات کی تحقیقات کیا ہیں؛ چونکہ آپ حضرات کے پاس معلومات وتحقیقات کے ذرائع بہت زیادہ ہیں؛ اس لئے آپ حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ اس بارے میں پوری تحقیق کر کے تشفی بخش جواب مرحمت فرمائیں تاکہ عوام کو اس کے بارے میں روشناس کرایا جاسکے۔

نــــوٹ: Emulsifier کا معنی زیادہ تر لغت میں دودھ جیسی شئ کو بتایا گیا ہے؛ البتہ دوایک لغت میں اس کا ترجمہ چربی سے کیا گیا ہے۔

المستفتی: محمد عزیز الحق قاسمی، مدنا پور مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اشیاء خوردنی میں اصل حکم اباحت اور حلت کا ہے؛ لہٰذا جب تک کسی چیز کی حرمت قطعی اور یقینی طور پر پایۂ ثبوت کو نہ پہونچے تو محض شبہ کی وجہ سے اس پر حرمت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے اور کمپنی نے جو کچھ متعین کوڈ بتلائے ہیں، وہ حرمت کے یقین کو نہیں پہنچتے ہیں بالخصوص جبکہ ویب سائٹ نے حرام اشیاء کے ملے ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا ہے اور خود ویب سائٹ والوں کو بھی اس میں حرام اشیاء کی ملاوٹ کا یقین نہیں ہے؛ بلکہ تردد ہے؛ اس لئے اس پر حرمت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے، البتہ اگر کوئی شخص ان چیزوں کے استعمال سے گریز کرتا ہے، تو وہ اس کی طرف سے ایک احتیاط اور بہتر بات ہے۔

الأصل في الأشياء الإباحة. (قواعد الفقه اشرفي ٥٩)

من شك في إنائه، أوثوبه، أو بدنه أصابته نجاسة أو لا، فهو طاهر مالم يستيقن، وكذا الآبار، والحياض، والحباب الموضوعة في الطرقات، ويستقي منها الصغار، والكبار، والمسلمون، والكفار، وكذا مايتخذه أهل الشرك، أوالجهلة من المسلمين كالسمن، والخبز، والأطعمة، والثياب. (شامي، كتاب الطهارة، قبيل مطلب في أبحاث الغسل، زكريا ١/٢٨٣-٢٨٤، كراچي ١/١٥١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۰۶۴/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۴/۲۱ھ

E کوڈ کا شرعی حکم

سوال[۱۰۷۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم اپنے ایک بزرگ کے احسان مند ہیں کہ انہوں نے آج ہمیں ایک مسلم ڈائجسٹ مارچ ۲۰۰۵ء میں شائع ڈاکٹر محمد امجد خاں کا ایک مضمون لاکر دیا جسے پڑھ کر ہمارے ہوش اڑ گئے، انہوں نے اپنے ایک دوست کے حوالے سے جو فرانس کے سرکاری محکمۂ غذا میں کام کرتے ہیں جہاں کھانے میں استعمال ہونے والی تمام اشیاء اور دواؤں وغیرہ کا رجسٹریشن ہوتا ہے، لکھا ہے کہ یورپ اور امریکہ وغیرہ کی تمام ملٹی نیشنل کمپنیاں دھڑلے سے مسلمانوں کو سور (خنزیر) کی چربی کھلا رہی ہیں۔

بسکٹ اور کیک سمیت بیشتر بیکری items ٹوتھ پیسٹ، شیونگ کریم، چیونگ گم، چاکلیٹ، ٹافی، کارن فلیک، ڈبہ بند غذائی اشیاء، ڈبہ بند پھل اور پھلوں کے رس کے علاوہ وٹامن گولیوں سمیت کچھ ایلو پیتھک ٹانکوں میں دیگر اجزاء کے علاوہ لازماً جو چیز شامل ہوتی ہے، وہ خنزیر کی چربی ہے؛ چونکہ اب بین الاقوامی قانون کے تحت تمام غذائی اشیاء کے پیکٹ یا ڈبے پر یہ لکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کے اندر کون کون سے اجزاء شامل ہیں، اور اس کی تغذیاتی قوت (Nutrition Value) کیا ہے۔ لہٰذا براہ راست Pig Fat (خنزیر کی چربی) یا Animal Fat (حیوانی چربی) لکھنے کے بجائے ایک مخصوص ای کوڈ (E-Code) کا استعمال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر امجد خان کا کہنا ہے کہ E-100 سے لے کر E-904 تک جتنے کوڈ غذائی اشیاء کے پیکٹ، ریپر یا ڈبے وغیرہ پر درج ہوتے ہیں، ان سے مراد سور کی چربی ہوتی ہے، مثال کے طور پر برطانیہ کمپنی کے نیوٹری چوائس، کریم کریکر، بسکٹ کے ریپر پر اس میں شامل اجزاء (Ingredients) کے تحت جہاں گیہوں کے آٹے، نباتاتی تیل، شکر وغیرہ کا حوالہ ہے وہیں اس فہرست میں Mulsifier (E-481) بھی درج ہوتا ہے۔

ڈاکٹر خان کی E-Code فہرست کے مطابق یہ E-481 کوڈ بھی خنزیر کی چربی کے لئے استعمال ہوتا ہے، ڈاکٹر خاں کے مطابق ان کے دوست فرانس کے مقام پیگل پر واقع محکمۂ غذا کی کوالٹی کنٹرول لیباریٹری میں Department of Food's Quality Controle Laboratories میں کام کرتے ہیں۔ یہ اطلاعات انہیں وہیں سے حاصل ہوئی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ صرف فرانس میں بیالیس ہزار Pig Farms ہیں اور خنزیر کے بدن میں چربی بہت زیادہ ہوتی ہے، ساٹھ سال پہلے تک فرانسیسی کمپنیاں اس چربی کو جلا کر ضائع کر دیتی تھیں؛ لیکن دوسری جنگ عظیم کے بعد صابن میں اس کا استعمال شروع ہوا اور پھر شیونگ کریم، خواتین کے افزائش حسن کی متعدد اشیاء اور ٹوتھ پیسٹ میں اس کا استعمال کیا جانے لگا، پھر بیکری میں تیار ہونے والی اشیاء بسکٹ وغیرہ اور چاکلیٹ میں استعمال ہونے لگا، شروع میں ڈبے یا ریپر کے اوپر Pig Fat لکھا جاتا تھا؛ لیکن جب کچھ لوگوں نے ان کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ ہندوستان میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اسی سور اور گائے کی چربی کے استعمال کے خلاف بغاوت سے شروع ہوئی تھی (جسے سامراج نے غدر اور بغاوت کا نام دیا تھا) تو انہوں نے پگ فیٹ کے بجائے Animal Fat لکھنا شروع کر دیا؛ لیکن جب تیل کی دولت آنے کے بعد مغربی ممالک نے بڑے پیمانے پر عرب اور مسلم ممالک سے کاروبار شروع کیا تو مسلم حکومتوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس حیوان کی چربی استعمال کرتے ہیں؟ تو انہوں نے گائے اور بھیڑ کی چربی کا نام لیا؛ لیکن جب مسلم ممالک نے اس پر بھی یہ اعتراض کیا کہ چونکہ اسلام نے ہر اس حلال جانور کو بھی حرام کر دیا ہے جسے حلال طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو؛ لہٰذا ہم ان کا استعمال نہیں کر سکتے، تو مغربی ممالک اور ملٹی نیشنل کمپنیوں نے E-Code استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس وقت سے تمام ڈبہ بند اشیاء پر اسی ای کوڈ کا استعمال ہو رہا ہے؛ لیکن ڈاکٹر خان کے مطابق اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ مختلف اشیاء کے Ingredients میں

جوشئ E.Nos کے ساتھ درج ہوتی ہے، وہ خنزیر کی چربی ہوتی ہے؛ لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ اب وہ بازار سے کوئی بھی چیز خریدتے وقت اس کے Ingredients کو ضرور دیکھ لیں، اگر اس میں E-100 سے E-904 تک کوئی بھی کوڈ درج ہے، تو اس سے بہر قیمت پرہیز کریں۔ ہم نے اس کا تذکرہ صرف اس لئے کیا کہ مسلم اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی تحقیق کریں؛ کیونکہ اس سے پہلے ہمارے علم میں یہ بات بھی لائی جاچکی ہے کہ چائنیز کھانوں میں Taste Maker کے طور پر جو خاص جز استعمال ہوتا ہے، وہ بھی خنزیر کی چربی سے بنایا جاتا ہے۔ اللہ ہماری مدد کرے اور ہمیں ہر طرح کی حرام غذا سے محفوظ رکھے۔

ای-کوڈ (E-Code) میں پوشیدہ ہیں کئی گہرے راز

ای-کوڈ (E-Code) والے بسکٹ، چیونگم، چاکلیٹ، ٹافی اور ڈبہ بند خوراک استعمال کرنے والے ہوشیار ہوجائیں

ملٹی نیشنل کمپنیز کی مذکورہ مصنوعات میں سور کی چربی ہونے کا الزام لگاتے ہوئے وی ایچ پی (وشو ہندو پریشد) کے سابق ریاستی ترجمان اور تاجر لیڈر وبھوتی بھوشن گپتا کی قیادت میں گذشتہ ہفتہ کارکنوں نے ملٹی نیشنل کمپنیوں کا پتلا نذر آتش کیا اور عوام کو ایسی مصنوعات کے استعمال سے پرہیز کرنے کی اپیل کی، پتلا نذر آتش کرنے والوں کا الزام تھا کہ ان اشیائے خوردنی میں ای کوڈ کے نام سے استعمال ہونے والی شے میں گائے سور اور بھیڑ کی چربی ہوسکتی ہے۔

اس معاملے میں جمعیۃ العلماء گورکھپور کے صدر مولانا جنید عالم ندوی کہتے ہیں کہ ای کوڈ ہندو اور مسلمانوں کے مذہب کے ساتھ کھلواڑ ہے، مولانا ندوی کہتے ہیں کہ (E-Code) ۱۰۰ سے ۹۰۴ تک ای کوڈ جتنے بھی کوڈ اشیائے خوردنی کے پیکٹ پر درج ہوتے ہیں، ان کا مطلب سور کی چربی ہے۔

حقیقت میں ای کوڈ کیا ہے؟ اس معاملے میں کئی ویب سائٹس کو کھول کر دیکھا گیا ہے، برطانیہ کی ویب سائٹ http:/www.bryngolliefreeserve.co.uk پر ای کوڈ کے زیادہ تر مصنوعات میں جانوروں کے باقیات یا چربی (Animal Origin, Animal fars or Animal Product) ہونے کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے، ملٹی نیشنل کمپنیوں کے کئی قسم کے بسکٹوں میں E471/E422 استعمال کیا گیا ہے، ویب سائٹ پر سبزی خوروں کو ان مصنوعات سے پرہیز کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔

آج کل اکثر چیزیں جو غیر ملکی کمپنیوں کی بنی ہوئی آرہی ہیں، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ خنزیر کی چربی سے تیار کی جاتی ہیں اور ہر چیز کے پیکٹ پر ایک کوڈ بنا دیا گیا ہے، جس میں کمپنی والوں نے خود یہ بتلا دیا ہے کہ اس میں کیا کیا چیزیں ہیں؟ خنزیر کی چربی کے لئے بھی ایک کوڈ مقرر کیا گیا ہے، اس کوڈ کے ذریعہ خنزیر کی چربی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے، جس کی تفصیل کے لئے اور پوری صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے ای کوڈ کی ایک کاپی اس تحریر کے ساتھ ارسال کی جاتی ہے، جس کی رو سے ۹۰ ؍ فیصد چیزیں اس چربی سے خالی نہیں ہیں؛ جبکہ وہ روزمرہ کھانے کی چیزیں ہیں اور تقریباً ہر آدمی ان کو استعمال میں لا رہا ہے؛ لہٰذا آپ شریعت کی روشنی میں مدلل حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں کہ یہ چیزیں حلال ہیں یا حرام؟

المستفتی: زبیر احمد قاسمی، امام مسجد چھتہ آغا جان، دریا گنج دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں جن اشیاء میں ناپاک اجزاء کی ملاوٹ کا ذکر ہے، وہ چیزیں آج کل کثرت سے لوگوں کے استعمال میں ہیں اور بلا شبہ کروڑوں مسلمان بھی روزمرہ کی زندگی میں ان چیزوں کے عادی ہو چکے ہیں؛ اس لئے ان چیزوں کی حرمت کے بارے میں فتویٰ دیتے وقت نہایت احتیاط کی ضرورت ہے، اور ایک دو ڈاکٹر کے تحقیقی مضمون یا اخبارات میں چھپنے والے مضامین سے حتمی طور پر یہ

بات معلوم نہیں ہوسکتی کہ جو تحقیق ان مضامین میں پیش کی گئی ہے، وہ واقع کے عین مطابق ہے؛ بلکہ ایسے مضامین خود ہی قابل تحقیق ہیں اور اگر بالفرض اس طرح کے مضامین کو درست بھی مان لیا جائے، تو یہ امر قابل تحقیق رہ جاتا ہے کہ آیا وہ ناپاک اجزاء ان اشیاء میں مل کر اپنی اصلی شکل میں موجود ہیں یا کیمیکلوں کے ذریعہ ان کی ماہیت تبدیل کر دی گئی ہے، اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان کی ماہیت بدل چکی ہے، تو ایسی اشیاء کے استعمال میں شرعاً کوئی حرج نہ ہوگا جیسا کہ شراب کا شیرہ اگر سرکہ میں تبدیل ہو جائے، تو سرکہ کا استعمال درست ہوتا ہے، اسی طرح فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر ناپاک تیل سے صابون بنایا جائے، تو اس صابون کا استعمال درست ہے؛ کیونکہ ماہیت بدل جاتی ہے؛ اس لئے جب تک مذکورہ اشیاء میں ماہیت کی تبدیلی یا عدم تبدیلی کے متعلق مکمل تحقیق سامنے نہ آجائے، اس وقت تک مذکورہ اشیاء کو حلال ہی کہا جائے گا، ان کی حرمت کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔

(مستفاد: کفایت المفتی ۲/ ۲۷ تا ۲۸۴، ایضاح المسالک ۱۴۲)

إن النجاسة لما استحالت وتبدلت أوصافها، ومعانيها خرجت عن كونها نجاسة؛ لأنها اسم لذات موصوفة فتنعدم بانعدام الوصف وصارت كالخمر إذا تخللت. (بدائع الصنائع، كتاب الطهارة، الدباغة، زكريا ١/ ٢٤٣، كراچي ١/ ٨٥)

ثم اعلم أن العلة عند محمدؒ هي التغير وانقلاب الحقيقة، وإنه يفتىٰ به للبلوىٰ كما علم مما مرَّ، ومقتضاه عدم اختصاص ذلک الحكم بالصابون فيدخل فيه كل ما كان فيه تغير وانقلاب حقيقة، وكان فيه بلوىٰ عامة. (شامي، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، زكريا ١/ ٥١٩، كراچي ١/ ٣١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۳۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/ ۵/ ۱۴۲۸ھ

مردار بکری یا مرغی غیر مسلم کو کھانے کے لئے دینے کا حکم

سوال [۱۰۷۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کوئی چیز مسلمان کے لئے کھانا ناجائز ہے، مثلاً گھر میں بکری یا مرغی مرگئی تو مردار مرغی، بکری وغیرہ کا کسی غیر مسلم کو کھانے کے لئے دینا کیا حکم رکھتا ہے؟

المستفتی: محمد عمران دیناج پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فتاوی دار العلوم میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے فتاوی میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ میتۃ اور جو میتۃ کے حکم میں ہے، وہ غیر مسلم کو دینے کی گنجائش ہے اور دیتے وقت دینے والے کی یہ نیت ہونی چاہئے کہ مردہ چیز کو ہم یہاں سے نکال پھینک رہے ہیں، جو غیر مسلموں کے ہاتھ میں پہونچ رہی ہے اور شریعت نے غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر چھوڑ دینے کا حکم فرمایا ہے اور ایسے ناپاک اور گندی چیزوں کو ان کے ہاتھوں میں دینے کی گنجائش دی ہے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۱۵/ ۴۳۲)

جزئیات ملاحظہ فرمائیے:

وأهل الذمة في البياعات كالمسلمين إلا في الخمر، والخنزير خاصة، فإن عقدهم على الخمر كعقد المسلم على العصير وعقدهم على الخنزير كعقد المسلم على الشاة لأنها أموال في اعتقادهم ونحن أمرنا بأن نتركهم وما يعتقدون دل عليه قول عمر ولوهم بيعهما الخ.

(كتاب البيوع، مسائل منثورة، الهداية ٣/ ١٠٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۲۱۳۰/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۷/۳ھ

(۱۰) باب حلال وحرام جانور

حلال جانوروں کوکھانے کاحکم کب نازل ہوا؟

سوال[۱۰۷۶۱]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حلال جانوروں کا گوشت، جیسے گائے بھینس بکرے دنبہ، مچھلی، پرندوں وغیرہ کیکھانے کاحکم کب سے ہواہے، حضور والا سے مؤدبانہ التماس ہے کہ حدیث وقرآن کی روشنی میں مدلل جواب مرحمت فرمائیں ممنون ومشکور ہوں گا۔

المستفتی: رمضان علی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قولہ تعالیٰ: **قُلْ لَا اَجِدُ فِیْ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَطْعَمُهٗ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ.** [الانعام: ١٤٥]

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ تمام حلال جانوروں کے کھانے کی اجازت وحکم اسلامی شریعت سے پہلے سے تھا نیز حلال جانوروں کے علاوہ خنزیر، دم مسفوح اور میتہ کو چھوڑ کر اور بھی بہت سے جانور حلال تھے، غزوۂ خیبر کے موقع پر ان جانوروں کی حرمت نازل ہوگئی ہے، یعنی گدھا، خچر، درندے اور پنجوں سے شکار کرنے والے پرندے کوخیبر میں حرام کردیا گیا تھا، باقی کی حلت دائمی رہی ہے۔

عن جابرؓ قال: حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم: يعني يوم خيبر، الحمر الإنسية، ولحوم البغال، وكل ذي ناب من السباع، وذي مخلب

من الطير. (السنن الترمذي، باب ما جاء في كراهية كل ذي ناب و ذي مخلب، النسخة الهندية ۱/ ۲۷۳، دارالسلام رقم:۱٤۷۸)

نیز مچھلی کی حلت بھی شریعت اسلامی سے پہلے سے تھی، جو قوم یہود کو ہفتہ کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت کی آیت سے واضح ہوتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴ / ۱۰۷۸)

حلال جانور پر ’’جلالہ‘‘ کا حکم کب لگتا ہے؟

سوال [۱۰۷۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ’’جلالہ‘‘ کس حلال جانور کو کہا جاتا ہے، جو چوپائے جانور یا مرغ وغیرہ پاک چارہ کھانے کے ساتھ ساتھ نجاست کھالیں وہ جلالہ ہوں گے؟ یا اس کو جلالہ کہا جاتا ہے جس کی مستقل غذا نجاست ہوتی ہے؟

المستفتی: شکیل احمد، مدرسہ قاسم العلوم، سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی حلال جانور کے جلالہ ہونے کے لئے دو شرطیں لازم ہیں، ان دونوں شرطوں کے بغیر جانور کو جلالہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔

شرط نمبر ۱: اس حلال جانور کی غذا صرف نجاست اور گندگی ہو، نجاست اور گندگی کے علاوہ کوئی پاک چارہ نہ کھاتا ہو۔

شرط نمبر ۲: نجاست اور گندگی کھانے کی وجہ سے اس کے گوشت سے بد بو نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہو، حتی کہ اس کے پسینے سے بھی بد بو ظاہر ہوتی ہو، تو ایسے جانور کو جلالہ کہا جاتا ہے، جس میں یہ دونوں شرطیں ایک ساتھ پائی جائیں؛ لہٰذا اگر مستقل

نجاست کھانے کے باوجود اس جانور کے گوشت میں نجاست کی بدبو اور اثرات نمایاں نہ ہوں، تو وہ جلالہ میں شامل نہیں ہوتا ہے اور اس حلال جانور کو کھانا بلا کراہت جائز ہے، اس کو صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

روي ابن رستم عن محمد في الناقة الجلالة، أو الشاة، والبقر الجلال أنها إنما تكون جلالة إذا تفتتت وتغيرت ووجد منها ريح منتنة، فهي الجلالة حينئذ لايشرب لبنها و لايؤكل لحمها، وبيعها وهبتها جائز، هذا إذا كانت لا تخلط و لا تأكل إلا العذرة غالباًوإن خلطت فليست جلالة. (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح، فصل بيان ما يكره من الحيوانات، زكريا ٤/ ١٥٤، كراچي٥/ ٤٠)

اور مبسوط سرخسی میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

والذي روي أنه كان يحبس الدجاج ثلاثة أيام،ثم يذبحها، فذلك على سبيل التنزه من غير أن يكون ذلك شرطاً في الدجاجة وغيرها مما يخلط وإنما يشترط ذلك في الجلالة التي لاتأكل إلا الجيف.

(مبسوط سرخسي، دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الصيد ١١/ ٢٥٦)

اور شامی میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

الجلالة التي إذا قربت وجد منها رائحة، فلا تؤكل و لايشرب لبنها و لا يعمل عليها. (شامي، كتاب الذبائح، زكريا ٩/ ٤٤٥، كراچي ٦/ ٣٤٠)

اور امام زیلعی نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔

والجلالة هي التي تعتاد أكل الجيف، والنجاسات و لا تخلط، فيتغير لحمها، فيكون منتنًا ولو حبست حتى يزول النتن حلت ولم يقدر لذلك مدة في الأصل. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، زكريا ٧/ ٢٤، امدادية ملتان ٦/ ١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۹۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۳/ ۱۴۳۶ھ

جلالہ جانور کو بندر کھ کر پاک غذا کھلانے کا حکم وجوبی ہے یا استحبابی؟

سوال [۱۰۷۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جوحلال جانور نجاست کھانے کے عادی ہیں، نجاست اور غلاظت ان کے لئے مرغوب ترین غذا بن گئی ہے، اور پاک چارہ کھانے کے عادی نہیں ہیں، اگر کھائیں تو بہت ہی کم جس کی وجہ سے وہ جانور جلالہ بن گئے ہیں، تو ایسے حلال جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے کتنے دنوں تک بندر کھنے کا حکم ہے؟ اور بندر کھنے کا حکم وجوبی ہے یا استحبابی ہے؟

اس سلسلے میں شریعت کا جو بھی حکم ہو دلائل کی روشنی میں واضح فرمادیں اور یہ بھی فرمادیں کہ اگر مرغ ہو، تو اسے کتنے دنوں تک بندر کھ کر پاک غذا دی جائے؟ اسی طرح بکری ہو تو اسے کتنے دن بندر کھ کر پاک غذا دی جائے اور گائے، بھینس اور اونٹ کو کتنے دنوں تک بندر کھ کر پاک غذا دی جائے؟

المستفتی: محمد فراز، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جلالہ جانور کو ناپاک غذا سے محفوظ رکھ کر پاک غذا کھلانے کا مسئلہ وجوبی نہیں ہے؛ بلکہ استحبابی اور افضلیت کا ہے؛ تا کہ کراہت تنزیہی سے بھی پاک ہو جائے اور اس کی مقدار کے بارے میں چار اقوال ہمارے سامنے ہیں:

(۱) امام زیلعیؒ نے نوادر کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے کہ اونٹ کو ایک ماہ تک ناپاک غذا سے محفوظ رکھ کر پاک غذا کے دائرہ میں بندر کھا جائے اور گائے، بیل، بھینس کو بیس دن تک بندر کھا جائے اور بکرے کو دس دن تک اور مرغ کو تین دن تک۔

(۲) اونٹ کو پاک غذا کے ساتھ چالیس دن تک بندر کھا جائے، اس کو زیلعیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے:

وقدره في النوادر بشهر وقيل بأربعين يوماً في الإبل، وبعشرين يوما في البقر، وبعشرة أيام في الشاة، وثلاثة أيام في الدجاجة. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، مطبع، زكريا٧/٤ ٢، امدادية ملتان٦/ ١٠)

اوراسی کو بزازیہ اورشامی کتاب الحظر والاباحۃ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا گیا ہے۔

إن ذلک شرط في التي لا تأكل إلا الجيف؛ ولكنه جعل التقدير في الإبل بشهر وفي البقر بعشرين. وفي الشاة بعشرة. (شامي مع الدر، زكريا٩/ ٤٩١، كراچي٦/ ٣٤١، فتاوى بزازيه، زكريا جديد ٣/ ١٦٤، وعلى هامش الهندية٦/ ٣٠٢)

(۳) شامی کتاب الذبائح میں تجنیس کے حوالہ سے نقل فرمایا گیا ہے کہ مرغ کو تین دن، بکرے کو چار دن اوراونٹ، گائے، بیل کو دس دن تک ناپاک غذا اور چارہ سے محفوظ رکھ کر پاک غذا کھلانا چاہئے، اسی کو قول مختار کہا ہے جیسا کہ درج ذیل عبارت سے واضح ہوتا ہے ملاحظہ فرمایئے:

وفي التجنيس: إذا كان علفها نجاسة تحبس الدجاجة ثلاثة أيام، والشاة أربعة، والإبل، والبقرة عشرة، وهو المختار على الظاهر. (شامي مع الدر، كتاب الذبائح، زكريا ٩/٤٤٤، كراچي ٦/ ٣٠٦)

(۴) ایام اور مدت کی تعیین کے جو اقوال ماقبل میں مذکور ہیں، وہ سارے کے سارے اقوال مرجوحہ ہیں اورقول راجح اور صحیح ترین قول یہی ہے کہ تبدیل غذا کے لئے ایام اورمدت کی کوئی تعیین نہیں ہے؛ بلکہ جتنے وقت میں جانور کے بدن سے نجاست کھانے کی بدبو ختم ہوجائے اتنے وقت تک بندر کھنے کا حکم ہے اوراس وقت کی کوئی تعیین نہیں اور بندرکھنے کے بعد جب بھی اس کے بدن سے بدبو ختم ہوجائے مستحب طریقہ سے ذبح کرنا ثابت ہو جائے گا اور جانور پالنے والے کو خود اس کا اندازہ ہوجائے گا، اس کوامام شمس الائمہ سرخسیؒ نے مبسوط سرخسی میں زیادہ صحیح اور راجح قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

وإنما يشترط ذلک في الجلالة التي لا تأكل إلا الجيف، وفي الكتاب:

قال تحبس أياماً على علف طاهر قيل ثلاثة أيام، وقيل عشرة أيام، والأصح أنها تحبس إلى أن تزول الرائحة المنتنة عنها؛ لأن الحرمة لذلك وهو شيئ محسوس و لايتقدر بالزمان لاختلاف الحيوانات في ذلك فيصار فيه إلى اعتبار زوال المضر، فإذا زال بالعلف الطاهر حل تناوله والعمل عليه بعد ذلك. (المبسوط للسرخسي، دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الصيد)

اسی طرح کی عبارت (شامی کتاب الذبائح مطبع زکریا دیوبند ۱۱/۲۵۶، ۹/۴۴۴-۴۴۵، کراچی ۶/۳۰۶، بزازیہ، زکریا جدید ۳/۱۶۴، وعلی ہامش الہندیۃ ۶/۳۰۲) میں ہے۔

اس کو صاحب بدائع نے اس طرح کے الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے:

والأفضل أن تحبس الدجاجة حتى يذهب ما في بطنها من النجاسة، وقوله لأن النهي ليس لمعنىً يرجع إلي ذاتها؛ بل لعارض، جاورها فكان الانتفاع بها حلالاً في ذاته إلا أنه يمنع عنه لغيره ثم ليس لحبسها تقدير في ظاهر الرواية، هكذا روى عن محمدؒ أنه قال: كان أبو حنيفةؒ لا يوقت فى حبسها، وقال: تحبس حتى تطيب وهو قولهما أيضاً. (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح، والصيود، زكريا ٤/١٥٤، كراچي ٥/٤٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۱۱۹۵۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۳/۱۴۳۶ھ

طوطا، مینا حلال ہیں اور ان کا کھانا جائز ہے

سوال [۱۰۷۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پرندوں میں سے طوطا یا مینا کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو معلوم یہ کرنا ہے کہ فقہ کی کتاب میں جو علت قرار دیا ہے بعض پرندوں کی حرمت کے بارے میں

کہ ہر وہ پرندہ جو پنجوں سے پکڑتا ہے؛ لہٰذا اگر طوطے کو اس حکم سے مستثنیٰ کیا گیا ہو، تو مہربانی فرما کر وہ عبارت تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

اور دوسر بات یہ ہے کہ اس کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ کیا ہے؟

المستفتی: محمد زین العابدین، بردوانی بنگالی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: طوطا اور مینا حلال ہیں اور طوطا وغیرہ پنجوں سے شکار نہیں کرتے ہیں؛ بلکہ کسی چیز کے کھاتے وقت پنجوں سے دبا کر چونچ سے کھاتے ہیں اور جن پرندوں کی حرمت حدیث میں وارد ہوئی ہے، وہ ایسے پرندے ہیں جو ہوا میں اڑتے ہوئے اپنے پنجوں سے شکار کر لیتے ہیں، جیسا کہ باز، چیل اور شاہین وغیرہ ہیں اور طوطا وغیرہ ہوا میں اڑتے ہوئے شکار نہیں کرتے ہیں۔

ويحل من الطير أكل العصافير، بأنواعها، والسمان، والقنبر، والزرزور، والقطأ والكروان والبلبل، والببغاء، والنعامة، والطاؤس الخ

(كتاب الفقة على المذاهب الأربعة، كتاب الحظر والإباحة، دار الفكر بيروت ۲/۲)

عن ابن عباس رضـ قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم: عن أكل كل ذي ناب من السبع، وعن كل ذي مخلب من الطير. وتحته في البذل والمراد بذي مخلب من الطير الذي يصيد بمخالبه مع الطيران في الهواء.

(أبوداؤد، كتاب الأطعمة، با ماجاء في أكل السبع، النسخة الهندية ۵۳۳/۲، دارالسلام رقم: ۳۸۰۳، بذل المجهود، مصري ۱۳/۱۶، هندي، ۳۵۹/٤، دارالبشائر الإسلامية بيروت ۵۳۰/۱۱، فتاوی احياء العلوم ۲٤۱/۱، بهشتی زيور ۶۰/۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۷۵۸/۲۵)

امریکن گائے

سوال [١٠٧٦٥]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امریکن گائے، جس کے بارے میں عام طور پرلوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اس کی پیدائش خنزیر کے نطفے سے (بذریعہ آلات جدیدہ) یا براہ راست اختلاط سے ہوتی ہے، ایسی گائے کا شرعاً پالنا اوراس سے انتفاع کرنا کیسا ہے؟ وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: فرید احمد، خادم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امریکن گائے کا پالنا اس کا دودھ استعمال کرنا اوراس کا گوشت کھانا جائز ہے؛ اس لئے کہ حلت اورحرمت میں ماں کا اعتبار ہوتا ہے۔

ولهذا يحل أكل جذع تغذي بلبن الخنزير؛ لأن لحمه لا يتغير وماتغذي به يصير مستهلكاً لا يبقي له أثر. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، كوئٹه ٨/١٨٢، زكريا ٨/٣٣٥، در مختار، كراچي ٦/٣٤١، زكريا ٩/٤٩١، بدائع الصنائع، كراچي ٥/٤٠، زكريا ٤/١٥٤، هندية، زكريا قديم ٥/٢٩٠، جديد ٥/٣٣٤، الجوهرة النيرة، امدادية ملتان ٢/٢٨١، دار الكتاب ديوبند ٢/٢٦٧، فتاوى قاضي خان، جديد زكريا ٣/٢٥٤، وعلى هامش الهندية، زكريا ٣/٣٥٩)

المولود بين أهلي والوحشي يتبع الأم؛ لأنها هي الأصل في التبعية حتى إذا نزا الذئب على الشاة يضحي بالولد. (هداية، كتاب الأضحية، اشرفي ديوبند ٤/٤٤٩، در مختار كراچي ٦/٣٢٢، زكريا ٩/٤٦٦، تاتارخانية، زكريا ١٧/٤٣٣، رقم: ٢٧٧٣٩، هندية، زكريا قديم ٥/٢٩٧، جديد ٥/٣٤٣)

وكان مراده الأضحية فقط دون الحل في الأكل، فإن الأكل يجوز مطلقاً. (حاشية اشباه ص: ۷۷۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍صفر المظفر ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۱۴۳/۲۶)

سمک طافی

سوال [۱۰۷۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سمک طافی کسے کہتے ہیں؟ اس کی حقیقت کو واضح فرمادیں۔ حضرات فقہاء نے سمک طافی کی حرمت کی علت کیا بیان فرمائی ہے؟ وہ حرام اور ناجائز کیوں ہے؛ جبکہ حدیث شریف میں مردہ مچھلی کھانے کی روایت وارد ہوئی ہے سمک طافی بھی مچھلی ہی ہے، آخر اس کی حرمت کی علت کیا ہے؟

المستفتی: توحید احمد، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سمک طافی اس مچھلی کو کہا جاتا ہے، جو کسی سبب ظاہری کے بغیر اپنی موت مرگئی ہو یعنی وہ اپنی اندرونی بیماری اور خرابی کی وجہ سے خود بخود مرگئی ہو، اس کے مرنے میں کوئی ظاہری اور خارجی سبب کا کوئی تعلق نہ ہو، اس طرح مچلی خود بخود مرنے کے بعد اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں:

(۱) وہ مچھلی مرنے کے بعد پانی کے نیچے ڈوب کر چلی جائے۔

(۲) پانی کے نیچے اس کی تہہ میں پہونچنے کے بعد وہ پھول جائے اور پھول کر پیٹ اوپر کی طرف ہوکر، الٹی حالت میں بہتے پانی کی سطح پر آجائے، تو بعض فقہاء نے اوپر آنے کے بعد مچھلی کے طافی ہونے کا حکم لگایا ہے، جس کا کھانا جائز نہیں ہے اور بعض فقہاء نے

پھول کراوپر آنے سے پہلے بھی اس کے اوپر طافی ہونے کا حکم لگایا ہے اور ان کے نزدیک طافی ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ مچھلی اپنی موت مرجائے اور مرکر پانی کی تہہ کی طرف چلی جائے یا پھولنے کے بعد اوپر کو آجائے، دونوں صورتوں میں طافی ہونے کو تسلیم کیا ہے اور اس کے اوپر عدم جواز کا حکم لگایا ہے اور دونوں صورتوں کی تائید میں فقہی عبارتیں ملتی ہیں۔

صاحب بدائع نے دونوں شکلیں نقل کرنے کے بعد دوسری شکل کو راجح اور صحیح قرار دیا ہے اور ساتھ میں یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ سمک طافی کو اس لئے طافی کہا جاتا ہے کہ وہ پھول کر عادۃً پانی کے اوپر آجاتی ہے اور اس کے عدم جواز اور حرمت کی علت فقہاء نے یہی بیان فرمائی ہے کہ وہ مچھلی سڑ گل کر پھول جاتی ہے اور سڑنے گلنے کی وجہ سے اس میں بدبو اور تعفن بھی پیدا ہوجاتی ہے، انسان کے کھانے کے لائق نہیں رہتی ہے، اس کے کھانے میں مضر اثرات پیدا ہوسکتے ہیں، اس وجہ سے اس کو ناجائز کہا گیا ہے۔

عن جابر بن عبد اللّٰہؓ قال: قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما ألقي البحر، أو جزر عنه، فكلوه ومامات فيه وطفا فلا تأكلوه(أبوداؤد شريف، باب في أكل الطافي من السمك، النسخة الهندية۲/ ۵۳۴، دارالسلام رقم: ۳۸۱۵، سنن ابن ماجه، باب الطافى من صيد البحر، النسخة الهندية ۲/ ۲۳۴، دارالسلام رقم:۳۲۴۷)

إنما الطافي اسم لما مات في الماء من غير آفة، وسبب حادث وهذا مات بسبب حادث وهو قذف البحر، فلا يكون طافياً والمراد من الحديثين غير الطافي لما ذكرنا، ثم السمک الطافي لا يحل أكله عندنا، هو الذي يموت في الماء حتف أنفه بغير سبب حادث منه سواء علا على وجه الماء، أو لم يعل بعد أن مات في الماء حتف أنفه من غير سبب حادث. وقال بعض مشائخنا: هو الذي يموت في الماء بسبب حادث ويعلو على وجه الماء، فإن لم يعل يحل والصحيح هو الحد الأول وتسميته طافياً لعلوه على وجه الماء عادة. (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح والصيد، زكريا ٤/ ١٤٥-١٤٦)

وما مات من حرارة الماء، أو برودته، أو كدورته، ففيه روايتان روي عن أبي حنيفةؒ، وأبي يوسفؒ لا يؤكل؛ لأن السمک لا يموت بسبب برودة الماء، وحرارته غالباً، فيكون ميتاً بغير آفة ظاهراً، فلا يحل كالطافي. وري عن محمدؒ أنه يؤكل؛ لأنه مات بآفة؛ لأنه قد يموت بسبب برودة الماء، وكدورته، فيحال بالموت عليه، وهذا أرفق بالناس، كذا في المحيط السرخسي وعليه الفتوى كذا في جواهر الأخلاطي،وعن محمدؒ لا يؤكل الطافي لا لأنه حرام؛ لكن لأنه يتغير فينفر الطبع عنه فصار من الخبائث.

(هندية، الباب السادس في صيد السمك،زكريا قديم ٥/٤٢٩، جديد ٥/٤٨٥، و مثله في التاتارخانية ١٨/ ٤٩٠، رقم:٢٩٧٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ ؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۴۱؍۱۱۹۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹؍۳؍۱۴۳۶ھ

خنزیر کے اجزاء کھا کر پرورش پانے والی مچھلیوں کا حکم

سوال [۱۰۷۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک تالاب میں مچھلی پالن ہوتا ہے اور مچھلیوں کو خنزیر کی چربی وغیرہ سے غذا دی جاتی ہے، اسی طرح خنزیر کے پائخانہ کو مچھلی کی غذا کے طور پر تالاب میں ڈالا جاتا ہے، تو جو مچھلی خنزیر کے اجزاء کھا کر پرورش پا رہی ہے، اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو مچھلی خنزیر کے اجزاء سے پرورش پاتی ہے، اس کا کھانا حلال ہے؛ کیونکہ مچھلی ناپاک اور حرام اشیاء کھانے سے جلالہ نہیں ہوتی ہے، اور مچھلی کی حلت پر نص وارد ہوئی ہے اور یہ نجاست وغیرہ کھانا، اس کی حلت سے مانع نہیں ہے۔

عن عبد الله بن عمرؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أحلت لنا ميتتان: الحوت، والجراد. (سنن ابن ماجه، الصيد، باب صيد الحيتان والجراد، النسخة الهندية ۲/۲۳۲، دارالسلام رقم:۳۲۱۸)

أرسلت السمكة في الماء النجس فكبرت فيه لا بأس بأكلها في الحال.

(بزازية، كتاب الصيد، جديد زكريا ۳/۱٦٤، وعلى هامش الهندية، زكريا ٦/۳۰۱)

ولا يحل حيوان مائي إلا السمک الذي مات بآفة ولو متولداً في ماءٍ نجس، فلا بأس بأكلها للحال لحله بالنص، وكونه يتغذي بالنجاسة لا يمنع حله. (شامي، زكريا ۹/٤٤٤، شامي، كراچي ٦/۳۰٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۴۰۱)

ناپاک غذا کھانے والی مچھلی کا حکم

سوال [۱۰۷٦۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خشکی کے جو جانور ناپاک غذا کھاتے ہیں، ان کو جلالہ کہا جاتا ہے، جو مچھلی ناپاک غذا یا پانی میں پرورش پائے، تو کیا اسے جلالہ کہا جاسکتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو مچھلی ناپاک غذا سے پرورش پاتی ہے، اس کا کھانا درست ہے، اس کو جلالہ نہیں کہا جائے گا، اس لئے کہ جلالہ کی تعریف میں لفظ ''دابۃ'' کی قید ہے اور مچھلی دابۃ سے خارج ہے۔ نیز جلالہ خشکی کے جانوروں کے لئے بولا جاتا ہے؛ اس لئے مچھلی جلالہ کی تعریف میں شامل نہ ہوگی۔

سئل علي بن أحمدؒ ويوسف بن محمدؒ عن السمكة إذا أخذت

وأرسلت في الماء النجس فكبرت فيه، فقال: لا بأس بأكلها للحال.

(التاتارخانية، زكريا ۱۸/۴۹۲، رقم: ۲۹۷۱۰)

أرسلت السمكة في الماء النجس فكبرت فيه لا بأس بأكلها للحال.

(بزازيه، كتاب الصيد، جديد زكريا ۳/۱۶٤، وعلى هامش الهندية، زكريا قديم ٦/۳۰۱)

الجلالة: الدابة التي يكون طعامها العذرة ونحوها من الجلة والبعر.

(لغة الفقهاء ص:۱٦٤)

الجلالة: الدابة التى تتبع النجاسات وتأكل الجلة وهي البعرة والعذرة. (الموسوعة الفقهية ١٥/٢٦٠)

مسئلة الجلالة فيها تفصيل عند الفقهاء، والمحدثين أنه متي يكون الحيوان الجلالة، فقالوا: إذا يعتلف الحيوان نجاسةً، فيكون الحيوان جلالة، والصحيح الذي عليه الجمهور أنه لا اعتبار أن يكون أكثر أكلها النجاسة، وإنما الاعتبار بالرائحة، والنتن، فإن وجد في عرقها وغيره ريح النجاسة فجلالة وإلا فلا. (التاتارخانية، زكريا ۱۸/۱٤۰، رقم: ۲۸۲۹۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۴۰۳)

گندگی سے پرورش پانیوالی مچھلیوں کا کھانا

سوال [۱۰۷٦۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ مچھلیوں کا پالن کرتے ہیں، مگر بعض مچھلیاں ایسی ہوتی ہیں، جو گندگی بھی کھالیتی ہیں، جیسے مرغوں اور مچھلیوں کے کاٹنے کے بعد بچی ہوئی آلائش اور گندگی- دہلی وغیرہ کے اندر مرغے ومچھلی مارکیٹ سے پالن کرنے والے ان آلائشوں کو لے جا کر تالاب

میں ڈال دیتے ہیں اور مچھلیاں اسے بہت شوق سے کھاتی ہیں اور جلد فربہ ہو جاتی ہیں، تو معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح کی مچھلی جس کی بڑھوتری گندگی سے ہوتی ہو، کھانا کیسا ہے؟

نیز ان لوگوں کا یہ فعل کہ گندگی کھلاتے ہیں شرعاً درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد تعظیم نا ہکہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو مچھلیاں مرغ اور مچھلیوں کی آلائش سے پرورش پاتی ہیں، ان کا کھانا جائز اور حلال ہے، ہاں البتہ یہ عمل مکروہ ہے، مچھلی پالن کرنے والے اپنی مچھلیوں کی گندی غذا سے پرورش نہ کریں۔

في الدر المختار: ولا يحل حيوان مائي إلا السمک الذي مات بآفة ولو متولداً في ماءٍ نجس. وتحته في الشامية: فلا بأس بأكلها للحال لحله بالنص، وكونه يتغذي بالنجاسة لا يمنع حله. (شامي، كتاب الذبائح، زكريا ۹/٤٤٤، شامي، كراچي ٦/٣٠٦، تاتارخانية، زكريا ١٨/٤٩٢، رقم: ٢٩٧١٠، بزازيه جديد، زكريا ٣/١٦٤، وعلى هامش الهندية، زكريا قديم ٦/٣٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ر صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸ ر ۹۴۴۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۸ر۳ر ۱۴۲۹ھ

کیا حرام غذا سے پرورش شدہ مچھلیوں کا کھانا حلال ہے؟

سوال [۱۰۷۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک تالاب میں مچھلیوں کے بچوں کی پرورش کی جاتی ہے، بطور کاروبار کے اور تالاب کے اوپر جال لگا دیا گیا ہے، یہ جال لوہے کا ہے، اس جال کے اوپر خنزیر کے بچے پالے جاتے ہیں، خنزیر کے بچوں کا پاخانہ نیچے پلنے والی مچھلیاں کھاتی ہیں، گویا کہ یہ ان

کی غذا ہے، ان مچھلیوں کو اس کے علاوہ بھی غذا دی جاتی ہے، یہ مچھلیاں اس غذا سے بڑی ہوکر بازار میں فروخت ہوتی ہیں، ان کا کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟

تالاب میں پلنے والی مچھلیوں کو خنزیر کا خون بطور غذا دیا جاتا ہے، ان مچھلیوں کا کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ایوب، کیلاش نگر، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خشکی کے جانور اور پانی کے جانور مچھلی کے درمیان کچھ فرق ہے، اگر خشکی کے جانور کی غذا ناپاک اور نجس ہو، تو اسے جلالہ کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ مرغ ہو، تو اسے تین دن تک پاک غذا کھلائی جائے، اس کے بعد اس کو ذبح کرکے کھانا بلا کراہت حلال ہے، اور گائے، بیل، بھینس، اونٹ کے بارے میں راجح قول کے مطابق دس دن تک پاک غذا کھلانے کے بعد ذبح کیا جائے، تو بلا کراہت حلال ہے اور خشکی کے وہ جانور جن کی غذا ناپاک رہی ہو، ان کو اس طرح تبدیلیٔ غذا سے پہلے ذبح کرکے کھانا مکروہ ہے، اس کے برخلاف پانی کے جانور یعنی مچھلی کا حکم اس سے بالکل الگ تھلگ ہے کہ مچھلی اگر ناپاک پانی میں ناپاک غذا کے ساتھ پرورش پائے، تب بھی وہ بغیر تبدیلیٔ غذا کے جائز اور حلال ہے؛ لیکن سوالنامہ میں جو شکل نقل کی گئی ہے، اس کی وجہ سے طبعی نفرت ضرور پیدا ہوگئی، مگر شرعی طور پر حلال ہے۔

الجلالة: بوزن حمالة الدابة التي يكون طعامها العذرة ونحوها من الجلة والبعرة. (لغة الفقهاء ص:٦٥، الموسوعة الفقهية ١٥/٢٦٠)

وفي التجنيس: إذا كان علفها نجاسة تحبس الدجاجة ثلاثة أيام، والشاة أربعة، والإبل، والبقرة عشرة، وهو المختار على الظاهر. (شامي، كتاب الذبائح، زكريا ٩/٤٤٤، كراچي ٦/٣٠٦)

ولا يحل حيوان مائي إلا السمک الذي مات بآفة ولو متولداً

في ماءٍ نجس. وتحته في الشامية: فلا بأس بأكلها للحال لحله بالنص، وكونه يتغذي بالنجاسة لا يمنع حله–إلى قوله–وينظر الفرق بين السمكة وبين الجلالة بأن تحمل السمكة على ما إذا لم تنتن ويراد بالجلالة المنتنة.

(شامي، كتاب الذبائح، زكريا۹/٤٤٤، كراچي٦/٣٠٦)

سئل علي بن أحمدؒ ويوسف بن محمدؒ عن السمكة إذا أخذت وأرسلت في الماء النجس فكبرت فيه، فقال: لا بأس بأكلها للحال.

(التاتارخانية، زكريا ١٨/٤٩٢، رقم: ٢٩٧١٠، وكذا في البزازية، جديد زكريا٣/١٦٤، وعلى هامش الهندية، زكريا ٦/٣٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ / محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۱۰/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱/۲۵ھ

لاوارث جانور کا حکم

سوال [۱۰۷۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لاوارث جانوروں کا کیا حکم ہے؟ یہاں راجستھان میں لوگ بالقصد اپنی گائے، بچھڑے چھوڑ دیتے ہیں، ان سے فصلوں کونقصان بھی ہوتا ہے، تو کیا ان کو پکڑ کر گھر لا کر پالنا یا کسی قسم کا فائدہ اٹھانا ذبح کر کے کھانا نیز قربانی کرنا جائز ہے؟

المستفتی: انوار الحق، امام بڑی مسجد، ہنومان گڈھ (راجستھان)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو گائے، بچھڑے غیر مسلم چھوڑ دیتے ہیں، وہ ان کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتے، مالک کی اجازت کے بغیر ان کو قبضہ میں لینا اور ذبح کر کے کھانا جائز نہیں ہے، اور یہ سائبہ اور بحیرہ کے حکم میں ہیں، جو مالک کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتے۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ. [مآئدة:١٠٣]

عن أبي حميد الساعديؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لايحل لمسلم أن يأخذ مال أخيه بغير حق. (مجمع الزوائد، دارالكتب العلمية بيروت ٤/١٧١، السنن الكبرىٰ للبيهقي، دارالفكر بيروت ١٢/٣٥٢، رقم: ١٧٢٢٤)

لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته. (در مختار مع الشامي، كتاب الغصب، مطلب فيما يجوز من التصرف بمال الغير، زكريا ٩/٢٩١، كراچي ٦/٢٠٠، الأشباه، كتاب الغصب، كراچي ٢/٩٨، قواعد الفقة، اشرفي ديوبند ص: ١١٠، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٨/٢٩٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱/ ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۵۸۷)

کونسا کوا کھانا حلال ہے؟

سوال [۱۰۷۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کونسا کوا حلال ہے؟ کیا یہ کوّا جو بچوں کے ہاتھ سے روٹی لے کر بھاگتا ہے یہ درست ہے؟ یا کوئی اور دوسرا کوا حلال ہے؛ لیکن علامہ رشید احمد گنگوہیؒ نے فتاوی رشیدیہ میں زاغ معروف کو حلال بتلایا ہے، زاغ معروف سے کونسا کوا مراد ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو کوا دانا کھاتا ہے، یا دانا کھاتا ہے لیکن کبھی کبھی گندگی بھی کھاتا ہے وہ حلال ہے، اور جو کوا صرف گندگی ہی کھاتا ہے، وہ بالا جماع حرام ہے، اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے فتاوی رشیدیہ میں زاغ معروف لکھا ہے، اس سے دانا کھانے والا کوا مراد ہے؛ کیونکہ یہ امام اعظمؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔

والغراب الأبقع الذي يأكل الجيف؛ لأنه ملحق بالخبائث وفى الشامية: قال فى العناية :اما الغراب الأ بقع والأسود فهو أنواع ثلثة نوع يلتقط الحب، ولايأكل الجيف وليس بمكروه ونوع لا يأكل إلا الجيف، وهو الذي سماه المصنف الأبقع،و إنه مكروه ونوع يخلط يأكل الحب مرة والجيف أخرىٰ، وهو غير مكروه عنده مكروه عند أبي يوسف والأخير هو العقعق. (شامي، كتاب الذبائح، زكريا ٩/٤٤٣، كراچي ٦/٣٠٥،، البحرالرائق، كوئٹه ٨/١٧٢، زكريا ٨/٣١٣، عالمگيري، زكريا قديم٥/٢٨٩، جديد ٥/٣٣٤، حاشية هداية، اشرفي ديوبند ٤/٤٤١، فتح القدير، زكريا٩/٥١٢، كوئٹه ٨/٤١٩، دارالفكر بيروت ٩/٥٠٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹؍۳۴۸۴)

مسلک شافعی میں کچھوا کھانے کا حکم

سوال [۱۰۷۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلک شافعی میں کچھوا کھانے کا کیا حکم ہے؟ خواہ بری ہو یا بحری ہو؟ مسلک شافعی کی کوئی مختصر جامع اردو یا عربی کی کتاب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد صدیق، بہنن پوروہ، لکھیم پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلک شافعی میں بحری کچھوا حلال ہے، بری کے بارے میں علم نہیں۔

وقال: مالکؒ وجماعة من أهل العلم بإطلاق جميع ما في البحر واستثنىٰ بعضهم الخنزير، والكلب،والإنسان وعن الشافعيؒ أنه أطلق

ذلک کله. (هداية، كتاب الذبائح، اشرفي ديوبند ٤/٤٢٦، تبيين الحقائق، امدادية ملتان ٥/٢٩٦، زكريا ٦/٤٦٩)

اورمسلک شافعی کی مشہور کتاب امام شافعیؒ کی کتاب الام فقہ میں تحفہ ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۳۹۴/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۱۱/۱۴۱۸ھ

جھینگا اور کیکڑا حلال ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۷۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جھینگا مچھلی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو اس کا کھانا کیا جائز ہوگا؟

نیز کیکڑے کے متعلق بھی حکم شرعی تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد اسلم مظاہری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دریائی جھینگا اقسام مچھلی میں داخل ہے؛ اس لئے اس کا کھانا حلال اور درست ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۱۰۳، تاج العروس ۱۰/۱۴۳، القاموس المحیط ۴/۳۳۲، منتہی الارب ص:۱۲۰، ایضاح المسائل ص:۱۳۶)

اور کیکڑا چونکہ اقسام سمک میں داخل نہیں ہے؛ اس لئے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حلال نہیں ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک حلال ہے۔

ولا يأكل من حيوان الماء إلا السمك، وقال: مالكؒ و جماعة من أهل العلم بإطلاق جميع ما في البحر الخ (هداية، كتاب الذبائح، اشرفي ديوبند ٤/٤٤٢، تبيين الحقائق، امدادية ملتان ٥/٢٩٦، زكريا ٦/٤٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍رجب المرجب ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵۱۳/۳۱)

مارماہی

سوال [۱۰۷۷۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مچھلی ہے، سانپ کی طرح لمبی ہوتی ہے، اس کا رنگ لال ہوتا ہے، اس کواردو زبان میں مچھین کہتے ہیں اور فارسی میں مارماہی، اس کومچھلی والے تو مچھلی ہی کہہ کر بازار میں بیچتے ہیں، یہ مچھلی پانی میں سوراخ کے اندر رہتی ہے، اس کوکھانا جائز ہے یانہیں؟

المستفتی: محمد علاء الدین، منی پوری، متعلم مدرسہ عبداللہ بن مسعود، ٹانڈہ بادلی، رامپور۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مارماہی جس کا ذکر سوالنامہ میں ہے، جس کومچھلی والے مچھلی کہتے ہیں، شریعت بھی اس کومچھلی ہی کہتی ہے، شرعاً وہ مچھلی ہے اور حلال ہے۔

لا بأس بأكل المار ماهي. (هداية، قبيل كتاب الأضحية، اشرفي ديوبند ٤/٤٤٢، حاشية چلپي على التبيين امدادية ملتان ٥/٢٩٦، زكريا ٦/٤٧٠، بدائع الصنائع، زكريا ٤/١٤٦، قديم ٥/٣٦، فتاوى قاضي خان، جديد زكريا ٣/٢٥٣، وعلى هامش الهندية، زكريا قديم ٣/٣٥٧)

والمارماهي سمک في صورة الحية. (الدر مختار مع الشامي، كتاب الذبائح، كراچي ٦/٣٠٧، زكريا ٩/٤٤٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۰۲۱/۳۸)	۱۴۲۷/۶/۲ھ

”جھینگا مچھلی نہیں“ ائمۂ اربعہ اوراکابر دیوبند کا کیا موقف ہے؟

سوال [۱۰۷۷۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ (۱) جھینگا مچھلی ہے یا دریائی کیڑا ہے؟

(۲) جھینگے کی حلت وحرمت کے متعلق وضاحت فرمائیں آخراس کے بارے میں شکوک کیوں ہیں؟

(۳) ائمہ احناف و ائمہ ثلثہؒ کے فرمودات جھینگے کے متعلق کیا ہیں؟ حوالہ جات اور تفصیلات درکار ہیں تاکہ ہر قسم کے شکوک رفع ہوجائیں وضاحت فرماکر ممنون ومشکور فرمائیں۔

(۴) اپنے اکابر دیوبندؒ کے اقوال وآراء بھی قلمبند ہوجائیں تو نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد محسن بارہ دری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) جھینگا کو ماہر حیوانات علامہ دمیریؒ نے حیاۃ الحیوان میں مچھلی میں شمار فرمایا ہے؛ اس لئے مچھلی ہونے میں کوئی شبہ نہ ہونا چاہئے۔

الروبيان هو سمک صغير جداً أحمر. (حياة الحيوان ۱/۳۷۱)

(۲) مچھلی کے اقسام میں داخل ہونے کی وجہ سے حلال ہے۔

ولابأس الجريث والمارماهي وأنواع السمک. (هداية، قبيل كتاب الأضحية، اشرفي يوبند ٤/٤٤٢، حاشية چلپي على تبيين الحقائق، امدادية ملتان ٥/٢٩٦، زكريا ٦/٤٧٠)

(۳) حضرات ائمہ احناف سے خاص طور پر جھینگا کے متعلق کوئی حکم نہیں ملتا، عام مچھلی کے لئے حکم ملتا ہے اور عام مچھلی میں جھینگا بھی داخل ہے اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک جھینگا حلال ہے۔ نیز دریائی کیڑے بھی ان کے یہاں حلال ہیں۔

وقال مالکؒ وجماعة من أهل العلم: بإطلاق جميع ما في البحر واستثنىٰ بعضهم الخنزير، والكلب، والإنسان وعن الشافعيؒ أنه أطلق ذلک كله. (هداية، كتاب الذبائح، اشرفي ديوبنمد ٤/٤٢٦، تبيين الحقائق، امدادية ملتان ٥/٢٩٦، زكريا ٦/٤٦٩)

(۴) اپنے اکابر دیوبند میں حضرت تھانویؒ حلال لکھتے ہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۱۰۱، ۱۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/۲۱۹۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۴/۱۴۱۱ھ

جھینگا مچھلی کی حلت وحرمت سے متعلق علماء احناف کا راجح قول

سوال [۱۰۷۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جھینگا مچھلی کی حلت وحرمت کے بارے میں کیا علماء احناف کا اختلاف ہے؟ نیز راجح قول کی وضاحت فرمادیں۔

المستفتی: عبدالحفیظ قاسمی، لکھیم پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہل فتاوی میں سے بعض حضرات کو جھینگا کے مچھلی کی قسم میں سے ہونے پر شبہ ہونے کی وجہ سے ان حضرات نے اس سے منع فرمایا ہے، مگر تحقیق کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جھینگا مچھلی کی ایک قسم ہے اور اس کا کھانا بلاتردد جائز اور درست ہے؛ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک **سمک بجمیع أنواعہ** حلال ہے۔

(مستفاد: ایضاح المسائل ص: ۱۳۸، امداد الفتاوی قدیم ۴/۱۰۴، فتاوی عبد الحیؒ قدیم ۱/۵۶، عین الہدایۃ ۴/۱۷۳، جواہر الفتاوی ۲/۵۹۷)

الروبیان بالکسر سمک کالدود. (القاموس المحیط ٤/۱۳۲)

اربیان نوع از ماہی است کہ آں را بہندی جھینگہ گویند۔ (منتہی الأرب في لغۃ العرب ربع دوم ۲۱۰)

روبیان بفتح الف وباء تازي ملخ آب وآن نوع از ماہی خورد است بہندی جھینگہ گویند۔

(مستفاد: شمس اللغات ص: ۴۰)

الرو بیان هو السمک. (حیاة الحیوان ١/٤٦٠)

جھینگہ ایک قسم کی چھوٹی مچھلی ہے۔ (فیروز اللغات ۳۹۷، منجد اردو ص:۵۲، منجد عربی ص:۳۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۸؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۳۷۵/۴۰)	۱۴۳۵/۱/۸ھ

جھینگا مچھلی کا حکم

سوال [۱۰۷۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جھینگا کھانا جائز ہے یا نہیں اور وہ مچھلی میں داخل ہے یا نہیں؟ اس میں امام ابوحنیفہؒ کا قول کیا ہے؟

المستفتی: محمد شعیب بجنوری، متعلم مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جھینگا ایک دریائی جانور ہے، اور دریائی جانوروں میں سے مچھلی بجمیع انواعہ حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق حلال ہے، رہی یہ بات کہ جھینگا مچھلی کے اقسام میں داخل ہے یا نہیں اور کسی مچھلی کے مچھلی ہونے کے لئے اس کے خواص اور صفات لازمہ کی تعیین کے بارے میں شریعت اسلامی میں کوئی منصوص دلیل نہیں ہے؛ اس لئے لا محالہ علماءِ مبصرین وماہرین حیوانات یا پھر اہل لغات کے اقوال پر اس کی معرفت کا مدار ہوگا اور احقر کی تحقیق کے مطابق تمام ماہرین مبصرین اور اہل لغات نے جھینگا کو اقسام سمک میں داخل کیا ہے؛ لہٰذا جھینگا مچھلی ہے اور اس کا کھانا حلال ہے۔ اس کے متعلق مدرسہ شاہی اور دارالعلوم دیوبند کا متفقہ فتوی رسالہ ندائے شاہی شمارہ جنوری ۱۹۹۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔

(مستفاد: امداد الفتاوی ۱۰۴/۴)

ویستوي في حل الأكل جميع أنواع السمک من الجريث، والمارماهي وغيرهما. (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح والصيود جديد، زكريا ٤/١٤٦، قديم ٥/٣٦، ومثله في الخانية، جديد زكريا ٣/٢٥٣، وعلى هامش الهندية، زكريا ٣/٣٥٧)

اور امام اعظم ابوحنیفہؒ نے سمندر کی تمام مچھلیوں کو حلال کہا ہے، اور مچھلی کے اقسام میں سے کسی خاص قسم کے بارے میں کوئی بات نہیں کہی، اگر جھینگا مچھلی کے اقسام میں داخل ہے، تو امام صاحب کا قول جھینگا کے بارے میں حلت کا ہے اور اوپر کی تفصیلات سے جھینگا کا مچھلی ہونا ثابت ہو چکا ہے؛ لہٰذا امام صاحبؒ کا قول جھینگا کے بارے میں یہی ہے کہ وہ حلال ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۶۷۲۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۶/۵ھ

دریائی جھینگا کا حکم

سوال [۱۰۷۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آپ کے مسائل کے اندر لکھا ہے کہ دریائی جھینگا امام اعظمؒ کے نزدیک کھانا جائز نہیں ہوگا اور کھانا مکروہ تحریمی ہے اور لکھا ہے کہ جدید تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائی جھینگا مچھلی نہیں ہے۔ آپ کے مسائل جلد۴/ ۲۴۹-۲۵۰ پر ہے، آپ نے خود اپنی کتاب میں لکھا ہے، ایضاح المسائل کے اندر اور حوالہ دیا ہے کہ دریائی جھینگا کھانا حلال اور درست ہے۔ (تاج العروس ۱۰/ ۱۴۳، فتاوی رحیمیہ ۶/ ۲۵۷، القاموس المحیط ۴/ ۳۳۲، فتاوی امدادیہ ۴/ ۱۰۳، منتھی الارب ص: ۱۲۰، ایضاح المسائل ص: ۱۳۶)

آپ مہربانی کر کے ٹھیک جواب دے کر اس مسئلہ کو حل کریں۔

المستفتی: مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سمندری جانوروں میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مچھلی کے علاوہ دیگر جانور حلال نہیں ہیں اور جو بھی جانور مچھلی کی تعریف میں شامل ہے، وہ امام صاحبؒ کے نزدیک حلال ہے اور مچھلی کی تعریف میں داخل ہونے اور نہ ہونے کا مدار ماہرین حیوانات اور مبصرین کی آراء پر موقوف ہے اور ماہرین حیوانات اور مبصرین کی تحقیق اور رائے یہی ہے کہ دریائی جھینگہ مچھلی ہی ہے؛ اس لئے ہم بھی حلال کہنے پر مجبور ہیں اور اس مسئلہ پر ایک زمانہ سے بعض لوگوں کو اشکال ہوتا رہا۔

حضرت مفتی مہدی حسن صاحب اور حضرت تھانویؒ اور ہر زمانہ میں دارالعلوم دیوبند کے مفتیان کرام تحقیقات کی روشنی میں اس کو مچھلی لکھتے آئے ہیں اور جو اس کو مچھلی تسلیم نہیں کرتے ہیں، ان کے پاس ایسی مضبوط دلیل نہیں ہے، جو تسلیم کی جائے اسی موضوع پر فروری ۱۹۹۲ء کے ماہنامہ ندائے شاہی میں دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ شاہی کے تمام مفتیان کرام کی اتفاق رائے سے سولہ کتابوں کے حوالہ کے ساتھ اس کے مچھلی ہونے پر ایک فتوی لکھا گیا تھا، موقع ہو تو اسے بھی معائنہ فرمائیں۔

نیز اسی شمارے میں دارالعلوم دیوبند کا بھی ایک مفصل فتوی اس کے مچھلی ہونے پر جاری ہوا ہے؛ اس لئے ہم اس کو مچھلی سمجھ کر حلال کہتے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نہیں کھاتے تھے، مگر ان کا نہ کھانا نا امت کے لئے عدم حلت کی دلیل نہیں ہے۔ جب ان سے اس کے بارے میں سوال کیا گیا، تو ان کا یہ جواب تھا کہ میں نہ حلال کہتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں، مکروہ کہنا صحیح نہیں، میں خود نہیں کھاتا اس سے بات صاف ہو جاتی ہے کہ حلت وحرمت کے سلسلہ میں ان کی رائے کسی ایک جانب مضبوط نہیں ہے؛ اسلئے ان کے نہ کھانے کو حجت شرعی قرار نہیں دیا جا سکتا اور آپ کے مسائل اور ان کا حل نامی کتاب میں علماء کے اختلاف کو ظاہر کر کے جانب کراہت کو ترجیح دینے کی کوشش کی ہے اور اس پر جو دلیل پیش کی ہے، وہ نا تمام ہے،

جو ماہرین حیوانات اور مبصرین کی تحقیق کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور جو عربی عبارت لکھی ہے، اس سے دریائی جھینگا کے بارے میں کوئی حکم صاف نہیں ان کی عبارت ہے۔

السمک الصغار کلها مکروهة التحريم.

ترجمہ: چھوٹی مچھلیاں سب مکروہ تحریمی ہیں۔

خود مچھلی کہہ رہے ہیں، پھر کراہت کا حکم بھی، مچھلی ہوتو کراہت ہی نہیں ہوئی۔
بہر حال وہ عبارت دریائی جھینگا کی کراہت یا حرمت پر مستدل نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رصفر المظفر ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۲۶۶/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۲۰ھ

جھینگہ کے متعلق ایک تحقیقی فتویٰ

سوال [۱۰۷۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گذشتہ شمارہ ندائے شاہی میں آپ کے دینی مسائل کے عنوان کے تحت ایک مسئلہ جھینگا مچھلی کے حلت کے سلسلہ میں نظر نواز ہوا میں اس سلسلہ میں کچھ تحقیقات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، مگر فرصت نہ ہوسکی امروز وفردا پر دوسرا شمارہ بھی آپہنچا۔ بہر حال میرے خیال سے جھینگا کے سلسلہ میں اگر کراہت وغیرہ بھی نہ ہو، تو جس مسئلہ میں حلت وحرمت میں اختلاف ہو، تودع **ما یریبک إلی مالا یریبک** کے قاعدہ کے تحت اس سے اجتناب و احتراز ہی بہتر ہے؛ لہٰذا جواب اگر اس انداز کا ہوتا، تو بہتر تھا؛ اس لئے کہ فتاوی دار العلوم کتاب الطہارۃ میں ایک جگہ مفتی صاحب نے کسی مسائل کے سوال و جواب میں ارشاد فرمایا ہے، جو امام جھینگے کھاتا ہے، بشرطیکہ وہ جھینگا مچھلی کی جنس کا نہ ہو، تو مکروہ ہے اب یہ جھینگا جو مسئول بہا ہے، یہ بہت سی چیزوں میں مچھلی کی جنس سے مختلف اور متضاد ہے۔

(۱) اس کی ٹانگیں ہوتی ہیں، جن سے خشکی میں عام کیڑوں کی طرح چلتا پھرتا ہے، مچھلی کبھی چلتی نہیں کودتی ہے پھدکتی ہے۔

(۲) یہ خشکی میں ایک مدت تک زندہ رہ سکتا ہے، مچھلی چند ساعت کے بعد مر جاتی ہے۔

(۳) یہ کھانے میں قطعی طور پر مچھلی جیسا نہیں ہوتا ہے، اس کے اوپر گوشت قطعی نہیں ہوتا؛ بلکہ پکنے کے بعد اس کو توڑ کر کھاتے ہیں، صرف خول ہوتا ہے؛ جبکہ مچھلی کو **لحماً طریًا** فرمایا گیا ہے، مچھلی کی بہت اقسام مثلاً مار ماہی جو کہ سانپ جیسی ہوتی ہے، گنیڈ مچھلی مذکورہ چیزوں میں مچھلی سے متبائن نہیں۔

(۴) ماہی گیر لوگ بتلاتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں انڈے ہوتے ہیں، اس کے انڈے باہر پروں کے اندر جھیل کے اندر رہوتے ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ مچھلی کے انڈے نکالنے کے وقت مچھلی مرے گی؛ کیونکہ پیٹ توڑنا پڑے گا اور جھینگے کے انڈے نکالنے کے لئے پیٹ توڑنے کی ضرورت نہیں ہے، انڈے نکال کر بھی وہ زندہ رہے گا۔

(۵) اجنبی آدمی اسی جھینگا کو دیکھ کر کبھی اس کو مچھلی نہیں کہے گا؛ بلکہ اس کو کیڑا کہے گا، اس کے علاوہ پانی میں کوئی جھینگا ایسا نہیں جو مچھلی کے جنس کا ہو، حضرت مولانا فخر الدینؒ سابق شیخ الحدیث دارالعلوم نے درس بخاری میں فرمایا تھا کہ جس جھینگا کو علامہ دمیریؒ نے حیاۃ الحیوان میں انواع سمک میں شمار کیا ہے، یہ وہ جھینگا نہیں اس جھینگا کو میری آنکھوں نے دیکھا ہے، خاص طور سے اس کو دیکھ کر اور اس کو کھا کر بھی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ غالبًا انواع سمک میں سے نہیں، ممکن ہے وہ دمیری کا جھینگا کوئی اور ہو جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا کہ یہ وہ جھینگا نہیں، اس کے علاوہ بعض کتب میں تو اختلاف کی تصریح موجود ہے، جیسا کہ غالبًا مجموعۃ الفتاوی مولانا عبدالحیؒ ۲/۱۰۱ پر دونوں قول نقل کئے ہیں۔

الدود الذي يقال له جهينگه حرام عند بعض العلماء؛ لأنه لا يشبه السمك، فإنما يباح عندنا من صيد البحر أنواع السمك، وهذا لا يكون كذلك، وقال بعضهم: حلال لأنه يسمىٰ باسم السمك. (۳/۱۰٤ و ۲/۱۰۷)

پر بھی دونوں قول نقل کیا ہے، اور تذکرۃ الخیل ۲۰۰ر پر تو عدم جواز کا فتوی ہے، صاحب حیاۃ الحیوان نے اریب کو جھینگا فرمایا ہے؛ جبکہ بعض لغات میں اس کا ترجمہ مار ماہی جو متفق علیہ مچھلی ہے لکھا ہے۔ (مصباح اللغات)

بہر حال جس میں بعض علماء حرمت کے قائل ہیں جیسا کہ تذکرۃ الخلیل اور مجموعۃ الفتاوی مولانا عبدالحیؒ میں اول قول تو اگر ایسی چیز سے مذکورہ حدیث **دع ما یریبک الخ** کے تحت اجتناب واحتراز کا فتوی ہو تو کیا خوب ہے

جھینگا اگر حلال ہوا اور نہ کھایا تو خدا تعالیٰ گرفت نہیں کریں گے کہ جھینگا کو میں نے حلال کیا، تو کیوں نہ کھایا، اگر حرام ہوا اور کھالیا جیسا کہ فتوی دیا جارہا ہے پھر تو خیر نہیں۔

المستفتی: محمد اکبر قاسمی، امام علی سید شیر کوٹ ضلع بجنور یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جھینگہ دریائی جانور ہے، اور دریائی جانوروں میں سے مچھلی بجمیع انواعہ حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق حلال ہے۔ اب غور طلب مسئلہ صرف اتنا ہے جھینگا اقسام سمک میں داخل ہے یا نہیں اور کسی مچھلی کے مچھلی ہونے کے لئے اس کے خواص اور صفات لازمہ کے تعین کے بارے میں شریعت اسلامی میں کوئی منصوص دلیل نہیں ہے؛ اس لئے اس کی معرفت کا مدار مبصرین و ماہر حیوانات اور اہل لغت کی تحقیق پر ہوگا اور اگر ان میں اختلاف ہے، تو اس کے حکم میں بھی اختلاف ہوگا اور اگر ان میں کوئی اختلاف نہیں ہے، تو حکم میں بھی اختلاف نہ ہوگا اور تحقیق وتفتیش کے باوجود کسی مبصر اور ماہر اور اہل لغات کا اختلاف اس ناکارہ کی نظر سے نہیں گذرا اور نہ ہی اہل لغات نے جھینگہ کو اقسام سمک سے خارج کیا ہے اور تذکرۃ الخلیل کی اصل عبارت دیکھ لی گئی ہے کہ حضرت قدس سرہ کو عام سمک کی طرح اس میں گلپھڑے نہ ہونے کی وجہ سے جھینگا کے اقسام سمک میں شامل ہونے میں تردد ہوگیا تھا اور تردد کی بناء پر حلت کا فتوی نہ دینا حضرت قدس سرہ کا تقویٰ تھا اور اس سے عدم جواز پر فتوی دینا لازم نہیں آتا اور اقسام سمک میں داخل ہونے کے لئے تین صفتوں میں سے صرف ایک کا پایا جانا کافی ہے۔

(۱) خشکی میں آ کر تڑپنا اور پھدکنا۔

(۲) گلپھڑے کا ہونا اور اسی سے سانس لینا۔

(۳) کانٹے دار اور لائن دار پر یا دم کا ہونا اور بعض سمک میں تینوں صفتیں جمع ہو جاتی ہیں، جیسا کہ بام مچھلی میں ہے اور بعض میں صرف ایک یا دو صفتیں ہوتی ہیں، جیسے کہ مار ماہی کہ اس میں کانٹے دار پر نہیں ہوتے۔ نیز خشکی میں آ کر کودتی بھی نہیں؛ بلکہ سانپ کی طرح رینگتی ہے؛ البتہ اس کے صرف گلپھڑے ہوتے ہیں اور جھینگہ میں کانٹے دار دم ہوتی ہے اور خشکی میں آ کر پھدکتا اور کودتا ہے؛ البتہ اس کے گلپھڑے نہیں ہوتے اور گلپھڑے ہر ایک سمک کے لئے جزء لاینفک بھی نہیں ہے۔ نیز خشکی میں آ کر زیادہ دیر زندہ بھی نہیں رہتا ہے اور سوال نامہ میں اس کی زندگی کے بارے میں جو کہا گیا ہے، وہ مسلم نہیں؛ اس لئے کہ تجربہ کر کے دیکھا گیا ہے کہ بعض سمک جھینگہ سے زیادہ دیر تک زندہ رہتی ہے اور سمک کے صفات کے بارے میں فتاوی عبدالحیؒ میں منقول ہے۔

إحديها إسقاط وثانيها انفتاح لحييه، وثالثها جناح ذو شواك بينهن ستور، وكذا الذنب، وبعض أنواع السمك العلامات كلها ولبعضها بعضها كما شاهدنا. (فتاوی عبد الحئ قدیم ۲/ ۱۹۲)

اور آنجناب نے حضرت مولانا عبدالحیؒ لکھنویؒ کا فتوی نقل نہیں فرمایا ہے؛ بلکہ صرف وہ عربی عبارت نقل کر دی ہے کہ جس سے منکرین جواز کا قول بھی ثابت ہوتا ہے اور حضرت علامہ موصوف کا اصل فتوی جھینگہ کی حلت پر ہے اور ساتھ ساتھ حلت کے منکرین پر تردید بھی فرمائی ہے۔ علامہ موصوف کا اصل فتوی جو فارسی میں ہے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔

''وجھینگہ کہ آں را ار بیان بکسر ہمزہ میگویند چنانچہ از صحاح وغیرہ مفہوم میشود حلال است چہ آں نوعیت از انواع سمک والسمک بجمیع انواعہ حلال بالاتفاق'' یہی علامہ موصوف کے فتوی کی عبارت ہے، جس کو انہوں نے جھینگہ کی حلت میں تحریر فرمایا ہے، پھر اس کے بعد

ناجائز کہنے والوں پر ان الفاظ کے ساتھ تردید فرمائی ہے کہ ”وآنکہ قائل حرمتش شدہ اند منشاء آں فہمیدن جھینگہ را خارج از اقسام سمک است ولیس کذا لک“ پھر اس کے بعد حمادیہ کی وہ عبارت نقل فرمائی ہے، جو آنجناب نے سوال نامہ میں نقل فرمائی ہے اور حمادیہ کی عبارت صرف منکرین حلت کی تردید کر کے ان کی دلیل کے ضعف کو ظاہر کرنے کے لئے لائے ہیں، یہ پوری تفصیل فتاوی قدیم ۱/۶ ۵ر میں موجود ہے۔

اب یہ ناکارہ اپنی طرف سے کچھ لکھے بغیر مبصرین حیوانات اور اہل لغات اور اہل فتاوی کی سولہ کتابوں کے حوالے حلت جھینگہ مچھلی کے متعلق آنجناب کی خدمت میں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہے تاکہ ان پر غور کر کے شبہات کا ازالہ کیا جائے۔

(۱) القاموس المحیط جو لغت کی مشہور اور مستند کتاب ہے، اس میں لکھتے ہیں۔ **الاربیان بالکسر سمک کالدود** ۲/٤ ۳۳ کہ جھینگہ کیڑے کی شکل میں ایک مچھلی ہے۔

(۲) منتہی الارب فی لغت العرب فارسی کی مشہور لغت ہے، اس میں لکھتے ہیں ”اربیان نوعی از ماہی است کہ آں را بہندی جھینگہ گویند۲/۱۲۰“ کہ جھینگہ اقسام سمک میں سے ایک ہے، جس کو ہندوستان میں جھینگہ کہا جاتا ہے۔

(۳) شمس اللغات ایک مستند کتاب ہے، اس میں لکھتے ہیں ”اربیان بفتح الف و باء تازی ملخ آب وآں نوعی از ماہی خود است بہندی جھینگہ گویند۴۰“ کہ اربیان ایک مچھلی ہے، جس کو ہندوستان میں جھینگہ کہتے ہیں۔

(۴) صراح لغت کی ایک مشہور کتاب ہے، اس میں ہے کہ اربیان نوعے از ماہی ۵۶۰ر کہ جھینگہ از قسم مچھلی ہے۔

(۵) عرب وعجم کی مشہور کتاب تاج العروس میں ہے، **والاربیان بالکسر سمک کالدود** ۱۰/۱٤۳ کہ جھینگہ کیڑے کی طرح ایک مچھلی ہے۔

(٦) المنجد اردو میں ہے کہ الاربیان جھینگہ مچھلی ہے ص:۵۲۔

(۷)المنجد عربی میں ہے **بر غوث البحر نوع من صغر السمک تشبه هيئته البر غوث ص: ۳۲** کہ جھینگہ پسو کے مشابہ ایک چھوٹی مچھلی کی قسم ہے اوراس کی دم میں مچھلی کی طرح کانٹے دارلائن دار پر ہے۔

۸، فیروزاللغات میں ہے کہ جھینگہ ایک قسم کی چھوٹی مچھلی ہے ص: ۳۹۷۔

(۹) علامہ دمیریؒ منجملہ ماہرین حیوانات میں سے ہیں وہ اپنی کتاب حیاۃ الحیوان میں نقل فرماتے ہیں کہ **الروبيان هو السمک** ۱/ ۴٦۰/ کہ جھینگہ مچھلی ہی ہے۔

(۱۰) مخزن المفردات طب کی مشہور کتاب ہے، اس میں یہ عبارت ہے کہ مچھلی جھینگہ ماہی روبیان حلال مچھلی ہے، اس کی مونچھیں لمبی ہوتی ہیں، رنگ سفید ذائقہ شیریں بساندہ۔ (مخزن المفردات)

(۱۱) تذکرہ داؤ دالطائی میں ہے، **روبيان اسم مضرب من السمک** کہ جھینگہ مچھلی کی ایک قسم کا نام ہے۔

(۱۲) مشہور محقق علامہ امیر علیؒ نے عین الہدایہ ۴/۱۷۳/ میں جھینگہ کو اقسام سمک میں شمار فرما کر مباح قرار دیا ہے۔

(۱۳) حضرت مولانا مفتی عبدالسلام صاحب جواہر الفتاوی میں لکھتے ہیں کہ علماء مصرو علماء عرب نے جھینگہ کے بارے میں لکھا ہے کہ دنیا میں اقسام سمک میں سب سے زیادہ ذائقہ دار جھینگہ مچھلی ہے۔

ألذالأ سماک في الدنيا و أغلاها فيها الخ. (جواهر الفتاوی۲/ ۵۹۷)

(۱۴) حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم نے فتاوی رحیمیہ قدیم ۶/ ۲۹۷، جدید زکریا ۱۰/۷۷/ میں بہت مفصل اور مدلل فتاوی جھینگہ کے اقسام سمک میں سے ہونے اور حلال ہونے پر تحریر فرمایا ہے۔

(۱۵) حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے امداد الفتاوی ۴/۱۰۴/ میں،

علامہ دمیریؒ کا حوالہ دے کر بہت انشراح کے ساتھ جھینگہ کے دریائی مچھلی اور حلال ہونے پر اطمنان کا اظہار کرتے ہوئے تفصیلی فتوی صادر فرمایا ہے، جس کا ندائے شاہی میں شائع شدہ فتویٰ میں حوالہ دیا گیا ہے۔

(۱۶) حضرت علامہ ابو الحسنات، مولانا عبدالحئ لکھنوی نے اپنے فتوی میں جھینکہ کو مچھلی ثابت فرما کر حلال لکھا ہے، اور ساتھ میں ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے، جو ایسے صفات کی بناء پر جھینکہ کو دائرہ حلت سے خارج کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جو صفات آنجناب نے سوال نامہ میں پیش فرمائی ہیں، جو کہ مچھلی کے صفات لازمہ میں سے نہ ہونا مبصرین کی کتابوں سے ثابت ہو چکا ہے اور اس ناکارہ کی معلومات کے مطابق اپنے کابر میں سے کسی نے بھی جھینکہ کے بالانشراح بالکل کھول کر ناجائز یا حرام ہونے پر فتوی نہیں دیا ہے اور جن اکابر نے اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے وضاحت کے ساتھ لکھا ہے، انہوں نے صاف حلال ہونے کا فتوی دیا ہے، جیسا کہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ قدس سرہ حضرت مولانا عبدالحئ لکھنوی، حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری مدظلہم اور صاحب عین الہدایہ وغیرہم ہیں۔

مذکورہ تمام دلائل وشواہد کی بناء پر اس ناکارہ کو بھی حلت پر فتوی لکھنے میں بالکل اطمینان ہے اور آنجناب نے سوال نامہ کے آخر میں لکھا ہے کہ اگر حرام ہوا اور کھالیا، جیسا کہ فتوی دیا جارہا ہے، پھر تو خیر نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ الحمدللہ ہم مذکورہ اکابر کے فتاوی کو شرعی دلیل اور حجت سمجھتے ہیں اور ہم شرعی دلیل وحجت کے مطابق فتوی لکھنے میں کار ثواب اور حق تعالیٰ شانہ سے خیر ہی کی امید رکھتے ہیں اور ایسے اکابر کے فتاوی کو نقل کر کے مسئلہ بتلانے میں خدائے پاک سے یہ امید ہے کہ آخرت میں ان حاملین شریعت کے زمرہ میں شامل فرمائیں گے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷/ ۲۶۶۹)

خنزیر کے دودھ سے پرورش شدہ بکری کے بچہ کا حکم

سوال [۱۰۷۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک بکری کے بچہ نے خنزیر یا کتیا کے دودھ سے پرورش پائی ،تو سوال یہ ہے کہ بکری کے اس بچہ کا گوشت کھانا حلال ہے یانہیں؟ اس کی عمر پوری ہونے پر اس کی قربانی جائز ہے یانہیں؟

المستفتی: محمد عمر، فتح پوری، سیتا پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں جس مسئلہ کو اٹھایا گیا ہے، وہ مسئلہ انتہائی حساس اور نازک ہے،اس کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ بکری کا بچہ فی حدذاتہ پاک اور حلال ہے؛ البتہ اتنی بات قابل غور ہے کہ ناپاک غذا سے پرورش پانے کے وجہ سے پاک ہونے یا حلال ہونے میں فرق آیا ہے یانہیں؟ اس سلسلہ میں سبھی فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ بکری کے اس بچہ کے گوشت میں ناپاک غذا کا اثر نمایاں طور پر ظاہر نہ ہو،تو وہ بچہ بلاشبہ حلال ہے اس کا گوشت پاک ہے لہٰذا اسکی قربانی بھی جائز ہے اور اگر اس کے گوشت میں ناپاکی کے آثار نمایاں ہوجائیں اور اس کے بدن سے بدبو آنے لگے،تو وہ جلالہ کے حکم میں ہوجاتا ہے،اس کو اتنے دنوں تک پاک غذا کھلائی جائے کہ ناپاکی کا اثر ختم ہوجائے اور اس کے بدن سے بدبو ختم ہوجائے،اس کے بعد اس کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز اور درست ہے اور اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ فقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

صاحب بدائع نے اس کو ان الفاظ سے واضح فرمایا ہے۔

والحكم متعلق بالنتن؛ ولهذاقال أصحابنا في جدي ارتضع بلبن خنزير حتى كبر أنه لا يكره أكله؛ لأن لحمه لا يتغير ولاينتن ؛ فهذا يدل على أن الكراهة في الجلالة؛ لمكان التغير والنتن، لا لتناول

النجاسة. (بدائع الصنائع، زكريا ديوبند، كتاب الذبائح ٤/ ١٥٤، كراچي ٥/ ٤٠، الموسوعة الفقهية الكويتية ٥/ ١٤٩)

اوراس کو ''تبیین الحقائق، شامی اور طحطاوی علی الدر'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا گیا ہے۔

يحل أكل لحم جدي غذي بلبن خنزير؛ لأن لحمه لا يتغير وما غذي به يصير مستهلكا لا يبقي له أثر. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية،زكريا ديوبند جديد ٧/ ٢٤، امدادية ملتان٦/ ١٠، شامي، كراچي ٦/ ٣٤١، زكريا ٩/ ٤٩١، طحطاوي على الدر، كوئٹه ٤/ ١٧٢)

اس کو مبسوط سرخسی میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

ولو أن جدياً غذى بلبن خنزير، فلابأس بأكله؛ لأنه لم يتغير لحمه، وماغذى به صار مستهلكا، ولم يبق له أثر وعلى هذا نقول: لابأس بأكل الدجاجة، وإن كانت تقع على الجيف. (مبسوط سرخسي، دارالكتب العلمية بيروت ١١/ ٢٥٥)

اور فتاوی تاتارخانیہ میں اس طرح کے الفاظ سے منقول ہے۔

إذا أربي الجدي بلبن الخنزير لا بأس به، قال معناه إذا اعتلف أياما بعد ذلک كالجلالة. (تاتارخانية، زكريا ١٨/ ١٤٠، رقم:٢٨٢٩٣)

اور مبسوط میں یہ عبارت بھی مذکور ہے۔

والأصح أنها تحبس إلى أن تزول الرائحة المنتنة عنها؛ لأن الحرمة؛ لذلک وهو شي محسوس ولا يتقدر بالزمان لاختلاف الحيوانات في ذلک فيصار ذلک إلى اعتبار زوال المضر، فإذا زال بالعلف الطاهر حل تناوله. (مبسوط سرخسي، دارالكتب العلمية بيروت ١١/ ٢٥٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۹۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۳/۱۴۳۶ھ

ناپاک اور پاک چارا دونوں کھانے والے جانور کا حکم

سوال [۱۰۷۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو حلال جانور پاک اور ناپاک دونوں طرح کی غذا کھاتا ہو، مثلاً مرغ ہے، وہ پاک چارا کھاتا ہو اور انسان کی غلاظت بھی کھاتا ہو، خاص طور پر دیہاتوں میں جو آزاد پھرتا ہے، وہ انسان کی گندگی کھاتا ہے، کیا ایسے آزاد مرغ جو انسان کی گندگی بھی کھاتا ہو، اس کو بندر کھے بغیر فوری طور پر ذبح کر کے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ریحان، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا مرغ یا چوپایا جس کی غذا کا مدار صرف نجاست کھانے پر نہیں ہے؛ بلکہ پاک اور صاف ستھرا چارا بھی کھاتا ہے اور انسان کی گندگی بھی کھاتا ہے اور گندگی کھانے کی وجہ سے اس کے جسم اور گوشت سے بدبو ظاہر نہیں ہوتی ہے، تو اس کو بند رکھے بغیر ذبح کر کے کھانا بلا کراہت جائز اور درست ہے؛ اس لئے کہ وہ جلالہ کے حکم کے دائرہ میں داخل نہیں ہے، اس کو امام زیلعیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے:

أما التي تخلط بأن تتناول النجاسة والجيف، وتتناول غيرها على وجه لا يظهر أثر ذلک في لحمها، فلا بأس به ولهذا يحل أكل لحم جدي غذي بلبن الخنزير؛ لأن لحمه لا يتغير و ماغذى به يصير مستهلكا لا يبقى له أثر وعلى هذا قالوا: لا بأس بأكل الدجاج؛ لأنه يخلط و لا يتغير لحمه. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، زكريا ٧/ ٢٤، امدادية ملتان ٦/ ١٠)

اس کو مبسوط سرخسی میں مزید واضح الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

ولو أن جدياً غذى بلبن خنزير، فلابأس بأكله؛ لأنه لم يتغير لحمه، وما غذي به صار مستهلكا، ولم يبق له أثر وعلى هذا نقول: لابأس بأكل

الدجاجة، وإن كانت تقع على الجيف؛ لأنها تخلط و لايتغير لحمها و لاينتن. (مبسوط سرخسي، دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الصيد ١١/٢٥٥)

اورشامی میں اس کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

لا تكره الدجاجة المخلاة وإن أكلت النجاسة يعنى إذا لم تنتن بها لما تقدم؛ لأنها تخلط و لايتغير لحمها. (شامي، كتاب الذبائح، زكريا ٩/٤٤٥، كراچي ٦/٣٠٦)

اور صاحب بدائع نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے :

لايكره أكل الدجاجة المخلي، وإن كان يتناول النجاسة؛ لأنه لايغلب عليه أكل النجاسة؛ بل يخلطها بغيرها، وهو الحب ذا و ذا. وقوله: ولهذا إذا خلطت لا يكره و إن وجد تناول النجاسة؛ لأنها لا تنتن فدل أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة. (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح والصيود، زكريا ٤/١٥٤، كراچي ٥/٤٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۱۱۹۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۳/۱۵ھ

بکری اور کتا، اسی طرح سور اور بکری کے اختلاط سے پیدا شدہ بچے کا حکم

سوال [۱۰۷۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکری اور کتا اور سور اور بکری سے مل کر جو بچہ پیدا ہوتا ہے، اس بچہ کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس بچہ کی ماں حلال ہے، اس کا بچہ بھی حلال ہے؛ لہٰذا کتا اور بکری سے پیدا ہونے والا اور خنزیر اور بکری سے پیدا ہونے والا بچہ حلال ہوگا،

اس کا گوشت کھانا اوردودھ پینا درست ہے۔

لأن المعتبر في الحل والحرمة الأم فيما تولد من مأكول وغير مأكول. (شامي، كتاب الذبائح، كراچي ٦/٣٠٥، زكريا٩/٤٤٢، تبيين الحقائق، امدادية ملتان ٥/٢٩٥، زكريا ٦/٤٦٨، مجمع الأنهر قديم ٢/٥١٣، جديد دار الكتب العلمية بيروت ٤/١٦١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۴۷۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۳/ ۱۴۱۷ھ

دانہ سے پرورش شدہ مرغیوں کا کھانا

سوال [۱۰۷۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چوزوں (مرغی کے بچوں) کے لئے میلوں میں جو مرغی کے لئے دانہ تیار ہوتا ہے، اس کے اجزاء میں چاول، پالش، مچھلی کی آنت او جھڑی اور خنزیر کی چربی شامل ہوتی ہے، یہ دانہ اگر چوزوں کو کھلایا جائے، تو بہت تیز پرورش ہوتی ہے اور بچہ چالیس دن میں ڈیڑھ کلو کا ہوجاتا ہے؛ لہٰذا معلوم یہ کرنا ہے کہ جو چوزے اس مرغی دانہ سے پرورش پاتے ہیں، ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دوسری بات یہ معلوم کرنا ہے کہ خود اس دانہ کا چوزوں کو کھلانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: حاجی محمد خلیل ٹانڈہ بادلی، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ان چوزوں کا جن کی پرورش مذکورہ دانہ سے ہوئی ہے، کھانا حلال ہے؛ البتہ ذبح سے پہلے چند روز حلال چارہ کھلایا جائے، تو بہتر ہے۔

(مستفاد: امداد الفتاوی ۴/ ۱۰۵، احسن الفتاوی ۸/ ۱۲۶- ۷/ ۴۰۸)

لو علفها علفا حراما لم يحرم لبنها و لحمها، وإن كان الورع الترک. (الأشباه والنظائر ص:١٥٧)

والجدي إذا كان يربي بلبن الأتان والخنزير، إن اعتلف أياما فلابأس لأنه بمنزلة الجلالة–والجلالة إذ احتسبت أياما فعلفت لا بأس بها. (هندية، كتاب الذبائح، الباب الثاني، جديد زكريا ٥/٣٣٤، وعلى هامش الهندية، زكريا قديم ٥/٢٩٠، شامي، زكريا٩/٤٩٢، كراچي ٦/٣٤١)

(۲) یہ دیکھا جائے کہ اس دانہ میں حلال اشیاء غالب ہیں یا حرام؟ اگر حلال غالب ہیں، تو پھر یہ دانہ چوزوں کو کھلانا جائز ہے، اور اگر حرام غالب ہوں، تو پھر چوزوں کو یہ دانہ کھلانا جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاوی ۱/۷۶۱)

إنما حرام عليكم الميتة، والدم، ولحم الخنزير. [بقره: ١٧٣]

بخلاف الودک أي دهن الميتة؛ لأنه جزئها فلا يكون مالاً......وكذا الانتفاع به. (شامي، زكريا ٧/٢٦٦، كراچي ٥/٧٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۷۱۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۳/۱۴۲۲ھ

انسان کے براز کھانے والے مرغ کا حکم

سوال [۱۰۷۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیہاتوں میں جو مرغیاں صبح صبح انسان کا براز کھایا کرتی ہیں، ایسی مرغیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دیہاتوں میں جو مرغیاں صبح صبح انسان کا براز کھاتی ہیں، ان کو ذبح کرکے کھانا اس وقت تک جائز ہے، جب تک ان کے گوشت کے اندر

نجاست کا اثر بدبو وغیرہ ظاہر نہ ہو جائے اور اگر گوشت میں بدبو ظاہر ہونے لگے، تو جلالہ کے حکم میں ہو جائیں گی اور انہیں ۳؍دن تک پاک غذا کھلانے کے بعد ان سے کراہت ختم ہو سکتی ہے۔

لایکره أکل الدجاجة المخلي، وإن کان یتناول النجاسة؛ لأنه لایغلب علیه أکل النجاسة؛ بل یخلطها بغیرها. (هندیة، کتاب الذبائح، الباب الثاني في بیان مایؤکل لحمه وما لا یؤکل جدید زکریا ٥/٣٣٤،وعلی هامش الهندیة، زکریا قدیم ٥/٢٩٠)

أما الدجاجة المخلاة، فلابأس بأکلها؛ لأنها تخلط بین العذرة وغیرها. (الولوالجیة، مکتبه دار الإیمان سهارنپور ٣/٥٦)

لابأس بأکل الدجاج؛ لأنها تخلط ولایتغیر لحمه. (البحر الرائق، زکریا٨/٣٣٥، کراچي٨/١٨٣)

لابأس بأکل الدجاج؛ لأنها یخلط ولایتغیر لحمه. (شامي، کراچي ٦/٣٤١، زکریا ٩/٤٩١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۴۰۹/۴۰)

ابھی ابھی انسان کا براز جس مرغ نے کھایا اس کا حکم؟

سوال [١٠٧٨٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرغ اگر مخلوط غذا کھائے، تو وہ بلا کراہت حلال ہے، تو سوال یہ ہے کہ مرغ کی غذا ناپاک تو نہیں؟ لیکن اس نے ابھی ابھی انسان کا براز کھایا ہے، اب اس کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرغ نے ابھی ابھی انسان کا براز کھایا ہے،

تو نجاست اس کے بدن میں سرایت کرنے سے پہلے یعنی ایک گھنٹے میں ذبح کر کے کھانے میں کوئی کراہت نہیں۔ اور اگر یہ اندازہ ہو کہ نجاست اس کے گوشت میں سرایت کرگئی ہے، تو اس صورت میں اس کا کھانا مکروہ ہے، بلا کراہت کھانے کی صورت یہ ہے کہ ۳/ دن تک اس کو صاف غذا کھلائی جائے۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۱۵/۴۵۲)

ولو سقیٰ ما یؤکل لحمه خمراً، فذبح من ساعته حل أکله، ویُکره. (شامي، کتاب الحظر الإباحة، کراچي ۶/ ۳۴۱، شامي، زکریا ۹/ ۴۹۲)

والشاة، والإبل، إذا سقیٰ خمراً، فذُبحت من ساعتها حل أکلها. (خانية جدید زکریا ۳/ ۲۵۴، وعلی هامش الهندیة، زکریا ۳/ ۳۵۹)

عن محمدؒ في الناقة، والشاة، والبقرة الجلالات أنها إنما تکون جلالة إذا أنتنت وتغیرت ووجد منها ریح منتنة، والحکم متعلق بالنتن وهذا یدل علی أن العبرة للنتن لا لتناول النجاسة. (الموسوعة الفقهية الکویتیة ۵/ ۱۴۹، بدائع الصنائع، زکریا ۶/ ۱۵۴)

و في التجنیس: إذا کان علیها نجاسة تحبس الدجاجة ثلاثة أیام. (شامي، کراچي ۶/ ۳۰۶، زکریا ۹/ ۴۴۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۰۲)

عام غذا دانہ وغیرہ ہوں اور ساتھ میں خنزیر کے اجزاء بھی کھلائے تو کیا حکم؟

سوال [۱۰۷۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرغی پالن میں جو غذا کھلائی جاتی ہے، ان غذاؤں میں خنزیر کے اجزاء بھی ہوتے ہیں، تو اس صورت میں اس سے پرورش شدہ مرغیوں کے بارے میں حکم شرعی کیا ہے؟ وہ حلال ہیں یا حرام؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرخنزیر کے اجزاء بعینہ باقی ہوں اور وہی مرغیوں کو کھلایا جاتا ہے، تو اگر دیگر پاک غذا زیادہ مقدار میں ہوں اور یہ ناپاک غذا کم ہو تو جلالہ کے حکم میں نہ ہوں گے اور مرغی پالن میں جن مرغیوں کی عام غذا دانہ وغیرہ ہوں اوران کے ساتھ میں خنزیر کے اجزاء بھی بطور غذا دیتے ہوں، تو ایسے مرغوں اور مرغیوں کا کھانا بلاکراہت حلال اور درست ہے؛ اس لئے کہ عام غذا پاک ہے۔

إذا خلط بين أكل العذرة وغيرها ليست بجلالة يحل أكله. أما الدجاجة المخلاة فلا بأس بأكلها؛ لأنها تخلط بين العذرة وغيرها.

(الولوالجية، دارالإيمان سهارن پور ۳/ ۵٦)

لا بأس بأكل الدجاجة؛ لأنها تخلط ولا يتغير لحمه. (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، زكريا ۸/ ۳۳۵، كوئٹه ۸/ ۱۸۳)

لايكره أكل الدجاجة المخلي، وإن كان يتناول النجاسة؛ لأنه لايغلب عليه أكل النجاسة؛ بل يخلطها بغيرها، وهو الحب (بدائع الصنائع، كتاب الذبائح والصيود، زكريا ٤/ ١٥٤، كراچي ٥/ ٤٠) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۳۸۴)

(۱۱) باب الانتفاع بالحیوانات

گائے کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۷۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گائے کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ان جگہوں پر جہاں حکومت کی طرف سے پابندی ہو، جیسا کہ چند دن پہلے دار العلوم دیو بند سے عدم جواز کا فتویٰ جاری ہوا تھا۔

المستفتی: محمد آفتاب عالم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان میں گائے، بیل شریعت اسلامیہ کی رو سے بلاتر دد جائز اور حلال ہیں؛ البتہ جن علاقوں میں گائے ذبح کرنا قانوناً جرم ہے، ان علاقوں کے مسلمانوں کو گائے ذبح کر کے اپنی جان ومال کو خطرہ میں ڈالنے سے احتراز کرنا چاہئے؛ اس لئے کہ شریعت کا یہ بھی حکم ہے کہ تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو اور دار العلوم دیو بند سے عدم جواز کے فتویٰ کے متعلق جو بات لکھی گئی ہے، وہ صرف اخبار ومیڈیا کی بات ہے، دار العلوم دیو بند کا فتویٰ براہ راست دیکھ لینا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَة . [البقرۃ: ۱۹۵]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۲۳۵)

ولادت کے فوراً بعد گائے کے دودھ کا حکم

سوال[۱۰۷۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گائے، بھینس جب بچہ جنتی ہے، تو اس کے بعد دوسرے دن یا تیسرے دن اس گائے کا گاڑھا دودھ دوہ کر کھیس پکاتے ہیں، کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بھینس یا گائے کے بچہ دینے کے بعد جو موٹا دودھ ہوتا ہے، اس کا استعمال کرنا شرعاً جائز اور درست ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

(مستفاد: فتاویٰ رحیمیہ قدیم ۳/۳۰۴، جدید زکریا ۱۰/۱۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۷/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۶۸۳)	۱۴۲۳/۶/۸ھ

انجکشن کے ذریعہ جانوروں سے دودھ حاصل کرنا

سوال [۱۰۷۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گائے کئی سال کی ہوگئی، مگر حاملہ نہیں ہوتی ہے، ایک ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ میں دوائیوں اور انجکشنوں کے ذریعہ بغیر بچہ دیئے دودھ دیتی کردوں گا، دس کیلو دودھ دیا کریگی، تو کیا اس طریقہ سے جانور سے دودھ لیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: محمد یونس احمد، گڈھ پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انجکشن کے ذریعہ دودھ حاصل کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے؛ کیونکہ آج کل اکثر جانور انجکشن کے بعد ہی دودھ دیتے ہیں؛ لہٰذا شرعاً جائز ہوگا۔

(مستفاد: امداد الفتاوی ۶۲/۴ ۲، محمودیہ قدیم ۳۱۴/۱۷، ڈابھیل ۲۴۶/۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۷۴۰/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۶/۴/۱۴۱۷ھ

انجکشن کے ذریعہ بھینس کا دودھ نکالنا

سوال [۱۰۷۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انجکشن کے ذریعہ بھینس کا دودھ نکالنا کیسا ہے؟ جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ فعل بھینس کے ساتھ ظلم ہے، شریعت کی رو سے اس کا جواب مرحمت فرمادیجئے۔

المستفتی: حافظ رئیس احمد، شیر کوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: انجکشن کے ذریعہ بھینس کا دودھ نکالنا جائز ہے اور اس انجکشن سے بھینس کو ایسی تکلیف نہیں ہوتی، جس کو ظلم کہا جائے؛ بلکہ اس کے اعضاء کو ڈھیلے کرنے کے لئے یہ انجکشن لگایا جاتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲۱۸/۵، ڈابھیل ۲۴۴/۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/جمادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۹۲۸/۳۲)

جرسی گائے کا دودھ اور گوشت کھانا

سوال [۱۰۷۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جرسی گائے کا دودھ اور گوشت کھانا کیسا ہے؟ جرسی گائے کی نسل کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

المستفتی: محمد شمس الحق، مدھے پور، بھاگل پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جرسی گائے کا دودھ اور گوشت کھانا درست ہے۔

(مستفاد: فتوی محمودیہ قدیم ۱۷/ ۲۹، ڈابھیل ۱۸/ ۲۴۸)

واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة......إنما تثبت الحرمة بعارض نص مطلق، أو خبر مروي، فما لم يوجد شيئ من الدلائل المحرمة، فهي على الإباحة. (مجمع الأنهر، كتاب الأشربه، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٤٤، مصري قديم ٢/ ٥٦٨)

اوراس کی نسل کی ابتداء کے بارے میں ہمیں معلومات نہیں ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۶۱۲)

امریکن گائے کے دودھ کا حکم

سوال [۱۰۷۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امریکن گائے کے مادہ کے بارے میں سنا ہے کہ خنزیر سے لیا گیا ہے۔ نیز آواز اور شکل سے مشابہت بھی رکھتی ہے، تو اس کے دودھ گوشت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالقادر، قاسمی، خادم مدرسہ ضیاء العلوم، کرتپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امریکن گائے کا دودھ اور اس کا گوشت استعمال کرنا بلا شبہ حلال وجائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷/ ۲۹، ڈابھیل ۱۸/ ۲۴۸)

والمتولد بين الأهلي والوحشي يتبع الأم (در مختار) تحته في الشامية: تبعاً للهداية وغيرها، قال في البدائع: فلو نزا ثور وحشي على بقرة أهلية، فولدت ولداً يضحىٰ به دون العكس؛ لأنه ينفصل عن الأم وهو

حيوان متقوم تتعلق به الأحكام. (شامي، كتاب الأضحية، زكريا ۹/٤٦٦، كراچي ٦/٤٦٦، هداية، اشرفي ديوبند ٤/٤٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵؍ ۶۶۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱؍۵؍۱۴۲۱ھ

امریکن گائے کا دودھ اور گوشت حلال ہے؟

سوال [۱۰۷۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امریکن گائے کا دودھ پینا حرام ہے یا حلال ہے؟ میرے گاؤں میں یہ بات مشہور ہے کہ امریکن گائے کو انجکشن کے ذریعہ حمل ٹھہرایا جاتا ہے، پھر اس سے اولاد پیدا ہوتی ہے، اسی طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے، تو ایسی گائے کا دودھ پینا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد قاسم گوجر، بھوانی پور، ادھم سنگھ نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: امریکن گائے کا دودھ اور گوشت حلال ہے۔

والمتولد بين الأهلي والوحشي يتبع الأم (در مختار) قال في البدائع: فلو نزا ثور وحشي على بقرة أهلية، فولدت ولداً يضحىٰ به دون العكس؛ لأنه ينفصل عن الأم وهو حيوان متقوم تتعلق به الأحكام ومن الأب ماء مهين ولذا يتبع الأم في الرق والحرمة.

(شامي، كتاب الأضحية، زكريا ۹/٤٦٦، كراچي ٦/٤٦٦، هداية، اشرفي ديوبند ٤/٤٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵؍ ۶۶۹۶)

مری ہوئی مرغی کا انڈا

سوال[۱۰۷۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی مرغی یا بطخ مرجائے، تو اس کے اندر کے انڈے کو نکال کر استعمال کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد عبد الجلیل، بردوانی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مری ہوئی مرغی یا بطخ کے پیٹ سے نکالے ہوئے صحیح وسالم انڈے کا استعمال درست ہے۔ (مستفا: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۵۶/۵، ڈابھیل ۲۳۶/۱۸)

البيضة إذا خرجت من دجاجة ميتة أكلت. (فتاوى عالمگيري، الباب الحادي عشر في الكراهية في الأكل، زكريا جديد ۳۹۲/۵، قديم ۳۳۹/۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۷۲۴۷)

جس مرغی کا مرغے کے ساتھ اختلاط نہ ہوا ہو اس کا انڈا

سوال [۱۰۷۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسی مرغی جس کا مرغے کے ساتھ اختلاط نہ ہوا ہو، اس کا انڈا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس مرغی کا مرغے کے ساتھ اختلاط نہ ہوا ہو، اس کا انڈا کھانا بلا کراہت جائز ہے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

واعلم أن الأصل في الأشياء كلها سوى الفروج الإباحة......إنما

تثبت الحرمة بعارض نص مطلق، أو خبر مروي، فما لم يوجد شيئ من الدلائل المحرمة، فهي على الإباحة. (مجمع الأنهر، كتاب الأشربه، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٢٤٤، مصري قديم ٢/٥٦٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱؍۴۰۹۷)

کتیا کا دودھ پینے والے گائے کے بچے کے گوشت کا حکم

سوال [۱۰۷۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے یہاں پر ایک گائے کا بچہ پل رہا ہے، جو کہ لگ بھگ ڈیڑھ سال کا ہے، ابھی کوئی چار مہینے پہلے میرے لڑکوں نے اس گائے کے بچہ کو کسی کتیا کا دودھ پیتے ہوئے دیکھا ہے؛ لیکن میں نے آج تک نہیں دیکھا؛ جبکہ میں خود ہی اس کو کھولتا باندھتا ہوں۔

اب آپ مسئلہ کو بغور پڑھ کر شرع کی رو سے یہ بتانے کی زحمت گوارہ فرمائیں کہ اس گائے کے بچے کو میں کاٹ کر یعنی ذبح کر کے اپنے کھانے کے صرف میں لا سکتا ہوں یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب سے نوازکر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں مہربانی ہوگی۔

المستفتی: محمد یعقوب قریشی، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں درج شدہ گائے کے بچہ کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا بلا کراہت حلال رہے گا۔

ولهذا يحل أكل لحم جدي تغذي بلبن الخنزير؛ لأن لحمه لا يتغير وما غذي به صار مستهلكاً لا يبقي له أثر. (تبيين الحقائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، زكريا ٧/٢٤، امدادية ملتان ٦/١٠، البحر الرائق، كتاب الكراهية،

فصل في الأكل والشرب، کوئٹہ ۸/۱۸۲، زکریا ۸/۳۳۵، بزازیة، زکریا جدید ۳/۱٦٤، وعلی هامش الهندیة، زکریا ۳/۳۰۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ رجمادی الثانیہ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۷۲۲)

جس گائے سے زنا کیا گیا، تو اس کو کیا کیا جائے

سوال [۱۰۷۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ براہین و دلائل شرعیہ فقہ حنفی کے مطابق تحریر فرما کر مشکور وممنون فرمائیں عین کرم ہوگا۔

زید نے بکر کی گائے کیساتھ زنا کیا، بکر نے محلّہ والوں سے کہا، محلّہ والوں نے ایک مولانا کے پاس مسئلہ معلوم کرنے کو بھیج دیا، مولانا نے مسئلہ یہ دیا کہ زانی سے گائے کی قیمت اوراوپر سے جرمانہ لیا جائے ،اور گائے کو ذبح کر کے دفن اسی زانی سے کرایا جائے، چنانچہ اسی طریقہ سے محلّہ والوں نے قیمت اوراوپر سے جرمانہ لیا اور مولانا کے کہنے پر عمل کیا، آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس گائے کو ذبح کر کے دفن کیوں کیا گیا؟ اس کا گوشت کیوں نہیں کھایا گیا؟ اوراگر اس کا گوشت کھانا حرام اور بیچنا بھی حرام، تو زانی سے قیمت لینا جرمانہ لینا یہ بھی تو بیچنا ہوا یا نہیں؟ اور گائے کی قیمت نہیں ملے گی، تو گائے والے کو نقصان ہو رہا ہے اب کیا کرنا ہے؟

المستفتی: عبدالصمد، محلّہ بلاسپور گیٹ، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صرف گائے کی قیمت وصول کرنا درست ہے اوراوپر سے جرمانہ مالی لینا جائز نہیں ہے۔

عن أبي حمید الساعديؓ، أن رسول اللہ صلی اللہ علیة وسلم قال: لا یحل

لامري أن يأخذ مال أخيه بغير حقه و ذلک لما حرم الله مال المسلم على المسلم.

(مسند أحمد بن حنبل٥/ ٤٢٥، رقم:٣٤٠٠٣)

اور جو جرمانہ لیا گیا ہے، اس کا واپس کرنا ضروری ہے اور گائے کے جلانے کا جو حکم ہے، وہ صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کا گوشت کھاتے وقت واقعہ یاد آنے کی وجہ سے طبیعت میں سخت قسم کی کراہت پیدا ہوسکتی ہے، ورنہ فی نفسہ گائے مذکور کا گوشت شرعاً حرام نہیں ہے۔ نیز اس کو ایسی جگہ لیجا کر فروخت کر دینا بھی جائز ہے کہ جہاں کے لوگوں کو اس واقعہ کی اطلاع نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۳۵۴/۶، ڈابھیل ۳۸۲/۱۷)

وتذبح ثم تحرق أي لقطع امتداد التحدث به كلما رؤيت وليس بواجب (وقوله) يطالب لصاحبها أن يدفعها إليه بالقيمة......والظاهر لا يجبر على دفعها. (شامي، الحدود، مطب في وطء الدابة، زكريا ٦/ ٣٦، كراچي ٤/ ٢٦، الموسوعة الفقهية الكويتية٢/ ١٢٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶۴۷/۲۷)

بکری کا وہ بچہ جس کا سر کتے اور بقیہ دھڑ بکری کی طرح ہو اس کا کھانا

سوال [۱۰۷۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکری نے بچہ جنا جس کا سر کتے اور دھڑ بکری کا ہے، تو کیا اس کا کھانا، قربانی دینا جائز ہے؟

المتولد من الحيوان تعتبر إلا في الحرمة والحل کے مطابق جائز ہونا چاہئے؛ جبکہ اس کا رئیس الاعضاء حرام جانور کا ہے، مفصل و مدلل تشفی بخش جواب درج فرمائیں؛ کیونکہ یہاں فالف گروپ کے علماء نے مثلاً رضا خانی، غیر مقلد نے جواب دینے

سے عجز کا اظہار کردیا ہے، بالآخر وہ لوگ میرے پاس آئے؛ لیکن کسی بھی فتاوی کے کتب میں مجھے تسلی بخش جواب نہ مل سکا؛ لہٰذا ان باتوں کوملحوظ خاطر رکھ کر جواب ثبت فرمائیں۔

المستفتی: اسرارالحق، قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بکری کا وہ بچہ جس کا سر کتے اور بقیہ دھڑ بکری کی طرح ہے، اس کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ بچہ گوشت کھاتا ہے یا زبان سے پانی پیتا ہے، یا کتے کی طرح آواز کرتا ہے، تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے۔ اور اگر گھاس کھاتا ہے، یا پانی منہ سے پیتا ہے، یا بکری کی طرح آواز کرتا ہے، تو پھر کھانا حلال ہے اور اگر بچے میں دونوں طرح کی صفت ہے، تو اس کے سامنے پانی رکھا جائے گا، تو اگر بکری کی طرح پیتا ہے، تو اس کا کھانا اور قربانی کرنا دونوں حلال ہے اور اگر کتے کی طرح زبان سے پانی پیتا ہے، تو اس کا کھانا اور قربانی دونوں ناجائز ہے۔

فجاء ها نتاج له رأس ككلب فينظر، فإن أكلت لحماً، فكلب جميعها، وإن أكلت تبناً فذا الرأس يبتر و يؤكل باقيها وإن أكلت لذا، وذا فاضر بنها والصياح يخبر، وإن أشكلت بأن نبح كالكب وثغاً كالعنز أي فإن نبح لا يؤكل وإن ثغا يرى رأسه ويؤكل الباقي، وظاهر كلامه أن اعتبار هذه الأمور على هذا الترتيب فبعد وضوحٍ علامة الأكل لا يعتبر الصياح مطلقاً وبعد وضوح علامة الصياح لا يعتبر ما في الجوف مطلقاً وعليه فإذا أكل لحماً وثغاً، أو ظهر له كرش لا يؤكل وإذا أكل تبناو نبح، أوظهر له أمعاء يؤكل. (الدر مع الرد، كتاب الذبائح، زكريا ٩/٤٥١، كراچي ٦/٣١١)

شاة ولدت ولداً بصورة الكلب فأشكل أمره، فإن صاح مثل الكلب لا يؤكل وإن صاح مثل الشاة يؤكل وإن صاح مثلهما يوضع الماء بين يديه إن شرب باللسان لا يؤكل؛ لأنه كلب و إن شرب بالفم يؤكل؛ لأنه شاة،

وإن شرب بهما يوضع التبن واللحم قبله إن أكل التبن يؤكل؛ لأنه شاة، وإن أكل اللحم لا يؤكل وإن أكلهما جميعًا بذبح ان خرج الأمعاء لايؤكل وان خرج الكرش يؤكل. (عـالمگيري، الباب الثالث في المتفرقات، زكريا قديم ٥/ ٢٩٠، جديد ٥/٣٣٥، المسوعة الفقهية الكويتية ٤٥/ ٢١٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴ر ۵۹۴۳)

حلال جانوروں کے خصیتین کا کھانا

سوال [۱۰۸۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خصیتین میں بڑی طاقت ہوتی ہے، تو طاقت کے ارادے سے ان کا کھانا بلا کراہت حلال ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خصیتین کا کھانا احناف کے یہاں مکروہ تنزیہی ہے، حنفیہ کے یہاں حلال جانوروں کے سات اعضاء کا کھانا ممنوع ہے:

۱. دم مسفوح ۲. ذکر ۳. خصیتین ۴. قبل ۵. غدود ۶. مثانہ ۷. پتّہ۔

ان سات میں سے دم مسفوح حرام ہے، جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے اور مثانہ، غدود، پتہ، بچہ دانی، کا کھانا مکروہ تحریمی اور خصیتین کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور ذَکر میں کراہت تحریمی اور تنزیہی دونوں کا احتمال ہے۔ عرب کے لوگ خصیتین بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔

عن مجاهد أن النبي صلى الله عليه وسلم كره من الشاة سبعًا: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيين، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة.

(مراسيل أبو داؤد ص:١٩، مصنف عبد الرزاق، المجلس العلمي ٤/٥٣٥، رقم: ٨٧٧١، اعلاء السنن١٧/١٣٠)

وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان، سبعةٌ: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة. (هندية، كتاب الذبائح، الباب الثالث في المتفرقات، زكريا قديم ٥/٢٩٠، جديد ٥/٣٣٥)

ويكره من الشاة الحيا، والخصية، والمثانة، والذكر، والغدة، والمرارة، والدم المسفوح للأثر الوارد في كراهة ذلك. (مجمع الأنهر، كتاب الخنثیٰ، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٤٨٩، مصري قديم ٢/٧٤٣)

إذا ما ذكيت شاة فكلها — سوى سبع ففيهن الوبال

فحاء، ثم خاء، ثم غين — ودال، ثم ميمان و ذال

(در مختار، كتاب الخنثیٰ، كراچي ٦/٧٥٠ زكريا ١٠/٤٧٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۳۱۷)

بکرے کے خصیوں کو دوا کے طور پر استعمال کرنا

سوال [۱۰۸۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکرے کے خصیوں کا کیا حکم ہے؟ اس کو دوا کے طور پر استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ دوسری دوا کم اثر اور فائدہ رکھنے والی موجود ہو، ہومیو پیتھ کی دوائیوں میں شراب کا محلول ملایا جاتا ہے، اور یہ طریقۂ علاج جائز ہے؟

المستفتی: ابوالخیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بکرے کا خصیہ اسی طرح دیگر حلال جانوروں کا خصیہ

حنفیہ کے نزدیک حلال نہیں ہے؛ بلکہ مکروہ ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/۳۵۷، ڈابھیل ۲۹۸/۷)

اور شیٔ مکروہ کو علاج کے طور پر استعمال کرنا حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق جائز ہے اور اسی پر حنفیہ کا فتوی ہے۔

وفي النوازل رجل أدخل المرارة في أصابعه للتداوي. قال أبو حنيفةؒ يكره، وقال أبو يوسفؒ يجوز والفقيه أبو الليث اختار قول أبي يوسفؒ.

(البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع، زكريا ٣٧٦/٨، كوئٹه ٢٠٥/٨، هندية، زكريا قديم ٣٥٦/٥، جديد ٤١١/٥)

ہومیو پیتھک کی دواؤں میں شراب کا محلول جس کو الکحل کہا جاتا ہے ملایا جاتا ہے، ضرورت کی بنا پر ان کا استعمال جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱۲۵، بہشتی زیور ۱۰۲/۹)

وقال محمدؒ ما أسكر كثيره، فقليله حرام، أقول أن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد، فلا يحرم قليلها؛ بل كثيرها المسكر.

(شامي، كتاب الأشربة، زكريا ٣٨/١٠، كراچي ٤٥٥/٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۷۶۴۳/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۹ھ

چھوٹی مچھلی کو آلائش سمیت بھون کر کھانا

سوال [۱۰۸۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چھوٹی مچھلی جو کہ ایک بالشت سے کم ہو پیٹ چاک کئے بغیر صرف دھو کر یا پکا کر بھون کر کھایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ یا اس چھوٹی مچھلی کو بغیر آلائش نکالے بھون کر یا پکا کر استعمال کرنا درست ہے یا نہیں یا چھوٹی بڑی مچھلی کے درمیان فرق ہے؟، برائے مہربانی وضاحت کے ساتھ مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد جابر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مچھلی کو آلائش سمیت بھون لیا گیا یا پکا لیا گیا، تو ایسی صورت میں مچھلی ناپاک نہ ہوگی؛ اس لئے کہ مچھلی اور دیگر حیوان مائی کا کوئی جز ناپاک نہیں ہے؛ لیکن آلائش کے بعض اجزاء مضر ہوتے ہیں؛ اس لئے بھنی ہوئی مچھلیسے آلائش نکال کر کھانا جائز ہے؛ لیکن آلائش کے ساتھ کھانا حرام ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۱/۷۹، ۴/۱۰۴، فتاوی محمودیہ قدیم ۱۲/۷ ۳۹، جدید ڈابھیل ۱۸/۲۰۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/۳۴۵۸)

مرغ یا بطخ کی کھال کھانا

سوال [۱۰۸۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرغ یا بطخ کے چرم کا کھانا باعتبار شرع کیسا ہے؟

المستفتی: بشیر احمد قاسمی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرغ یا بطخ کی کھال کھانا جائز ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۷/۵۲۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۷۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۳/۱۴۱۷ھ

مرغ یا بطخ ذبح کرنے کے بعد بال ختم کرنے کے لئے گرم پانی میں ڈالنا

سوال [۱۰۸۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مرغ یا بطخ کو ذبح کرنے کے بعد اس کے بال ختم کرنے کے لئے گرم پانی میں ڈالنا کیسا ہے؟

المستفتی: بشیر احمد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرغ یا بطخ کو ذبح کرنے کے بعد اگر اس کے بال و پر صاف کرنے کی غرض سے کھولتے ہوئے پانی میں ایک یا ڈیڑھ منٹ تک چھوڑ دیا جائے، تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ اتنی دیر میں اندرونی نجاست کا اثر گوشت میں آجاتا ہے، اور اگر گرم پانی میں ڈالتے ہی فوراً نکال لیا جائے کہ گرمی کا اثر اندر تک نہ پہونچ سکے تو حلال ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۵۹/۵، ڈابھیل ۸۴/۱۸، ایضاح المسائل ۱۸)

ولایترک فیہ إلا مقدار ماتصل الحرارۃ إلی ظاہر الجلد؛ لتنحل مسام الصوف. (شامي، باب الأنجاس، مطلب في تطهیر الدهن والعسل، زکریا ۵٤٤/۱، کراچي ۳۳٤/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۷۲۳/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۳/۱۳ھ

مرغی ذبح کر کے گرم پانی میں ڈالنا

سوال [۱۰۸۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرغی کو گرم پانی میں ڈال کر پَرا تار کر کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مرغی کو ذبح کر کے کھولتے ہوئے پانی میں اگر ایک ڈیڑھ منٹ تک چھوڑ دیا گیا، اسی طرح اگر پروں کو جلا دیا گیا، اور اتنی دیر جلایا گیا کہ آگ

کا اثر غلاظت میں پہونچ کر پھر غلاظت گھل کر اس کا اثر گوشت میں گھلگیا، تو اس کا کھانا جائز نہیں؛ لیکن اگر اتنی دیر جلایا نہیں گیا کہ جس سے غلاظت گھل کر اس کے اثرات گوشت میں منتقل ہوسکیں تو اس کا کھانا جائز ہے؛ لہٰذا مذکورہ کھانے میں مرغ کا جو گوشت کھایا گیا ہے، اگر وہ ایسا مرغ ہے، جس کو اتنی دیر جلایا نہیں گیا کہ اس کی غلاظت بھی گھل کر اس کے اثرات گوشت میں منتقل ہوسکیں تو اس کو کھانا جائز ہے اور جنہوں نے کھایا ہے، ان پر کوئی ملامت نہیں؛ اس لئے گوشت تیار کرنے والوں سے اس کی تفصیل معلوم کرلی جائے، تاکہ آئندہ جواز اور عدم جواز دونوں پہلو سامنے آجائیں۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ١٨)

وفي الشامية: وكذا دجاجة قال في الفتح: انها لا تطهر أبداً(الى قوله تشربها النجاسة بواسطة الغليان و لايترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلي ظاهر الجلد. (شامي، باب الأنجاس، مطلب في تطهير الدهن، والعسل، زكريا ١/ ٥٤٤، كراچي ١/ ٣٣٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٧ر محرم الحرام ١٤٢١ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٣٤ ر ٦٤٣٧)

جس مرغی کو ذبح کرکے گرم پانی میں ڈالدیا جائے اس کا کھانا

سوال [١٠٨٠٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسلم تاجر جو مرغی کا گوشت فروخت کرتا ہے، مرغی کو ذبح کرتے ہی فوراً کھولتے ہوئے پانی میں ڈبودیتا ہے تاکہ بال و پر آسانی سے نکل جائیں، ایسی مرغی کا کھانا کیسا ہے؟ عوام کیا خواص بھی اس سے نابلد وناآشنا ہیں، ہر طرف یہی طریقہ چل رہا ہے، عوام وخواص کہتے ہیں کہ اس کے حرام وناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے؟

المستفتی: سید عبد الغفور، پربھنی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگراتنی دیرگرم پانی میں ڈال کرچھوڑ دیا جائے کہ جتنی دیرمیں اندرکی نجاست کے اثرات گوشت میں منتقل ہوسکتے ہیں،تواس کا کھاناجائزنہیں ہے اوراگرنجاست کےاثرات گوشت میں منتقل ہونے سےقبل نکال لیاجائے،تواس کا کھاناجائزہے۔ (مستفاد:ایضاح المسائل ۱۸)

لكن العلة المذكورة لا تثبت مالم يمكث اللحم بعد الغليان زمانا يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم. (شامي، باب الأنجاس، مطلب في تطهير الدهن و العسل، زكريا ١/٥٤٤، كراچي ١/٣٣٤)

تجربہ کار لوگوں سے معلوم ہوا کہ اتنی جلدی نکال لیا جاتا ہے، کہ اتنی دیر میں نجاست کے اثرات گوشت میں نہیں پہونچ پاتے ہیں، اگر واقعۃ ایسا ہےتو ایسے مرغ کا کھانا بلا شبہ حلال ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۲رشوال المکرّم ۱۴۱۵ھ	احقرمحمدسلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر:الف ۳۱/۴۱۷/۴۱۷)	۱۴۱۵/۱۰/۱۲ھ

جس کھانے میں خنزیر کے بال نکل آئیں وہ حلال ہے یاحرام؟

سوال[۱۰۸۰۷]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اکثر تقریبات میں دیگ وغیرہ میں خنزیر کے بال نکل آتے ہیں ایسی صورت میں جس کے سامنے یہ بال آجائیں، اس کو کھانا کھانا چاہئے یا نہیں؟ اور دوسرے لوگوں کو بھی کھانا کھانے سے روک دے کہ نہیں؟ کیاوہ کھانا ناپاک ہوجاتا ہے،جس میں خنزیر کے بال نکل آئیں؟

المستفتی: احسان علی صدیقی اصغرمنزل شیرکوٹ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھانا ناپاک اورحرام ہے۔

لو وقع في ماء قليل نجسه. (شامي، كتاب الطهارة، باب المياه، زكريا ١/ ٣٥٩، كراچي ١/ ٢٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۲۹/۲۴)

حرام مغز کا حکم

سوال [۱۰۸۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حرام مغز کا کیا حکم ہے؟ حلال ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حرام مغز میں کوئی علت حرمت نہیں ہے، بریں بناء طبیعت کے گھن کرنے کی وجہ سے اس کو زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ کہا جائے گا؛ لہٰذا اگر کسی شخص کی طبیعت اس سے گھن نہ کرتی ہو، تو وہ اس کو کھا سکتا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہؒ نے لکھا ہے کہ حرام مغز نہ حرام ہے اور نہ ہی مکروہ بیچارہ یونہی بدنام ہو گیا۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/ ۱۲۳)

وكره من الشاة الحياء، والخصية، والغدة، والمعدة، والمثانة، والمرارة، والدم المفسوح، ونخاع الصلب. (كنزل الدقائق ٤٩٦)

یہ عبارت صاحب کنز کی ہے؛ لیکن اس پر محشی رقم طراز ہیں کہ یہ جملہ کنز کے دیگر متون میں نہیں ہے۔ نیز ہندیہ زکریا ۵/ ۲۹۰ میں کنز کے حوالہ سے اسکو مکروہ لکھا گیا ہے اور رہے اردو کے فتاوی تو اولاً حضرت گنگوہی نے فتاوی رشیدیہ ۵۵۲/ پر اس کو ممنوع لکھا تھا اس لئے تمام ناقلین فتاوی نے اس کو مکروہ لکھا ہے اور دلیل میں اکثر فقہاء اس عبارت کو نقل کر دیتے ہیں۔ (مستفاد: فتاوی دار العلوم ۱۵/ ۴۶۸، امداد المفتیین ۹۷۰، محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۲۹۸، محمودیہ میرٹھ ۲۶/ ۲۱۵، رشیدیہ ۵۵۲)

وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان، سبعةٌ: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدّة، والمثانة، والمرارة. (هندية، كتاب الذبائح، الباب الثالث في المتفرقات، زكريا قديم ٥/ ٢٩٠، جديد ٥/ ٣٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۳۱۸)

ماکول اللحم کی اوجھڑی کا حکم

سوال [۱۰۸۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کی اوجھڑی کھانا جائز ہے؛ جبکہ بکر اوجھڑی کی حرمت کا قائل ہے، دونوں میں سے کس کی بات از روئے شرع درست ہے؟ مفصل جواب سے نوازیں۔

المستفتی: نور جمال، بیر بھومی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ماکول اللحم جانوروں کی اوجھڑی کھانا حلال اور جائز ہے بکر کا اوجھڑی کی حرمت کا قائل ہونا ناواقفیت پر محمول ہے۔ (مستفاد: فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۵۳، جدید زکریا ۵۳۴، امداد الفتاوی ۴/ ۱۰۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۸۸۶)

حلال جانور کی انتڑی حلال

سوال [۱۰۸۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ حلال جانوروں کی انتڑی حلال ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ناصر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حلال جانوروں کی انتڑی کھانا شرعاً جائز اور حلال ہے؛ کیوں کہ اس میں کوئی علت حرمت نہیں ہے، اسی وجہ سے فقہاء کرام نے اس کو اعضاء محرمہ میں شمار نہیں فرمایا ہے۔ (مستفاد: فتاوی رشیدیہ ۵۵۲، باقیات فتاوی رشیدیہ قدیم ۴۵۰، جدید زکریا ۵۴۳، محمودیہ ڈابھیل ۱۷/۲۹۴)

وفي الاختيار وغيره: الكرش، الكبد، والرقة، والفؤاد، والرأس، والأكارع، والأمعاء، والطحال لحم؛ لأنها تباع مع اللحم. (مجمع الأنهر، باب اليمين في الأكل والشرب واللبس والكلام، دارالكتب العلمية بيروت ٢/٢٩٢، مصري قديم ١/٥٥٩، الاختيار لتعليل المختار٤/٦٧)

وإن أكل لحم خنزير، أو لحم إنسان يحنث؛ لأنه لحم حقيقي إلا أنه حرام......وكذا إذا أكل كبداً، أو كرشا؛ لأنه لحم حقيقة......ويستعمل استعمال اللحم. (هداية، باب اليمن في الأكل والشرب اشرفي ٢/٤٨٨)

كره تحريما وقيل: تنزيهاً، والأول أوجه، من الشاة، سبع: الحياء، والخصية، والغدّة، والمثانة، والمرارة، والدم المفسوح، والذكر للأثر الوارد في كراهية ذلک. (در مختار مع الشامي، كتاب الخنثیٰ، كراچي ٦/٧٤٩،زكريا١٠/٤٧٨)

ويكره من الشاة الحياء، والخصية، والمثانة، والذكر، والغدة، والمرارة، والدم المسفوح للأثر الوارد في كراهة ذلک. (مجمع الأنهر، كتاب الخنثیٰ، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٤٨٩، مصري قديم ٢/٧٤٣)

وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول، فالذي يحرم أكله

منه سبعةٌ: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة، وهذه الأشياء السبعة مما تستخبثه الطباع السليمة فكانت محرمة. (بدائع الصنائع، زكريا ٤/ ١٩٠، كراچي ٥/ ٦١، هندية، كتاب الذبائح، الباب الثالث في المتفرقات، زكريا قديم ٥/ ٢٩٠، جديد٥/ ٣٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍شوال المکرّم ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍ ۳۱۷ا۱۱)

حلال جانور کے حرام اجزاء اور حرام مغز کا حکم

سوال[۱۰۸۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حلال جانوروں میں کتنے اجزاء حرام ہیں؟ نیز حرام مغز کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: مولانا معاذ الاسلام، مدرس مدرسہ امدادیہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حلال جانوروں میں سات اجزاء کا کھانا ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے: دم مسفوح، ذکر، خصیتین، قبل، غدود، مثانہ اور مرارہ یعنی پِتّہ، ان میں سے دم مسفوح قطعی طور حرام ہے۔

ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول، فالذي يحرم أكله منه سبعةٌ: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة. (شامي، قبيل كتاب الأضحية، كوئٹه ٥/ ٢١٩، كراچي٦/ ٣١١، زكريا٩/ ٤٥١، بدائع الصنائع، زكريا ٤/ ١٩٠، كراچي ٥/ ٦١، هندية، زكريا قديم ٥/ ٢٩٠، جديد٥/ ٣٣٥)

امداد الفتاوی ۴/ ۱۱۸، فتاوی احیاء العلوم ۱/ ۲۳۳، اور طحطاوی علی الدر کے اندر حرام مغز کو بھی مکروہ لکھا ہے۔

وزيد نخاع الصلب. (طحطاوي على الدر، كوئٹه ٤/ ٣٦٠، قبل كتاب الفرائض)

لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے یوں فرمایا کہ حرام مغزنہ حرام ہے اور نہ مکروہ بیچارہ یوں ہی بدنام ہوگیا کفایت المفتی قدیم ۸/ ۲۸۷، جدید زکریا مطول ۱۱/۱/ ٦۷ اور فتاوی رحیمیہ ۲/ ۲۲۳، جدید زکریا ۱۰/ ۸۰، فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۵۲، جدید ۵۳۴، فتاوی احیاء العلوم کی عبارت مضطرب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۸۲۵)

مرغ کے اندر کیا کیا چیزیں حرام یا مکروہ ہیں

سوال [۱۰۸۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرغ کے اندر کیا کیا چیزیں مکروہ ہیں اور ان کے نکالے بغیر گوشت جائز نہیں ہوگا، جو ایضاح المسائل میں ممنوع لکھا ہے۔

المستفتی: عبد الصمد، بلاسپور گیٹ، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس کے پیٹ میں جو آلائش اور گندگیاں موجود ہوتی ہیں۔

نیز گرم پانی میں ڈالدینے سے اس کے اثرات گوشت میں منتقل ہوجاتے ہیں؛ اس لئے ایضاح المسائل میں ممنوع لکھا گیا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۸، احسن الفتاوی ۲/ ۹٦)

وكذا دجاجة ملقاة حالة غلي الماء للنتف قبل شقها (تحته في الشامية) إنها لا تطهر أبداً...... تشربها النجاسة بواسطة الغليان. (شامي، باب الأنجاس،

قبیل فصل في الإستنجاء، زکریا ۱/ ٤٤٥، کراچي ۱/ ۳۳٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ربیع الثانیہ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹ /۳۴۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۴/۳ھ

حرام مغز اور پیٹھ کی ہڈی حلال ہے یا حرام

سوال [۱۰۸۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شریعت مطہرہ کا حرام مغز اور پیٹھ کی ہڈی (ریڑھ کی ہڈی) کے متعلق کیا حکم ہے؟ کیا ان کا کھانا ناجائز ہے براہ کرم تشفی بخش جواب سے نوازیں۔

المستفتی: اعجاز احمد، مدرسہ چلہ امروہہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حلال جانوروں میں سے سات اجزاء کا کھانا ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے۔ ۱. دم مسفوح، ۲. ذکر، ۳. خصیتین، ۴. قبل، ۵. غدود، ٦. مثانہ، ۷. مرارہ یعنی پِتّہ اور ان میں سے دم مسفوح قطعی طور پر حرام ہے۔ (شامی، کوئٹہ ۵/۲۱۹، زکریا ۹/ ۴۵۱، کراچی ٦/ ۳۱۱، بدائع الصنائع، زکریا ۴/ ۱۹۰، کراچی ۵/ ٦۱، ہندیہ، زکریا قدیم ۵/ ۲۹۰، جدید ۵/ ۳۳۵)

ان اشیاء کو ذکر کرنے کے بعد **وزید نخاع الصلب** کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ (طحطاوی علی الدر، کوئٹہ ۴/ ۳٦۰)

اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مغز نہ حرام ہے اور نہ ہی مکروہ بیچارہ یوں ہی بدنام ہوگیا ہے، کفایت المفتی ۸/ ۲۸۷، اور پیٹھ کی ہڈی کسی کے نزدیک مکروہ نہیں ہے، سب کے نزدیک حلال ہے اور علامہ طحطاویؒ نے طحطاوی علی الدر میں کلیجی گردہ کو بھی مکروہ لکھا ہے اور فقہاء میں صرف علامہ طحطاوی تنہا ایک فرد ہیں جو کلیجی گردہ حرام مغز کو مکروہ لکھتے ہیں، بقیہ کوئی بھی فقیہ ان اشیاء کو مکروہ نہیں لکھتے ہیں صاحب اعلاء السنن نے

۷/۲/۱۷۷ر میں تفصیلی بحث کی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/ ۳۲۱۸)

حرام مغز اور غدود دونوں ایک ہیں یا الگ الگ؟

سوال [۱۰۸۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حلال جانور کے جن سات اعضاء کا کھانا مکروہ تحریمی ہے، ان میں سے ایک جزء کو عربی میں لفظ ''غُدود'' سے تعبیر کیا گیا ہے، جس کا ترجمہ اردو فتاوی میں ''غدود'' سے کیا گیا ہے، پھر غدود کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے یعنی حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے۔

(مستفاد: فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۵۲، جدید ۵۳۴، فتاوی رحیمیہ قدیم ۹/ ۳۳۲-۹/ ۲۲۳، جدید زکریا ۱۰/ ۸۰)

بندہ ناچیز کو غدود کی تفسیر حرام مغز سے کرنے میں کچھ خلجان ہے؛ اس لئے کہ ڈاکٹروں کے استفسار سے اور لغات کے تتبع سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ غدود اور حرام مغز دونوں الگ الگ ہیں۔

غدود: جسم کے اندر کی گانٹھ کو کہتے ہیں جو جسم کے کسی بھی حصہ میں ہوسکتی ہے۔ (فیروز اللغات)

حرام مغز: وہ گودا ہے جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے۔ (فرہنگ آصفیہ ۱/ ۸۲۱)

پس غدود کی تفسیر حرام مغز سے کیسے ہوسکتی ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ عربی میں جو لفظ غدہ ہے (خواہ حدیث میں ہو جیسے السنن الکبری للبیہقی ۱۴/ ۴۰۱، یا فقہ کی عبارت ہو جیسے: بدائع الصنائع ۴/ ۱۹۰، الدر المختار مع الشامی زکریا ۱۰/ ۴۷۷)

اردو میں اس کو کس طرح تعبیر کیا جائے گا؟ جس طرح فتاوی رشیدیہ و رحیمیہ میں ہے اگر وہ بالکل درست ہے تو بندہ کو اس میں جو خلجان ہے اس کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں

اوراگراس میں کچھ کلام کی گنجائش ہوتو اپنی تحقیق رقیق سے مطلع فرمائیں۔

بندۂ ناچیز کی ایک ناقص رائے یہ ہے کہ علامہ شامیؒ نے ''غدۃ'' کی تفسیر قاموس کے حوالہ سے ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

كل عقدة في الجسد أطاف بها شحم، وكل قطعة صلبة بين العصب ولاتكون في البطن، كما في القاموس. (شامي، زكريا ۱۰/۴۷۸)

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غدۃ کا ترجمہ اس طرح کرنا زیادہ صحیح ہے ''غدۃ'' یعنی غدود اور حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے ''یعنی غدہ کا مصداق غدود اور حرام مغز دونوں کرقرار دیا جائے، اگرچہ غدود اور حرام مغز دونوں الگ الگ ہیں، اگر علامہ شامیؒ کی عبارت کا مطلب یہی ہے اور ایسا سمجھنا اور اس طرح ترجمہ کرنا درست ہے، تو تقویت فرمائیں ورنہ جو کچھ محقق بات ہو، مدلل اور باحوالہ تحریر فرما کر بندے کے خلجان کو دور کرنے کا سامان فراہم فرمائیں۔

المستفتی: فیاض احمد قاسمی، بھیونڈی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: غدود کا ترجمہ حرام مغز سے کرنا درست نہیں ہے، اگر کسی نے شامی کی عبارت سے غدود کا ترجمہ حرام مغز سمجھا ہے، تو وہ نظر ثانی کرلیں کہ غدود کا ترجمہ حرام مغز نہیں ہے۔ سائل نے شامی کی جو عبارت سوال نامہ میں درج فرمائی ہے اس کے کسی لفظ کا ترجمہ مغز نہیں ہے۔

نیز فتاوی رشیدیہ میں بھی غدود کا ترجمہ حرام مغز سے نہیں کیا گیا ہے؛ بلکہ حرام مغز کو الگ سے ایک مستقل چیز قرار دیا ہے، جو ان الفاظ سے منقول ہے کہ حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے؛ لہٰذا فتاوی رشیدیہ کی عبارت میں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس میں کل نو چیزوں کا ذکر ہے، شروع کی سات چیزوں کے بارے میں فرمایا کہ ''سات چیزیں حلال جانور کی کھانی منع ہیں، اس کے بعد مسلسل سات چیزوں کو گنایا۔

ذکر، فرج مادہ، مثانہ، غدود، حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے، خصیہ، پتہ، مرارہ جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے، اس کے بعد دم سائل کو قطعی حرام کہا ہے، پھر بعض روایات کے مطابق گردے کی کراہت تنزیہی بیان فرمائی ہے۔ (مستفاد: فتاوی رشیدیہ قدیم ۵۵۲، جدید زکریا ۵۳۴/۷)

ہاں البتہ فتاوی رحیمیہ میں فتاوی رشیدیہ کی عبارت نقل کرنے میں دو جگہ مسامحت ہوئی۔

(۱) غدود کے بعد اپنی طرف سے لفظ یعنی بڑھا کر حرام مغز سے غدود کی تشریح کی گئی، جو تشریح فتاوی رشیدیہ میں نہیں ہے۔

(۲) فتاوی رشیدیہ کی عبارت مگر بعض روایات میں گردے کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہی پر حمل کرتے ہیں اس میں گردے کی جگہ فتاوی رحیمیہ میں کڑوے پتہ کی کراہت کے الفاظ ہیں، جس میں نقل میں بھی غلطی ہوئی اور تعبیر میں بھی غلطی ہوئی ''گردے'' کے بجائے ''کڑوے'' لکھ دیا اور ساتھ ساتھ لفظ ''پتہ'' کا اضافہ بھی کر دیا، یہ دونوں فتاوی رشیدیہ میں نہیں ہیں؛ لہٰذا فتاوی رحیمیہ کے اس فتوے پر اعتماد نہیں کیا سکتا ہے۔

اب کوئی یہ سوال کر سکتا ہے کہ شامی اور درمختار کی عبارت میں حرام مغز کا تو ذکر نہیں ہے، تو فتاوی رشیدیہ میں حرام مغز کا ذکر کہاں سے آیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ فتاوی رشیدیہ میں حضرت گنگوہیؒ کا جو فتوی ہے، اس کا مدار شامی و درمختار کی عبارت پر نہیں ہے؛ بلکہ حضرت گنگوہیؒ کی جامع معلومات پر ہے، اور جن نو چیزوں کا ذکر حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا ہے، وہ ایک جگہ نہیں ہیں؛ بلکہ مختلف مقامات پر ہیں، جیسا کہ شامی کی مذکورہ عبارت میں گردے کی ممانعت کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے، مگر حضرت گنگوہی نے بعض روایات کے حوالہ سے مکروہ تنزیہی لکھا ہے، اور گردے اور کلیجہ کی کراہت تنزیہی کی عبارت طحطاوی علی الدر کتاب الذبائح، کوئٹہ ۱۵۷/۴ میں موجود ہے ملاحظہ فرمائیے:

’’والكبد والطحال دون الدم المسفوح؛ وهل الكراهة تحريمة، أوتنزيهة قولان‘‘

اورحرام مغزکوعربی میں نخاع الصلب کہا جاتا ہے، غدو دنہیں کہا جاتا،طحطاوی علی الدر مسائل شتی ۴/ ۳۶۰/ میں حلال جانور کے اشیاءمکروہہ کے ذیل میں بعض علماء کا قول ’’وزید نخاع الصلب‘‘ کے الفاظ سے نقل کیا گیا ہے،یہیں سے حضرت گنگوہیؒ نے حرام مغزکوممنوعہ اشیاء میں سے ذکرفرمایاہے، صاحب فتاوی رحیمیہ کے لئے بہتر یہ تھا کہ حضرت گنگوہیؒ کے فتوےکونقل کرتے وقت اس کےایک ایک جزء پرغورفرمالیتےاورمراجع کوبھی دیکھ لیتے۔

اب اس تفصیل کے بعدسائل کااشکال دور ہوگیا ہوگا؛ لیکن ساتھ میں اس بات کی بھی وضاحت کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حرام مغز کا حکم ایسا ہی ہے، جیسا کہ گردہ کلیجی اوجھڑی اور بٹ وغیرہ کا ہے کہ ان چیزوں پرفقہاء نے کراہت تنزیہی کا حکم لگایاہے؛لیکن یہ کراہت تنزیہی صرف طبعی کراہت ہےشرعی کراہت نہیں ہے؛اس لئے حضرت نے کفایت المفتی ۸/ ۲۸۷، جدید مطول ۱۱/۱۷۱/ ۶ میں حرام مغز کے بارے میں فرمایاہے کہ’’حرام مغز نہ حرام ہےاورنہ ہی مکروہ ہے، بیچارہ یونہی بدنام ہوگیا ہے‘‘ احقر بھی ان اشیاء کے بارے میں یہی لکھا کرتا ہے کہ یہ چیزیں نہ حرام ہیں اورنہ مکروہ ہیں؛ بلکہ حلال ہیں، اس موضوع کا تفصیلی فتوی ۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ میں بھی لکھا گیا تھا، جس کا نمبر ۲۵/ ۱۴۱۵/ ہے اورایک فتوی ۲۵/ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ میں بھی لکھا گیا تھا، جس کا نمبر ۲۴/ ۸۲۵ ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۱/ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۳۸/ ۹۵۶۹)

الجواب صحیح:
احقرمحمدسلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۴/۵ھ

حلال جانوروں میں کیا کیا حرام ہیں؟

سوال [۱۰۸۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حلال جانوروں کے اندر سات چیزیں حرام ہیں، کیا یہی چیزیں حلال پرندوں اور مرغی کے اندر بھی حرام ہیں؟

المستفتی: محمد شاکر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حلال جانوروں میں جو سات چیزیں حرام ہیں وہی حلال پرندوں میں بھی حرام ہیں خواہ مرغی ہو یا کوئی اور پرندہ۔

عن مجاهدؓ، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، يكره من الشاة سبعًا: الدم، والحياء، والأنثيين، والغدة، والذكر، والمثانة، والمرارة، وكان يستحب من الشاة مقدمها. (مصنف عبد الرزاق، باب ما يكره من الشاة، المجلس العلمي ٤/٥٣٥، رقم: ٨٧٧١، المعجم الأوسط، دارالفكر ٦/٤٨١، رقم: ٩٤٨٠، المراسيل لأبي داؤد ٩١، رقم: ٤٦٥)

وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان سبعةٌ: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة. (هندية، كتاب الذبائح، الباب الثالث في المتفرقات، زكريا قديم ٥/٢٩٠، زكريا جديد٥/٣٣٥، بدائع الصنائع، زكريا ٤/١٩٠، كراچي٥/٦١، الموسوعة الفقهية الكويتية ٥/١٥٢)

وكره تحريمًا من الشاة سبع: ذكر الشاة اتفاقي؛ لأن الحكم لايختلف في غيرها من المأكولات. (شامي، كتاب الخنثیٰ،

زکریا ۱۰۱/ ۴۷۸، کراچي ۶/ ۷۴۹، مجمع الأنهر، دارالکتب العلمیة بیروت ۴/ ۴۸۹، مصري قدیم ۲/ ۷۴۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۹۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۲/ ۱۴۲۴ھ

حلال جانوروں کے سات اعضاء کا حکم

سوال [۱۰۸۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حلال جانوروں کے کتنے اعضاء کا کھانا حلال نہیں ہے؟

المستفتی: محمد رضوان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حلال جانوروں کے سات اعضاء کا کھانا حلال نہیں ہے۔

(۱)دم سائل (۲)ذکر (۳)خصیتین (۴)فرج مادہ (۵)غدود (۶)مثانہ (۷)پتہ۔

(فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۱۷/ ۲۹۷، میرٹھ ۲۶/ ۲۱۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید زکریا ۵/ ۵۱۰)

وأما بیان ما یحرم أکله من أجزاء الحیوان سبعةٌ: الدم المسفوح، والذکر، والأنثیان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة. (هندیة، اتحاد ۵/ ۳۳۵، زکریا قدیم ۵/ ۲۹۰، جدید ۵/ ۳۳۵)

عن مجاهدؒ، أن النبي صلی الله علیه وسلم کره من الشاة سبعًا: الدم المسفوح، والذکر، والأنثیین، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة.

(مراسیل أبوداؤد، ۱۹، اعلاء السنن، کراچي ۱۷/ ۱۳۰، عباس احمد الباز، مکة المکرمه ۱۷/ ۱۴۴، مصنف عبد الرزاق ۴/ ۵۳۵، رقم: ۸۷۷۱)

یاد رکھیں کہ مذکورہ اعضاء میں سے دم مسفوح حرام ہے، مثانہ، غدود، پتہ، بچہ دانی کا کھانا مکروہ تحریمی ہے، اور خصیتین کا کھانا مکروہ تنزیہی ہے اور ذکر کراہت تحریمی اور تنزیہی دونوں کا احتمال رکھتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۲۸۲)

کرش وامعاء کی حلت وحرمت کا حکم ہے

سوال [۱۰۸۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کرش وامعاء کی حلت وحرمت کے بارے میں زید اور عمر کے درمیان اختلاف ہے، زید اپنے دلائل کی روشنی میں ان کی حلت کا مثبت ہے اور عمر اپنے استدلالات کے پیش نظر ان کی حرمت کا قائل ہے۔

زید کے دلائل حسب ذیل ہیں:

أخرج الطبراني في الأوسط عن عبد الله بن عمر ﷺ ۱۰/ ۲۱۷، حديث: ۹٤۷٦)

والبيهقي عن ابن عباس، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: يكره من الشاة سبعًا: المرارة، والمثانة، والحياء، والذكر، والأنثيين، والغدة، والدم، وكان أحب الشاة إليه مقدمها. (السنن الكبرى ۱۰/ ۷)

وقال أيضًا عن مجاهد، قال: كره رسول الله صلى الله عليه وسلم من الشاة سبعًا: الذكر، والأنثيين، والقبل، والغدة، والمرارة، والمثانة، والدم - مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں ماکول اللحم جانور کی سات چیزوں کی حرمت کا تذکرہ ہے، اس میں کہیں بھی حرمت کرش وامعاء مذکورہ نہیں، اگر واقعتاً حرمت کا حکم کرش

وامعاء سے متعلق ہوتا، تو انہیں سات چیزوں کے ساتھ اس کا ذکر ہوتا؛ حالانکہ ایسا نہیں ہے، اسی طرح کتب فقہ متداولہ میں اشیاء محرمہ کو سات ہی بیان کیا گیا ہے؛ چنانچہ عالمگیری، مصری جلد پنجم، کتاب الذبائح میں بدائع کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔

وأما بيان ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان سبعةٌ: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والغدة، والمثانة، والمرارة، والقبل. (عالمگيري ٥/ ٢٩٠)

اورشامی زکریا جلد نہم کتاب الذبائح ۴۵۱، پر بعینہ یہی عبارت موجود ہے۔

وفي الطحطاوي، قال أبوحنيفة: أما الدم فحرام بالنص وأكره الباقية، المرارة، والمثانة، والحياء، والذكر، والأنثيين، والغدة. (طحطاوي كوئٹه ٤/ ٣٦٠)

بہر حال مذکورہ بالا روایات اور فقہاء کی ان عبارات میں انہیں اشیاء کی حرمت صریح ہے، ان میں کہیں بھی حرمت کرش وامعاء موجود نہیں ہے اور یہ ان کی حلت کی طرف مشیر ہے۔

عمرو کہتا ہے کہ زید کی پیش کردہ روایات وعبارات فقہیہ کی صحت ونقل میں کوئی کلام نہیں ہے؛ لیکن انہیں سات چیزوں میں اشیاء محرمہ کا انحصار سمجھنا اوراس کو مدار استدلال قرار دینا کسی طرح صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ اشیاء مباحہ ومحرمہ کی جملہ تفصیل اس کی تمام جزئیات کے ساتھ قرآن وحدیث پاک میں موجود نہیں ہوتی، مثلاً شریعت نے ربو کی حرمت کو ''وحرم الربو'' سے بیان فرمایا، حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حدیث پاک میں اس کی تشریح فرمائی؛ لیکن اس تشریح میں بھی اس کی تمام جزئیات کا انحصار نہیں فرمایا؛ بلکہ اس کی چند جزئیات کو ذکر فرما کر اس کی علت کی طرف اشارہ فرمادیا۔

اب اگر زید کے نزدیک احکام شرعیہ کے اثبات سے متعلق عبارت النص ہی سب کچھ ہے اشارۃ النص، دلالۃ النص کوئی چیز نہیں، تو پھر اس کو چاہئے کہ انہیں اشیاء ثمانیہ میں ربو کی حرمت کو تسلیم کرے، جو حدیث میں شمار کی گئی ہیں، اسی طرح حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے اشیاء محرمہ کی چند جزئیات کو مذکورہ بالا دونوں روایتوں میں بیان فرمایا اور قرآن کریم نے

''ویحرم علیہم الخبائث'' سے ان جزئیات محرمہ کی علت حرمت کو مخصوص فرمایا- معلوم ہوا کہ حکم شرعی قرآن وحدیث میں اپنی جملہ جزئیات کی تفصیل کے ساتھ نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ وہ معلول بالعلۃ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی جزئیات کا علم ہوجاتا ہے، خواہ وہ علت منصوصہ ہو یا علت مستنبطہ یا اور کوئی علت اور اس علت کا انکشاف ہمارے فقہاء کرام فرماتے ہیں؛ چنانچہ اشیاء مذکورہ محرمہ سبعہ کی حرمت معلول بعلۃ منصوصہ ہے اور وہ علت حرمت خباثت ہے، جیسا کہ اس حدیث کے ذیل میں (جس میں اشیاء محرمہ سبعہ کا بیان ہے)

علامہ شامی فرماتے ہیں:

قال أبو حنيفة: فالدم حرام وأكره الستة وذلك لقوله عزوجل: حرمت عليكم الميتة والدم الآية، فلما تناوله النص قطع بتحريمه وكره ماسواه؛ لأنها تستخبثه الأنفس وتكرهه، وهذا معنى سبب الكراهة، لقوله تعالىٰ: ويحرم عليهم الخبائث. (زيلعي، شامي، زكريا ١٠/٤٧٧)

معلوم ہوا کہ ان اشیاء ستہ کی کراہت کی علت خباثت یعنی گندگی اور گھناؤنی ہونا ہے۔ اب اگر اشیاء ستہ کی کراہت خباثت کی بناء پر ہے، تو پھر کرش و امعاء کی کراہت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگی؛ کیونکہ اگر ان سے خباثت میں زائد نہیں تو کسی طرح کم بھی نہیں، مثلاً مثانہ اگر معدن بول ہے، تو کرش و امعاء مخزن فرث ہے، اب چاہے دلالۃ النص سمجھئے یا اجزائے علت منصوصہ! کرش و امعاء کی حلت کسی طرح ثابت نہیں۔

رہ گئی زید کی یہ بات کہ فقہ کی کتب متداولہ میں اشیاء سبعہ کی حرمت مصرح ہے، تو وہ محض باتباع نظم حدیث ہے، اس میں انحصار فی سبع بالکل مستفاد نہیں؛ چنانچہ علت منصوصہ مذکورہ کی بنیاد پر دیگر کتب فقہ میں زیادتی بھی منقول ہے، علامہ قاضی بدیع خوارزمی صاحب منیۃ الفقہاء اور علامہ شمس الدین محمد قہستانی شارح نقایہ اور علامہ سیدی احمد مصری محشی درمختار وغیرہم علماء نے دو چیزیں اور زیادہ ذکر فرمائیں، ایک ''نخاع الصلب'' یعنی حرام مغز

دوسرے گردن کے دونوں پٹھے، جوشانوں تک ممتد ہوتے ہیں، اسی طرح خون جگرخون طحال اوراس خون گوشت کی کراہت مزید منقول ہے، جودم مسفوح کےنکل جانے کے بعد گوشت میں رہ جاتاہے، ذبائح الطحطاوی میں یہ عبارت مذکورہ ہے۔

الذكر، والأنثيان، والمثانة، والعصبان اللذان في العنق، والمرارة تحل مع الكراهة، وكذ الدم الذي يخرج عن اللحم، والكبد، والطحال دون الدم المسفوح، وهل الكراهة تحريمة أوتنزيهة قولان الخ.

بہر کیف فقہاء کی ان زیادات سے زید کا فہم انحصار باطل اور فقہاء کی بیان کردہ کراہت کی علت منصوصہ یعنی خبائث حرمت کرش وامعاء کے لئے مثبت کامل یہ ہے کرش وامعاء کی حلت وحرمت کے بارے میں زید وعمر کا اختلاف محترم مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ ان دونوں کے خیالات پر نظر انصاف سے غور فرمائیں، اب اگر زید کا قول اقرب الی الصواب ہے، تو عمر کے اصولی استدلال کا وہ اصولی جواب مرحمت فرمائیں کہ جس سے اس کے استدلال کا ایک ایک تار عنکبوت بن کر بکھر جائے۔ **بینوا بیاناً شافیا توجروا أجرا وافياً.**

المستفتی: عبدالحلیم قاسمی، مدرسہ فضل رحمانیہ نگ پور، ضلع: فیض آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: علامہ طحطاوی وغیرہ نے جن اجزاء پر کراہت کا حکم لگایاہے، وہ چارقسموں پر ہیں:

(۱) وہ اجزاء جن کوقرآن کریم میں صاف طور پرحرام کہا گیاہے، جیسا کہ دم مسفوح۔

(۲) وہ اجزاء جن کی کراہت حدیث شاۃ میں مذکور ہے، جیسا کہ دم مسفوح کے علاوہ باقی چھ اجزاء۔

(۳) وہ اجزاء جن کی حلت وکراہت کے سلسلہ میں نص میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے، جیسا کہ کرش وامعاء، نخاع الصلب اورگردن کے دونوں پٹھے اوردم مسفوح وغیرہ۔

(۴) وہ اجزاء جن کی حلت حدیث شریف سے ثابت ہے۔

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحلت لنا ميتتان، ودمان، الميتتان الحوت، والجراد، والدمان الكبد، والطحال.

(سنن ابن ماجه، باب الكبد والطحال، النسخة الهندية ۲/۲۳۸، دارالسلام رقم: ۳۳۱۴، مسند أحمد بن حنبل ۲/۹۸، رقم:۵۷۲۳، سنن الدار قطني كتاب الأشربة وغيرها، دارالكتب العلمية بيروت ۴/۱۸۴، رقم:۴۶۸۷، مشكاة المصابيح ۲/۳۶۱)

قیاس کے لئے شرط یہ ہے کہ جن چیزوں پر قیاس کے ذریعہ سے حکم لگایا جارہا ہے، اس کا حکم نص میں موجود نہ ہو، کبد اور طحال وغیرہ کے حلال ہونے کا حکم نص میں مذکور ہے، پھر قیاس کے ذریعہ سے اس پر کراہت یا عدم کراہت کا حکم لگانا نص کو باطل کرنا ہے، جس کی اجازت اصولاً نہیں ہے، اور اصول میں مذکور ہے کہ تعلیل فی مقابلۃ النص باطل وناجائز ہے، اور قرآن وحدیث میں جن حیوانات کے کھانے کا جواز ثابت ہے، ان کو بجمیع اجزاء کھانا درست ہے، سوائے ان اجزاء کے کہ جن کو قرآن وحدیث میں مشخص طور پر مستثنیٰ کردیا گیا ہے، اور کرش وامعاء وغیرہ مستثنیات میں سے نہیں ہیں۔

اور علامہ طحطاوی وغیرہ نے مذکورہ چاروں قسم کے اجزاء پر کراہت کا حکم لگایا ہے، جیسا کہ سوالنامہ کے اندر عمرو نے سب پر حرمت کا حکم لگایا ہے؛ حالانکہ بعض کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، بعض کی کراہت نص حدیث سے ثابت ہے، بعض کی حلت نص حدیث سے ثابت ہے اور بعض کی حلت وکراہت نص میں مذکور نہیں ہے؛ اس لئے سب پر علی الاطلاق کراہت کا حکم لگانا ہرگز درست نہیں ہوگا، ہاں اس حد تک درست ہوسکتا ہے کہ دم مسفوح کے علاوہ حدیث شاۃ میں جن اشیاء پر کراہت کا حکم لگایا ہے، ان میں شرعی کراہت مراد ہے اور وہ اشیاء جن کے بارے میں نص حدیث حلت کی ناطق ہے، ان میں اور اشیاء مسکوت عنہا میں شرعی کراہت مراد نہ ہو؛ بلکہ ان میں طبعی تنفر کی وجہ سے کراہت طبعیہ مراد ہو، جو شرعی حلت کے

منافی نہیں ہے، اور فقہاء کی تصریحات کا واضح مطلب بھی یہی ہے۔

اب اس اصل سوال کا جواب یوں ہوگا کہ زید کا کرش وامعاء کو حلال کہنا اس اعتبار سے ہے کہ اگر کرش و امعاء کو جوار خبث حاصل ہے، تو کبد وطحال کو خون و گھناؤنیت کی عینیت حاصل ہے؛ کیونکہ وہ خون بستہ ہیں اور بحکم حدیث کبد وطحال حلال ہیں، تو کرش وامعاء بھی بلا تردد حلال ہوں گے، اور اگر شرعی علت کے ساتھ طبعی تنفر کیوجہ سے کراہت طبعیہ کا حکم لگایا جائے ،تو جس قدر کراہت طبعیہ کا حکم کبد وطحال پر لگایا جاسکتا ہے، اسی قدر کرش وامعاء ونخاع الصلب وغیرہ پر بھی لگایا جائے ، تو کوئی اشکال نہیں اور اس طرح کراہت طبعیہ حلت شرعیہ کی منافی نہیں ہوگی خلاصہ یہ نکلا کہ حدیث شاۃ میں ذکر کردہ اشیاء میں شرعی کراہت مراد ہے، اسی طرف بعض محققین کی تصریحات مشیر ہیں۔

الحديث نص في كراهة هذه الأشياء السبع وهو مذهب الحنفية، فإن قلت: لا يجوز أن تكون الكراهة طبعية لا شرعية، قلنا لو كان كذلك لكانت الأمعاء أولى بالكراهة، فدل ذلك على أنها ليست بطبعية؛ بل شرعية. (اعلاء السنن، كراچي ۱۷/ ۱۳۰، دار الكتب العلمية بيروت ۱۷/ ۱٤٤)

اسی وجہ سے حضرت تھانوی قدس سرہ نے امداد الفتاوی ۴/ ۱۰۴ میں اور حضرت گنگوہی قدس سرہ نے فتاوی رشیدیہ ص: ۵۵۱ میں اوجھڑی کو حلال لکھا ہے۔

اب رہا عمرو کے اصولی استدلال کا اصولی جواب تو اس کا مدار اس بات پر ہے کہ اولاً عمرو دلائل نقلیہ کے ذریعہ سے مقیس علیہ کی حرمت ثابت کردے اور اگر حرمت سے کراہت کی طرف رجوع کرتا ہے، تو حلت کے ساتھ ساتھ کراہت بھی ثابت کی جاچکی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۴۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۰۹/۹/۱۹ھ

حلال جانور کی کھال گوشت کے ساتھ استعمال کرنا

سوال [۱۰۸۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مشرقی بعض علاقوں میں حلال جانوروں کی کھال بھی گوشت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں، کیا اس طرح کھال کو کھانا جائز ہے؟

المستفتی: ابوالخیر ۲۴ر پرگنوی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حلال جانوروں کی کھال پاک اور حلال ہے؛ لہٰذا اگر کوئی کھانا گوارہ کرتا ہے، تو جائز ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۳۳۳/۴، جدید ڈابھیل ۲۹۲/۱۷)

ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول سبعةٌ: الدم المسفوح، والذكر، والأنثيان، والقبل، والغدة، والمثانة، والمرارة. (شامي، قبيل، كتاب الأضحية، كراچي ٣١١/٦، زكريا ٤٥١/٩، هندية، زكريا قديم ٢٩٠/٥، جديد٥/٣٣٥، بدائع الصنائع، زكريا ١٩٠/٤، كراچي ٦١/٥، مجمع الأنهر، دارالكتب العلمية بيروت ٤٨٩/٤، مصري قديم ٧٤٣/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۷ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰۷۸/۳۱)	۱۴۱۵/۶/۱۸ھ

مردار جانور کی ہڈی اور کھال فروخت کرنا

سوال [۱۰۸۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردار کی ہڈی اور مردار کی کھال فروخت کرنا جائز ہے یا ناجائز، جیسے ہمارے یہاں ایک بھینس تھی وہ مرگئی، اس کی کھال کو ہم نے بیچ لیا یہ پیسہ خرچ کرنا ہمارے لئے جائز ہے یا ناجائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مردار کی ہڈی جس میں سے آلائش کو صاف کرلیا گیا ہو، اسی طرح مردار کے سینگ پاک ہوتے ہیں؛ اس لئے کہ ہڈی اور سینگ میں زندگی نہیں ہوتی ہے، ؛ اس لئے مردار کی ہڈی اور سینگ کا فروخت کرنا درست ہے، ہاں البتہ مردار کی کھال کا مسئلہ بالکل الگ ہے، اگر مردار کی کھال کو دباغت دے کر صاف کرلیا ہو، تو وہ پاک ہوجاتی ہے، اوراس کا فروخت کرنا صحیح ہے اور دباغت سے پہلے پہلے مردار کی کھال بیچنا جائز نہیں ۔

ولابأس ببيع عظام الميتة، وعصبها، وصوفها، وشعرها، وقرنها، ودبرها والانتفاع بذلك كله. (هداية، باب البيع الفاسد اشرفي ديوبند ۳/ ۵۵، البناية اشرفية ديوبند ۸/ ۴۲۷، الجامع الصغير وشرحه النافع الكبير، دارالكتب العلمية بيروت ۱/ ۳۲۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۶۹۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۴ھ

حرام جانوروں کے اجزاء سے مرغی کی غذا تیار کرنا

سوال [۱۰۸۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جانوروں کے کھانے کے لئے مخصوص غذا تیار کی جاتی ہے، جس میں گوشت کے مختلف اجزاء پسی ہوئی ہڈی، چربی اورخون شامل ہوتا ہے، کیا ایسی غذا جانوروں کو کھلانا اورانہیں تیار کرکے ان کی تجارت کرنا شرعاً جائز ہے؟ بعض لوگوں کوخون شامل کرنے کی وجہ سے شک ہے؟

المستفتی: نیاز احمد فاروقی، حلال ٹرسٹ جمعیۃ علماء ہند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ذبح شدہ حلال جانور کے گوشت کے اجزاء ہیں اور حلال مذبوحہ کی چربی ہے، اسی طرح اس کی ہڈی ہے، تو ان تمام چیزوں کے جائز اور پاک ہونے میں کسی کو شک وشبہ نہیں ہے اور ان کے ذریعہ سے جانوروں کو کھلانے کے لئے جو غذا تیار کی جاتی ہے، ان غذاؤں کے استعمال اور ان کی تجارت بھی بلا شبہ جائز اور حلال ہے اور اگر حرام جانوروں کے اجزاء ہیں یا غیر مذبوح جانوروں کے گوشت کے اجزاء مثلاً مردار وغیرہ کے گوشت چربی وغیرہ ہیں، تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر بعینہ اجزاء اپنی اصلی حالت پر باقی ہیں، تو انہیں جانوروں کے غذا کے طور پر استعمال کرنا جائز نہ ہوگا اور نہ ہی ان کی تجارت جائز ہوگی اور اگر ان اجزاء کو تبدیل ماہیت کے ذریعہ ان کی حقیقت بدل دی جائے، جس سے ان اشیاء کا رنگ، بو، مزہ اور نمایاں اثرات ختم ہوکر دوسری چیز بن جائے، تو اس کو جانوروں کی غذا کے طور پر استعمال کرنا وغیرہ سب کچھ جائز ہوجاتا ہے، جیسا کہ فقہاء نے مردار کی چربی اور مردار کے ناپاک تیل سے بنائے گئے صابن کو تبدیل ماہیت کی وجہ سے پاک اور جائز قرار دیا ہے، اور اس کا استعمال اور اس کی تجارت سب کچھ جائز ہے، اسی طرح مذکورہ تمام اشیاء بھی تبدیل ماہیت کی وجہ سے پاک ہوجائیں گی اور جانوروں کے غذا کے طور پر استعمال کرنا اور ان کی تجارت بھی بلاشبہ جائز ہوجائے گی۔

سوال نامہ میں خون کے شامل ہونے کی وجہ سے شک وشبہ کا اظہار کیا گیا ہے، اس کے بارے میں تفصیل یہ ہے کہ دم مسفوح یعنی بہتا ہوا خون چاہے، حلال جانور کا ہو یا حرام جانور کا جوشہ رگ سے بہتا ہوا نکلتا ہے، وہ ناپاک اور حرام ہے؛ لہٰذا اس کو بعینہ اصلی حالت میں رہتے ہوئے مذکورہ غذاؤں میں شامل کیا جائے، تو وہ غذا ناپاک ہوگی، اگر اسی حالت میں حلال جانوروں کو کھلایا جائے، تو جانور جلالہ کے حکم میں ہوگا اور اگر تبدیل ماہیت کے ذریعہ خون کی اصلی حالت ختم ہوجائے، مثلاً اس کی سیلانیت اور تراوٹ ختم ہوجائے اور اس کا رنگ وبو،

اوراس کا مزہ بھی ختم ہوجائے ،اس کی اصلی حالت باقی نہ رہے؛ بلکہ کوئی دوسری چیز بن جائے، تو تبدیل ماہیت کی وجہ سے وہ پاک ہوجائے گا اور جانوروں کے غذاء کے طور پر استعمال کرنا اوراس کی تجارت کرنا سب کچھ جائز ہوجائے گا۔ (مستفاد: منتخبات نظام الفتاوی ۲/۵۲۶)

عبارة المجتبیٰ: جعل الدهن النجس في صابون يفتیٰ بطهارته؛ لأنه تغير، والتغير يطهر عند محمدؒ، ويفتى به للبلویٰ، وظاهره أن دهن الميتة كذلك لتعبيره بالنجس دون المتنجس، إلا أن يقال: هو خاص بالنجس؛ لأن العادة في الصابون وضع الزيت دون بقية الأدهان، ثم رأيت في شرح المنية ما يؤيد الأول حيث قال: وعليه يتفرع مالو وقع إنسان، أو كلب في قدر الصابون، فصار صابونا يكونا طاهرًا؛ لتبدل الحقيقة، ثم إعلم أن العلة عند محمدؒ هي التغير وانقلاب الحقيقة، وأنه يفتى به للبلوى كما علم مما مر، ومقتضاه عدم اختصاص ذلک الحكم بالصابون، فيدخل فيه كل ما كان فيه تغير وانقلاب حقيقة، وكان فيه بلوى عامة. (شامي، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، كراچي ۱/۳۱٦، زكريا ۱/۵۱۹، حاشية تاتارخانية، زكريا ۱/۴۳۷، غنية المستملي، اشرفية ديوبند ۱۸۹، كذا في البحر، كوئٹه ۱/۲۲۸، زكريا ۱/۳۹۵، هندية، زكريا قديم ۱/۴۵، جديد ۱/۱۰۰)

علامہ شامیؒ نے دوسری جگہ محیط کے حوالہ سے حضرت امام محمدؒ کے ساتھ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا قول بھی یہی نقل فرمایا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

فصار حمأة لانقلاب العين (وفي الشامية) لانقلاب العين علة للكل، وهذا قول محمدؒ، وذكر معه في الذخيرة والمحيط أبا حنيفةؒ قال في الفتح: وكثير من المشايخ اختاروه وهو المختار؛ لأن الشرع رتب وصف النجاسة على تلک الحقيقة وتنتفی الحقيقة بانتفاء بعض أجزاء مفهومها فكيف بالكل؟ فإن الملح غير العظم واللحم، فإذا صار ملحا

ترتب حكم الملح. (شامي، باب الأنجاس، مطلب في العفو عن طين الشارع، زكريا ٥٣٤/١، كراچي ٣٢٧/١)

محیط برہانی اور تاتارخانیہ میں الفاظ کے کچھ فرق کے ساتھ اس طرح نقل فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے:

وقد وقع عند بعض الناس أن الصابون نجس؛ لأنه يتخذ من دهن الكتان، ودهن الكتان نجس؛ لأن أوعيته تكون مفتوحة الرأس عادةً والفأرة تقصد شربها، وتقع فيها غالباً، ولكنا لا نفتي بنجاسة الصابون؛ لأن الأصل إنما هو الطهارة،والنجاسة بعارض أمر نادر، ومع أنالو نفتي بنجاسة الدهن لانفتي بنجاسة الصابون؛ لأن الدهن قد تغير وصار شيئًاآخر، وقد ذكرنا أن من مذهب محمدؒ: أن النجس يصير طاهراً بالتغير؛ فيفتى فيه بقول محمدؒ: لمكان عموم البلوى. (المحيط البرهاني، المجس العلمى ٣٦٩/١، رقم المسألة ٧٤٦، تاتارخانية، زكريا ٤٣٧/١، رقم: ١٠١١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۰۰ ۱۱۷)

مذبوحہ جانوروں کے خون سے کھاد اور مچھلیوں کی غذا بنانا

سوال [۱۰۸۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر اپنا ایک نجی مذبح خانہ چلاتا ہے، اس میں وہ جانور جن کا گوشت شریعت محمدی میں کھانے کی اجازت ہے، ان جانوروں کو اللہ رب العزت کے نام مبارک سے ذبح کیا جاتا ہے، ذبیحہ جانور کے نکلے ہوئے خون کو محفوظ کر کے جدید ترین مشنریز کے ذریعہ سے خشک کر کے اور پھر کسی ٹیکنالوجی سے اس کو کھاد اور غذا بنا دیا جاتا ہے، جس کو پھل پھول اناج

اور مچھلیوں کی پیداوار میں اضافہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ایسی حالت میں کاروبار کر کے منافع کمانا یا نفع ونقصان کرنا ناجائز یا حرام ہے، یا پھر جائز ہے، اور اگر ناجائز اور حرام ہے، تو پھر اس خون کے کاروبار سے کمائی ہوئی دولت کو کہاں خرچ کیا جائے، یہاں پر یہ بات بھی بتادینا ضروری ہے، مذکورہ بالا مذبح خانہ بنانے کی اجازت ومنظوری انہیں بنیادی شرائط پر سرکار نے دی ہے، اگر سرکاری شرائط کا لحاظ نہیں رکھا گیا، تو سرکار کی جانب سے لائیسنس منسوخ کئے جانے کا خطرہ ہے، جس کی وجہ سے احقر کو کافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔ قرآن حکیم اوراحادیث نبویہ کی روشنی میں جلدی جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: احتشام الحق، ساکن محلہ اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دم مسفوح کو محفوظ کر کے جدید مشینری کے ذریعہ سے دیگر اشیاء کے اختلاط کے ساتھ خون کی ماہیت تبدیل کر لی جائے، اور وہ دوسری چیز بن جائے، مثلاً کھاد اور مرغ مچھلی کا چارہ یا دیگر اشیاء کی شکل بن جائے، تو دم مسفوح پاک ہوجاتا ہے؛ کیونکہ انقلاب ماہیت کی وجہ سے ناپاک چیزیں پاک ہوجاتی ہیں، جیسا کہ شراب نجس اور حرام ہوتی ہے، مگر اسی شراب کو سرکہ بنالیا جائے، تو وہ پاک اور حلال ہوجاتا ہے، اسی طریقہ سے ناپاک تیل اور مردار کی چربی سے صابون بنالیا جائے، تو انقلاب ماہیت کی وجہ سے وہ پاک ہوجاتا ہے؛ لہٰذا سوال نامہ میں درج کردہ صورت میں جدید مشینری کے ذریعہ سے خون کی ماہیت تبدیل کر کے دوسری اشیاء بنادی جائیں، تو اس سے خون کا حکم ختم ہوجاتا ہے اور وہ چیزیں استعمال کرنا اور ان کی تجارت کرنا اور اس تجارت کا پیسہ سب حلال وجائز ہے اور اس بارے میں کتب فقہ میں جزئیات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے، چند جزئیات حسب ذیل ہیں۔

وعندهما يصير خمرًا بظهور دليل الخمرية ويصير خلا بظهور

دليـل الـخـلية فيـه،هـذا إذا تـخـلـلـت بنفسها، فأما إذا خللها صاحبها بـعـلاج مـن خـل، أو مـلـح أوغيـر هـمـا فـا لتـخليل جائز والخل حلال عندنا......لنا ماروى عن النبي عليه الصلوة والسلام أنه قال: أيما إهاب دبـغ فـقـد طهر كالخمر إذا تخلل فيحل. (بـدائـع الصنائع، كتاب الأشربة، زكريا ٤/٢٧٩، كراچي ٥/١١٣-١١٤)

يـطهـر زيـت تـنـجـس بـجـعله صابونا به يفتى للبلوى (تحته في الشـامية) ثـم هـذه الـمسـئـلة قـد فـرعـوها على قول محمد بالطهارة بـانـقـلاب الـعين الذي عليه الفتوىٰ واختاره أكثر المشايخ......وعبارة الـمـجتبـىٰ: جـعـل الـدهن النجس في صابون يفتى بطهارته؛ لأنه تغير والتغيـر يـطهـر عـند محمد ويفتى به للبلوى......ثم اعلم أن العلة عند مـحـمـدؒ هـي الـتـغيـر وانقلاب الحقيقة، وأنه يفتى به للبلوىٰ كما علم مـمـامر ومقتضاه عدم اختصاص ذلک الحكم بالصابون، فيدخل فيه كـل مـا كـان فيـه تـغيـر وانقلاب حقيقة وكان فيه بلوىٰ عامة. (شـامي، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، زكريا ١/٥١٩، كراچي ١/٣١٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٦/٣٠١، ٢٩/١٠٨)

وخل الخمر حلال ولو خللت (بعلاج) بالقاء ملح أوخل عندنا لقوله عـليه السلام خير خلكم خل خمركم. (مـجمع الأنهر، كتاب الأشربة، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٢٥١، مصري قديم ٢/٥٧٣)

والأعيـان الـنـجسة تطهر بالاستحالة عندنا وذلک مثل الميتة إذا وقـعـت فـي الـمملحة، فاستحالت حتى صارت ملحاً والعذرة إذا صارت تـرابـاً، أو حـرقـت بـالـنـار وصارت رماداً، فهي نظير الخمر إذا تخللت، أوجـلد الميتة إذا دبغت، فإنه يحكم بطهارتها للاستحالة وذكر في الفتاوى

أن رأس الشاة لو أحرق حتى زال الدم يحكم بطهارته وكذا البلة النجسة في التنور تزول بالإحراق. (تبيين الحقائق، كتاب الطهارة، باب الأنجاس، امدادية ملتان ١/٧٦، زكريا ١/٢٠٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ربیع الاول ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۰۲۱)

خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ برش کا استعمال

سوال [۱۰۸۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک موٹر مکینک ہوں اور گاڑی وغیرہ کی صفائی کے لئے برش کی ضرورت پڑتی ہے، اور عام طور پر برش خنزیر کے بالوں کا ہوا کرتا ہے؛ لیکن ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ یہ خنزیر کے بالوں کے ہیں یا عام جانوروں کے بال کے۔ اور ہم دوکاندار سے کہتے ہیں کہ خنزیر کے علاوہ کے بالوں کا برش دینا؛ لیکن وہ دھوکہ دے کر بعض مرتبہ خنزیر کے بالوں کا برش دیتا ہے اور مجھے پتہ نہیں چلتا، تو اب میرے لئے اس برش کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۲) پھر اس برش کو ہم استعمال کر لیتے ہیں اور بعض اوقات ہاتھ دھوئے بغیر کوئی چیز کھا پی لیتے ہیں، تو اس طریقہ سے میرا کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) خنزیر کا بال نجس العین ہے، اس سے تیار شدہ برش بھی ناپاک ہے؛ اس لئے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو لوگ برش کا استعمال کرتے ہیں، ان کو پہچان نہ ہو، اگر دھوکہ دے کر خنزیر کے بال والا برش دیدیا ہے، تو ضرور پہچانا جا سکتا ہے۔

نیز ہمارے ہندوستان میں خنزیر کے بالوں کے علاوہ کسی اور جانوروں کے بالوں سے برش بنانے کا دستور نہیں ہے، اگر کہیں خال خال ہے بھی تو وہ بالکل کالعدم ہے؛ اس لئے دوکاندار سے صاف کہہ دیا جائے کہ خنزیر کے بالوں کا برش نہ ہو؛ بلکہ نائیلون کا برش چاہئے اور نائیلون کے تاروں کا ایسا برش آرہا ہے جس کی وجہ سے جانوروں کے بال کے برش استعمال کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۲) کسی مسلمان کے لئے یہ نہایت خطرناک بات ہے کہ خنزیر جیسے نجس العین جانور کے بال اپنے ہاتھ سے استعمال کرے، پھر بغیر دھوئے کوئی چیز کھائے۔ نیز ایک مسلمان کی غیرت ایمانی کے خلاف ہے کہ خنزیر کے بال پر ہاتھ لگائے۔

قال ابن عابدينؒ، قوله على المذهب أي على قول أبي يوسفؒ الذي هو ظاهر الرواية أن شعره نجس وصححه في البدائع ورجحه في الاختيار إلى قوله قال العلامة المقدسي. وفي زماننا استغنوا عنه أي فلا يجوز استعماله؛ لزوال الضرورة الباعثة للحكم بالطهارة. (شامي، كتاب الطهارة، باب المياه، زكريا ١/٣٥٩-٣٦٠، كراچي ١/٢٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

كتبه: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۶۰۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۴/۱۳ھ

خنزیر کی رقم سے اپنی ضروریات پوری کرنا

سوال [۱۰۸۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں، جو کھیتی کی حفاظت اور شکار کے لئے جانے میں خنزیر یعنی سور کو پکڑ لیتے ہیں اور پھر اس کو بیچ کر کے اس کی رقم اپنے کھانے پینے میں اور دیگر ضروریات میں صرف کرتے ہیں۔ کیا جبکہ سور کا کھانا کسی بھی مسلمان کے لئے ناجائز

اورحرام ہے، تو کیا اس کو فروخت کرکے اس کی رقم اپنی ضروریات میں خرچ کر سکتے ہیں یانہیں؟ مسئلہ دلیل کے ساتھ قلم بند فرمائیں۔

المستفتی: محمد ہاشم قاسمی، جیرولی کھم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خنزیر اور اس کی قیمت دونوں مسلمانوں کے لئے حرام اور ناجائز ہے، نہ اس کو فروخت کرنا جائز ہے، اور نہ ہی اس کی قیمت ضروریات میں خرچ کرنا جائز ہے۔

وأما بيع الخمر، والخنزير إن كان قوبل بالدين كالدراهم والدنانير، فالبيع باطل لا يفيد ملك الخمر ولا مايقابلها. (الموسوعة الفقهية الكويتية اشرفي ديوبند ٣٨/٣٤٤، هداية اشرفي ديوبند ٣/٤٩) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ / ربیع الاول ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲ / ۴۳۹۵)

❁ ❁ ❁

(۱۲) باب ما يحل قتله وما لا يحل

کن جانوروں کو مارنے کی اجازت ہے؟

سوال [۱۰۸۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جن موذی جانوروں کو مارنا مستحب ہے؟ وہ کون کون سے ہیں؟

(۲) جنگلی جانور جن سے جانی خطرہ ہے ان کے مارنے کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: اقبال شمشی ہاؤس، طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱/۲) جن موذی جانوروں کا مارنا ثواب ہے، ان میں سے سانپ، بچھو، گرگٹ، چھپکلی۔ نیز زمین پر رہنے والی مکڑی وغیرہ ہیں، جورات کے وقت نکلتی ہے اور موذی ہوتی ہے؛ لیکن جو مکڑی عام طور پر گھروں میں پائی جاتی ہے بلاضروت اور بغیر پریشانی وضرر کے اس کو نہیں مارنا چاہئے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۱۸۵/۸، فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۲۷۶/۸، ۲۷۸، ۲۸۰، قدیم ۳۷۶/۱۲، ۱۳۴/۵، ۳۸۹/۱۷)

عن أبي هريرةؓ، قال: أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نقتل الأسودين في الصلوة العقرب والحية. (مسند أحمد ١٥٧/٦، رقم:٤ ٧٨٠، سنن الترمذي، أبواب الصلوة، باب ماجاء في قتل الاسودين في الصلاة، النسخة الهندية ٨٩/١، دارالسلام، رقم: ٣٩٠٤، مسند دارمي، دار المغني بيروت ٩٤٥/٣، رقم:١٥٤٥)

عن عائشةؓ أنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقتلوا الحيات كلهن. (مسند أحمد ١٥٧/٦، رقم: ٢٥٧٥٥، سنن الترمذي، أبواب الصيد، باب في قتل الحيات، النسخة الهندية ٢٧٣/١، دارالسلام رقم: ١٤٨٣)

عن أم شريك رضـ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بقتل الوزغ. (بخاري شريف، كتاب الأنبياء، باب قول الله عزوجل واتخذ الله إبراهيم خليلاً، ١/ ٤٧٤، رقم: ٣٢٤٨، ف: ٣٣٥٩، في كتاب بدء الخلق، باب خير مال المسلم غنم ١/ ٤٦٦، رقم: ٣١٩٩، ف: ٣٣٠١)

من قتل وزغا في أول ضربة كتبت له مأة حسنة وفي الثانية دون ذلك وفي الثالثة دون ذلك. (مسلم شريف، كتاب قتل الحيات، باب استحباب قتل الوزغ، النسخة الهندية ٢/ ٢٣٦، بيت الأفكار رقم: ٢٢٤٠، سنن الترمذي، أبواب الصيد، باب في قتل الوزغ، النسخة الهندية ٢/ ٢٧٣، دارالسلام رقم: ١٤٨٢، سنن ابن ماجه أبواب الصيد، باب قتل الوزغ، النسخة الهندية ٢/ ٢٣٢، دار السلام رقم: ٣٢٢٨)

النوع الآخر يحضر بيته في الأرض، ويخرج في الليل كسائر الهوام وهي على ما ذكره غير واحد من ذوات السموم، فليسن قتلها لذلك. (روح المعاني، سورة العنكبوت، تحت تفسير الآية: ٤١، جزء ٢٠، مكتبه، زكريا ديوبند ١١/ ٢٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۷۲۱۱)	۱۴۲۲/۵/۱۰ھ

ٹوکری میں بند کرنے کی وجہ سے بلی مرگئی

سوال [۱۰۸۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج سے تقریباً بیس سال قبل بندہ ایک بلی کو ٹوکری میں بند کر کے دفتر چلا گیا تھا، پھر جب شام میں واپسی ہوئی اور ٹوکری کو کھول کر دیکھا تو بلی کو مردہ پایا، اس واقعہ کے بعد سے بندہ اپنے اس فعل قبیح پر کافی نادم وپشیمان ہے؛ لہٰذا اگر اس کی تلافی کی کوئی صورت ہو تو عرض فرمادیں؟

المستفتی: سرتاج حسین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: بلا وجہ کسی بھی جاندار کو اذیت پہونچانا گناہ ہے؛ لہٰذا آپ کے فعل کی وجہ سے جو بلی مرگئی ہے، وہ قابل مذمت اور سخت گناہ کی بات ہے، حدیث شریف میں آیا ہے، کہ ایک عورت نے بلی کو باندھ رکھا تھا، نہ اس کو کھانا دیتی تھی اور نہ اس کو چھوڑتی تھی کہ وہ اپنے طور پر کوئی چیز کھا کر پیٹ بھر لیتی اور اسی بندھے ہوئے ہونے کی حالت میں بلی مرگئی، اسی وجہ سے اس کا نام جہنمیوں کی فہرست میں آگیا؛ اس لئے احتیاط کی ضرورت ہے، اب اس کی تلافی کی صورت یہی ہے کہ آپ سچے دل سے پکی سچی توبہ کرلیں اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے؛ البتہ اگر آپ نے بلی کو اس لئے بند کر رکھا تھا کہ آپ کے پیچھے بلی گھر کی چیزوں کو نقصان پہونچاتی تھی، ٹوکری میں بند کر کے اس کی جان مارنا مقصد نہیں تھا، اور اس کی ضرورت کا کھانا بھی آپ نے دیدیا تھا، تو ایسی صورت میں گناہ سے بچنے کی امید ہے؛ لیکن پھر بھی اللہ سے نادم ہو کر توبہ کر لینی چاہئے۔

عن نافع عن عبد اللہ ؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: عذبت امرأة في هرة حبستها حتى ماتت جوعا، فدخلت فيها النار قال: فقال واللہ أعلم لا أنت أطعمتها ولاسقيتها حين حبستيها ولاأنت أرسلتها، فأكلت من خشاش الأرض. (بخاري شريف، كتاب المساقاة، باب فضل سقي الماء ۳۱۸/۱، رقم: ۲۳۰۴ ف۲۳۶۵)

عن عبيدة بن عبد الله عن أبيه ؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (ابن ماجه شريف، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية ۳۱۳/۲، دارالسلام رقم: ۴۲۵۰، مشكوة شريف ۲۰۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۴۱۹/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۵/۲۹ھ

بلا قصد جھاڑو سے چیونٹیاں مرجائیں تو کیا حکم ہے؟

سوال [۱۰۸۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بندہ مدرسہ چلہ امروہہ میں ملازم ہے، جھاڑو دینے کا کام بھی بندہ کے ذمہ ہے۔

دریافت طلب بات یہ ہے کہ جھاڑو دینے میں بہت سی چیونٹیاں جھاڑو کی زد میں آجاتی ہیں، جس سے بہت سی مر بھی جاتی ہیں، اگر آہستہ آہستہ جھاڑو لگاتا ہوں، تو بہت تاخیر ہوتی ہے، بندہ پران چونٹیوں کے مرنے میں کوئی گرفت تو نہیں ہے یا پھر کیا شکل اختیار کرنی چاہئے۔

المستفتی: نسیم احمد، چلہ امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جھاڑو دیتے وقت اگر آپ کی نیت چونٹیوں کو مارنا نہیں ہے؛ بلکہ صرف مسجد کی صفائی ہے اور بلا اختیار ایک آدھ چیونٹی مرجائے، تو انشاء اللہ تعالی مواخذہ نہ ہوگا اور چیونٹیوں کا مسجد میں جمع ہوجانا ایذاء مصلی سے خالی نہ ہوگا؛ اس لئے جھاڑو کی زد میں مرجائیں، تو مؤاخذہ انشاء اللہ نہ ہوگا۔

قتل النملة تكلموا فيه، والمختار أنه إذا ابتدأت بالأذىٰ لا بأس بقتلها. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الحادي والعشرون، زكريا قديم ٥/ ٣٦١، جديد ٥/ ٤١٧، تاتارخانية، زكريا ١٨/ ٢٢٦، رقم: ٢٨٥٩٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ر صفر المظفر ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/ ۳۳۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۲/۲۸ھ

گاندھلی کو آگ سے جلانا

سوال [۱۰۸۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مسجدوں میں بہت سی جگہ گاندھلی بیٹھتی ہیں، وہ بہت زہریلی ہوتی ہیں، کیا ان کوآگ سے جلاسکتے ہیں؟

المستفتی: محمودمحمدی، شاہی مسجد، جلگاؤں، مہاراشٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگرجلائے بغیرکسی اورطریقہ سے دفع کیاجاسکتا ہے،تو جلانا جائزنہیں ہےاوراگربغیرجلائے وہاں سے ہٹانے کی کوئی اورصورت نہ ہو،تو مجبوراً آگ لگانا جائز ہے۔(مستفاد: امدادالفتاوی ۴/۲۵۲-۴/۲۶۵)

نهىٰ رسول الله صلى الله عليه وسلم عن قتل كل ذي روح إلا أن يؤذي.

(المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربى بيروت ١٢/ ٩١، رقم: ١٢٦٣٩)

والظاهر أن المراد حرق ذاتهم بالمجانيق، وإذا جازت محاربتهم بحرقهم فما لهم أولىٰ بالمجانيق أي برمي النار بها عليهم؛ لكن جواز التحريق والتغريق مقيد بما إذا لم يتمكنوا من الظفر بهم بدون ذلک بلا مشقة عظيمة، فإن تمكنوا بدونها فلا يجوز. (شامي، كتاب الجهاد، مطلب في أن الكفار مخاطبون ندباً، كراچي ٤/١٢٩، زكريا ٦/٢٠٩-٢١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۲۳؍رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/۲۷۶۸)

مکڑی مارنے کاحکم

سوال [۱۰۸۲۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مکڑی کے مارنے کا کیاحکم ہے؟

المستفتی: اقبال شمسی ہاؤس، طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جنگلی جانور جن سے جان وغیرہ کا اندیشہ ہو، جیسے شیر چیتا بھیڑیا اسی طرح دیگر موذی جانوروں کو مارنا جائز ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۱۸۵، محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۸/۲۷۹، قدیم ۱۲/۳۷۷)

نهیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم عن قتل كل ذي روح إلا أن يؤذي.

(المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربی بيروت ۱۲/۹۱، رقم: ۱۲۶۳۹)

وجاز قتل ما يضر منها ككلب عقور وهرة تضر. (شامي، كتاب الحج، باب الجنايات، زكريا ۳/۶۰۸، كراچي ۲/۵۷۰، وفي تاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، زكريا۹/۵۵۸، كراچي ۶/۷۵۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۷۱۱۱)	۱۴۲۲/۵/۱۰ھ

مچھروں کو الیکٹرونک بیٹ سے مارنا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۸۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کرنٹ والے بیٹ سے مچھر مارنا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: الیکٹرانک بیٹ کے ذریعہ مچھروں کو جلا کر مارنا جائز نہیں؛ بلکہ مکروہ تحریمی ہے؛ اس لئے کہ اس میں جاندار کو آگ سے جلانا لازم آتا ہے، جس کی حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے، ہاں البتہ کرنٹ والی مشین کسی جگہ رکھی ہوئی ہو اور مچھر خود وہاں جا کر جل کر مر جاتے ہوں، تو اس میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ اس میں جلانا نہیں پایا جا رہا ہے؛ بلکہ مچھر خود ہی آ کر جل رہے ہیں، یہ ایسا ہے کہ جیسے پتنگے بلبوں اور چراغ میں خود جا کر مرتے ہیں۔

عن عبد الرحمن بن عبد الله عن أبيه ؓ قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم: في سفر فانطلق لحاجته......ورأى قرية نمل قد حرقناها، فقال: من حرق هذه؟ قلنا نحن، قال: إنه لا ينبغي أن يعذب بالنار إلا رب النار. (أبوداؤد شريف، كتاب الجهاد، باب في كراهية حرق العدو في النار، النسخة الهندية٢/ ٣٦٢-٣٦٣، دارالسلام رقم:٢٦٧٥)

عن أبي هريرة ؓ، أنه قال: بعثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعث فقال: إن وجدتم فلاناً و فلانًا فأحرقوهما بالنار، ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم حين أردنا الخروج إني أمرتكم أن تحرقوا فلانًا وفلانًا وأن النار لا يعذب بها إلا الله، فإن وجدتموهما فاقتلوهما. (بخاري شريف، كتاب الجهاد، باب لا يعذب بعذاب الله١/ ٤٢٣، رقم:٢٩٢٣، ف:٣٠١٦)

وإحراق القمل، العقرب بالنار مكروه. (هندية، زكريا قديم ٥/ ٣٦١، جديد ٥/ ٤١٧، تاتارخانية ١٨/ ٢٢٧، رقم:٢٨٥٩٨)

ويكره إحراق جراد، وقمل، وعقرب، وتحته في الشامية: يكره تحريما ومثل القمل البرغوث ومثل العقرب الحية. (شامي، زكريا ١٠/ ٤٨٢، كراچي ٢ ٧٥٢) *فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم*

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر الف ۴۱؍ ۱۱۰۷۷)

❁ ❁ ❁

(۱۳) باب الخمر والدخان

شراب پینا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۸۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شراب پینا کیسا ہے؟

المستفتی: جمعہ شاہ پی ٹی سی فرسٹ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شراب پیشاب وخون کی طرح نجس ہے، اوراس کا پینا حرام ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن. (المائدہ: ۹۰)

وأما الخمر فلها أحكام ستة: أحدها: أنه يحرم شرب قليلها وكثيرها، ويحرم الانتفاع بها للتداوي وغيره...... والخامس: هى نجسة غليظة كالبول والدم. (هنديه، كتاب الأشربة الباب الاول زكريا جديد ٥/٤٦٨ قديم ٥/٤١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹؍۳۴۷۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۵/۲۳ھ

ما اسكر كثيره فقليله حرام کا مطلب اور بیڑی وغیرہ کا کیا حکم ہے؟

سوال [۱۰۸۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ حدیث پاک **ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام** کو پیش نظر رکھ کر واضح فرمایئے کہ جس کا کثیر نشہ آور ہو، تو اس کا قلیل بھی حرام ہے، تو تمباکو، بیڑی، سگریٹ، اس کا کثیر نشہ آور ہوسکتا ہے؛ لیکن کوئی اسے حرام نہیں کہتا بہت زیادہ تو مکروہ کہتے ہیں؟ اس کا تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف **ما اسکر کثیرہ فقلیله حرام** سے مراد اشیاء سیالہ غیر جامدہ ہیں، جن میں شراب کی تمام قسمیں شامل ہیں، بیڑی، سگریٹ، تمباکو، میں جو چیز ملائی جاتی ہے، وہ جامد ہے سیال نہیں ہے، اگر چہ اس کا کثیر نشہ آور ہوسکتا ہے، تاہم اس کے قلیل کو دوا کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت ہے، بریں بناء اس کے قلیل پر حرمت کا حکم نہیں دیا جائیگا جیسا کہ زعفران، کہ اس کا کثیر نشہ آور ہوسکتا ہے؛ لیکن قلیل کے استعمال پر کسی نے حرمت کا حکم نہیں دیا؛ بلکہ اسے جائز قرار دیا گیا ہے، اسلئے بیڑی، سگریٹ، تمباکو، وغیرہ میں بدبو نہ ہوتو پینا جائز ہے، اور بدبو ہوتو مکروہ تنزیہی ہے، اور نشہ ہوتو حرام ہے۔ (محمودیہ ڈھابیل ۱۸/۳۸۰، میرٹھ ۲۷/۲۳۰، امداد الفتاوی ۴/۱۱۶)

اور حضرت گنگوہیؒ نے یہ توجیہ بیان فرمائی ہے کہ قلیل کی دو قسمیں ہیں:

(۱) قلیل مُسکر (۲) قلیل غیر مُسکر قلیل مُسکر حرام ہے، اور قلیل غیر مُسکر حرام نہیں، بیڑی، سگریٹ، تمباکو، وغیرہ قلیل غیر مُسکر ہونے کی وجہ سے جائز ہیں۔ (الکوکب الدری اشرفی ۲/۱۲-۱۳)

قال محمد: ما أسكر كثيره فقليه حرام وهو نجس أيضًا (تحته) أقول الظاهر إن هذا خاص بالأشربة المائعة دون الجامد كالبنج والأ فيون فلا يحرم قليلها بل كثيرها المسكر ولم نر أحدا قال بنجا ستها ولا بنجاسة زعفران مع أن كثيره مسكر ولم يحرموا أكل قليله أيضا–أما

الجامدات فلا يحرم منها إلا الكثير المسكر. (شامي، كتاب الاشربه، زكريا، ۳۷/۱، كراچي، ٦/٤٥٥)

من أكل مايتأذى به أي بر ائحته كثوم وبصل ويؤ خذ منه، أنه لو تأ ذى من رائحة الدخان المشهود له منعها من شربه. (شامي كراچي، ۲۰۸/۳، زكريا، ۲۸۸/٤، شرح نوى على المسلم، كتاب المساجد، باب نهى من اكل ثوماً أو بصلاً أو كراثاً الخ ۲۰۹/۱)

فيفهم منه حكم النبات وهو الإباحة على المختار أو التوقف وفيه إشارة إلى عدم تسليم إسكاره، وتفتيره، أو ضراره (شامي، كتاب الاشربة كراچي، ٤٦٠/٦، زكريا، ٤٤/١٠)

أكل قليل السقمونيا، والبنج مباح للتداوي وما زاد على ذلک إذاكان يقتل أويذهب العقل حرام. (شامي زكريا، كتاب الاشربة، ٤٠/١٠، كراچي، ٤٥٧/٦)

ويمكن أن يقال في الرواية الأولى وهو ما أسكر كثيره ان الكثير والقليل كلاهما مسكران إلا أن الكثير أكثر إسكارا من القليل فالقليل حينئذ قسمان: قليل مسكر وقليل غيرمسكر والموضوع فى الحديث هو القليل الأول دون الثانى فكان المعنى أن القليل المسكر حرام، وإن قل إسكاره فبقى القليل الغير المسكر على حله.
(الكوكب الدرى ۱۲/۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۸؍ جمادی الاخری ۱۴۳۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۵۹۷/۴۱)	۱۴۳۵/۶/۱۸ھ

غیر مسکر شراب کے استعمال کا حکم

سوال [۱۰۸۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ(۱) شراب پینا تو حرام ہے، نشہ اور سکر کی وجہ سے؛ لیکن اگر کوئی ایسی شراب ہو جس میں نشہ اور سکر نہ ہو تو اس کا پینا کیا جائز ہے؟ جیسا کہ آج کل ایسی بہت شراب ملتی ہیں،

(۲) اگر کوئی آدمی اس حدتک شراب پئے کہ جسکے پینے سے بدن میں چستی پیدا ہوتی ہے، سستی دور ہوتی ہے، اور کوئی نشہ بھی نہیں ہوتا، تو اس حدتک پینا کیا جائز ہے؟ تشفی بخش جواب دیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں، نوازش ہوگی

المستفتی: طیب احمد آسامی متعلم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ایسی شرابیں جن کے پینے سے نشہ آتا ہو تو ایسی صورت میں ان کا پینا ناجائز اور حرام ہے، اور سائل نے سوالنامہ میں یہ جو لکھا ہے کہ ایسی شراب جس میں نشہ اور سکر کا مادہ نہ ہو اُسے شراب کیسے کہا جائے، وہ شراب ہی نہیں ہوئی، جب وہ شراب ہی نہیں ہے تو اس کے پینے میں کوئی قباحت بھی نہیں، سائل کے لئے مناسب یہ تھا کہ جس کو سائل ایسی شراب کہہ رہا ہے جس میں نشہ اور سکر نہیں ہوتا ہے، اس سلسلے میں ایک دو چیز متعین کر کے واضح کر دیتا تو بہتر ہوتا جیسا کہ انگور یا کھجور سے شراب بنتی ہے؛ لیکن پانچ یا سات گھنٹے انگور یا کھجور کو پانی میں بھگو دیا جائے تو اسکی مٹھاس پانی میں اچھی طرح منتقل ہوجاتی ہے مگر اس میں نشہ اور سکر نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ اس کو نبیذ کہتے ہیں، اسی طرح جَو کا پانی ہوتا ہے جس میں نشہ اور سکر نہیں ہوتا ہے، اس کو آج کل کے زمانے میں ''بیئر'' کہتے ہیں اس کا پینا بھی بلا تردد جائز اور درست ہے، سعودی عرب کے بازاروں میں اس طرح کی ''بیئر'' خوب ملتی ہے، تو سائل کس کے بارے میں پوچھ رہا ہے وہ ہمارے لیے خود متعین کرنا دشوار ہو رہا ہے، جو چیزیں اندازہ سے بیان کی گئی ہیں اگر انھیں میں سے کوئی ہے تو حکم بیان کیا جاچکا ہے، ورنہ سائل اوپر کے حکم سے خود ہی حکم شرعی سمجھ لے۔

عن جابر بن عبداللّٰہؓ، أنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم:

ماأسکر کثیره فقلیله حرام. (ترمذي‌شریف باب ماجاء مااسکر کثیره فقلیله حرام النسخة الهندیة ۲/۸،دارالسلام، رقم۱۸۶۵ ، سنن ابن ماجه باب مااسکر کثیره فقلیله حرام النسخة الهندیة ۲/۲۴۳، دارالسلام، رقم۳۳۹۲)

عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت: کنا ننبذ لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم فی سقاء، یوکأ فی أعلاه، له عذلاء ننبذه غدوة ویشربه عشاء، وننبذه عشاء ویشربه غدوة(ترمذي،باب ماجاء فی الانتباذ فی السقاء النسخة الهندیة، ۲/۹، دارالسلام رقم: ۱۸۷۱، المعجم الأوسط دارالفکر ۲/۱۲۵، رقم:۲۷۴۵، صحیح مسلم، باب إباحة النبیذ النسخة الهندیة ۲/۱۶۸ ، بیت الافکار رقم:۲۰۰۵)

(۲) سستی دور کرنے اور چستی لانے کے لیے نشہ آور شراب کا ایک قطرہ اور دو قطرے پینا بھی ناجائز اور حرام ہے، چاہے پینے والے کو اس کے پینے سے نشہ نہ آتا ہو،

عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما أنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ما أسکر کثیره فقلیله حرام. (ابن ماجه شریف، باب ما أسکر کثیره فقلیله حرام النسخة الهندیة،۲/۲۴۳،سنن أبی داؤد، باب النهی عن المسکر النسخة الهندیة ۲/۵۱۸، دارالسلام رقم،۳۶۸۱، مسند أحمد بن حنبل ۲/۹۱،رقم: ۵۶۴۸، مسند البزارمکتبة العلوم والحکم ۱۲/۱۹۳، رقم۵۸۵۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۰۲۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۶/۱ھ

بیئر بنانے، فروخت کرنے اور پینے کا حکم

سوال [۱۰۸۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جَو کا پانی جس کو ایک معینہ عرصہ تک خمیر کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ اس میں

نشہ آور مادہ (الکحل) پیدا ہو جاتا ہے تب اس مادہ کو (الکحل) مشینوں کے ذریعہ بالکل پاک وصاف کر دیا جاتا ہے، جس سے وہ ایک سادہ بغیر نشہ آور مشروب بن جاتا ہے، رنگ وہیئت کے اعتبار سے وہ انگریزی ''بیئر'' کے مشابہ ہوتا ہے لیکن تاثیر کے اعتبار سے بالکل الگ، نہ اس میں نشہ ہوتا ہے اور نہ (الکحل) بلکہ طبی نکتہ نظر سے وہ ایک صحت بخش شراب بن جاتا ہے، شرعاً مشروب بنانا اور پینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اقبال محلّہ طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں ذکر کردہ ''بیئر'' جس میں نشہ بالکل نہیں ہوتا ہے، حنفی مسلک میں اس کا بنانا، اسکو پینا، اور خرید وفروخت کرنا، اور اس کا پیسہ سب جائز اور بلاتردد پاک اور حلال ہے، بعض علماء جنہوں نے مدینہ منورہ وغیرہ میں اس کو پیا ہے بتلایا کہ وہ ایک پاک صاف طاقتور مشروب ہوتا ہے، اس میں کسی قسم کا نشہ نہیں ہوتا ہے، ایسا مشروب بنانا پینا اور بیچنا سب جائز ہے،

واذا تخللت الخمر حلت سواء صارت خلاً بنفسها أو بشيءٍ يطرح فيها ولايكره تخليلها الخ. (هداية، كتاب الأشربة اشرفي ٤/٤٩٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲رصفر ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۳۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۲/۲۲ھ

فروٹ بیئر کے استعمال کا حکم

سوال [۱۰۸۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فروٹ بیئر میں نشہ نہیں ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص اس کو پی لے تو اس کا

پینا حرام ہے یا حلال ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فروٹ بیئر جس میں بالکل نشہ نہ ہو اس کا استعمال جائز ہے ۔ (مستفاد فتوی محمودیہ قدیم ۳۸۳/۱۷، جدید ڈابھیل ۱۸/۱۸۴)

ما يتخذ من الحنطة والشعير والعسل والذرة حلال عند أبي حنيفةؒ.

(هداية، كتاب الأشربة، اشرفي ديوبند ٤/٤٩٦، شامي كراچي ٦/٤٥٣، زكريا ١٠/١٣٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۳۱۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۵/۲۲ھ

حلال اشیاء سے بنی ہوئی اسپرٹ کا حکم

سوال [۱۰۸۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسپرٹ چونکہ شراب کے حکم میں ہے، انجکشن کے بعد بدن یا کپڑے کو دھوکر پاک کرنا ضروری ہے یا اڑ جانے کی وجہ سے بدن یا کپڑا پاک ہو جاویگا حجام لوگ بھی استرہ چلانے کے بعد اسپرٹ والی چیز پھوڑے پھنسی کی احتیاط کی وجہ سے چہرہ پر مل دیتے ہیں اس کو ملوانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یونس، احمد گڑھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: انگور کے کچے رس سے بنی ہوئی اسپرٹ تو حرام اور ناپاک ہے، اس کا استعمال کسی چیز میں بھی جائز نہیں، اور اس کے علاوہ دوسری اشیاء مثلاً گنّا، جامُن، آلو، گاجر، مولی، گیہوں، اور چاول، وغیرہ سے بنی ہوئی اسپرٹ کا

حکم یہ ہے کہ دواؤں وغیرہ میں استعمال کی گنجائش ہے، اور کپڑے میں لگ جائے تو چوتھائی کپڑے سے کم معاف ہے؛ لہٰذا ایسی اسپرٹ سے بنی ہوئی دوا چہرہ پر لگواسکتے ہیں۔

(مستفاد: ایضاح النوادر، ۱/۱۲۵)

وأما سواها فيتخذ النبيذ من كل شي من الحبوب، والثمار، والألبان، وحكمها ماذكروا أن القليل أي القدر غير المسكر منها حلال (إلى قوله) وحرام بقصد التلهى والكثير أي القدر المسكر منها حرام. (العرف الشذى، حاشيه ترمذي، ۲/۷، تكمله فتح الملهم اشرفيه ديو بند، ۳/۶۰۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۸۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۵/۱۴۱۷ھ

تاڑی کی حرمت کا ثبوت

سوال [۱۰۸۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شراب پینا مسلمانوں کیلئے حرام ہے اور اسکی حرمت قرآن سے ثابت ہے؛ تو کیا اسی طرح سندھی (تاڑی) کی حرمت وممانعت بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے، اگر مکروہ ہے تو کون سی کراہت ہے؟

المستفتی: محمد ہاشم امام مسجد تپّن پلّی منڈل چندر گونڈا، وایا شجاعت نگر، ضلع کھمم اے پی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: تاڑی اگر حد سکر کو پہونچ جائے تو اسکی حرمت حدیث سے ثابت ہے، اور جس تاڑی میں نشہ آ گیا اس کا پینا بھی حرام ہے۔

عن عائشة رضى الله عنها عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كل

شراب أسكر فهو حرام. (صحيح البخاري، باب لايجوز الوضوء بالنبيذ ولاالمسكر النسخة الهندية ۱/ ۳۸، رقم۲۴۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۰۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱/۲۸ھ

مسلمان کا اپنے ڈھابہ میں شراب پینے کی اجازت دینے کا حکم

سوال [۱۰۸۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک کھانے کا ہوٹل جس کو آج کل ڈھابہ کہتے ہیں، مسلمان کی ملکیت ہے، یعنی اصل مالک اور چلانے والا مسلمان ہے؛ لیکن پورا عملہ ہوٹل کا غیر مسلم لوگوں کا رکھتا ہے، شراب بھی نہیں رکھتا البتہ بعض لوگ خود شراب لاکر ہوٹل میں پی لیتے ہیں؛ تو ایسا ہو جانے سے مسلمان گنہگار تو نہیں ہوگا؟

المستفتی: حافظ محمد طاہر نگینہ بجنور، یوپی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذکورہ ہوٹل اور اسکی آمدنی اپنی جگہ جائز ہے، مگر وہاں بیٹھ کر شراب پینے کی اجازت دینا جائز نہیں، اگر اس پر سختی سے روک تھام نہیں ہے تو ہوٹل والے اس گناہ کبیرہ میں پوری طرح شامل ہونگے۔

وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّار. [هود: ۱۱۳] **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۳۶۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱۱/۷ھ

الکحل اور سینٹ کا حکم

سوال [۱۰۸۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سینٹ میں الکحل ملا ہوا ہوتا ہے، اور الکحل فرسٹ نمبر کی شراب ہے تو یہ سینٹ پاک ہے یا نہیں نیز اس کو لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے اور ادویات میں الکحل کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو الکحل انگور کی کچی شراب اور انگور کی پکی شراب اور منقی اور کھجور سے بنایا جائے تو وہ بالاتفاق حرام اور ناپاک ہے، شرعی طور پر اس کا استعمال اور تجارت سب ممنوع ہے، اور اگر کپڑے میں گلٹ کے ایک روپیہ سے زائد لگ جائے تو نماز نہ ہوگی، اور اگر اس سے کم ہو تو کراہت کے ساتھ نماز درست ہے، انگور، کھجور کے علاوہ دیگر اشیاء، مثلاً آلو، لوکی، گاجر، ٹماٹر، مولی، جامُن، وغیرہ سے بنے ہوئے الکحل کے بارے میں اختلاف ہے، امام محمدؒ کے نزدیک حرام ہے، اور حضرات شیخینؒ کے نزدیک نجاست خفیفہ ہے، عموماً یہی الکحل عطریات اور ادویہ میں استعمال ہوتا ہے، لہٰذا ضرورت شدیدہ اور عموم بلویٰ اور ابتلاء عام کی وجہ سے عطریات اور ادویات کے حق میں حضرات شیخینؒ کے قول کے مطابق جواز کا فتویٰ ہے، اور پینے کے حق میں حضرت امام محمدؒ کے قول کے مطابق حرام اور ناجائز ہونے پر فتویٰ ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱۲۵)

وأما غير الأشربة الأربعه فليست نجسة عند الإمام أبي حنيفةؒ وبهذا تبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوى اليوم فإنها تستعمل في كثير من الأدوية، والعطور، والمركبات الأخرىٰ فإنها إن تخنت من العنب أو التمر فلا سبيل إلى حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرها فالأمر فيها

سهل على مذهب أبي حنيفةؒ ولا يحرم استعمالها للتدأوي أو لأغراض مباحة أخرى مالم تبلغ حد الإسكار لأنها إنما تستعمل مركبة مع المواد الأخرى ولا يحكم بنجاستها أخذا بقول أبی حنيفةؒ وأن معظم الكحول التی تستعمل اليوم فی الأدويه والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب، أوالتمر، وانما تتخذ من الحبوب أو القشور أوالبترول وغيره -فحينئذ هناک منحة فی الأخذ بقول أبی حنيفةؒ عند عموم البلوی. (تكمله فتح الملهم، حكم الكحول المسكرة اشرفي ۳/۶۰۸)

وأما ما سواها فيتخذ النبيذ من كل شي من الحبوب والثمار وتسمی الأقسام بالأنبذة وحكمها ماذكروا أن القليل أی القدرغير المسكر منها حلال إذكان بقصد التقوی علی العبادة وحرام بقصد التلهی والكثير أی القدر المسكر منها حرام وهذا مذهب الشيخين.(العرف الشذی علی الترمذي،۲/۸)

أماالأشربة المتخذ من الشعير، أوالذرة، أوالتفاح، أوالعسل، اذا اشتد وهو مطبوخ أوغير مطبوخ فإنه يجوز شربه مادون السكر عند أبي حنيفةؒ وأبي يوسفؒ، وعند محمدؒ حرام شربه قال الفقيه وبه نأخذ.(هندية، كتاب الأشربة، الباب الثانی، زكريا قديم ۵/۴۱۴، جديد ۵/۴۷۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍جمادی الاولی ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۱۱۵۱۲/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۵/۲ھ

کیا شراب، پیشاب، سود، اور لحم خنزیر کی حرمت برابر ہے؟

سوال [۱۰۸۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کا کہنا ہے کہ شراب پیشاب اور سود اور لحم خنزیر کی حرمت برابر ہے، جواب با

صواب سے مطلع فرمائیں؟

المستفتی: محمد امیر حسین خادم مدرسہ حبیبیہ اصالت پورہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: شراب، سود، خنزیر، سب کی حرمت قرآن کریم سے ثابت ہے، خنزیر کو سورۂ بقرہ آیت ۱۷۳ر میں حرام کہا ہے، اور شراب کو سورۂ مائدہ آیت ۹۰ر میں حرام قرار دیا گیا ہے؛ اس لئے سب کی حرمت برابر درجہ کی ہوگی اور پیشاب کا نجاست غلیظہ ہونا تو سب کو معلوم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ. (سورۃ البقرہ:۱۷۳)

قال اللّٰہ تعالیٰ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن. (المائدہ:۹۰)

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا. (البقرہ:۲۷۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ر ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸ر ۲۸۸۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۱۱/۱۶ھ

شراب پینا یا خنزیر کا گوشت کھانا

سوال [۱۰۸۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص بھنگی کے یہاں گیا اور اس سے خنزیر کا گوشت طلب کیا تو اس بھنگی نے اسے منع بھی کیا کہ آپ تو مسلمان ہیں؛ لیکن وہ نہیں مانا اس نے زبردستی گوشت کھالیا اور وہ شخص شرابی بھی ہے تو اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے، قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا شرعی حکم تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد حامد حسین بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: خنزیر کا گوشت کھالینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اس پر توبہ کرنا لازم ہے اسی طرح شراب پینا بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے، توبہ کرکے باز آجانا واجب ہے، قرآن میں سخت حرمت نازل ہوئی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ . (سورۃ البقرۃ: ۱۷۳)

قال اللّٰہ تعالیٰ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْن . (المائدہ: ۹۰)

فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۳۲۰۶)	۲۵/ ۵/ ۱۴۱۳ھ

شراب کی بوتل بیچنے والے کی آمدنی کا حکم

سوال [۱۰۸۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شراب اور بیئر کی خالی بوتلوں کی خرید وفروخت اسی طرح انکی ڈاٹوں کی خرید وفروخت جبکہ دونوں چیزیں کمپنی میں جاکر پھر سے ان میں مشروب بھرے جاتے ہیں، اور اس پر وہ ڈاٹ لگتی ہے نیز پیپسی، کوکا کولا، تھمسپ، ودیگر مشروبات کی ڈاٹیں جو کبھی کمپنی کو فروخت کی جاتی ہیں، اور کبھی دوسرے کاروباریوں کو جوان ڈاٹوں کو اپنے تیار کردہ لوکل مشروب میں جس پر کسی کمپنی کا لیبل چسپا نہیں کرتے، اور بعض ایسے لوگوں کو بھی فروخت کرتے ہیں جو اپنے لوکل مشروب میں کمپنی کا لیبل لگا کر بیچتے ہیں؛ تو کیا ان ڈاٹوں کا فروخت کرنا مطلقاً ناجائز ہے یا اس میں تفصیل ہے؟ وضاحت سے بیان فرما کر ممنون مر مائیں؟

المستفتی: محمد حلیم صدیقی پونہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شراب اور نشہ آور بیئر کی خالی بوتلوں اوران کی ڈاٹوں کو دھوکر پاک کر کے استعمال کرنا جائز ہے، اوران کو دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنا بھی بلاشبہ جائز ہے، اور خریداروں میں سے جوان کو ناجائز امور میں استعمال کرے گا وہ خود گنہگار ہوگا، بیچنے والے پر کوئی گناہ نہیں ۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷/۳۲۴، جدید ڈابھیل ۱۶/۱۳۳)

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرَی. [سورۃ الانعام: ۱٦٤]

وإنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار الخ. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زكريا، ۹/۵٦۲، كراچی، ٦/۳۹۲، تبيين الحقائق امداديه ملتان، ٦/۲۹، زكريا، ۷/٦۵) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/صفر ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۲۲۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۳ھ

تمباکو وسگریٹ نوشی کا حکم

سوال [۱۰۸۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تمباکو اور سگریٹ کی وبا اب عام ہوگئی ہے، بہت کم علماء اسکی تردید کرتے ہیں، بعض علماء تو اسکی حرمت اور بعض نے کراہت ثابت کی ہے، میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ حضرت والا اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ آیا یہ کلیۃ حرام ہے یا اس میں کراہت ہے؟ براہ کرم اپنے تأثرات عالیہ تحریر فرما کر ارسال فرما دیں شکرگزار ہونگا؟ جواب کا انتظار رہے گا

المستفتی: محمد عبدالرحمٰن، سرینگر کشمیر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تمباکو اور سگریٹ وغیرہ سے اگر نشہ اور سکر کی

بوآتی ہےتو سکرونشہ کی مقدار استعمال حرام اورنا جائز ہے،اوراگرسکراورنشہ نہیں آتا ہے؛ بلکہ صرف بد بومنھ سے ظاہر ہوتی ہےتو مکروہ تنزیہی ہے،توجوعلماءحرام قرار دیتے ہیں وہ مسکر پرمحمول ہے،اورجوعلماءمکروہ قراردیتے ہیں وہ مسکرونشہ نہ ہونے کی صورت میں بدبو کی وجہ سے قراردیتے ہیں،فقیر کی رائے بھی عام تمبا کو جس سے نشہ نہیں آتا ہے اس کے بارے میں مکروہ ہونے پر ہے۔

ومثله زهر القطن فانه قوي التفريح يبلغ الإسكار (إلى قوله) **يحرم استعمال القدر المسكر منه دون القليل الخ.** (شامي، كتاب الأشربة زكريا ١٠/ ٤١، كراچي ٦/ ٤٥٨)

فيفهم منه حكم النبات الذى شاع فى زماننا المسمى با لتتن وقد كرهه العمادى فى هديته إلحاقاله بالثوم والبصل با لأولىٰ الخ. (الدرالمختار، كتاب الاشربه، زكريا، ١٠/ ٤٤، كراچي، ٦/ ٤٦٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۹؍جمادی الثانیہ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۱۸۱۹/۲۶)

الجواب صحیح:
احقرمحمدسلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۶/۹ھ

گٹکا کھانا

سوال [۱۰۸۴۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گٹکا جسکو کھانے کا آج کل بہت رواج ہے اسکو کھانا جائز ہے یانہیں؟

المستفتی: محمداحمد فیض گنج

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گٹکے کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگراس کے کھانے میں نشہ نہ آئے تو بدبو کی وجہ سے مکروہ ہے،اوراگرنشہ آجائے تو پھر یہ حرام ہے۔

عن عائشةؓ رضی الله عنها عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: کل شراب أسکر فهو حرام. (صحیح البخاری، باب لایجوز الوضوء من النبیذ ولاالمسکر، النسخة الهندیة، ۱/۳۸، رقم ۲۴۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ شعبان ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۸۸۹/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۸/۱۵ھ

گل منجن کرنا

سوال [۱۰۸۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گل منجن کرنا کیسا ہے، مکروہ ہے یا مکروہ تحریمی گل کرنے سے سر میں چکر آتا ہے؟

المستفتی: محمد مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: گل مسکر ومفتر نہیں کیونکہ اس سے دماغ میں فتور نہیں آتا بلکہ اس میں حدت ہے لیکن نشہ آور نہیں ضرورت کے وقت گل کرنے کی اجازت ہے، لہٰذا بلاضرورت نہیں کرنا چاہئے؛ البتہ جب گل کرنے میں نقصان ہو تو جائز نہیں۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۱۱۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۰۷۴/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۳/۱۳ھ

پیپسی، تھمس اپ، وغیرہ کولڈ رنگ کا استعمال کیسا ہے؟

سوال [۱۰۸۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم نے موبائل میں ایک پروگرام دیکھا جس میں ٹیبل پر خنزیر کو کاٹا

جارہا ہے اور ایک بتانے والا بتارہا ہے کہ اس کا پوڈر تیار کیا جاتا ہے، اور کولڈرنگ ، پیپسی ، لمکا، تھمس اپ، سیون اپ وغیرہ میں ڈالا جاتا ہے، لہٰذا حضرت والا سے درخواست ہے کہ ایسی صورت میں پیپسی وغیرہ کا استعمال جائز ہے یا نا جائز، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: محمد شمیم احمد قریشی و جملہ مقتدی جامع مسجد قریشیان، ٹھاکردوارہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موبائل میں پروگرام دیکھ کر یہ یقین ہوجانا مشکل ہے کہ تمام مشروبات میں خنزیر کا پاؤڈر بنا کر ڈالا جاتا ہے، اس لئے بغیر شرعی ثبوت کے ان مشروبات پر یکسر حرمت کا حکم لگانا درست نہیں ہوگا، ہاں البتہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو ان چیزوں کے استعمال سے دور رکھے تو اس کے لئے تقویٰ اور احتیاط کی بات ہے۔

الأصل في الأشياء الإباحة. (قواعد الفقه :ص۵۹)

اليقين لايزول بالشک. (الاشباه جديد، ۲۲۰)

من شک في إنائه، أوثوبه، أوبدنه، أصابته نجاسة أولا فهو طاهر مالم يستيقن أنه نجاسة. (شامي، كتاب الطهارة، قبيل مطلب فى ابحاث الغسل، زكريا ۱/ ۲۸۳، كراچي ۱/ ۱۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ؍ جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰ ؍ ۱۱۱۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/ ۶/ ۱۴۳۴ھ

موجودہ دور میں پیپسی، کوکا کولا وغیرہ مشروبات کا استعمال

سوال [۱۰۸۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ دور میں مشروبات میں پیپسی اور اسی کی طرح دیگر اقسام مثلاً کوکا کولا،

تھمس اپ وغیرہ بہت عام ہیں، لہٰذا ان کا استعمال شرع کی رو سے جائز ہے یا نہیں یا بعض کا جواز ہے، اور بعض کا عدم جواز، اگر عدم جواز ہے تو اسکی وجوہات بھی تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد عثمان سنبھل بڑی مسجد سرسید نگر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیپسی، کوکاکولا، اور تھمس اپ ان مشروبات کا استعمال جائز ہے، ان چیزوں کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے، ہاں البتہ حالات زمانہ کے اعتبار سے امریکہ کے مظالم کی وجہ سے امریکی کمپنی سے بائیکاٹ کے لئے جب علماء کی قیادت میں مسلمان متحد ہو جائیں تو ان کی کمپنی سے یہ چیزیں نہ خریدی جائیں تاکہ ان کو نفع نہ پہونچے۔

(مستفاد: احسن الفتاوی ۴۸۹/۸)

وأما ما هو حلال عند عامة العلماء فهو الطلاء وهو المثلث ونبيذ التمر، والزبيب، فهو حلال شربه مادون السكر لاستمراء الطعام والتداوي وللتقوي على طاعة الله تعالى لاللتلهي والمسكر منه حرام وهو قدر الذي يسكر وهو قول العامة. (عالمگيري، كتاب الاشربه الباب الاول، زكريا قديم٥/ ٤١٢، جديد٥/ ٤٧٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۳۲۷/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۴/۲۰ھ

(۱۴) باب في الهدايا والضيافات

کھانے کے دوران آنے والے فقیر کی ضیافت

سوال [۱۰۸۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جب کھانے بیٹھیں اور درمیان میں فقیر آجائے، تو کیا اس کو کھانا کھلا سکتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد امیر حسن مدرسہ حبیبیہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کھانا کھانے کے درمیان کوئی ضرورت مند فقیر آجائے تو اسکو بھی بقدر وسعت کھانا کھلا دینا بہت زیادہ ثواب کی بات ہے حدیث شریف میں ہے کہ جس نے کسی بھوکے شخص کو کھانا کھلایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کا پھل کھلائے گا، اور دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس نے صدق دل سے اخلاص کے ساتھ اللہ کی راہ میں اپنی حلال کمائی سے ایک کھجور کا کسی فقیر وغیرہ پر صدقہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو انتہائی قدردانی کے ساتھ قبول فرماتا ہے، اور اس کا اجر اتنا بڑھاتا ہے کہ پہاڑ کے برابر ہوجاتا ہے۔

عن أبي سعيدؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أيما مسلم أطعم مسلماً على جوع أطعمه الله من ثمار الجنة. الحديث (سنن أبي داؤد، الزكاة، باب في فضل سقي الماء، النسخة الهندية ۱/ ۲۳٦، دار السلام رقم: ۱٦۸۲، مشكوة شريف ۱٦۹)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب فإن الله يتقبلها بيمينه، ثم يربيها لصاحبه كما يربي أحدكم فلوه حتى

تکون مثل الجبل (بخاری شریف، کتاب الزکاة، باب الصدقة من کسب طیب الخ ۱/۱۸۹، رقم الحدیث: ۱۳۹۲، ف ۱۴۱۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۷۱۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۴/۱۴۲۲ھ

شادی کی تقریب میں شرکت

سوال [۱۰۸۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب سے ہمارے بہت ہی قریبی تعلقات ہیں ان کے یہاں ایک تقریب ہونے والی ہے، جس کے سلسلے میں کافی کام ہم نے انجام دئے؛ لیکن آخری لمحات تک انہوں نے کھانے پر ہمیں مدعو نہیں ایسی صورت میں کیا ان کی تقریب میں جانا چاہئے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں، جن صاحب سے قریبی تعلقات ہیں وہ آخری لمحات میں بلانے آئے تھے۔

المستفتی: محمد عشرت میاں حیات نگر اول پیرزادہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کھانا کھلا کر فارغ ہونے سے قبل آپ کو بلایا جارہا ہے اور اس میں آپکی اہانت بھی مقصود نہیں ہے اور وہاں کوئی معصیت بھی نہیں ہے؛ تو تقریب اور دعوت میں شرکت کرلینی چاہئے۔

لو دعی إلیٰ دعوة قالوا أحب أن یجیبه إلی ذلک ما لم یکن هناک معصیة ولا بدعة، وإن لم یجبه کان ورعا، والا متناع أسلم فی زماننا الا اذا علم یقینا أن هناک لیس بدعة ولا معصیة.

(الفتاوی التاتارخانیة زکریا ۱۸/۷۵، رقم: ۲۸۴۰۶)

واختلف في إجابة الدعوة قال بعضهم واجبة لايسع تركها (وقوله) والأفضل أن يجيب إذا كانت وليمة (وقوله) إنما يجب عليه أن يجيبه إذا لم يكن هناک معصية الخ. (فتاوی عالمگیری، باب الضیافة، زکریاقدیم ٥/٣٤٣، جدید ٥/٣٩٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ر شوال المکرّم ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۰۵/۲۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۰۸/۱۰/۴ھ

شرابیوں کو اپنے ہوٹل میں کھانا کھلانا

سوال [۱۰۸۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کچھ لوگ اپنے ہوٹلوں میں شرابیوں کو کھانا کھانے کی اجازت دیتے ہیں جو پہلے ہوٹل سے خرید کر کھانا کھاتے ہیں، اور پھر اپنے ساتھ لائی ہوئی شراب وہیں بیٹھ کر پیتے ہیں؟

المستفتي: محمد ساجد قاسمی بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعاون علی المعصیۃ ہونے کی وجہ سے ہوٹل والے مسلمان گنہگار ہونگے ان کو ایسے لوگوں کو اپنے ہوٹل میں آنے سے منع کر دینا چاہئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان. [المائدة:۲] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷ر محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۱۰۶/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱/۷ھ

جھاڑو دینے والے کا جھوٹا کھانا

سوال [۱۰۸۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی مسلمان کسی ایسے آدمی یا عورت جو صفائی (جھاڑو میلا، نالی) کا کام کرتا ہے مگر جنگلی نہیں کھاتا، اگر کوئی مسلمان ایسے آدمی یا عورت کا جھوٹا کھا لیتا ہے تو کیا اس سے اس کے ایمان میں فرق آتا ہے؟

المستفتی: محمد اطہر علی سونی کلر لیب گوئیاں باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اس آدمی یا عورت کے منہ میں نجاست حقیقیہ مثلاً شراب وغیرہ کا اثر نہ ہو تو ان کا جھوٹا شرعاً پاک اور حلال ہے اور انکے جھوٹے کے کھانے والے کے ایمان پر کوئی فرق نہیں آئے گا۔

أما الطاهر فسؤر الأدمي ومايؤكل لحمه ويدخل فيه الجنب والحائض والنفساء والكافر إلاسؤر شارب الخمر. (الجوهرة، كتاب الطهارة، امداديه ملتان ۱/ ۲۱، دارالكتاب ديوبند،۱/ ۲۲، حلبي كبير، فصل في الآسار، اشرفية ديوبند۱۶۶، هداية، اشرفي ديوبند ۱/ ٤٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ رجب المرجب ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۳۵۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۳۰/ ۷/ ۱۴۰۹ھ

حجّام کی دعوت اور قربانی میں شرکت کا حکم

سوال [۱۰۸۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ہمارے گاؤں میں حجّام کی دوکان کرتا ہے، زید لوگوں کی داڑھیاں بھی

مونڈتا ہے، اور سر کے بال بھی تراشتا ہے اور مدرسہ کے اساتذہ اور طلبہ کے بال بھی کاٹتا ہے معلوم یہ کرنا ہے کہ زید کا اس دوکان کے علاوہ کوئی کاروبار نہیں ہے کیا زید کے گھر کا کھانا اور زید کے ساتھ قربانی میں حصہ لینا جائز ہے؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی سیڈھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نائی کی کمائی فی الجملہ پاک اور حلال ہے، سوال نامہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ لوگوں کے سر کے بال اور مدرسہ کے طلبہ واساتذہ کے بال بھی کاٹا کرتا ہے، اور اس کی اجرت بلاشبہ پاک اور حلال ہے، اور دوکان میں آنے والے بعض لوگ اس کے ذریعہ سے داڑھی بھی منڈواتے ہیں، جو لوگ اس نائی کے ذریعہ سے اپنی داڑھیاں منڈواتے ہیں، وہ خود شرعی طور پر فاسق ہیں، اور داڑھی منڈوانا گناہ کبیرہ ہے اور نائی جو داڑھی مونڈتا ہے، وہ منڈوانے والے کے حکم سے مونڈتا ہے، وہ اپنی اجرت لینے کے لئے اس معصیت پر تعاون کرتا ہے، اس لئے اسکا یہ عمل مکروہ ہے؛ لیکن اس عمل کی اجرت ایک حق المحنت ہے، اس لئے یہ اجرت اس کے لئے حلال ہے؛ لیکن یہ ایک غیر مناسب اجرت ہے جو خلاف اولی اور کراہت تنزیہی کے درجے میں ہوتی ہے، لیکن اس اجرت کو حرام اور ناجائز نہیں کہا جا سکتا، اسلئے کہ یہ ایسا ہی ہے، جیسا کہ درزی سے فسّاق کا لباس بنانے کے لیے کہہ دیا اور اس نے فاسقوں کا لباس بنا کر دے دیا تو اس طرح لباس بنانا تو مکروہ ہے مگر حق المحنت حلال ہے، اسی طرح گھر میں تصویر یا مجسمہ بنانے کے لیے کسی اجیر کو لایا تو اجیر کے لئے یہ عمل مکروہ ہے لیکن حق المحنت اور اجرت اس کے لیے حلال ہوگی، اور جب اسکا پیسہ حلال ہے تو اسکے گھر کھانا کھانا، اور قربانی میں اسکے ساتھ شریک ہونا، سب جائز ہے۔

عن محمدؒ : رجل استأجر رجلاً ليصوّر له صوراً أوتماثيل الرجال في بيت أو فسطاط فإني أكره ذلك وأجعل له الأجر وقوله وإن استأجره

لينحت له طنبوراً أو بربطاً ففعل، طاب له الأجر إلا أنه يأثم به (هنديه، الباب السادس عشر في مسائل السيوع في التجارة، زكريا قديم ٤/ ٤٥٠، جديد ٤/ ٤٨٦، الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٥/ ١٣٠، رقم: ٢٢٤٣١)

لو آجره دابة لينقل عليها الخمر، أو آجر نفسه ليرعى له الخنازير يطيب له الأجر عنده (الى قوله) وإن كان اسكافاً أمره إنسان أن يتخذله خفّا على زيّ المجوس أو الفسقة أو خياطاً أمره أن يتخذله ثوبًا على زيّ الفساق يكره له أن يفعل لأنه سبب التشبه بالمجوس والفسقة. (شامي، كتاب الخطر والاباحة، باب الاستبداء وغيره، زكريا ٩/ ٥٦٢، كراچی ٦/ ٣٩٢، هداية، اشرفي ديوبند ٤/ ٤٧٣، البحر الرائق، كوئٹه ٨/ ٢٠٣، زكريا ٨/ ٣٧٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍صفر ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۴۸۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۳ھ

نائی کی کمائی سے دعوت قبول کرنا

سوال [۱۰۸۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نائی کی کمائی سے جو دعوت ہوتی ہے اس میں شرکت کرنا اور اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نائی کی کمائی صاحبینؒ کے اصول کے مطابق تعاون علی المعصیت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اصول کے مطابق بلا کراہت جائز ہے؛ لہٰذا نائی کی کمائی سے جو دعوت کی جاتی ہے اس میں شرکت کرنا اور اس کا کھانا بلا کراہت جائز اور درست ہے۔

لـو آجـره دابة ليـنقل عليها الخمر، أوآجر نفسه؛ ليرعى له الخنازير يـطيب له الأجر عنده، وعندهما يكره. (شـامي،كتاب الخطر والإباحة، فصل فى البيع، زكريا۹/۵٦۲، كراچي ٦/۳۹۲)

وجاز إجارة بيـت بسـواد الـكوفة؛ ليتّخذ بيت نار، أو كنيسة، أوبيـعة، أويـبا ع فيـه الـخـمـر. وقـالا: لايـنبـغي ذلک؛ لأنه إعانة على الـمـعـصية. وتـحتــه فـي الشّــاميّة: وجــاز إجـارة بيتٍ الخ. هذا عنده أيـضـاً؛ لأنّ الإجارة عـلـى مـنـفـعة البيـت؛ ولهـذا يجب الأجر بمجرّد التّسـليـم ولامـعـصية فيـه وإنـما المعصية بفعل المستأجر وهو مختارٌ فيـنقطع نسبته عنه. (شـامي، زكريا۹/۵٦۲، كراچي٦/۳۹۲، الموسوعة الفقهية۹/۲۱۳، هداية،، اشرفي ديوبند٤/٤٧٢)

رجــل استـأجـر رجلاً ليـكتـب لـه غـنـاء با لفارسية، أو بالعربيّة يجوز ويـطيب له الأجر كما إذا استأجر ليبنى للهود، أو للنّصارى بيعة، أو كنسية جاز ويطيب له الأجر كذاهذا (الولو الجيه،۳/۳۲۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍۱۱۴۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۲/۲۲ھ

خریداروں کو مدعو کر کے بطور ضیافت مٹھائی اور کلنڈر دینا

سوال [۱۰۸۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری ایک دوکان کپڑے کی ہے، کپڑا قرض لے کر میں بھی خرید وفروخت کرتا ہوں کیونکہ بغیر قرض کے تجارت کرنا مشکل ہے، کیونکہ ہر دوکاندار قرض سے خرید وفروخت کرتے ہیں۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ میری دوکان میں ۲۰۰ آدمی کپڑا خریدتے ہیں اور قرض کے طور پر بھی لوگ لیتے ہیں اب میں لوگوں سے ۱۰ ہزار روپیہ پانے والا ہوں اسلئے کہ روپیہ وصول کرنے لئے ہر سال ایک متعینہ تاریخ میں لوگوں کو خط کے ذریعہ خبر کردیتا ہوں کہ فلاں تاریخ میں میری دوکان پر آپ لوگ مہربانی کر کے تشریف لے آنا یعنی روپیہ جمع کرنے کا دن ہے؛ تو یہ سب لوگ میری دوکان میں آجاتے ہیں، میں ان سب لوگوں کو ایک کلنڈر اور تھوڑی مٹھائی دیتا ہوں ہدیہ کے طور پر اپنی مرضی سے؛ تو اس مٹھائی کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں خریداروں کو کلنڈر اور مٹھائی دینا مصالح تجارت کے پیش نظر اور ضیافت کے طور پر ہے، لہٰذا اس مٹھائی کا کھانا جائز اور حلال ہے، اس میں کسی قسم کی قباحت نہیں۔

ولا يهب بعوض ولا بغير عوض وكذا لا يتصدق إلا أن يهدى اليسير من الطعام، أو يضيف من يطعمه لأنه من ضرورات التجارة استجلابا لقلوب المجاهزين. (هداية، كتاب الماذون، اشرفي ديوبند ٣/ ٣٦٤)

ويهدى طعامًا يسيراً ويضيف من يطعمه لأن التجار يحتاجون إليه لاستجلاب قلوب المجاهزين. (البحر الرائق، زكريا ٨/ ١٦٩، كوئٹه ٨/ ٩٣)

ويجوز تبرعه بالطعام اليسير إذا وهب أو أطعم استحسانًا الخ- ولأن هذا من ضرورات التجارة عادةً. (بدائع الصنائع، زكريا، ديوبند ٦/ ٢١٧، شامي زكريا ٩/ ٢٣٨، كراچي ٦/ ١٦٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ رجب ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۳۲۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۷/۱۸ھ

بقایا رقم کی وصولی کے لئے خریداروں کی دعوت کرنا

سوال [۱۰۸۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض علاقوں میں دوکانداروں کا یہ معمول ہے، وہ لوگ سال بھر اپنے خریداروں سے نقد وادھار دونوں طرح کے معاملات کرتے ہیں، اور سال بھر خرید وفروخت کرنے کے بعد جو رقم وصول نہیں ہوتی ان خریداروں کی اپنی دوکان پر دعوت کرتے ہیں اور مختلف قسم کی مٹھائی وغیرہ کھلانے کا نظم کرتے ہیں اور خریدار آکر اس میں شرکت کرتے ہیں، اور کھانے کے بعد معاملہ صاف کر کے جاتے ہیں، اس کے بعد دوبارہ ازسرنو معاملہ شروع ہوتا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح دعوت کرنا اور خریداروں کے لئے دعوت قبول کرنا اس طرح معاملہ کرنا ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اگر فتوی عدم جواز پر ہو تو جواز کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟

المستفتی: حبیب اللہ متعلم شعبہ افتاء شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں دوکانداروں کا مخصوص ایام میں اپنے خریداروں کا سال کے اخیر میں دعوت کرنا جبکہ خلوص اور حلال مال سے ہو اسی طرح خریداروں کا دعوت قبول کر کے کھانا اور سوال میں ذکر کردہ طریقہ سے نقد ادھار کا معاملہ کرنا شرعاً جائز اور درست ہے، اگر چہ اس میں بقایہ کی وصولی بھی مقصود ہو، نیز دعوت قبول کرنا سنت ہے نبی کریم ﷺ خود دعوت کرتے تھے، اور دوسروں کی دعوت قبول بھی فرماتے تھے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/۴۲۲ تا ۴۲۳، جدید ڈابھیل ۱۸/۹۵)

عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: إذا دعا أحدکم أخاہ فلیجب عرسا کان أو نحوہ، (سنن أبي داؤد، الاطعمة، باب ماجاءِ فی اجابة الدعوة، النسخة الهندية ۲/ ۵۲۵، دار السلام ورقم: ۳۷۳۸)

ولاينبغى التخلف عن اجابة الدعوة العامة كدعوة العرس والختان ونحوهما الخ. (هندية، كتاب الكرهية، الباب الثاني عشرفى الهدايا والضيافات زكريا قديم ٥/٣٤٣، جديده/٣٩٧، تاتارخانيه، زكريا١٨/١٧٦،رقم:٢٨٤١٢)

وقال عليه السلام من لم يجب الدعوة، فقدعصى الله ورسوله الخ. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة، فقدعصى الله ورسوله ٢/٧٧٨، رقم:٤٩٨٣، ف:٥١٧٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲ ؍رجب ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱؍۴۱۰۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲؍۷؍۱۴۱۵ھ

دودھ میں پانی ملاکر فروخت کرنے والے کے یہاں کھانا کھانا

سوال [۱۰۸۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید علی الاعلان دودھ میں پانی ملاکر خالص دودھ کہہ کر فروخت کرتا ہے، قدیمی ذریعۂ معاش اس کا یہی ہے، ایسے میں زید کی دعوت قبول کرنی چاہئے یا نہیں؟ یا اسکے کھانے سے گریز کریں؟

المستفتی: محمد اسلام امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث میں آتا ہے کہ تم اونٹ اور بکری وغیرہ کو اس طور پر نہ فروخت کرو کہ دو تین دن اس کا دودھ دھونا چھوڑ دو تاکہ وہ دودھ جمع ہو جائے پھر مشتری زیادہ دیکھ کر زیادہ قیمت میں لے لے صاحب مرقاۃ نے اس نہی کی علت دھوکہ دہی بیان فرمائی ہے۔

لاتصروا الإبل، والغنم. (مشكوة المصابيح ٢٤٧)

و فی شرحه المرقاة، و النهی للخداع. (مرقاة مکتبة ملتان ٦/٧٥)

اور صورت مذکورہ میں بھی دھوکہ دہی اور جھوٹ پایا جاتا ہے؛ اسلئے ایسا کرنا درست نہیں اور جو کمائی اس طریقے سے حاصل ہو وہ حلال بھی نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۳/۱۳۶)

اب اگر زید کا دودھ فروخت کرنے کے علاوہ کوئی دوسرا حلال ذریعۂ معاش نہیں تو اس کی دعوت قبول کرنے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اتنا پانی ملا کر فروخت کرتا ہے کہ پانی غالب اور دودھ مغلوب ہے تو اسکی دعوت قبول کرنا درست نہیں؛ لیکن اگر ایسا نہیں بلکہ دودھ غالب اور پانی مغلوب ہے تو پھر اسکی دعوت قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ اگر کوئی ورع وتقوی کے پیش نظر نہ قبول کرے تو اسکی بھی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ، قدیم ۱۷/۳۵۵، جدید ڈابھیل ۱۸/۱۳۲)

عن ابن مسعودؓ قال: جاء إليه رجل فقال: إن لی جارًا يأكل الربا، وإنه لايزال يدعونی، فقال: مهنأه لک وإثمه عليه، قال: سفيان فإن عرفته بعينه فلا تصبه. (مصنف عبدالرزاق، المجلس العلمی بيروت ٨/١٥٠، رقم: ١٤٦٧٥)

آكل الربا وكاسب الحرام أهدى اليه أو أضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولا يأكل مالم يخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه أو استقرضه وإن كان غالب ماله حلالا لا بأس بقبول هديته والأكل منها. (الهندية، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشرفي الهدايا والضيافات زكريا قديم ٥/٣٤٣، جديد ٥/٣٩٧، تاتارخانيه زكريا١٨/١٧٥، رقم: ٢٨٤٠٠، بزازيه، جديد زكريا٣/٢٠٣، وعلى هامش الهندية، زكريا ٦/٣٦٠، مجمع الأنهر، دارالكتب العلميه بيروت ٤/١٨٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۱۸۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۳ھ

بینک میں فکس ڈپوزٹ کرنے والوں کی دعوت قبول کرنا

سوال [۱۰۸۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیاان لوگوں کی دعوت قبول کرنا اوران پروگراموں میں شرکت کرنا کھانا کھانا جائز ہے؟ جو خاص مواقع کے لئے بینک میں فکس ڈپوزٹ کردیتے ہیں اگر جائز ہے تو کن صورتوں میں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: فکس ڈپوزٹ سودی معاملہ ہے اس میں جمع شدہ پر زائد رقم ملتی ہے وہ حلال نہیں ہے، اور جو ایسا کرتا ہے اوراس کے یہاں دوسری حلال آمدنی بھی ہے اور ڈپوزٹ کا رأس المال بھی حلال ہے؛ تو شرعًا جس کے یہاں حرام وحلال دونوں طرح کی آمدنی ہے اس کے یہاں دعوت کھانا جائز ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاوی ۱/۷۴۶)

عن ابن مسعودؓ، قال: جاء اليه رجل فقال: إن لي جارًا يأكل الربا، وإنه لايزال يدعوني فقال مهنأه لك وإثمه عليه. (مصنف عبدالرزاق، المجلس العلمي بيروت ۸/۱۵۰، رقم: ۱٤٦٧٥)

أحب إلى أن لا يأكل منه ويسعه حكما أن ياكله إن كان ذلك الطعام لم يكن عين الغصب، أو الرشوة الخ. (شامي، كتاب الزكاة، مطلب في التصدق من المال الحرام، كراچي، ۲/۲۹۲، زكريا۳/۳۱۹، هنديه زكريا قديم۵/۳۵۰، جديد ۵/٤۰٤، المحيط البرهاني المجلس العلمي بيروت، ۸/٦٤، رقم: ۹٥۹٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر شوال المکرّم ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۳۳۱/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۱۰/۲۲ھ

جس کی اکثر کمائی حلال ہو اسکے یہاں کھانا کھانا

سوال [۱۰۸۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اصلاح حال کے لئے شیخ طریقت کے زیر تربیت ہے، اور اتفاق سے بحکم خداوندی حالات کا شکار بھی، یعنی بے روزگاری قرض رہائشی خستہ حالی گھریلو نا اتفاقی وغیرہ مندرجہ بالا حالات کی ابتدا، اور تمام اہل خانہ ومتعلقین کے احکام خداوندی وسنت پر مکمل عمل نہ کرنے کی بنا پر یہ حالات پیدا ہوئے، اور احقر نے ان سب سے تنگ آ کر اللہ کی توفیق سے تمام معاشرہ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنی زندگی کو احکام خداوندی اور سنت نبوی کے سانچے میں ڈھالنے کی سوچی، اور اس کے لئے تبلیغی جماعت سے کئی سال پہلے اپنے کو منسلک کیا اور اب اللہ کے وعدوں و بزرگوں کی ترغیب پر اللہ کے راستے میں چار مہینے کے لئے جانے کا عزم مصمم کیا جس کے لئے بڑوں سے مشورہ بھی کیا جاچکا ہے، اور جانے کی ممانعت نہیں ہوئی ہے۔ بہر حال چوں کے اہلیہ کی تربیت دینی ماحول میں نہیں ہوئی ہے اور حالات ابتلاء وغیرہ میں جمنا مشکل امر بھی ہے، پھر بھی بیچاری بہت زیادہ ساتھ دیتی ہے اب چونکہ زید بھی اللہ کے راستے کے لئے عازم ہے، اور اہلیہ کی ایک بھابھی کے یہاں اول ولادت کا موقع ہے، اس موقع پر اہلیہ کے حقیقی بھائی ان کو بمبئی اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں؛ لیکن بھائی بھابھی دین سے دور یہاں تک کہ حرام حلال سے بے پرواہ اور صوم وصلوۃ کے بھی پابند نہیں ہیں، اور ان کے والد سے معلوم ہوا کہ وہ جہاں پر نوکر ہیں وہاں مالک کی نظر بچا کر کچھ اوپر کی آمدنی بھی کرتے ہیں ایسی حالت میں اہلیہ کو وہاں بھیجنا مناسب ہے یا نہیں؟ جبکہ اعمال حسنہ وعقائد کے اعتبار سے وہ بھی پہلے ہی سے کمزور ہے، برائے کرم ایسی حالت میں شریعت کا کیا حکم ہے، مطلع فرمائیں۔

المستفتی: حبیب الرحمٰن انصاری بیضہ مرچنٹ علی مسجد مارکٹ شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: سوالنامہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا نسبتی بھائی نوکری کرتا ہے اور ساتھ ساتھ بے احتیاطی کرتا ہے؛ لیکن پھر بھی اکثر مال حلال ہوگا اسلئے ان کے یہاں جانا وہاں کھانا کھانا سب شرعًا جائز ہے۔

عن سلمان الفارسي رضـ قال: إذا كان لك صديق عامل أو جار عامل أو ذو قرابة عامل فأهدىٰ لك هدية، أودعاك إلى طعام فاقبله، فان منهأه لك و إثمه عليه. (مصنف عبدالرزاق، المجلس العلمی بیروت۸/ ۱۵۰، رقم:۱٤٦٧٧)

أهدى إلى رجل شيئاً أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس الخ. (هنديه، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشرفی الهدايا والضيافات زكريا قديم٥/ ٣٤٢، جديد٥/ ٣٩٦، تاتارخانيه، زكريا١٨/ ١٧٥، رقم:٢٨٤٠٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲؍ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸؍۲۹۱۲)	۱۴۱۲/۱۲/۲ھ

مخنث سے تعلق قائم کرنے، اوران کی دعوت قبول کرنے کا حکم

سوال [۱۰۸۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مخنث حضرات ماہ رمضان میں افطار یا دیگر مواقع پر نذر و نیاز وغیرہ کا اہتمام کرتے ہیں، اور یہ لوگ غیر مخنث حضرات سے تعلقات رکھنے کی بناپر ان کو بھی کھانے پر مدعو کرتے ہیں، آیا ان لوگوں سے تعلقات قائم کرنا، یا ان کے یہاں کھانا اور ان کو کھلانا درست ہے کہ نہیں؟

المستفتی: محمد حسیب محمد حسین نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگران مخنث لوگوں کی ساری کمائی یا اکثر کمائی ناچ گانے کی ہے، تو ان کے یہاں دعوت قبول نہ کی جائے اور اگر حرام کمائی زیادہ نہیں ہے؛ بلکہ حلال کمائی ہی زیادہ ہے تو دعوت قبول کرنے کی گنجائش تو ہے مگر بہتر نہیں؛ البتہ اگر مخنثوں کی دعوت میں شرکت کے نتیجہ میں ان کی ہدایت کا ذریعہ بن سکتا ہو تو قبول کر لینی چاہئے ورنہ نہیں۔

عن عمران بن حصینؓ قال: نهٰی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن إجابة طعام الفاسقین. (المعجم الکبیر للطبرانی، داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۸/ ۱۶۸، رقم: ۳۷۶)

اٰکل الربا وکاسب الحرام أهدی إلیه أو أضافه وغالب ماله حرام لایقبل ولایأکل مالم یخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه، أواستقرضه وإن کان غالب ماله حلالا، لابأس بقبول هدیته والأکل منها. (هندیة، کتاب الکراهیة، الباب الثاني عشرفي الهدایا، والضیافات، زکریا قدیم ۵/ ۳۴۳، زکریا جدید ۵/ ۳۹۷، الفتاوی التاتارخانیة زکریا ۱۸/ ۱۷۵، رقم: ۲۸۴۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۳/ ربیع الاول/ ۱۴۱۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۷۲۶)	۱۳/ ۳/ ۱۴۱۷ھ

جس کی کمائی حرام ہو اس کے یہاں دعوت کھانا

سوال [۱۰۸۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے ایک قریبی رشتہ دار کا حرام کا کاروبار ہے، ان کے یہاں دعوت ہوتی

ہے، نہ جائے تو رشتہ ٹوٹ جاتا ہے، ایسے وقت کیا کریں؟ ہمارے یہاں ایک مولانا کہتے ہیں کہ دعوت کھاؤ، اوراسکی مقدار کا پیسہ صدقہ کرڈالو، کیا اس طرح کرسکتے ہیں؟

المستفتی: محمد فاروق دستگیر ستارا، مہاراسٹر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں ذکر کردہ رشتہ دار کی کمائی اگر سب کی سب حرام ہے، یا اکثر حرام ہے یا حرام وحلال برابر ہے تو اس کے یہاں ہرگز دعوت قبول نہ کی جائے، رشتہ ٹوٹ جانے کا خطرہ ہو تب بھی اس کے یہاں کھانا جائز نہیں ہے، اور کسی مولانا صاحب کا یہ کہنا کہ دعوت قبول کرلو، اوراس کی مقدار پیسہ اسی کی نیت سے صدقہ کردو تو اس کی مثال ایسی ہے کہ مردہ بکرا خود کھالیا اور ذبح شدہ حلال بکرا کسی کو دیدیا، ہاں البتہ اگر اس کے یہاں حرام پیسے کے ساتھ ساتھ حلال کمائی حرام پر غالب رہتی ہے تو پھر دعوت قبول کرنے کی گنجائش ہے، اور یہ سوچنا چاہئے کہ اس نے ہم کو حلال میں سے کھلایا ہے۔

غالب مال المهدى إن حلالا لا بأس بقبول هديته وأكل ماله مالم يتعين أنه من حرام وإن غالب ماله الحرام لايقبلها ولا يأكل إلا إذا قال: أنه حلال ورثته أو استقرضته. (بزازية، كتاب الكراهية، الفصل الرابع فى الهدية والميراث، جديد زكريا٣/ ٢٠٣، وعلى هامش الهندية، زكريا٦/ ٣٦٠)

أهدى إلى رجل شيئًا أو أضافه إن كان غالب ماله من الحلال فلا بأس إلا أن يعلم بأنه حرام فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لايقبل الهدية ولايأكل الطعام. (هندية، زكريا قديم٥/ ٣٤٢، جديد٥/ ٣٩٦، مجمع الانهر، دارالكتاب العلمية بيروت ٤/ ١٨٦، تاتار خانية، زكريا١٨/ ١٧٥، رقم: ٢٨٤٠٥) **فقط واللّٰہ** سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۵۹۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۷/ ۱۴۳۵ھ

مردار کی کھال وہڈی فروخت کرنے والے کی دعوت وامامت کا حکم

سوال [۱۰۸۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) اگر کوئی مسلمان مردار جانوروں کی کھال اور ہڈیاں ازخود نکال کر جمع کرکے فروخت کرتا ہے، یا کسی مسلم یا غیر مسلم سے یہ کام اجرت دیکر کرواتا ہے، پھر فروخت کرکے پیسے کماتا ہے تو یہ آمدنی شرعی اعتبار سے کیسی ہے؟ ایسے مسلمان کے یہاں دعوت قبول کرنا نیز شادی بیاہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مسئولہ مذکورہ شخص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: مولانا زاہد قاسمی پوروہ داسہ پور سیتا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱-۲) دباغت سے پہلے کھالوں کوفروخت کرنا اوراس سے آمدنی حاصل کرنا قطعاً حرام ہے، اس شخص پر لازم ہے کہ وہ حرام کاروبار چھوڑ کر حلال ذرائع اختیار کرے، اگر وہ باز نہ آئے تو اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہوگا، اور ہڈیوں کا حکم یہ ہے کہ اگر آلائش الگ کرکے انھیں فروخت کیا جائے یا کھال کو دباغت دینے کے بعد بیچا جائے تو اس کی آمدنی حلال ہوگی۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۶/ ۴۹۷، امداد المفتیین ۲/ ۸۳۳)

قال الإمام قاضیخان: وبیع جلود المیتات باطل إذالم تکن مذبوحة، أو مدبوغه، ویجوز بیع عظامها، وعصبها. (خانية، كتاب البيع، فصل في البيع الباطل جديد زكريا ۳/ ۸۱-۸۲، وعلى هامش الهندية، زكريا ۲/ ۱۳۳)

ولابیع جلود المیتة قبل أن تدبغ لأنه غیر منتفع به ولابأس ببیعها والانتفاع بها بعد الدباغ لأنها طهرت بالدباغ ولابأس بیع عظام المیتة وعصبها. (هداية، اشرفي ديوبند ۳/ ۵۵، تاتارخانيه، زكريا ۸/ ۳۴۱، رقم: ۱۲۹۳۲)

ویکره تقدیم الفاسق کراهة تحریم. (صغيري، مطيع مجتبائی

دهلی ۲٦٤ کبیری اشرفیه دیوبند ص:۵۱۲ هدایه اشرفی دیوبند ۱۲۲/۱)

اوردعوت کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگرغالب آمدنی حرام کی ہے تو دعوت قبول کرنا جائز نہیں، اوراگرغالب آمدنی حلال ہے تو اس صورت میں دعوت قبول کرنا جائز ہے۔

وكذا دعوة من كان غالب ماله من حرام مالم يخبر أنه حلال، وإن كان غالب ماله حلالا، لابأس بقبول هديته والأكل منها. (هندية، كتاب الكراهية الباب الثاني عشرفي الهدايا والضيافات، زكريا قديم، ٥/٣٤٣، جديد،٥/٣٩٧، الفتاوى التاتار خانيه زكريا،١٨/١٧٥، رقم،٢٨٤٠٥)

اورشادی سے پہلے بھی آمدنی کی تحقیق کرلی جائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲۹۳/۱۷، جدید ڈابھیل ۲٦۰/۱۸،) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ / جمادی الاولی ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴ / ٦١٦٧)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/۵/۱۴۲۰ھ

متقی شخص کے لئے حرام آمدنی والے کی دعوت قبول کرنا

سوال [۱۰۸٦۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس کے یہاں زیادہ تر آمدنی حلال ہو اور حرام آمدنی کم ہو تو اس کی دعوت قبول کرنا اسی طرح ہدایا تحائف قبول کرنا جائز ہے، اب سوال یہ ہے کہ کسی کے یہاں بزرگ اور متقی آدمی پہونچا، اور اسکی ساری آمدنی حرام ہے تو پانچ روپیہ اپنا ملاکر اور دس روپیہ حلال کمائی سے ملاکر اس بزرگ کے لئے کھانا تیار کیا گیا تو کیا یہ کھانا اس بزرگ اور متقی کے لئے جائز ہوگا؟

المستفتی: محمد شبیر، نئی دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا شخص جس کا کل مال حرام کمائی کا ہو اس

کے یہاں بزرگوں کا دعوت قبول کرنا درست نہیں؛ البتہ داعی صراحت کیساتھ کہدے کہ میں حلال کمائی سے کھلا رہا ہوں تو درست ہے۔

عن عمران بن حصينؓ قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن إجابة طعام الفاسقين. (المعجم الكبير للطبراني دارإحياء التراث العربي، بيروت، ١٨/ ١٦٨، رقم ٣٧٦)

لايجب دعوة الفاسق ...... وكذامن كان غالب ماله من حرام مالم يخبر أنه حلال الخ. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشرفي الهدايا والضيافات، زكريا قديم ٥/ ٣٤٣، جديد ٥/ ٣٩٧، تاتار خانيه زكريا ١٨/ ١٧٥، رقم: ٢٨٤٠٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱؍ ۴۰۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۵/۲۵ھ

حرام کمائی کرنے والے کا حلال رقم سے مہمان نوازی کرنا

سوال [۱۰۸۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خالد کو معلوم ہے کہ بکر کے یہاں خالص حرام کمائی سے پورے خاندان کا گذارہ ہوتا ہے، حسن اتفاق خالد ایک دن بکر کے گھر مہمان ہوا بکر کے پاس چونکہ پوری کمائی ناجائز اور حرام تھی اسلئے اس نے حلال کمائی کمانے والے سے قرض لیکر ضیافت کردی اور مہمان کے رخصت ہوجانے کے بعد یا ان کی موجودگی میں اپنی خالص حرام کمائی سے قرض کی ادائیگی کرتا ہے تو کیا صورت مذکورہ میں حرام کمائی سے قرض ادا کرسکتے ہیں؟

نیز خالد کا بکر کے یہاں مہمان ہونا اور دوسرے سے قرض لیکر ضیافت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالحکیم متعلم شعبہ افتاء مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا شخص جسکی تمام کمائی حرام ہواگر یہ شخص کسی حلال کمائی والے سے قرض لیکرکسی کی دعوت کردے تو اس دعوت کا قبول کر لینا درست ہے، اوراس کااس طرح قرض لیکر دعوت کرنا بھی جائز ہے؛ لیکن اس قرض کی ادائیگی میں مال حرام دینا ناجائز اورنا مناسب ہے؛ بلکہ مال حرام سے قرض ادا کرنے والا سخت گنہگار ہوگا اسی طرح لینے والے کو اگر یہ معلوم ہے کہ یہ مال حرام ہے تو اس کا اپنے قرضہ میں لینا بھی مکروہ اور باعث گناہ ہے۔ (مستفاد: فتاوی رشیدیہ قدیم ص:۵۶۹، جدید زکریاص:۵۵۵، فتاوی محمودیہ قدیم ۱۶۰/۵، جدید ڈابھیل ۴۵۰/۱۸)

آكل الربو وكاسب الحرام أهدياليه،أوأضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولا يأكل مالم يخبره أن ذلک المال أصله حلال ورثه أواستقرضه، وإن كان غالب ماله حلالا، لابأس بقبول هديته والأكل منها كذا في الملتقط . (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثانى عشرفي الهدايا والضيافات، زكريا قديم ٣٤٣/٥، جديده ٣٩٧/٥، تاتار خانيه زكريا ١٨ /١٧٥، رقم:٢٨٤٠٥، بزازية، جديد زكريا٣ /٢٠٣، وعلى هامش الهندية زكريا٦ /٣٦٠، مجمع الانهر، دارالكتب العلمية بيروت ٤ /١٨٦)

لوكان الدين لمسلم على مسلم فباع المسلم خمراً وأخذ ثمنها وقضاه صاحب الدين كره له أن يقبض ذلک من دينه كذافى السراج الوهاج. (عالمگيري، الباب السابع والعشرون فى القرض والدين زكريا قديم ٣٦٧، جديد زكريا ٥/ ٤٢٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
یکم رجب ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۴۰۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/۷/ ۱۴۱۵ھ

سود کھانے والے کی دعوت قبول کرنے کا حکم

سوال [۱۰۸۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنی جائیداد فروخت کرکے اسکی جملہ رقم کو بینک میں ڈالدیا ہے، اور وہ اس کے سود سے اپنا جملہ خرچ چلاتا ہے، اس کا کوئی دوسرا کاروبار نظر نہیں آتا اس صورت حال میں اگر وہ دعوت کرے تو اس کے یہاں کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: شمیم احمد مدرسہ تجوید القرآن، روڑکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: اگر یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ اس کا سارا خرچہ سود کا ہوتا ہے تو ایسے شخص کے یہاں دعوت قبول نہ کی جائے ، ہاں البتہ اگر وہ یہ بتلادے کہ دعوت کا پیسہ سود کا نہیں ہے؛ بلکہ ادھار لیا ہے، یا کسی نے ہبہ کیا ہے، یا وراثت میں ملا ہے، تو دعوت قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

آكل الربو وكاسب الحرام أهدىٰ اليه،أو أضافه وغالب ماله حرام لايقبل ولا يأكل مالم يخبره ان ذلك المال أصله حلال ورثه أو استقرضه.

(فتاوی عالمگيري، كتاب الكراهية، الباب الثانی عشرفي الهدايا و الضيافات، زكريا قديم ٥/٣٤٣، جديد ٥/٣٩٧، تاتار خانيه زكريا١٨/١٧٥، رقم:٢٨٤٠٥، بزازيه جديد زكريا٣/٢٠٣، وعلى هامش الهندية زكريا ٦/٣٦٠، مجمع الانهر، دارالكتاب العلميه بيروت ٤/١٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷؍ ۲۶۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴؍۴؍۱۴۱۲ھ

خنزیر کے بالوں کا برش بنانے والے کی دعوت قبول کرنے کا حکم

سوال [۱۰۸۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک غیر مسلم کی کمائی حرام ہے، مثلاً خنزیر کے بالوں کے برش کا کام ہے تو اس کے یہاں دعوت کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: حافظ علاء الدین، شیر کوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کے عقیدہ میں شراب اور خنزیر کی تجارت اور اس کا پیسہ جائز ہے، اسلئے وہ اپنی کمائی سے جو پیسہ کسی مسلمان کو دیگا یا کھلائے گا وہ مسلمان کے لئے جائز ہو جاتا ہے۔

إن بلا لاقال لعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان عمالک یأخذون الخمر والخنازیر فی الخراج فقال لا تأخذوھا منھم، ولکن ولوھم ببیعھا وخذوا أنتم من الثمن فھذا عمرؓ قد أجاز لأھل الذمة بیع الخمر والخنازیر وأجاز للمسلمین أخذ أثمانھما فی الجزیة والخراج وذلک بمحضر من الصحابة ولم ینکر علیه منکر. (اعلاء السنن، ابواب البیوع الفاسدة، باب حرمة بیع الخمر، کراچی ۱۴/۱۱۲، دارالکتاب العلمیه بیروت ۱۴/۱۳۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۵۱۶/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۶/۲۴ھ

کیا مسلمان کیلئے غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال[۱۰۸۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کسی غیر مسلم کی دعوت کھانا کیسا ہے؟

(۲) اگر ایک آدمی کسی غیر مسلم دوست کے گھر گوشت بھیج کر پکواتا ہے، پھر اس کی دعوت (دلجوئی کیلئے) قبول کر کے وہی گوشت کھاتا ہے تو ایسے غیر مسلم کے یہاں پکا ہوا گوشت کھانا کیسا ہے؟ جبکہ کسی غلط چیز کے ملانے یا ناجائز چیزوں کو اس میں ڈال کرنہ پکانے کا کامل یقین ہے؟

المستفتی: مولانا سلمان ندوی، ہلدوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم کی ایسی دعوت جس میں کسی حرام چیز کی ملاوٹ کا شبہ نہ ہو قبول کرنا جائز ہے۔

عن أنس بن مالك رضـ أن يهودية أتت النبي صلى الله عليه وسلم بشاة مسمومة فأكل منها فجيئ بها فقيل ألا نقتلها، قال: لا، فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله صلى الله عليه وسلم. (صحيح البخاري، الهبة، باب قبول الهدية من المشركين ۱/۳۵٦، رقم: ۲۵٤۳، ف: ۲٦۱۷)

ولا بأس بالذهاب إلى ضيفة أهل الذمه. (الفتاوى التاتارخانية، زكريا ۱۸/۱٦۷، رقم: ۲۸۳۷۷)

(۲) مسئولہ صورت میں اگر مذکورہ گوشت کے درست ہونے کا یقین ہو تو غیر مسلم کے یہاں ایسا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ويقبل قول كافر ولو مجوسيا قال: اشتريت اللحم من كتابي فيحل أو قال من مجوسي فيحرم، ولا يرده بقول الواحد أصلهأنه خبر الكافر مقبول

بالإجماع فی المعاملات، لافی الدیانات.(تنویرالابصار مع الشامي، کتاب الحظر والإباحة، زکریا ۹/ ٤٩٧، کراچي، ٦/ ٣٤٤، تبیین الحائق، زکریا۷/ ۲۷، امدادیه ملتان ٦/ ١٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ شعبان ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۴۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/ ۸/ ۱۴۳۲ھ

کیا ہولی اور دیوالی کی مٹھائی مسلمان کھا سکتے ہیں؟

سوال [١٨٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم دیوالی اور ہولی کے موقع پر مسلمانوں کو مٹھائی دیتے ہیں کیا مسلمانوں کو دیوالی وہولی کے نام کی مٹھائی کھانا جائز ہے؟ ذرا قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت سے بیان فرمائیں۔

المستفتی: عبادالرحمان بجنوری، مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہولی اور دیوالی کے موقع پر غیر مسلم بطور تحفہ وہدیہ مسلمانوں کو مٹھائی وغیرہ جو پیش کرتے ہیں مسلمانوں کے لئے اس کا نہ قبول کرنا بہتر ہے؛ لیکن اگر صرف وطنی تعلقات کو باقی رکھنے کے لئے قبول کریں تو اس کا کھالینا حرام اور ناجائز بھی نہیں ہے، کھانے کی گنجائش ہے بشرطیکہ مندر وغیرہ میں نہ چڑھایا گیا ہو بلکہ بازار سے خرید کر بلا ان کے مذہبی لوازمات کے پیش کیا جاتا ہو۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۵/ ۲۲۷، جدید ڈابھیل ۱۸/ ۳۴، امداد الفتاوی ۳/ ۴۸۱)

عن انس بن مالك أن يهودية أتت النبی صلی الله علبه وسلم بشاة مسمومة فأكل منها فجيئ بها فقيل ألا نقتلها، قال: لا،: فمازلت أعرفها فی

لهوات رسـول الله صلى الله عليه وسلم. (صحيح البخاري، الهبة، باب قبول الهدية من المشركين ٣٥٦/١، رقم:٢٥٤٣، ف:٢٦١٧)

ولابأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة.(هندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشرفي أهل الذمة، زكريا قديم٥ /٣٤٧، جديد٥ /٤٠١)

والأولى للمسلمين أن لايوافقهم على مثل هذه الأحوال لإظهار الفرح والسرور. (شامي، كراچي ٧٥٥/٦، زكريا ٤٨٦/١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱۷۳/۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۵/۲ھ

دیوالی میں غیر مسلم کا تحفہ مٹھائی وغیرہ قبول کرنا

سوال [۱۰۸۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیوالی کے موقع پر غیر مسلم مسلمانوں کو تحفہ میں خوشی کے طور پر مٹھائی کا ڈبہ دیتے ہیں، وہ مسلمانوں کے لئے کھانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دیوالی کے موقع پر غیر مسلم، مسلمانوں کو تحفہ میں مٹھائی کا ڈبہ دیتے ہیں اس کا نہ لینا بہتر ہے؛ لیکن اگر ظاہر داری اور مصلحت سے لے لیا تو شرعًا اس کا کھانا بلا کراہت جائز ہے؛ اسلئے کہ بنفسہ وہ چیز حلال ہوتی ہے۔

لابأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر، زكريا قديم٥ /٣٤٧، جديد٥ /٤٠١، البحرالرائق، كوئٹه ١٨٤/٨، زكريا٨ /٣٣٧، محيط برهاني كوئٹه قديم ١٠٣/٦، جديد، مجلس علمى٨ /٦٩، رقم:٩٦٠٣)

ولابأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة. (الهندية، زكريا قديم٥/ ٣٤٧، زكريا جديد ٥/ ٤٠١)

لو اتخذ مجوسی دعوة لحلق رأس ولده فحضر مسلم دعوته فأهدى إليه شيأ لا يكفر ...... إن إجابة دعوة أهل الذمة مطلقا فی الشرع...... والأولى للمسلمين أن لا يوافقهم على مثل هذه الأحوال لإظهار الفرح والسرور. (شامي، زكريا ١٠/ ٤٨٦، كراچی ٦/ ٧٥٥)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۴۰/ ۱۱۳۵۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱/۳ھ

کیا بھنگی کے گھر کھانا کھانا دھوبی کے گھر کھانا کھانے سے بہتر ہے؟

سوال [۱۰۸۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسلمان دھوبی کے یہاں کا پکا ہوا کھانا مسلم بھنگی کے کھانے سے گھٹیا ہے یا اعلی؟ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ بھنگی کے یہاں کا پکا ہوا کھانا دھوبی کے گھر کے پکے ہوئے کھانے سے اطیب ہے، بحوالہ تحریر فرمائیں؟

المستفتی: محمد شفیع مدرسہ شمس العلوم، کاشی پور نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احقر کی نظر سے ایسی کوئی کتاب نہیں گذری کہ جسمیں مذکورہ بالا مسئلہ موجود ہے؛ البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی زمانہ میں دھوبی لوگوں کی چیزیں بلا اجازت اٹھا لے جایا کرتا تھا یا دھوبی کپڑا کم ہونے کا دعوی کر کے

فروخت کردیا کرتا تھا جواب بھی ہے اور ملک غیر کی وجہ سے دھوبی کے گھر کے کھانا سے احتیاط کی ترغیب دی ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۸ ر جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۲۷۵)	۲۸/ ۶/ ۱۴۱۱ھ

بطور ہدیہ موبائل میں ریچارج کرانا

سوال [۱۰۸۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے جن بزرگوں سے ہماری عقیدت ومحبت ہے ان کو ہدیہ تحفہ دینے کو دل چاہتا ہے؛ لیکن ان کے رعب یا قبول نہ کرنے کے ڈر سے ہوتا نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان کے موبائل نمبر میں ریچارج کرا کے ان تک ہدیہ کی رقم پہونچانا شرعاً کیسا ہے؟ کوئی قباحت تو نہیں؟ اگر بعد میں فون کر کے ان کو اطلاع کرادے تو کیا حکم ہے؟ اور اگر بالکل ہی اطلاع نہ کریں تو کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد مشتاق متعلم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: موبائل میں بطور ہدیہ ریچارج کرانا درست ہے، جبکہ ان کو اس کی اطلاع بھی دیدی جائے؛ لیکن اگر بالکل ہی اطلاع نہ دی جائے تو یہ عمل حدیث میں بیان کئے گئے ہدیہ کے لین دین کے مقصد کے خلاف ہوگا، نیز وہ اس تردد میں پڑ سکتا ہے کہ کسی کے موبائل میں ریچارج کرایا گیا ہوگا، اور لائن کی خرابی سے میرے موبائل میں آگیا؛ تو ایسی صورت میں جس کو ہدیہ کیا جارہا ہے، وہ مزید پریشان ہوجائے گا؛ اس لئے اطلاع ضرور کردینی چاہئے۔

عـن أبي هريرةؓ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: تها دوا تحابوا .

(السـنـن الكبرى للبهقي قديم ٦/١٦٩، جديد دارالفكر بيروت ٩/١٥٤، رقم: ١٢١٦٩)

عـن أبي هريرةؓ، عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: تهادوا فان الهدية تـذهـب وحـر الـصـدر، ولاتـحـقـرن جارة لجارها ولو شق فر سن شاة.

(تـرمذي شريف، أبواب الولاء والهبة، باب ماجاء فی حث النبی صلی اللّٰه عـلـيـه وسـلم على الهدية النسخة الهندية، ٢/٣٤، دارالسلام رقم، ٢١٣٠)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۸۷۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۲ھ

(۱۵) باب الموالات مع الکفار

کفار کے یہاں کون سی چیز حلال یا حرام ہے اس کی تحقیق کا حکم

سوال [۱۰۸۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کتب مذہب حنفیہ ہدایہ وغیرہ میں مصرح ہے کہ جو چیزیں غیر مسلموں کے اپنے مذہب میں حلال ہیں ان چیزوں سے غیر مسلموں کو حاصل شدہ منافع مسلمانوں کے لئے جائز ہیں چنانچہ شاۃ اور کلب خمر اور شربت کی مثال موجود ہے، اس سلسلہ میں چند امور قابل دریافت ہیں؟

الف: غیر مسلموں کے مذہب میں حلال ہونے کا فیصلہ کس بنیاد پر کیا جائیگا ؟ ان کی مذہبی تعلیمات واحکامات جو ان کی کتابوں میں موجود ہیں یا عرف ورواج کی بنیاد پر، یا اس بارے میں ہماری شریعت کی طرف سے کچھ مقررہ حدود ہیں جن پر ان غیر مسلموں کے مذہب کو پرکھا اور ناپا تولا جائیگا ؟

ب: بالخصوص سود کا کیا حکم ہے؟ عرف حلت پر ہے جبکہ تصریحات قرآنی مثلاً **واکلھم الربوا وقدنھو عنہ** وغیرہ حرمت پر دلالت کرتی ہیں، ان کے بالمقابل خانیہ کا ایک جزئیہ بندہ کی نگاہ سے گذرا جس سے پتہ چلتا ہے کہ سود اصل میں حلال تھا چنانچہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص تمنا کرے کہ کاش اللہ تعالیٰ نے شراب، سود، محارم سے نکاح حرام نہ کیا ہوتا؛ تو وہ کافر نہ ہوگا؛ کیونکہ اصل میں یہ چیزیں حلال تھیں الخ۔ (خانیہ علی ہامش الہندیہ ۳/۵۷۴ زکریا دیوبند)

المستفتی: عبدالرشید عفی عنہ، اندھیری بمبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلموں کے مذہب کے اعتبار سے حلت وحرمت کو سمجھنے کے لئے ہم صرف اتنے کے مکلّف ہیں کہ جن چیزوں کے بارے میں ان کے یہاں حلال ہونے کی شہرت ہے، وہ ان کے لئے جائز اور حلال ہیں، اور جن چیزوں کے بارے میں ان کے یہاں حرام ہونے کی شہرت ہے وہی چیزیں ان کے لئے ناجائز اور حرام ہیں ،مثلاً زنا ہے، وہ ہر قوم و مذہب میں ناجائز ہے؛ لیکن خنزیر، شراب، اور سود، وغیرہ ان کے یہاں ناجائز نہیں، اور نہ اس کی تجارت ان کے یہاں ناجائز ہے؛ ان اصولوں کے ذریعہ جہاں تک ان کے مذہب کو پرکھا اور ناپا تولا جاسکتا ہے وہ کیا جاسکتا ہے، اس سے زیادہ مسلمانوں کو ان کے مذہب کے متعلق کھود کرید کا مکلّف نہیں بنایا گیا ہے، جو حسب ذیل عبارت سے سمجھ میں آتا ہے۔

ففيه أنا لانجيز لهم بيع الخمر والخنزير علا نية ظاهراً في بلاد المسلمين وإنما لهم ذلك سراً، هذا حكم أهل الذمة، وأما أهل الصلح الذين صالحنا هم على قدرمعلوم من المال، ولم نجعلهم ذمة لنا فنتركهم ومايدينون الخ. (اعلاء السنن، ابواب البيوع الفاسدة، باب حرمة بيع الخمر، الرد على ابن حزم في تشنيعه على أبي حنيفةؒ، دارالکتب العلميه بيروت ١٤/ ١٣٥، كراچي ١٤/ ١١٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۲۳۶/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۸/۳/۲۷ھ

ہندو و مسلم کا ایک دوسرے کو تہواروں پر ہدیہ دینا

سوال [۱۰۸۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے محلّہ والے کافروں کو عید و بقرعید میں مٹھائیاں اور دیگر اشیاء بطور ہدیہ

دیتے ہیں اسی طرح کفار بھی اپنے ہولی اور دیگر تہوار میں مٹھائیاں اور دیگر اشیاء بطور ہدیہ دیتے ہیں تو یہ اقدام کیسا ہے کیا درست ہے؟ اور اولیٰ کیا ہے؟

المستفتی: محمد محسن تکمیل ادب مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محلّہ داری اور پڑوس کی بناء پر کافروں کے ساتھ میل جول رکھنا، اور آپس میں ایک دوسرے کو مٹھائی وغیرہ لینا دینا جائز ہے؛ لیکن نہ لینا اولیٰ ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲۲۷/۵، جدید ڈابھیل ۳۳/۱۸، کفایت المفتی قدیم ۳۳۱/۹، جدید زکریا مطول ۱۳۹/۱۳، فتاوی رشیدیہ قدیم ص: ۵۷۵، جدید زکریا ۵۶۳)

ولا بأس بضيافة الذمي وإن لم يكن بينهما إلا معرفة كذا في الملتقط وفي التفاريق لابأس بأن يضيف كافرًا لقرابة، أولحاجة كذا في التمرتاشي. (عالمگيري، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر زكريا قديم ۳۴۷/۵، جديد ۴۰۱/۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ر رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰۹۶/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۷/۱۴۱۵ھ

غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں کے موقع پر ان سے مٹھائیاں لینا

سوال [۱۰۸۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں مثلاً دسہرا، ہولی، دیوالی، وغیرہ میں ان کی طرف سے دی ہوئی مٹھائیاں کھانا اسی طرح اگر وہ اپنی شادی ودیگر تقریبات میں دعوت کریں تو ان کے یہاں جاکر کھانا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی: محمد سجاد قاسمی کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلموں کے مذہبی تہواروں کے موقع پر جومٹھائیاں تقسیم ہوتی ہیں ان کا نہ لینا بہتر ہے؛ البتہ اگر کسی مصلحت کے پیش نظر ان کی طرف سے دی ہوئی مٹھائیاں لے لی جائیں تو پھر ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ مٹھائیاں دیوی دیوتاؤں کے نام سے نہ ہوں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۵/۲۲۷، جدید ڈابھیل ۱۸/۳۳۲، فتاوی رشیدیہ قدیم ص:۵۷۵، جدید زکریا ص:۵۶۳، مجموعۃ الفتاوی ۱/۲۰۷)

نیز اگر ہندو اپنی تقریبات میں دعوت کریں تو ان کی ضیافت قبول کرنا اور ان کے یہاں کھانا پینا درست ہے بشرطیکہ وہ ضیافت حلال چیزوں کی ہو، اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ضیافت شئ حرام سے ہے تو پھر اس کا کھانا حرام ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۴/۳۸۲، ۹/۳۶۹، ۵/۱۱۷، جدید ڈابھیل ۱۸/۱۱۳، ۱۱۵، ۵۱، امداد الفتاوی ۴/۱۴۹)

عن أبي وائل وإبراهيم قالا: لما قدم المسلمون أصابوا من أطعمة المجوس من جبنهم وخبزهم، فأكلوا ولم يسألوا عن شيٍ من ذلک. (مصنف ابن أبی شیبه، مؤ سه علوم القرآن بیروت ۱۷/۱٦/٤، رقم:۳۳۳٤٤)

ولابأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة هكذاذكر محمد رحمةالله عليه وفي أضحية النوازل المجوس، أو النصراني إذا دعا رجلاً إلى طعامه تكره الإجابة وانه قال اشتريت اللحم من السوق فإن كان نصرانيا لابأس به. (الهندية، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر، زكريا قديم۵/۳٤۷،جديد ۵/٤۰۱)

ولابأس بأن يضيف كافراً لقرابة أولحاجة. (هندية، زكريا قديم ۵/۳٤۷، جديد۵/٤۰۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/۵۲۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۳/۱۴۱۸ھ

غیر مسلم سے انکے تہوار پر مٹھائی وغیرہ لینا

سوال [۱۰۸۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلموں سے کاروباری تعلقات ہیں تعلقات کی بنیاد پر وہ دیوالی کے موقع پر خوشی میں شیرنی دیتے ہیں آیا اس میٹھے کا کھانا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد جلیس احمد ٹانڈہ، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: دیوالی وغیرہ تہوار کے موقع پر غیر مسلم سے مٹھائی لینے میں اگر اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ کافر مسلمان کو اپنی نظر میں ہلکا سمجھے گا یا احسان جتائیگا تو لینا درست نہیں ہے، اور اگر اس طرح کی کسی دینی یا دنیوی مضرت کا اندیشہ نہیں ہے تو درست ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۵/۲۲۵، و۱۸۸، جدید ڈابھیل ۱۸/۱۷۴، ۱۷۵)

وقبل من شخص علم أنه لا يقل صلابته وعزته في حقه ولايلين بسبب قبول الهدية. (عالمگيري، كتاب الكراهية، االباب الرابع عشر زكريا قديم ٥/٣٤٨، جديد، ٥/٤٠٢، تاتار خانيه زكريا، ١٨/١٦٩، رقم ٢٨٣٨٥، محيط برهاني، المجلس العلمي بيروت ٨/٧١، رقم: ٩٦١٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/۴۱۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۷/۱۴۱۵ھ

مسلم مزدور کا ہندو مالک سے اس کے تہوار پر ہدیہ قبول کرنا

سوال [۱۰۸۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسلمان کسی غیر مسلم کے یہاں ورکر ہو اور مزدوری کی اجرت روزمرہ

دے دیتا ہو، پھر کبھی غیر مسلم اپنے تہوار کے موقع سے ہمیں کچھ تحفہ وغیرہ پیش کرے تو ہمارے لئے جائز ہے یا نہیں؟ حدیث قرآن کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

نوٹ: تہوار غیر مسلموں کا جیسے ہولی، یا دیوالی، تہواروں کے لئے کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: داؤد عالم امیر جماعت مسجد گووند پوری، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر غیر مسلم اپنا احسان سمجھ کر دیتے ہیں یا یہ سمجھ کر دیتے ہیں کہ مسلمان ہمارے اس تہوار میں شریک ہوگئے تو لینا ناجائز ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۸۸/۵، جدید ڈابھیل ۱۷۵/۱۸)

اور اگر ایسا نہیں ہے؛ بلکہ محض خوشی میں بطور تحفہ پیش کر دیتے ہیں تو گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱۸۸/۵)

عن علي رضـ عن النبی صلی اللہ علیه وسلم إن كسریٰ أهدى له فقبل، وإن الملوك أهدوا إليه فقبل منهم. (سنن الترمذي، السير، باب ماجاء في قبول هدايا المشركين، النسخة الهنديه ۱/ ۲۸٦، دارالسلام رقم: ۱٦۲٤)

ومن المشائخ من وفق من وجه آخر، فقال: لم يقبل من شخص علم أنه لوقبل منه لايقل صلابته وعزته فی حقه ويلين له بسبب قبول الهدية. (الفتاوى التاتار خانية، زكريا ۱۸/ ۱٦۹، رقم: ۲۸۳۸٥، المحيط البرهانی، المجلس العلمي بيروت ۸/ ۷۱، رقم: ۹٦۱۰، هندية، زكريا قديم ٥/ ۳٤۸، جديد ٥/ ٤۰۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۲۳/۲۴)

دیوالی کے موقع پر غیر مسلم لڑکی کا مسلم لڑکے کو ٹیکہ لگانا

سوال [۱۰۸۷۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی مسلمان لڑکے نے غیر مسلم لڑکی کو بہن بنایا اب وہ لڑکی مسلمان لڑکے کے پاس آکر اپنے تہوار کی تمام رسومات ادا کرتی ہے مثلاً دیوالی کے موقع پر اس کے ماتھے پر ٹیکہ لگاتی ہے، اوراس کے ہاتھ میں راکھی وغیرہ باندھتی ہے، اوروہ لڑکا اسکی دلداری کے لئے ان تمام رسومات میں شریک ہوتا ہے، اور بخوشی اس کو اجازت دیتا ہے؛ تو کیا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: محمد شکیل صدیقی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، نیز اس میں غیر مسلم لڑکی کو اسلام کی طرف لانے کی کوشش نہیں ہے؛ بلکہ مسلم لڑکا خود ان کے مذہب کے امور اختیار کررہا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سختی سے منع فرمایا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ. [آل عمران:۲۸] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رشوال ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۴۸۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۰/۲۹ھ

ہندوؤں کے مذہبی تہواروں میں شرکت کرنا

سوال [۱۰۸۷۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے علاقہ میں دسہرے یعنی کالی پوجا میں مسلم لوگ میلا دیکھنے

جاتے ہیں اور بچوں کو دیوتا وغیرہ دکھاتے ہیں، اور مٹھائی خریدتے ہیں، اس موقع پر اپنے داماد بیٹی کو کپڑے اور روپئے مٹھائی وغیرہ دینا ضروری سمجھتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد علیم الدین، کشن گنج، بہار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوؤں کے مذہبی تہواروں میں جانا اور شریک ہونا، اور وہاں جا کر بچوں کو دیوتا وغیرہ دکھانا ایسے کام ہیں جن سے مسلمانوں کا عقیدہ خراب ہو سکتا ہے، ہندوؤں کی مشابہت کی بنا پر جائز نہیں ہے، اس کا ترک کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من تشبه بقوم فهو منهم الحديث. (ابو داؤد شريف، اللباس، باب فى لبس الشهرة، النسخة الهندية ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱، سنن سعيد بن منصور، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۱۴۳، رقم: ۲۳۷۰، مسند أحمد بن حنبل ۲/۵۱، رقم: ۵۱۱۴، مصنف ابن أبي شيبه، مؤسسه علوم القرآن بيروت ۱۰/۲۷۲، رقم: ۱۹۴۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۲/ربیع الاول ۱۴۲۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۹۲۵۶)	۱۴۲۸/۳/۱۳ھ

غیر مسلموں کے تہوار میں شرکت اور مبارکباد کا حکم

سوال [۱۰۸۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا ہم غیر مسلم کے تہوار میں شریک ہو سکتے ہیں اور مبارکباد دے سکتے ہیں؟

المستفتی: منہاج الدین صدیقی، نئی دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمانوں کیلئے غیر مسلموں کے تہوار میں شریک ہو

کرمبارکباد دینا حرام اور کفر کے قریب پہونچا دیتا ہے، اس سے دور رہنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔
(مستفاد: امداد الفتاویٰ ۴/۲۵۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ ررمضان المبارک ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷/۲۳۶۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۹/۴ھ

انگریزوں کی طرح مکان کے افتتاح میں عالم کی شرکت

سوال [۱۰۸۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی جدید دوکان کا انگریزوں کے طریقہ پر افتتاح کرنا یعنی اس مکان یا دوکان کے دروازے پر ربن لگایا جاتا ہے، ہر ایک آدمی اس ربن کو کاٹتا ہے کسی امام یا مولوی کو کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نائب مہتمم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی مسلمان کو کفار کے اطوار کو اپنانا یا ان کی مشابہت اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں۔

لو شبه نفسه باليهود والنصریٰ أي صورة أوسيرة على طريق المزاح والهزل أي ولو على هذا المنوال الخ. (شرح فقه اكبر قديم ٢٢٦، جديد، اشرفي ديوبند ٢٢٨)

من تشبه بقوم فهو منهم الحديث. (ابو داؤد شريف، اللباس، باب في لبس الشرة، النسخة الهندية ٢/٥٥٩، دارالسلام رقم: ٤٠٣١، المعجم الاوسط للطبراني، دارالفكر بيروت ٦/١٥١، رقم: ٨٣٢٧، المعجم الكبير للطبراني، داراحياء التراث العربى بيروت ٣١٧/١٣، رقم: ١٤١٠٩)

خاص کر کسی امام مولوی کو وہاں جانا، شرکت کرنا، بیٹھنا، ممنوع اور سخت گناہ اور معصیت کا راستہ پیدا کرنا ہے۔

فـان قـدر عـلـى المنع منعهم (الى قوله) ولم يقدر على منعهم يخرج ولايـقعد، لأن فى ذلک شين الدين وفتح باب المعصية على المسلين الخ.

(هـداية، كتـاب الكـراهية، قبيل فـصـل فـي الـلبـس، رشيدية٤ /٤٣٩، اشرفي ديو بند٤ /٤٥٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رذیقعدہ ۱۴۰۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۳۷۵)

غیروں کی مشابہت اختیار کرنا

سوال [۱۰۸۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) حدیث **من تشبه بقوم فهو منهم** کا کیا مطلب ہے؟ نیز اسلامی معاشرہ کی حقیقت اور اہمیت کیا ہے؟ اور اس کے تحفظ کا کیا حکم ہے؟

(۲) مسلمانوں کے بچوں اور خاص طور پر مسلمان بچیوں کا غیر اسلامی ہندو اور عامی وضع قطع کے لباس پہننا اور پہنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) علماء کرام اور علمی اداروں کے ذمہ دار اور اساتذہ اگر اپنی بچی تک کو انگریزی لباس وضع قطع میں اسکول بھیجیں تو ان کے حق میں کیا حکم ہے؟

(۴) مسلمان بچیوں کو حتی کہ چھوٹی چھوٹی بچیوں کو اسکول میں انگریزی اسکول انکی تربیت اور ماحول میں بھیجنا اور انکا وضع قطع پہنانا کہاں تک جائز ہے؟

(۵) کیا ایسی حالت میں انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ دوسرے کے بچوں کو اور بچیوں کو دینی تعلیم کی ترغیب دیں، مدرسہ میں داخل کریں اسلامی وضع قطع کے لئے سختی کریں؟

(۶) جو استاذ اپنی بچیوں کو غیر اسلامی وضع قطع کے ساتھ غیر اسلامی ماحول کے اسکول میں بھیجتا ہے، روکنے یا سمجھانے سے باز نہیں آتا، اگر مہتمم مدرسہ اس کی بنا پر ایسے استاذ کو مدرسہ کی ملازمت سے برطرف کردے تو شرعاً اس کا کیا حکم ہوگا؟

(۷) اگر کوئی عالم دین باپ اپنی بیٹی کا اسکول میں داخلہ کرائے اور عالم دین بیٹے کا باپ جو خود عالم دین ہیں پوتی کو غیر اسلامی وضع قطع سے پرہیز کر کے رکھے، سمجھائیں، خوشامد سماجت، ہاتھ جوڑ کر اس سے باز رہنے کو کہے؛ مگر اس کے باوجود بیٹا اپنی بیٹی کو انگریزی وضع قطع میں رکھے، اور اسکول داخلہ پر بضد اور مصر رہے، اور باپ بیٹے کے اس اقدام غیر شرعی اور اسلامی معاشرہ کے تباہ کن سمجھ کر اسلامی معاشرت کی حفاظت کے لئے کم سے کم اپنے ماحول میں اس زہر کے سرایت کرنے سے بچے کا باپ بیٹے کو عاق کردے گھر سے نکالدے تو ایسے باپ اور ایسے بیٹے کے حق میں شریعت کا فیصلہ کیا ہے؟ براہ کرم فوری اور تشفی بخش جواب سے ممنون فرمائیں، برادران وطن کو مسلمانوں سے شکایت ہے کہ مومی دھاری میں نہیں بستے اور بنیاد پرست ہیں براہ کرم اگر اس پر بھی مختصر روشنی ڈالیں تو بہت ہی کرم ہوگا؟

المستفتی: عبد الحق گاؤں پوسٹ نورتھ قاضی پاڑہ باراسات، ۲۴ پرگنہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مذکورہ حدیث شریف کا مطلب یہی ہے کہ اگر کوئی شرفاء کی خصوصیات اور طور طریق اور حلیہ، لباس، وغیرہ کو اختیار کر کے مشابہ بنتا ہے تو وہ عند اللہ شرفاء کے زمرہ میں شامل ہوگا، اور اگر کوئی فساق یا کفار کی خصوصیات اور طور طریق وغیرہ کا حلیہ لباس اختیار کرتا ہے، اور انہیں سے مشابہت اختیار کرتا ہے؛ تو عند اللہ وہ فساق یا کفار کے زمرہ میں شامل ہوگا۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم. (أبو داؤد شريف، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، النسخة الهندية ۵۵۹/۲، دار السلام رقم: ۴۰۳۱)

من تشبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره أو با لفساق، أوبالفجار، أوباهل التصوف والعلماء، والابرار فهو منهم اى في الاثم والخيرالخ. (مرقات، باب اللباس، امداديه ملتان، ۲۵۵/۸، بذل المجهود، جديد دارالبشائر الاسلاميه بيروت ۵۹/۱۲، قديم هندي، ۴۱/۵، مصرى ۳۵۶/۱۶، عون المعبود، في شرح أبي داؤد، دارالكتاب العلمية بيروت ۷۸/۴، فتاوى شامي، باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها، مطلب في التشبه بأهل الكتاب، كراچي ۶۲۴/۱، زكريا ۳۸۴/۲)

اسلامی معاشرہ کی اہمیت اوراس کاتحفظ فرض کفایہ ہے۔

(۲) غیر اسلامی وضع قطع اورلباس وغیرہ حرام ہے جیسا کہ مذکورہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔

(۳) چھوٹی بچیوں کو مذکورہ ضرورت انگریزی زبان کی تعلیم دینا جائز ہے؛ لیکن ان کو اغیار کے اسکول میں رہ کران کے اسلامی اخلاق وکردارکو، اورلباس کو بگاڑنا حرام ہے، اورنا جائز ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جدهؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس منا من تشبه بغيرنا الحديث. (سنن الترمذي، ابواب الاستئذان، باب ماجاء في كراهية اشارة اليد في السلام، النسخة الهندية ۹۹/۲، دارالسلام رقم، ۲۶۹۵، عون المعبود، دارالكتب العلميه بيروت ۷۸/۴)

(۴) علماء پر زیادہ ذمہ داری ہونے کی وجہ سے اس اقدام پر علماء زیادہ گنہگار ہونگے۔

(۵) دوسرے کوصحیح راہ بتلانا علماء پر لازم ہے، خودعمل نہ کرنے کی سزا علیحدہ ملیگی۔

(۶) اگر استاذ اپنی بالغہ لڑکی کو مذکورہ وضع قطع پر اسکول بھیجتا ہے تو وہ فاسق ہے، مہتمم مدرسہ پر لازم ہے کہ غیرمتبع شریعت استاذ کومفرور کریں وہ فاسق استاذ کی معزولی کی راہ اختیار کرسکتا ہے۔

(۷) ایسی صورت میں بیٹا سخت گنہگار ہوگا؛ لیکن شریعت اسلام میں عاق کرنا جائز نہیں ہے، اگر باپ عاق کر کے انتقال کر جائے تو بیٹا وراثت سے محروم نہ ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۳۱۸/۴، فتاوی محمودیہ قدیم ۲۳/۵، جدید ڈابھیل ۴۸۷/۲۰)

الإرث جبري لايسقط بالإسقاط. (تكمله ردالمحتار، مطلب في حادثه الفتاوى كراچي، ۵۰۵/۷، زكريا، ۶۷۸/۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۴۵۴/۲۵)

کافر کے جھوٹے کا حکم

سوال [۱۰۸۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلم کا جھوٹا کھانا مسلمان کے لئے پاک ہے یا ناپاک؟

المستفتی: شفیق احمد تھانہ ناگ پھنی دولت باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کافر کا جھوٹا شرعاً پاک ہے

وسؤر الآدمي طاهر ويدخل في هذا الجنب والحائض والنفساء والكافر. (فتاوى عالمگيري، كتاب الطهارة، الفصل الثاني فيما لايجوز به التوضؤ، زكريا قديم ۲۳/۱، جديد، ۷۶/۱، درمختار كراچي ۲۲۲/۱، زكريا ۳۸۱/۱، طحطاوى على المراقي قديم/۱۷، جديد دارالكتاب ديوبند، ۲۹/۱، مبسوط سرخسي، دارالكتاب العلميه بيروت ۴۷/۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ذیقعدہ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۷۹/۲۴)

قادیانی بھائی سے میل جول رکھیں یانہیں؟

سوال [۱۰۸۸۱]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کہتا ہے کہ میرا بھائی قادیانی ہے، وہ زمین جائیداد باغ وتالاب ہر چیز میں شریک ہے حتی کہ گھر بھی ایک ساتھ ہے، زمین وگھر پیسہ کاتقسیم کرنا آسان ہے؛ لیکن تالاب کا تقسیم کرنا بہت مشکل ہے ہاں اگر تالاب بڑا ہوتا تو بہت زحمت کے بعد ممکن ہوتا ورنہ بہت مشکل ہے؟ یا تالاب میں بہت سارے شریک ہیں؟ ان میں سے ایک قادیانی ہے یا ایک قادیانی ایک ہندو، اور باقی مسلمان ہیں؟ تو ان وجوہ میں ان سے میل رکھنا باتیں کرنا کیسا ہے؟ ادھرلوگ کہتے ہیں کہ جب غیر مسلمانوں سے میل جول، بات کرنا جائز ہے؛ تو ان سے باتیں کرنا کیوں نہیں جائز ہوگا ؟

المستفتی: محمد شہیداللہ الحسینی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے حالات میں تکلم ناگزیر ہوتو بوقت ضرورت بات کرسکتے ہیں؛ لیکن ان کے ساتھ بلاضرورت شدیدہ میل جول بودوباش کا معاملہ نہ رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے؛ کیونکہ اندیشہ ہے کہ وہ بھی اسی رنگ میں رنگ جائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۳۰۸/۵، جدید، ڈابھیل ۱۲۹/۲، معارف القرآن، اشرفی ۳۶۷/۳)

قال اللّٰہ تعالیٰ: يَـا اَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا عَدُوِّىۡ وَعَدُوَّكُمۡ اَوۡلِيَآءَ. [سورة الممتحنة:۱] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۱۹/۲۴)

شیعوں کے ساتھ کھانا کھانا کیوں ممنوع ہے؟

سوال[۱۰۸۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مؤمنوں کو شیعہ کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ اگر ممنوع ہے تو کیوں ہے؟ احادیث اور قرآن کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی؟

المستفتی: محمد سلیم وارثی دولت باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیعوں سے میل جول اور ان کے یہاں کھانا پینا اور انکی شادی بیاہ وغیرہ میں شرکت کرنا پکے سچے مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، نیز غیر مسلم ہندو کے ساتھ کھانے پینے میں کوئی ظاہری دھوکہ نہیں ہے، اس لئے اس غیر مسلم کا کفر تمام مسلمانوں پر ظاہر ہے اسکے ساتھ کھانے پینے سے دوسرے مسلمان اس غیر مسلم کے مذہب کو صحیح نہیں سمجھیں گے اور شیعوں کے ساتھ میل جول میں یہ دھوکہ ہے کہ انجان لاعلم مسلمان اس کو دیکھ کر شیعہ کے عقائد صحیح سمجھ سکتے ہیں کیونکہ شیعہ اپنے کو سچا مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا تمام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ شیعوں کے ساتھ میل جول نہ رکھیں۔ (مستفاد: فتاوی احیاء العلوم ۱/۱۵۲)

قولہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّا . [ہود:۱۱۳]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۸۶/۲۴)

حنفیوں کا شیعوں کے ساتھ کھانا پینا

سوال[۱۰۸۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ شیعہ مذہب حنفیہ مذہب کے ساتھ مل کر کھانا پینا شادی بیاہ مفردانی اور کام کاج وغیرہ ایک ساتھ کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور یہی شیعہ لوگ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مانتے ہیں، اور ابوبکرؓ، عثمان غنیؓ، اور حضرت عمر فاروقؓ کو نہیں مانتے ہیں، یعنی یہی لوگ تین خلیفہ کو نہیں مانتے؛ بلکہ کہتے ہیں کہ صرف خلافت کے حقدار حضرت علیؓ ہیں، یعنی خلافت ان تینوں کو نہیں ملی، صرف حضرت علی کو ملی اس کے بارے میں علماء کرام کیا کہتے ہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جائز نہیں ہے۔

قوله تعالى: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّار. (هود:۱۱۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ر شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۴۳۶)

غیر مسلم کو مستقل باورچی بنانے اور اپنے ساتھ کھلانے کا حکم

سوال [۱۰۸۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلموں کو مستقل طور پر باورچی بنانا اور ایک ہی دسترخوان پر کھلانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: شفیع احمد الاعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کتب فقہ میں اسکی صراحت موجود ہے کہ غیر مسلم کے ساتھ مستقل طور پر کھانا پینا مکروہ ہے، تو اس سے غیر مسلم کو مستقل باورچی بنانے کی کراہت اور ممانعت ثابت ہوجاتی ہے۔

والأكل مع الكفار لو ابتلى به المسلم لابأس لومرة أو مرتين

أما الدوام عليه يكره الخ. (فتاوى بزازية، كتاب الكراهية، الفصل الثالث فيما يتعلق بالمناهى، جديد زكريا ٣/٢٠٣، وعلى هامس الهندية زكريا٦/٣٥٩، هندية زكريا قديم ٥/٣٤٧، جديد ٥/٤٠١، الفتاوى التاتار خانية زكريا ١٨/١٦٦، رقم:٢٨٣٧٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۷۸۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۵/۱۴۱۰ھ

غیر مسلم کیلئے خنزیر وشراب کی خرید وفروخت کا حکم

سوال [۱۰۸۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شراب اور خنزیر کی فروختگی اسی طرح سود کا پیسہ غیر مسلموں کے حق میں حلال ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چونکہ غیر مسلم اپنے دھرم میں اس پیسہ کو جائز سمجھتے ہیں اس لئے یہ پیسہ انکے حق میں حلال ہے۔ (مستفاد: انوار رحمت ۱۵۶)

ولاينعقد بيع الخنزير من المسلم؛ لأنه ليس بمال فى حق المسلمين، فأما أهل الذمة فلا يمنعون في بيع الخمر والخنزير...... فلأنه مباح الانتفاع به شرعًا لهم كالخلّ وكالشّاة لنا فكان مالاً فى حقهم فيجوز بيعه. (بدائع الصنائع، زكريا٤/٣٣٤)

ان بلالاً قال لعمر بن الخطابؓ: إنّ عمالك يأخذون الخمر والخنازير فى الخراج، فقال: لاتأخذونها منهم ولكن ولوهم ببيعها وخذوا أنتم من الثمن ......فهذا عمرؓ قد أجاز لأهل الذمه بيع الخمر والخنزير وأجاز

للمسلمين أخذ أثمانهما في الجزية والخراج وذلك بمحضر من الصحابة ولم ينكر عليهم منكر. (اعلاء السنن كراچي ١٤/١١١،١١٢، دارالكتاب العلميه بيروت ١٤/١٣٤، البناية، نعيميه ديو بند٨/٣٨٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۱۱۵۰۹/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۴/۲۹ھ

ہندؤں کے رہنماؤں کی شان میں کہے گئے اشعار کا حکم

سوال [۱۰۸۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید جو کہ مسلمان ہے اور شاعر بھی ہے وہ اپنے دیوان میں مندرجہ ذیل اشعار لکھتا ہے؟ اس شاعر اور کاتب پر اور تابع پر از روئے شرع کوئی گناہ تو نہیں ہے ''رام'' کے سلسلے میں رقم طراز ہیں؟

وہ کہ دشرتھ کا دلارا وہ صداقت کا امیں — وہ کہ جو آیا تھا بن کر حامل عزم ویقین
وہ کہ تھا انس ومحبت کا جہاں میں دیوتا — وہ کہ تھا جو درحقیقت پیکر صدق وصفا کا
وہ کہ جس نے توڑ ڈالی ہر تکبر کی کمان — وہ جسکی زند گی تھی حق پرستی کا بیان
وہ مخفی قوتوں کا حقیقی راز تھا — وہ صحیح معنوں میں جو فطرت کے ایک غماز تھا
وہ کہ جس نے ڈھادئے باطل کے طاقت کے تول — وہ کہ جس نے کر دئے راون کے ہر چشم سرنگو
وہ کہ ٹوٹی کشتیوں کا جو کہ تھا ایک نا خدا — وہ کہ جو بھٹکی ہوئی دنیا کا خضر ورہنما

اور ''ایکتا'' کے تحت لکھتے ہیں؟

ہیں تو ناقوس واذاں دونوں کی ہے آواز ایک
شیخ ہو یا ہریجن دونوں کی پرواز ایک

دیر ہو یا ہو حرم دونوں کا ہے اعجاز ایک
ایک انداز نظر ہے ایک شان انجمن
ایک میرا گلستاں ایک بہر چمن

اور بھی اسی انداز کے کافی اشعار ہیں؟ شریعت مطہرہ کی روشنی میں جواب فرمائیں؟

المستفتی: مفتی احمد میاں کوح قاضی، رامپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ان اشعار کے اندر ہندو مذہب کے رہنما اور پیشوا کے لئے پیغمبرانہ صفات ثابت کی گئی ہیں جو ان کے پرسنل لا اور مذہب کی سخت تعظیم وتوقیر ہے، جس سے مسلمانوں پر سخت غلط اثر پڑ سکتا ہے، اور مسلمان موحد، کاتب، قاری سے ان کے مذہب کی عقیدت کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے؛ اسلئے زید خود اور کاتب وقاری سب حرام اور گناہ کبیرہ کے مرتکب ہونگے۔

لقوله تعالى: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّار. [هود:۱۱۳]
لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ. (آل عمران:۲۸)
وفى تفسيره و كذا اذ دخلوا فى الموالات المنهى عنها السلام والتعظيم والدعاء بالكنية والتوقير بالمجالس الخ. (احكام القرآن للتهانوي ۲/ ۸)

وقوله تعالى: اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا. (النساء: ۱۳۹)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴ رمحرم الحرام ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۴۹/۲۴)

غیر مسلموں سے تعلق کی حد

سوال [۱۰۸۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گاؤں میں ہندوؤں کی خاصی آبادی ہے جن کے یہاں سے شادی بیاہ میں نیوتہ (تعاون) چلتا ہے، اور وقت ضرورت پر دوسری چیزوں کا بھی لین دین ہوتا ہے، شادی کے موقع پر، اسی طرح شادی کے بعد دولہن کے دوبارہ آنے کے بعد ہندو مسلم دونوں کے یہاں خوشی میں مٹھائیاں تقسیم کرنے کا رواج ہے، شادی کی یہ مٹھائیاں لی دی جاتی ہیں، بعض مسلمان شادیوں کے موقع پر اپنے ہندو متعلقین کو مدعو کرتے ہیں، اور ہندو بھی اپنے مسلم متعلقین کو مدعو کرتے ہیں، اور کھلاتے ہیں، واضح رہے کہ شادی کی دعوت میں غیر کو مدعو کرنے اور غیر کی شادی میں شرکت کرنے کا معاملہ عمومی نہیں ہوتا، عموماً چند متعلقین ہی ہوتے ہیں، بقیہ ہندوؤں کی مذہبی تقریبات میں شرکت، ان کے پرشاد اور نذر ونیاز کو لینے سے مکمل احتیاط برتی جاتی ہے، ایک عالم صاحب کا کہنا ہے کہ کفار کی اس طرح کی غیر مذہبی دعوتوں میں شرکت کرنا موالات مع الکفار میں داخل ہے، سوال یہ ہے کہ یہ باتیں موالات میں داخل ہیں؟ موالات کے حدود کیا ہیں؟ کفار سے کس قسم کا تعلق اور تعاون جائز ہے؟

المستفتی: محمد اجمل قاسمی، مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دو چیزیں بالکل الگ الگ ہیں:

(۱) **موالات**: دلی محبت ومودت کے ساتھ تعلق اور ہمدردی قائم رکھنا یہ صرف مسلمانوں کے ساتھ جائز ہے غیر مسلموں کے ساتھ جائز نہیں ہے قرآن مقدس کے اندر اللہ تعالیٰ نے غیروں کے ساتھ اسی موالات کی ممانعت فرمائی ہے۔

(۲) **مواسات**: نفع رسانی اور ہمدردی کا اظہار کرنا جس میں دلی محبت ومودت کا ہونا

لازم نہیں ہے؛ بلکہ دلی محبت ومودت کے بغیر بھی نفع رسانی اور ظاہری ہمدردی اور ظاہری تسلی دینا ممکن ہوتا ہے، اور مواسات مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی جائز اور درست ہے۔

(مستفاد: معارف القرآن ۲/۵۰، سورہ آل عمران: ۲۸)

جیسا کہ حدیث پاک کے اندر یہودی پڑوسی کے ساتھ ہمدردی اور رواداری کرنے کی بات آئی ہے۔

عن عبدالله بن عمرؓ أنه ذبحت له شاة فجعل يقول لغلامه أهديت لجارنا اليهودى، أهديت لجارنا اليهودى؟ سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: مازال جبريل يوصينى بالجار حتى ظننت أنه سيورثه .

(الأدب المفرد /٤٤، رقم:١٠٥، ابوداؤد، الأدب، باب في حق الجوار، النسخة الهندية ٢/٧٠١، دارالسلام رقم:٥١٥٢، ترمذي، ابواب البر والصلة، باب ماجاء في حق الجوار، النسخة الهندية ٢/١٦، دارالسلام رقم: ١٩٤٣، مسند احمد، ٢/١٦٠، رقم:٦٤٩٦)

لہٰذا غیر مسلموں کی شادی بیاہ میں خوشی کا اظہار کرنا اور خوشی میں ان کو کوئی تحفہ پیش کرنا یا ان کا تحفہ قبول کرنا یہ از قبیل مواسات ومدارات ہے، از قبیل موالات نہیں، اس لئے اتنی بات کی گنجائش ہے؛ لیکن بطور نیوتہ ان کو کچھ دینا یا ان سے کچھ لینا یہ جس طرح مسلمانوں کے ساتھ جائز نہیں، غیر مسلموں کے ساتھ بھی ناجائز ہے۔

الا أن تتقوا منهم تقاة فحينئذ تجوز الموالاة ظاهرا. (روح المعانی سورة آل عمران تحت رقم الأية:٣٧، زكريا ديوبند ٣/٢٢٨، ومثله في احكام القرآن للجصاص مطلب فى بيان معنى التقية وحكمها، سهيل اكيڈمى لاهور ٢/٩، جديد، زكريا ٢/١٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ / رجب المرجب ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۵۸۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/۷/۱۴۳۵ھ

کافر کے گھر پر کھانا کھانا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۸۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کافر کے گھر کھانا کیسا ہے جواب مرحمت فرمائیں؟

المستفتی: محمد دانش دولت باغ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بہتر یہ ہے کہ غیر مسلموں کے گھر کھانا نہ کھایا جایائے؛ لیکن اگر شدید ضرورت پیش آجائے یا فتنہ کا خطرہ ہوتو گوشت کے علاوہ سبزی دال وغیرہ معمولی انداز سے کھالیا جائے جس سے ضرورت پوری ہوجائے، یا فتنہ سے حفاظت ہوجائے اسلئے کہ حدیث شریف میں ان کے برتنوں کے استعال کی بھی ممانعت آئی ہے۔

عن أبی ثعلبةؓ رضی الله عنه قال: سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن قدور المجوس قال انقوها غسلا واطبخوا فیها.

عن أبي ثعلبة الخشنی رضی الله عنه انه قال یا رسول الله إنا بأرض اهل کتاب نطبخ فی قدور هم ونشرب فی آنیتهم فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم إن لم تجدوا غیرها فارحضوها بالماء. (ترمذي شریف، ابواب الاطعمة، باب مـاجاء فی الاکل فی آنیة الکفار، النسخة الهندیة، ۲/۲، دارالسلام رقم، ۱۷۹۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ربیع الاول ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۲۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۳/۱۴ھ

ادھیوگ ویاپار پریشد منڈل سے تعلق رکھنے کا حکم

سوال [۱۰۸۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ایک تنظیم جو اتر پردیش کے کاروباریوں کی ''ادھیوگ ویاپار پریشد منڈل'' کے نام سے جانی جاتی ہے، جو خود کو غیر سیاسی اور بلا لحاظ مذہب وملت کاروبار کرنے والے سوداگروں کا ہمدرد ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، اس بار اس نے آگرہ میں الیکشن اور میٹنگ کا پروگرام رکھا، جس کے ایجنڈے میں دوسری تمام باتوں کے علاوہ مندرجہ ذیل نکات بھی شامل تھے، جو بمطابق پروگرام ہوئے بھی۔

الف: لکشمن کی تصویر کو مالا ڈالنا اور دیپ جلانا۔

ب: وندے ماترم (اے بھارت ماں تیری پوجا کرتے ہیں) گانا۔

ت: سنکھ بجانا اور ویدوں کا پڑھنا اور پاٹھ کرنا۔

(۱) تو کیا کسی مسلمان کا اس طرح کی میٹنگ میں جانا درست ہے؟

(۲) اس تنظیم سے مسلمان منسلک رہ سکتے ہیں؟

(۳) اس تنظیم سے جو مسلمان منسلک ہیں، ان کو اب کیا رخ اختیار کرنا چاہئے؟

(۴) اس تنظیم سے منسلک رہ کر کیا دائرہ اسلام میں رہ سکتا ہے؟

(۵) اب تک منسلک رہے لوگوں کے واسطے کیا حکم شرعی ہے؟

(۶) کیا مسلمان کاروباریوں کو اپنے مفادات کی خاطر اتحاد ملت کے واسطے ایک تنظیم بنا لینی چاہئے تا کہ ان باطل معاملات سے نجات مل سکے؟

(۷) کیا کسی اور سیکولر تنظیم جو ان تمام باتوں سے دور رہ کر سب کو ساتھ لے کر چلنے کا وعدہ کرے، تو اس سے ناطہ کیا جا سکتا ہے؟ جو مسلمان کاروباریوں کا بھرپور خیال رکھے۔

المستفتی: حافظ طاہر حسین، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۳/۲/۱) ایسی تنظیم میں جب کہ اس کے ایجنڈے میں الیکشن اور میٹنگ کے پروگرام کے موقع پر شرکیہ اعمال بھی ہوتے ہیں، ایسی

میٹنگ میں شریک ہونا یہ ان کے مذہب کو تقویت پہونچانا ہے اور ان کے شرکیہ اعمال پر عملاً رضامندی کا اظہار ہے؛ لہٰذا کسی مسلمان کے لئے ایسی میٹنگ میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں ہوگا، اور ایسی حالت میں اس تنظیم سے منسلک رہنا بھی درست نہیں ہوگا۔ نیز جو مسلمان اس میں منسلک ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ جلد از جلد اس سے علیحدگی اختیار کرلیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. [هود:۱۱۳]

(۴) اگر وہ مسلمان ان کے شرکیہ اعمال میں شریک نہیں ہوتے، محض مجلس میں شریک ہوتے ہیں، تو وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوں گے؛ لیکن اس میں شرکت کر کے عملاً ان کے مذہب کو تقویت پہونچانا ہے؛ اس لئے شرکت بھی جائز نہیں اور اگر وہ ان اعمال میں بھی شریک ہوتے ہیں، تو دائرہ اسلام سے خارج ہوجائیں گے۔

ولانزاع في أن من المعاصي ماجعله الشارع امارة للتكذيب وعلم كونه كذٰلک بالأدلة الشرعية كسجود الصنم، وإلقاء المصحف في القاذروات والتلفظ بكلمات الكفر، ونحو ذٰلک مما ثبت بالأدلة أنه كفر. (شرح عقائد:۱۰۸)

(۵) ایسے لوگوں پر توبہ کرنا لازم ہے اور توبہ کے بعد پھر ایسے پروگرام میں شرکت نہ کریں۔

عن أبي عبيدة بن عبد الله عن أبيهؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (ابن ماجه، أبواب الذهد، باب ماجاء في ذكر التوبة، النسخة الهندية ۲/۳۱۳، دارالسلام رقم: ۴۲۵۰)

(۶) مسلمان کاروباریوں کو اپنے مفادات کے واسطے ایسی تنظیم بنانے کی شرعاً اجازت ہے۔

(۷) اگر وہ واقعتاً اپنے دعویٰ کے مطابق تنظیم چلاتے ہیں، تو ایسی تنظیم سے ناطہ وتعلق رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اس میں غیر مسلموں کے مذہبی وہ امور نہ ہوں، جو ماقبل میں مذکور ہوئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۱۰۸/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۶/۱۴۲۴ھ

فساق وفجار کے ساتھ رہن سہن کا حکم

سوال [۱۰۸۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حامد کی آمدنی حلال ہے؛ لیکن ہمیشہ فساق وفجار کے ساتھ رہتا ہے، دین اسلام سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے، نہ نماز، نہ روزہ، نہ حج اور نہ زکاۃ اور نہ ہی والدین کے حقوق کی ادائیگی اور اپنے ان کاموں پر کوئی ندامت بھی نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کے یہاں دعوت میں شرکت کرنا، ان کا ہدیہ، تحفہ قبول کرنا، ان کے ساتھ مل کر مشترکہ قربانی کرنا شریعت کے اعتبار سے کیا حکم رکھتا ہے، اور ان کے ماتحت لوگوں کو ان کی کمائی سے نان ونفقہ لینا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل ومفصل جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع مرحمت فرمادیں۔

نوٹ: واضح رہے کہ ان لوگوں کا مذکورہ ذریعہ آمدنی کے علاوہ اور کوئی کمائی کا ذریعہ نہیں ہے؛ لہٰذا مذکورہ کاموں اور ان سے آمدشدہ روپیہ کا کیا حکم ہوگا۔

المستفتی: محمد زکریا، دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فساق وفجار کے ساتھ رہنے، فرائض وواجبات کی ادائیگی نہ کرنے اور والدین کی نافرمانی کے سبب ایسا کرنے والے شخص کا کھانا پینا شرعاً حرام نہیں ہوگا؛ البتہ فاسق فاجر کے ساتھ رہنے اور مذکورہ کاموں کا گناہ اس کے سر ہوگا اور وہ اس کے سبب عنداللہ مؤاخذہ دار ہوگا۔

ويجيب دعوة الفاسق. (هندية، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، زكريا قديم ٥/٣٤٣، جديد ٥/٣٩٧، تاتارخانية، زكريا١٨/١٧٥، رقم: ٢٨٠٧)

وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهُ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهُ

عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. [النساء:١٤] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۴۶۴/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۷/۱۴۳۲ھ

غیر مسلم کی چھینک کا جواب کس وقت دیا جائے گا؟

سوال [۱۰۸۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حدیث وفقہ میں جو آتا ہے کہ غیر مسلم کی چھینک کا جواب **یهديكم الله** سے دینا چاہئے کیا اگر غیر مسلم چھینک کے بعد **الحمد لله** کہے تب یہ جواب ہے جیسا کہ مسلمان چھینک کے بعد **الحمد الله** کہے، تب **يرحمك الله** کہے، ورنہ نہیں تو کیا غیر مسلم کے لئے بھی یہی ہے کہ وہ چھینک کر **الحمد الله** کہے، تو **يهديكم الله** کہے، ورنہ کچھ نہ کہے شرعاً کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڑھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: غیر مسلم اگر **الحمدلله** کہے تب اس کے جواب میں **يهديكم الله ويصلح بالكم** کہنا مشروع ہے اور اگر وہ **الحمد لله** نہ کہے، تو اس کے جواب میں کچھ نہیں کہا جائے گا۔

عن أبي موسیٰؓ قال: كان اليهود يتعاطسون عند النبي صلى الله عليه وسلم يرجون أن يقول لهم يرحمكم الله فيقول يهديكم الله ويصلح بالكم.

(ترمذي شريف، الادب، باب ماجاء كيف يشمت العاطس، النسخة الهندية ١٠٣/٢، دارالسلام رقم: ٢٧٣٩، أبو داؤد، الادب، باب كيف يشمت الذمي، النسخة الهندية٦٨٧/٢، دارالسلام رقم:٥٠٣٨، مسند أحمد ٤٠٠/٤، رقم:١٩٨١٥)

عن أبي بردةؓ، قال: دخلت علی أبي موسیٰؓ، وهو في بيت بنت الفضل بن عباس -إلی- سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: إذا عطس أحدكم فحمد الله فشمتوه، فإن لم يحمد الله فلا تشمتوه. (مسلم شريف، الذهد، باب تشميت العاطس، النسخة الهندية ۲/ ۴۱۳، بيت الأفكار رقم:۲۹۹۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۵۵۰/۴۰)

گرجا گھر اور مندر کی امداد کرنے کا حکم

سوال [۱۰۸۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسلامی حکومت میں غیر مسلموں کے مندر، گرجا گھر یا اور کوئی معبد میں مسلمان کو امداد کرنا کیسا ہے؟ اور اسی طرح غیر مسلموں کی حکومت میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: فرید الرحمٰن، لاجپت نگر مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلموں کی عبادت گاہ اور مندر گرجا گھر کی امداد کرنا مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے، اس سے مسلمان سخت گنہگار ہوگا۔ نیز غیر مسلم حکومت میں بھی یہی حکم ہے۔

عن الإمام القرا في أنه أفتیٰ بأنه لا يعاد ما انهدم من الكنائس، وأن من ساعد علی ذلک، فهو راض بالكفر والرضا بالكفر كفر. (شامي، فصل في الجزية، مطلب في أحكام الكناس والبيع، زكريا ۶/ ۳۳۰، كراچي ۴/ ۲۰۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ محرم الحرام ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۲۰۸/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱/۱۸ھ

ہندؤں کو چندہ دینا

سوال [۱۰۸۹۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندؤں کو چندہ دینا جائز ہے؛ حالانکہ وہ مسلمان کے خلاف سازشیں کرتے ہیں اور بت وغیرہ میں صرف کرتے ہیں، جس کی وجہ سے مشرکوں کو شرک میں امداد ملتی ہے؟

المستفتی: محمد جلال الدین، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں جن صورتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان میں غیر مسلموں کی امداد اور ان کو چندہ دینا شرعاً جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۴/۸۷-۱۷/۵۰۱، جدید ڈابھیل ۱۹/۵۷۷)

قال اللہ تعالیٰ: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان. [سورۃ المائدۃ: ۲] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۷۰۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۷ھ

کیا غیر مسلم مالدار غریب مسلمان کی امداد کرسکتا ہے؟

سوال[۱۰۸۹۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک غیر مسلم اپنے پاس سے کسی مسلمان ضرورت مند کے لئے مثلاً سردی میں لحاف کمبل وغیرہ یا اور کوئی ضرورت کی چیز امداد کے طور پر دینا چاہتا ہے، تو کیا مسلمان ضرورت مند کے لئے لینا اور اس کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ لہٰذا برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد نذیر الدین، انجیر والی مسجد بھٹی اسٹریٹ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر غیر مسلم مالدار بخوشی مسلمان فقیر غریب کی امداد کرتا ہے، تو مسلم محتاج کے لئے اسے قبول کر کے تصرف میں لانا جائز اور درست ہے۔

كما استفاده من الشامي: ان شرط وقف الذمي أن يكون قربة عندنا وعندهم كالوقف على الفقراء، أو مسجد القدس. (شامي، كتاب الوقف، مطلب قد يثبت الوقف بالضرورة، زكريا ٦/ ٥٢٤، كراچي ٤/ ٣٤١، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/ ١٤٠، البحرالرائق، کوئٹہ ٥/ ١٨٩، زكريا ٥/ ٣١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ / جمادی الأ ولیٰ ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷/ ۲۶۷۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۵/۲۷ھ

مسلمان کا پرشاد کے چندہ میں شرکت کرنا

سوال [۱۰۸۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسلمان ایک ہندو کی کمپنی میں ملازم ہے، جہاں معدودے چند مسلمان ہیں اور باقی اکثریت ہندو صاحبان کی ہے، یہ لوگ ہر منگل کو پرشاد بانٹتے ہیں اور پرشاد بانٹنے کے لئے سب سے چندہ وصول کرتے ہیں، جس میں مسلمان بھی شامل ہیں، جن کو مجبوراً یا ظاہری طور پر نباہ کرنے کی غرض سے چندہ دینا پڑتا ہے، اس کے بعد چندہ کئے ہوئے روپیہ سے مٹھائی بطور پرشاد خریدی جاتی ہے، اور وہ مٹھائی کسی مورتی کے آگے غالباً ہنومان کی مورتی کے آگے رکھ کر اور کچھ اسلوک وغیرہ پڑھ کر سب میں تقسیم کر دی جاتی ہے، جن میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ امر واضح طلب یہ ہے کہ آیا ایسے پرشاد کے لئے مسلمان کو چندہ دینا یا مٹھائی بطور پرشاد کھانا ٹھیک ہے؟ اس کے لئے فتویٰ درکار ہے۔

المستفتی: عبدالقیوم، معرفت کمل آرٹس، ایمپو ریم، چوک گلشہید، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پرشاد کے چندہ میں مسلمانوں کوشرکت کرنا جائزنہیں ۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [سورة المائدة: ۲]

حتی الامکان اس سے بچنے کی کوشش کی جائے ؛ البتہ مجبوری کی حالت میں دفع مضرت کی نیت سے اگر کچھ دیدیں، تو گنجائش ہے، مگر نیت صرف دفع مضرت کی ہو، نہ کی چندہ میں شرکت کی ۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/ ۱۸۳، جدید ڈابھیل ۱۹/ ۵۸۷)

أما إذا أعطى...... ليدفع به عن نفسه ظلمًا فلا بأس به. (مرقاة المفاتيح الامارة والقضاء، باب رزق الولاة وهداياهم، امدادية ملتان ۷/ ۲۴۸)

اسی طرح اس چڑھے ہوئے پرشاد کو لینا شرعاً جائزنہیں اور اگر لے لیں تو کھانے سے احتراز کریں ۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۵/ ۲۲۷، جدید ڈابھیل ۱۸/ ۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۱۲۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۴/ ۱۴۲۰ھ

پوجا کے لئے چندہ دینا

سوال [۱۰۸۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندو لوگ مسلمان سے جبراً پوجا کے لئے چندہ وصول کرتے ہیں، مسلمان فتنہ سے بچنے کے لئے مجبوراً چندہ دیتے ہیں۔ کیا اس حالت میں چندہ دینے سے مسلمان گنہگار ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: مولانا مسیح الزماں، کلکتہ (بنگال)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حتی الامکان پوجا کے چندے سے بچا جائے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [المائدۃ:۲]

البتہ مجبوری کی حالت میں دفع مضرت کی نیت سے اگر کچھ دیدے تو گنجائش ہے، مگر نیت صرف دفع مضرت کی ہو نہ کہ چندہ میں شرکت کی۔

أما إذا أعطى......ليدفع به عن نفسه ظلمًا فلا بأس به. (مرقاۃ المفاتیح، الامارۃ والقضاء، باب رزق الولاۃ وهدایاهم، امدادیۃ ملتان ۷/۲٤۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ؍صفر المظفر ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۳ ۶۰۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۲/۲۸ھ

غیر مسلم تنظیم کا مسلم لڑکی کی شادی بیاہ میں امداد کرنا

سوال [۱۰۸۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ادھر کئی جگہ غیر مسلم تنظیم نے ایسے خیراتی ادارے قائم کئے ہیں، جن میں کسی بھی مذہب کی لڑکی کی شادی لڑکی والوں کے پسند کردہ لڑکے سے کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

نیز نکاح کی رسم اپنے مذہب کے مطابق ادا کرائی جاتی ہے، اور اس میں جہیز دان کی صورت میں برتن کپڑے وغیرہ ضروری سامان طے شدہ پروگرام کے مطابق یہ خیراتی ادارہ ہی لڑکی کو دیتا ہے، اس سے وہ غریب خاندان فائدہ اٹھا رہے ہیں، جو غربت کا شکار ہیں اور جہیز دان دینے سے مجبور ہیں اور اس خرچہ سے بچنے کے لالچ میں اس پروگرام سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیا شریعت اسلامیہ غریب مسلمانوں کو ایسی تنظیم اور خیراتی ادارہ سے فائدہ اٹھانے کی جازت دے گی؟ اور اس سے مسلمانوں کی غیرت اور اسلام کے وقار کو کوئی نقصان تو نہیں؟

المستفتی: محمد یونس جامع مسجد، احمد گڈھ (پنجاب)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر غیر مسلموں کی طرف سے ان مسلمانوں پر احسان جتانے کا اندیشہ نہ ہو، اور نہ ہی ان غریب مسلمانوں کے مذہبی امور میں دخل اندازی کا اندیشہ ہو، تو ایسی صورت میں غیر مسلموں کے خیراتی ادارے کے تعاون سے مسلم لڑکی کی شادی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے؛ لیکن اگر غریب مسلموں کے مذہبی امور میں اس کی وجہ سے دخل اندازی کا خطرہ ہو، تو ان کا تعاون نہ حاصل کیا جائے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۵۱۳/۱، جدید ڈابھیل ۱۳۹/۱۵، فتاوی احیاء العلوم ۱۱۴/۱)

وأما الإسلام فليس من شرطه، فيصح وقف الذمي بشرط كونه قربة عندنا وعندهم. (البحر الرائق، كتاب الوقف، كوئٹه ۱۸۹/۵، زكريا ۳۱۶/۵، حاشية چلپي على تبيين الحقائق، امدادية ملتان ۳۲۴/۳، زكريا ۲۵۹/٤) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/۴۱۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲/۷/۱۴۱۵ھ

مندر کے لئے چندہ دینا

سوال [۱۰۸۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ملازم ہے، ایک ہندو کے یہاں اور وہ مندر کے لئے چندہ کر رہا ہے، زید اگر روپیہ نہیں دیتا، تو نقصان کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں چندہ دینے پر مجرم ہوگا یا نہیں؟ اور اگر دیدیا ہے، تو اس کی توبہ کا کیا طریقہ ہے؟

المستفتی: انعام احمد قاسمی، امام جامع مسجد کاسگنج، ایٹہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مندر کے لئے چندہ دینا جائز نہیں۔ (مستفاد: احیاء العلوم ۶۳/۱)

اگر دیدیا ہے، تو اللہ سے توبہ واستغفار کرلے، اللہ کے حضور میں نادم ہوکر اللہ سے مانگے۔

قال الله تعالیٰ: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ . [سورة النساء:۱۷]

وقال في موضع آخر: وَهُوَ الَّذِیْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْ عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ. [شوریٰ: ۲۵] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/۵۶۷۹)

نمائش میں شرکت کا حکم

سوال [۱۰۸۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل کمپنی باغ میں نمائش لگ رہی ہے، اس نمائش میں عورت مرد سبھی شامل ہوتے ہیں، اس میں شرکت کا کیا حکم ہے؟ ازروئے شرع جواب سے نوازیں۔

المستفتی: حافظ مقیم الدین، قاضی ٹولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: نمائش میں عورتوں اور مردوں کی عریانیت، تماشائی اور رنگیلی کا بازار لگتا ہے، تو ایسی جگہ بغیر ضرورت شدیدہ کے جانا اپنے آپ کو معصیت میں مبتلا کرنا ہے؛ اس لئے بغیر ضروت شدیدہ نمائش میں جانا ممنوع ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲۰۸/۵، جدید ڈابھیل ۵۷۰/۱۹)

عن علي بن الحسين رضؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: **إن من حسن إسلام المرأ تركه ما لا يعنيه.** (ترمذي شريف، الزهد، باب بلاترجمة، النسخة الهندية ۲/ ۵۸، دارالسلام رقم:۲۳۱۷)

عن أبي هريرةؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كتب على ابن آدم نصيبه من الزنا مدرك ذٰلك لا محالة فالعينان زنا هما النظر والأذنان زناهما الاستماع واللسان زناه الكلام، واليد زنا ها البطش، والرجل زناها الخطي، والقلب يهوى يتمنىٰ ويصدق ذٰلك الفرج ويكذبه. (مسلم شريف، كتاب القدر، باب قدر على ابن آدم وخطه من الزنا وغيره، النسخة الهندية ۲/۳۳٦، بيت الأفكار رقم: ۲٦٥۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۳۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۴/۱۴۲۵ھ

ہندو و مسلم تہواروں کے موقعوں پر لگے میلے میں دوکان لگانا

سوال [۱۰۹۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عرس، دسہرا، ہولی، عید یا اس جیسے بہت سے ہندو و مسلم تیوہاروں کے موقعوں پر میلے لگتے ہیں، اس میں جا کر کسی جائز چیز کی دوکان لگانا، جھلانا چلانا نشانے کی دوکان لگانا وغیرہ کیسا ہے جائز یا ناجائز؟

المستفتی: عبدالباسط، جوٹھیا، رام پور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوؤں کے مخصوص قومی اور مذہبی میلے میں جا کر، ان کی رونق کو بڑھانا ناجائز ہے، مسلمانوں کو ان سے اجتناب ضروری ہے؛ لہٰذا تجارت یا دوکان وغیرہ لگانے کی غرض سے جانا بھی منع ہے اور اہل علم کو جانا ہرگز زیبا نہیں ہے؛ البتہ عید وغیرہ میں دوکان لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۵/۲۰۸، جدید ڈابھیل ۱۹/۵٦۹)

من كثر سواد قوم، فهو منهم. (كشف الخفا، دارالكتب العلمية بيروت ۲/٤ ٢٤، رقم:٢٥٨٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۸۵۹۰/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱۱/۵ھ

غیر مسلم کے مذہبی سامان کی خرید وفروخت کرنا

سوال [۱۰۹۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دیوتاؤں کی تصویریں، پٹاخے، اسی طرح وہ سامان جن کوصرف غیرمسلم استعمال کرتے ہیں، مثلاً بندی راکھی اور کتب باطلہ وغیرہ کی خرید وفروخت کرنا ازروئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ جبکہ امدادالفتاوی ۱۲۵/۴ کی عبارت سے تو پتہ چلتا ہے کہ پٹاخے کی خرید وفروخت جائز ہے؟

المستفتی: محمد جاوید

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دیوتاؤں کی تصویروں کی خرید وفروخت کرنا درست نہیں ہے۔ حدیث شریف میں جاندار کی تصویر سے متعلق سخت وعیدیں آئی ہیں۔

سمعت عبد الله بن مسعودؓ، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم: يقول: إن أشد الناس عذابًا عند الله المصورون. (بخاري شريف ۲/ ۸۸۰، رقم: ٥٧١٧، ف: ٥٩٥٠)

اسی طرح پٹاخے اور آتش بازی میں اپنے مال کو ضائع کرنا فضول خرچی ہے، جس کے متعلق قرآن کریم میں وعید آئی ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيَاطِيْنِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا. [سورة الاسراء:۲۷]

لہٰذا آتش بازی گناہ کا کام ہے، اس کی تجارت کرنا گویا گناہ کے کام میں مدد کرنا ہے، جو آیت قرآنیہ کی رو سے ممنوع ہے، اسی طرح بندی، راکھی اور کتب باطلہ کی خرید و فروخت کرنے میں کافروں کی مذہبی رسم اور ان کے شعار میں تعاون کرنا ہے جو معصیت ہے اور تعاون علی المعصیت کی بنا پر ان تمام چیزوں کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے، یہی قول راجح ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے اور امداد الفتاویٰ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قول کونقل فرمایا ہے؛ لیکن فتوی امام صاحب کے قول پر نہیں ہے؛ بلکہ صاحبین کے قول پر عدم جواز کا فتویٰ ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۶/۵۴۱، رشیدیہ قدیم ص:۵۱۶، جدید زکریا ص:۴۹۴)

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [المائدۃ:۲]

ويجوز بيع البربط، والطبل، والمزمار، والدف، والنرد وأشباه ذلک في قول أبي حنيفةؒ، وعندهما لايجوز بيع هذه الأشياء (إلى قوله) والفتوى على قولهما. (هندية، كتاب البيوع، الفصل الخامس في بيع المحرمات زكريا قديم ۳/۱۱۶، جديد ۳/۱۱۷)

ومن كسر لمسلم بربطًا، أو مزمارًا، أو دفًا، أو أراق له سكرًا، أو منصفًا ضمن قيمته لغير لهو ويصح بيع هذه الأشياء عند الإمام، وقالا: لايضمن، ولايجوز بيعها؛ لأن هذه الأشياء أعدت للمعصية، فيبطل تقومها، وبقولهما قالت الأئمة الثلاثة: وعليه الفتوىٰ لفساد الزمان فيما بين الناس.

(مجمع الأنهر۔ دار الكتب العلمية بيروت ٤/٩٧-٩٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۸۸۶۶)	۱۴۲۶/۶/۲۳ھ

ہندوملازم کا دوکان میں پوجا کرنا

سوال [۱۰۹۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی دوکان ہے، ملازم ہندو ہے، وہ ملازم اپنے عقیدے کے مطابق مورتی یا تصاویر لٹکاتا ہے اور اس کی پوجا وہیں دوکان پر کرتا ہے، منع کرنے پر نقصان کا اندیشہ ہے، ایسی صورت میں زید پر کوئی جرم ہے یا نہیں؟ اور برکت کی دوری کے لئے جو تصاویر ہیں، اس میں یہ دوکان شامل ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: انعام احمد قاسمی، امام جامع مسجد، کاسگنج، ایٹہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مورتی اور اس پوجا سے روکنے کی صورت میں تو نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے؛ لیکن اس ملازم کو الگ کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے؛ اس لئے ایسے ملازم کو برطرف کرکے دوکان کی پوجا پاٹ سے حفاظت کرنا مالک کا فرض ہے۔ نیز یہ دوکان برکت سے دور ہوگی۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [المائدۃ: ۲] فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۶؍ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳؍ ۵۶۷۹)

مسلم کا غیر مسلم کی رسومات میں شرکت کرنا

سوال [۱۰۹۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کافر کے مرنے کے بعد تیرہویں ہوتی ہے، تو کیا مسلمان اس میں کھانے

وغیرہ میں شرکت کرسکتا ہے کہ نہیں؟

المستفتی: عبدالحمید، راعینی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلمان کو غیر مسلموں کی ایسی رسومات میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔

ولا یأکل معہ حال مایظهر الشرک والکفر. (هندية، کتاب الکراهية، الباب الرابع عشر، زکریاقدیم٥/٣٤٧، جدید٥/٤٠١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍۶۲۴۹)	۹؍۷؍۱۴۲۰ھ

غیر مسلموں کی شادی بیاہ یا ان کے جنازہ میں شریک ہونا

سوال [۱۰۹۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلموں کے ساتھ رہنا سہنا یا ان کے شادی بیاہ میں شریک ہونا اور اگر وہ مرجائیں، تو مٹی میں جانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد ابرار، بہرائچی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلموں کے ایسے عقائد واعمال جو اسلام سے کسی طرح میل نہیں کھاتے، ان میں کسی بھی صورت میں شرکت کی اجازت نہیں؛ لہٰذا مردے کے ساتھ شمشان جانا اور اس کو جلانے میں شریک ہونا جائز نہیں؛ البتہ جب تمام مشرکانہ رسوم پوری ہوجائیں، تو تعزیت کے لئے ان کے گھر جائے، تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح ان کے شادی بیاہ میں حسب ضرورت شرکت کی بھی گنجائش ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ. [آل عمران: ۲۸]

ولا بأس بضيافة الذمي، وإن لم يكن بينهما إلا معرفة كذا في الملتقط وفي التفاريق لا بأس بأن يضيف كافراً لقرابة، أو لحاجة كذا في التمرتاشي. (عالمگیری، کتاب الکراهية، الباب الرابع عشر، زکریا قدیم ۵/۳۴۷، جدید ۵/۴۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍محرم الحرام ۱۴۲۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۸۹۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱/۱۴۲۷ھ

غیر مسلم کی شادی وغم میں شرکت کرنا

سوال [۱۰۹۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکا عاقل و بالغ مسلمان ۲۲ ؍سالہ ہے، جو کہ علم دین کوبھی جانتا ہے، اور دنیاوی علوم میں پی ایچ ڈی اسکول میں انگلش کا ماسٹر ہے، تمام عقلی وعملی صلاحیت سے لیس ہے؛ لیکن اس نے کچھ ایسی باتیں اپنا رکھی ہیں اور ایسی حرکتیں کرتا ہے کہ جس سے ہم بہت نیچے دکھتے ہیں اور اسلام کے خلاف ساری حرکتیں ہیں، مثلاً وہ اب تک جنم دن کافی دھوم دھام سے مناتا ہے، خوب دعوتیں کرتا ہے اور کیک کاٹا جاتا ہے، کھانے وناچ گانے کا پورا انتظام ہوتا ہے۔

(۲) ہولی میں ہندوؤں کے یہاں جاکران کے ساتھ کھاپی کر اپنے آپ کورنگوا کر رنگ و ہولی ان کے ساتھ کھیلتا ہے۔

(۳) اگر اس کے بنائے دوست یا بھائی ہندو مرجاتا ہے، تو وہ شمشان گھاٹ جاکر اس کی چتا کو آگ بھی لگادیتا ہے۔

(۴) وہ اپنے ماتھے پر تلک (ٹیکہ) بھی لگوالیتا ہے اور ہولی (پوجا) میں بھی شامل ہو جاتا ہے۔

(۵) ہندوؤں کا تہوار رکھشا بندھن بھی وہ خوب مناتا ہے، اس کی کلائی پر کئی کئی راکھی بندھی ہوتی ہیں۔

(۶) دیوالی میں بڑی دھوم دھام سے ان کے ساتھ رہ کر مناتا ہے، غرض کہ ہندوانہ کام ورسم کو بلا کسی جھجھک کے اپناتا ہے، اس بارے میں اس کے ماں باپ سے کہا جاتا ہے، تو وہ لوگ ایک ساتھ جواب دیتے ہیں کہ میاں یہ تو اونچے ماحول میں رہتا ہے اور اسٹنڈر رکا نام دیتے ہیں اوران حرکتوں میں ان کا ساتھ دیتے ہیں، یعنی کوئی نکیر نہیں کرتے ہیں؛ لہٰذا اس مسلمان کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے اور یہ کس زمرے میں آئے گا اور ایسا کرنا کیسا ہے؟ اس شخص سے دوستی و رشتہ داری رکھنی چاہئے کہ نہیں؟ ان سارے مسائل کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد فرید ولد حاجی محمد شریف، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال میں جتنے امور کا ذکر کیا گیا ہے، سب کا جواب ایک ہی ہے۔ غیر مسلم کے تہواروں میں شرکت اوران کے ساتھ ہولی کھیلنا اور غیر مسلم کی طرح دھوم دھام سے جنم دن منانا ممنوع اور ناجائز ہے۔ اور ان کی میت میں شمشان گھاٹ جا کر ان کی طرح عمل کرنا اوران کی پوجا پاٹ میں شرکت کر کے ماتھے پر ٹیکہ لگوانا اور ان کے تہوار کو ان ہی کی طرح دھوم دھام سے منانا یہ سارے امور ناجائز اور حرام ہیں، ان سے توبہ کرنا لازم اور ضروری ہے۔ آئندہ کے لئے ایسے امور سے دور رہنے کے عہد کے ساتھ توبہ لازم ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/۳۳۶)

قال اللّٰہ تعالیٰ: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ . [آل عمران:۲۸]

اگر یہ ان چیزوں سے توبہ کرکے باز نہ آئے، تو مسلمان کو ایسے شخص سے حقہ پانی بند کر کے بائیکاٹ کر دینا چاہئے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّار . [ھود: ۱۱۳] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رصفر المظفر ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۲۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۹ھ

غیر مسلم میت کو جلانے کے لئے جانا

سوال [۱۰۹۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جیسا کہ ایک مسلمان کے غیر مسلموں سے تعلقات ہوتے ہیں اور غیر مسلم کے یہاں کوئی موت ہو جائے، تو کیا وہ مسلمان اس غیر مسلم کے مردے کے ساتھ اس کو آگ میں جلانے کے لئے جا سکتا ہے یا نہیں؟ یا صرف غیر مسلم کے گھر تک جائے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم دوست کے یہاں موت کے موقع پر صرف گھر جا کر تعزیت کرنے کی گنجائش ہے، جلانے کے لئے ساتھ جانا جائز نہیں؛ کیونکہ اس میں جلانے کے عمل کا اعزاز ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۲/۱۶ ۴۷، جدید ڈابھیل ۹/ ۴۱)

لا ينبغي لقريبه المسلم أن يتبع الجنازة حتى لاتكون مكثر سواد الكفرة ......وفي الطحاوي: ولابأس بأن يعود إذا مرض. (تاتارخانية، زكريا ۳/ ۷۷، رقم: ۳۷۵۳، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت ۳/ ۹۵، رقم: ۲٤۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹ رمحرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۱۴۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱/۱۹ھ

مسلم وغیر مسلم کا ایک دوسرے کی میت میں شریک ہونا

سوال [۱۰۹۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں ایک رواج بن رہا ہے کہ مسلم غیر مسلم پڑوسی یا دوست کی میت میں اور اس کی رسم میں شریک ہوتے ہیں، اسی طرح غیر مسلم بھی اپنے مسلم دوست یا پڑوسی کے جنازہ میں شریک ہوتے ہیں، شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: ابوالحسن، سیتامڑھی، مسجد سفنئ ممبئ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسلم کا غیر مسلم کی میت میں اوراس کی رسم میں شریک ہونا جائز نہیں ہے؛ البتہ اس کی تعزیت کر سکتے ہیں اور اگر کوئی غیر مسلم مسلمانوں کے جنازہ میں آجاتا ہے، تو اسمیں مسلمانوں کا دخل نہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۴/۲۳۳، فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/۲۹۲، جدید ڈابھیل ۹/۳۹، کفایت المفتی قدیم ۴/۱۹۰، جدید زکریا مطول ۵/۴۴۴)

لا ینبغي لقریبه المسلم أن یتبع الجنازة حتی لاتکون مکثر سواد الکفرة ......وفي الطحاوي: ولابأس بأن یعود إذا مرض. (تاتارخانیة، زکریا ۳/۷۷، رقم:۳۷۵۳، المحیط البرهاني، الملجس العملي بیروت ۳/۹۵، رقم: ۲۴۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ صفر المظفر ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۲۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۱۷ھ

عذر شدید کی بناء پر غیر مسلم کی لاش شمشان لے جانا اوراس کے گھر کھانا بھیجنا

سوال [۱۰۹۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ قصبہ کے ایک محلّہ میں ۱۵-۱۶/ سال کی ایک غیر مسلم لڑکی جو بہت دنوں سے بیمار چل رہی تھی، لڑکی کے پتا کیلاش نے اپنی لڑکی کا کافی علاج کرایا؛ لیکن وہ ٹھیک نہیں ہوسکی، مرنے سے کچھ دن پہلے اس کو کسی ملاجی کو دکھایا، تو اس ملاجی نے لڑکی پر کچھ اثرات بتائے، جس سے پورے محلّہ میں یہ بات پھیل گئی کہ کیلاش کی لڑکی کو زبردست اثر ہے اور جو بھی شخص اس لڑکی کو ہاتھ لگائے گا، اس کو بھی خطرہ ہوسکتا ہے، آخر کار لڑکی کی موت ہوگئی، محلّہ میں بہت سے غیر مسلم رہتے تھے؛ لیکن کسی غیر مسلم پڑوسی نے نہ تو اس لڑکی کو نہلایا اور نہ ہی اس کو اپنے کندھوں پر رکھ کر شمشان لیجانے کو تیار ہوئے؛ حالانکہ کیلاش کا محلّہ میں کسی سے کوئی لڑائی جھگڑا بھی نہیں ہے، ایسی مجبوری میں کیلاش کے گھر والوں نے صبح خود ہی اسے نہلایا اور کفن وغیرہ دے کر تیار کیا۔ اب لڑکی کا والد کیلاش لڑکی کو شمشان گھاٹ لیجانے کے لئے آدمیوں کا انتظار کرتا رہا؛ لیکن پڑوس کا کوئی غیر مسلم لڑکی کو کندھا لگا کر لیجانے کو تیار نہیں ہوا، کیلاش اور کیلاش کا بھائی اور دو مسلمان یہ چاروں اپنے کندھوں پر رکھ کر اس میت کو شمشان گھاٹ تک لے گئے اور دونوں مسلم بھائی میت کو شمشان گھاٹ تک پہونچا کر فوراً اپنے گھر چلے گئے، اس کے جلانے یا کسی بھی اور رسم میں یہ دونوں مسلم بھائی شریک نہیں ہوئے، اس کے بعد محلّہ والوں نے اس کے گھر کھانا پہونچانا بھی مناسب نہیں سمجھا، تو ایک وقت کا کھانا بھی ان دونوں مسلم بھائیوں نے پہونچایا، تو کیا انسانیت اور پڑوس کے ناطے ان دونوں مسلم بھائیوں نے جو کام کیا ہے، اس میں اسلامی شریعت کے تحت ان دونوں بھائیوں کے ایمان میں کوئی کمی ہوئی اسی طرح ان کے پیچھے نماز وغیرہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلم پڑوسی کے یہاں کھانا بھیجنا سوال نامہ میں درج کردہ پریشانی کے بغیر بھی جائز ہے، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے یہاں جب گوشت یا عمدہ کھانے کا نظم ہوتا، تو وہ گھر والوں سے سوال کرتے کہ ہمارے یہودی پڑوسی کے یہاں

بھیجا ہے کہ نہیں، ہاں البتہ غیر مسلموں کے غمی وخوشی کے رسم ورواج میں شریک ہونا ممنوع ہے؛ لیکن سوال نامہ میں جوعذر اور پریشانی پیش کی گئی ہے، ایسے سخت عذر اور پریشانی میں جب کندھا لگانے کے لئے کوئی غیر مسلم تیار نہیں ہے، تو ان کے رسم ورواج میں شرکت کئے بغیر صرف شمشان گھاٹ تک ان کی میت کو پہونچا کر فوراً واپس آجائے اور غسل کرلیا جائے، تو ان مسلمانوں کے ایمان میں فرق نہیں آئے گا، اوران کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے، جیسے حضرت علیؓ کے والد ابو طالب کی موت پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جاؤ ابو طالب کو کسی گڈھے میں دفن کرکے آجاؤ۔

عن مجاهد أن عبد الله بن عمرؓ ذبحت له شاة في أهله فلما جاء قال: أهديتم لجارنا اليهودي؟ أهديتم لجارنا اليهودي. (ترمذي شريف، باب ماجاء في حق الجوار، النسخة الهندية، ۲/۱٦، دار السلام رقم:۱۹٤۳)

عن أبي اسحاق سمعت ناجية بن كعب يقول: سمعت علياؓ يقول: لما توفي أبي أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقلت: إن عمك قدتوفي فقال: إذهب فواره، فقلت: أنه مات مشركا فقال اذهب فواره لاتحدثن شيئًا حتى تأتي ففعلت فأتيته فأمرني أن أغتسل. (البداية والنهاية ۳/۱۲٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر شوال المکرّم ۱۴۳۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۷۹۵/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۷/۱۰/۱۴۳۰ھ

غیر مسلم کے چڑھاوے کا حکم

سوال [۱۹۰۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید راستہ میں جارہا تھا، وہیں ایک جگہ ہندوؤں کے ایک چمنڈا (ان کے

عقیدے کے مطابق ان کے بزرگ کی قبر پر کھانے کا بھنڈارا چل رہا تھا، جہاں بہت بھیڑ لگی ہوئی تھی، اسی بھیڑ میں ایک ہندو زید کو جاننے والا بھی تھا، اس نے زید سے کھانے کے لئے کہا زید اس کے بلانے پر گیا، اور اس نے بھی بھنڈارے کے کھانے میں سے کھالیا۔

اب سوال یہ ہے کہ غیر مسلموں کے یہاں ان کے دیوی دیوتاؤں کے نام سے کھلائے جانے والے کھانے کو کھانے کی وجہ سے اس کا ایمان باقی ہے یا نہیں؟ اسی طرح تجدید نکاح کی کوئی ضرورت تو نہیں ہے؟ واضح رہے کہ زید بالکل جاہل وان پڑھ ہے، اسے اس طرح کا کوئی مسئلہ معلوم نہیں ہے؟

المستفتی: محمد فہیم بروالان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایک مسلمان کے لئے غیر مسلم کے اجتماعات و تہواروں میں شرکت جائز نہیں ہے، اسی طرح ان کے دیوی دیوتاؤں کے چڑھاوے کا کھانا بھی جائز نہیں ہے، تاہم اگر زید نے ناواقفیت کی بنا پر بھنڈارے کا کھانا کھالیا ہے، اور اس کے دل میں اس تقریب اور تہوار کی کوئی عظمت یا ہندوؤں کے ساتھ ان کے تہواروں میں باقاعدہ ان کا ساتھ دینے کا ارادہ نہیں تھا، تو اس عمل کی وجہ سے زید کافر نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اسے تجدید نکاح کی ضرورت ہے؛ البتہ اس کو چاہئے کہ جو کچھ سرزد ہو چکا ہے، اللہ سے نادم ہوکر توبہ کرے اور آئندہ کے لئے ایسی تقریبوں میں شرکت سے اپنے آپ کو مضبوطی سے باز رکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

ومایأتي به المجوس في نیروزهم من الأطعمة إلی الأکابر والسادات من کانت بینهم وبینهم معرفة ذهاب ومجي فقد قیل إن أخذ ذلک علی وجه الموافقة لفرحهم یضر ذلک لدینه، وإن أخذه لا علی ذلک الوجه لابأس به والاحتراز عنه أولیٰ. (الفتاوی التاتارخانیة، زکریا ۷/۳٤۸، رقم:۱۰٦٥۷،

محیط برهاني ۷/۴۲۹، رقم: ۹۲۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹؍ ۱۰۰۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱؍۴؍۱۴۳۱ھ

میاں بیوی کا غیر مسلم دوستوں کے ساتھ مندر جانا

سوال [۱۰۹۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سائل اپنی بیوی اور اپنے کچھ غیر مسلم دوستوں عورتوں اور مردوں کے ساتھ مندر میں گیا تھا، سائل کی بیوی بھی ہمراہ تھی مندر کے اندر پہونچنے کے بعد وہاں کے پجاری نے جس طرح سے ہندو عورتوں کو پوجا کے طریقہ سے تلک لگایا اور گنگا جل دونوں ہاتھوں میں دے کر کچھ پی لینے اور باقی جل اپنے سر پر لگا کر سر کے بالوں میں لگایا، اسی طرح کا رسمی طریقہ میری بیوی سے بھی کرایا اور سوکھے چنے کھانے کے لئے دیئے، جسے میری بیوی نے لے کر اپنے بچے کو کھلا دیئے، یہ ایک غیر اسلامی عمل تھا جو کہ نادانستگی میں میری بیوی سے ہوگیا۔ برائے مہربانی اس بارے میں اصلاح فرما کر فتوی ارسال فرمائیں۔

المستفتی: فیصل حسین، جگر کالونی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں آپ کا اور آپ کی بیوی کا یہ عمل نہایت ہی سخت گناہ ہے؛ اس لئے ندامت کے ساتھ دونوں میاں بیوی کو توبہ واستغفار کرنا لازم اور ضروری ہے۔ نیز آئندہ پوری احتیاط واجتناب لازم ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۲؍۴۲۳، جدید ڈابھیل ۱؍۳۶۷)

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا. [سورة النساء:۱۷]

هو كبيرة من الكبائر وهل يكفر؟ قال بعضهم.........: إن أرادبه العبادة يكفر، وإن أرادبه التحية لم يكفر ويحرم عليه ذلك. (فتاوى عالمگيري، كتاب السير، الباب التاسع في آحكام المرتدين، زكريا قديم ۲/ ۲۸۱، جديد زكريا ۲/ ۲۹۲)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ شعبان المعظم ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۳۴۸)

گرودوارے وغیرہ پر تیار کیا ہوا حلوہ کھانا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۹۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گرودوارے یا کھنڈ پاتھ پر تیار کیا ہوا، اور کرپان بیچ سے نکال کر متبرک بنایا ہوا حلوہ چاول (پرشاد) لینا اور کھانا کیسا ہے؟ نیز دیوالی کے موقعہ پر دوستوں سے مٹھائی لینا، کھانا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد یونس، جامع مسجد، احمد گڈھ (پنجاب)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گرودوارے یا کھنڈ پاتھ پر تیار کیا ہوا اور کرپان نکال کر متبرک بنایا ہوا حلوہ چاول لینا اور کھانا سب ناجائز ہے اور دیوالی کے موقعہ سے ہندوؤں سے مٹھائی وغیرہ لینے میں تفصیل ہے، وہ یہ ہے کہ اگر ہندو اپنا احسان سمجھ کر دیتے ہیں، یا یہ سمجھ کر دیتے ہیں کہ مسلمان ہمارے اس تہوار میں شریک ہوگئے، تب تو نہیں لینا چاہئے اور اگر محض دوستانہ تعلق یا پڑوسیت کی وجہ سے دیتا ہے، تو لے لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۸۸/۵، جدید ڈابھیل ۱۷۵/۱۸-۳۳)

ومن المشائخ من وجه آخر، فقال: لم يقبل من شخص علم أنه لو قبل

منه لاتقل صلابته وعزته في حقه ويلين له بسبب قبول الهدية، قبل من شخص علم أنه لا تقل صلابته وعزته في حقه ولايلين له بسبب قبول الهدية.

(تاتارخانية، زكريا ١٨/١٦٩، رقم: ٢٨٣٨٥، المحيط البرهاني، المجلس العلمي بيروت ٨/٧١، رقم: ٩٦١٠، هندية، زكريا قديم ٥/٣٤٨، جديد ٥/٤٠٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب المرجب ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱؍۴۱۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲؍۷؍۱۴۱۵ھ

غیر مسلموں کے میلوں میں مسلمان کا دوکان لگانا

سوال [۱۰۹۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیر مسلموں کے تیوہاروں اور میلوں میں مسلمان دوکانداروں کو خورد ونوش کا سامان، نیز پھل کھلونے وغیرہ فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اقبال، شیرکوٹ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیر مسلموں کا میلہ اگران کے دھرم سے متعلق ہے، تو اس میں بغرض تجارت بھی شرکت جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی رشیدیہ ۵۵۶)

اور اگران کے دھرم سے متعلق نہیں ہے؛ بلکہ تجارتی نمائش ہی ہے، تو اس میں بغرض تجارت شرکت جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۲۶۹/۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳؍۵۰۳۳)

ب:۱۰۹۱۲ اہل کتاب اوران سے متعلق احکام کا تحقیقی جائزہ

اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) اوران سے متعلق کچھ احکام ایسے ہیں جن میں ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا معاملہ کیا جاسکتا ہے، خاص طور پر دو مسئلے ایسے ہیں جن میں قرآن وحدیث میں ان کا معاملہ مسلمانوں جیسا قرار دیا گیا ہے:

(۱) ان کی عورتوں سے نکاح کا جواز۔

(۲) ان کے ذبیحہ کا حلال اور جائز ہونا۔

ان ہی دونوں مسئلوں پر سوال نامہ میں پوچھے گئے مسائل کا مدار ہے، اس سلسلے میں ۸/سوالات کے ذریعہ سے مسائل پوچھے گئے ہیں، جو علی الترتیب سرخیوں کے ساتھ پیش کئے جارہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

اہل کتاب کسے کہتے ہیں؟

سوال [۱]: اہل کتاب کسے کہتے ہیں؟ ان سے کون سی قوم مراد ہے؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اہل کتاب اس قوم کو کہا جاتا ہے جو دین سماوی کا اعتقاد رکھتی ہو اور آسمانی کتاب پر بھی ایمان رکھتی ہو اور اس قوم کی کوئی ایسی کتاب بھی ہو جس کا اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہونا قطعی طور پر ثابت ہو۔ اور یہ بات الگ ہے کہ اس قوم نے اپنی کتاب کو تحریف کر کے بگاڑ دیا ہو؛ لیکن فی الجملہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہو، جیسا کہ درج ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے:

اس کو ''تبیین الحقائق'' میں ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وكل يعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم عليه السلام وشيث، وزبور داؤد عليه السلام فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم. (تبيين الحقائق، زكريا ٢/ ٥٧٧-٥٧٨، هندية قديم ١/ ٢٨١، جديد ١/ ٣٤٧)

اس کو ''الفقه الإسلامي وأدلته'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

الكتابية: هي التي تؤمن بدين سماوي كاليهودية والنصرانية، وأهل الكتاب: هم أهل التوراة والإنجيل لقوله تعالىٰ: ﴿اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾ [الأنعام: ٦/ ١٥٦] (الفقه الإسلامي وأدلته ٧/ ١٥٨)

اس کو ''الموسوعة الفقهية'' میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

إن أهل الكتاب: هم كل من يؤمن بنبي ويقر بكتاب، ويشمل اليهود والنصارى، ومن آمن بزبور داؤد وصحف إبراهيم وشيث، وذلك لأنهم يعتقدون دينا سماويا منزلا بكتاب. (الموسوعة الفقهية ٧/ ١٤٠)

صابئین سے کون سی قوم مراد ہے؟

سوال [۲]: قرآن مجید میں اہل کتاب کی حیثیت سے یہود ونصاریٰ اور صابئین کا ذکر آیا ہے، ان میں سے یہود ونصاریٰ تو معروف ہیں؛ لیکن صابئین سے کون لوگ مراد ہیں اور کیا اب یہ گروہ پایا جاتا ہے؟ اس بات کی وضاحت فرمائیں۔

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کے دور میں جب بھی اہل کتاب بولا جاتا ہے، تو اس سے یہود ونصاریٰ مراد ہوتے ہیں اور یہودی تورات کو مانتے ہیں اور نصاریٰ انجیل کو مانتے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صابئین کون سی قوم ہے؟ تو ان

کے بارے میں علمائے محققین نے لکھا ہے کہ صابئین یہود ونصاریٰ میں سے ایک جماعت کا نام ہے، جو ان سے الگ ہوکر کے ایک فرقہ کی شکل اختیار کرلی تھی، جیسا کہ سامری اور سامری کے ساتھیوں کو صابئین سے تعبیر کیا جاتا ہے، گویا کہ یہود ونصاریٰ میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان سے الگ ہوکر کے الگ طائفہ زائغہ کی شکل اختیار کرلی ہے۔

اور بعض علماء نے صابئین کے بارے میں لکھا ہے کہ یہود ونصاریٰ کے درمیان ایک بین بین قوم ہے، من وجہ یہودی ہیں اور من وجہ نصاری ہیں اور ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ان کے بارے میں یہی ہے کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور ان کے ساتھ مناکحت بھی جائز نہیں ہے، مگر امام قرطبیؒ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے ساتھ یہود ونصاریٰ کا معاملہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کی عورتوں کے ساتھ مناکحت بھی مباح ہے؛ لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان کی عورتوں کے ساتھ مناکحت جائز نہیں ہے اور یہی صاحبین کا قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید میں ہے، جیسا کہ ذیل کی عبارات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کو امام قرطبیؒ نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

فقال السدی: هم فرقة من أهل الكتاب، وقاله إسحاق بن راهوية: قال ابن المنذر، وقال إسحاق: لا بأس بذبائح الصابئين؛ لأنهم طائفة من أهل الكتاب، وقال أبو حنيفة: لا بأس بذبائحهم ومناكحة نسائهم، وقال الخليل: هم قوم يشبه دينهم دين النصارى إلا أن قبلتهم نحو مهب الجنوب، يزعمون أنهم على دين نوح عليه السلام، وقال مجاهد والحسن

وابن أبي نجيح: هم قوم تركب دينهم بين اليهودية والمجوسية لا تؤكل ذبائحهم، ابن عباس: ولا تنكح نسائهم ...... والذي تحصل من مذهبهم فيما ذكره بعض علمائنا أنهم موحدون معتقدون تأثير النجوم، وأنها فعالة، ولهذا أفتى أبو سعيد الإصطخري القادر بالله بكفرهم حين سأله عنهم. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ١/ ٤٣٤-٤٣٥)

اس کو ''تبیین الحقائق'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

قال رحمه الله: (والصابئة) أي حل تزوج الصابئة، وقال أبو يوسف ومحمد: لا يجوز نكاحها، وهذا الخلاف بناء على أنهم عبدة الأوثان أم لا، فعندهما عبدة الأوثان فإنهم يعبدون النجوم، وعند أبي حنيفة ليسوا بعبدة الأوثان، وإنما يعظمون النجوم كتعظيم المسلم الكعبة. (تبيين الحقائق، زكريا ٢/ ٤٧٨، هكذا في البناية ٥/ ٤٧)

اس کو ''الموسوعة الفقهية'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

اختلف الفقهاء في الصابئة، فذهب أبو حنيفة إلى أنهم من أهل الكتاب من اليهود أو النصارى. (الموسوعة الفقهية ٧/ ١٤٠)

اس کو ''تفسیر مظہری'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

قال عمر وابن عباس: هم قوم من أهل الكتاب، فقال عمر: يحل ذبائحهم، وقال ابن عباس: لا يحل ذبائحهم ولا مناكحتهم، وقال مجاهد: هم قوم نحو الشام بين اليهود والمجورس من أهل الكتاب، وقال الكلبي: هم بين اليهود والنصارى، وقال قتادة: هم قوم يقرؤون الزبور ويعبدون الملائكة ويصلون إلى الكعبة أخذوا من كل دين شيئا. (تفسير مظهري ١/ ٨٨)

اس کو ''البنایہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وقال عبدالعزيز بن يحيىٰ: قد درجوا وانقرضوا فلا عين ولا أثر. (البناية ٥/ ٤٧)

موجودہ دور کے یہود ونصاریٰ کا ذبیحہ اوران کی عورتوں سے مناکحت

سوال [۳]: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو یہود ونصاریٰ تھے وہ بھی بہت سی گمراہیوں کے باوجود ایک خدا کے قائل تھے، اگر چہ عیسائی تین کے مجموعہ کوایک مانتے تھے، اسی طرح وہ وحی، نبوت، ملائکہ اورآخرت میں جزا وسزا کو بھی تسلیم کرتے تھے؛ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتے تھے؛ لیکن موجودہ دور میں یہ صورت حال نہیں ہے، خاص کر مغربی ملکوں میں جولوگ اپنے آپ کو یہودی یا عیسائی کہتے ہیں، ان میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں ہیں، اگر خدا کو مانتے ہیں تو وحی ورسالت اورآخرت کونہیں مانتے ،کیا ایسے لوگوں کا شمار بھی یہود ونصاریٰ میں ہوگا ؟ اور نکاح وذبیحہ کے معاملہ میں ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کیا جائے گا ؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موجودہ دور میں یہود ونصاریٰ کی دوقسمیں ہیں:

(۱) پہلی قسم کے وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے ہیں اور جب وہ لوگ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں ہیں، تو اللہ کی طرف سے مبعوث کردہ نبی اور نازل کردہ کتاب کے بھی وہ لوگ قائل نہیں ہوں گے، تو ایسے یہود ونصاریٰ کی عورتوں کے ساتھ اُسی طرح نکاح جائز نہیں ہوگا جس طرح ایک مشرکہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس طرح کی یہودیہ ونصرانیہ عورت خالص مشرکہ عورتوں کے حکم میں ہوگی۔

(۲) دوسری قسم وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو مشرکانہ حرکتوں کے ساتھ خدا کے وجود

کے قائل ہیں اور نبی مرسل کو بھی مانتے ہیں اور آسمانی کتاب کے بھی قائل ہیں، یہ وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام اور نزول قرآن کے زمانہ میں تھے؛ لہٰذا ایسے یہودیوں کا ذبیحہ حلال اور جائز ہے، جو اللہ کے نام سے ذبح کرتے ہیں اور ایسی یہودیہ عورت کے ساتھ مناکحت کا حکم بھی وہی ہے جو خیر القرون کے زمانے میں تھا۔

اب رہا نصاریٰ اور عیسائیوں کا مسئلہ تو عیسائی عام طور پر خدا کا نام لے کر ذبح نہیں کرتے؛ اس لئے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا اور جو عیسائی عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں، ان کا حال وہی ہے جو سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں تھا؛ اس لئے ایسی عیسائی عورتوں کے ساتھ مناکحت کا وہی حکم ہوگا جو حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں اور خیر القرون میں تھا؛ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ قرآنی حکم کی وجہ سے عیسائی عورتوں کے ساتھ مناکحت کو حرام تو نہیں کہہ سکتے ہیں، مگر بہت سی وجوہات ایسی ہیں جن کی وجہ سے علی الاطلاق بلا کراہت ان کی عورتوں سے نکاح کو جائز اور حلال بھی نہیں کہا جاسکتا؛ اس لئے کہ اولاد ماں سے متأثر ہوا کرتی ہے، تو اگر ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے تو مسلمانوں کی اولاد کا معاشرہ اور عقیدہ انہیں جیسا ہونے لگے گا، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا تھا کہ آپ نے جس یہودیہ عورت سے نکاح کیا ہے میرے خط کے پہنچتے ہی آپ فوراً اسے اپنے نکاح سے الگ کردیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا تھا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ میں اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام نہیں کرتا؛ لیکن جب آپ جیسے لوگ ان کی عورتوں سے نکاح کریں گے تو پھر ان سے نکاح کرنا عام ہوجائے گا، اور مسلمانوں کا معاشرہ خراب ہوتا جائے گا اور آئندہ ان سے پیدا ہونے والی نسلیں ان کی عورتوں کی طرح اسلام سے بیزار ہونے لگیں گی، نیز ان کی عورتیں عام طور پر بدکار ہوتی ہیں اور تم ان کی اطاعت کرنے لگو گے؛ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس گہری دور بینی کے نقطہ نظر سے ایسے

یہود ونصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی کراہت سے خالی نہیں ہوگا، جونزول قرآن کے زمانہ کے یہود ونصاری کی طرح ہیں۔

ہم اس سلسلے میں پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کو نقل کرتے ہیں، اس کے بعد علماء امت کی تحریرات پیش کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط سنن کبریٰ کے حوالے سے ملاحظہ فرمایئے:

سمعت أبا وائل يقول: تزوج حذيفة –رضي الله عنه– يهودية، فكتب عمر –رضي الله عنه– أن يفارقها، فقال: إني أخشى أن تدعوا المسلمات وتنكحوا المومسات، وهذا من عمر رضي الله عنه على طريق التنزيه والكراهة، ففي رواية أخرى: أن حذيفة كتب إليه أ حرام هي؟ قال: لا، ولكنى أخاف أن تعاطوا المومسات منهن. (السنن الكبرى للبيهقي، دار الفكر بيروت ۱۰/ ۴۲۵، رقم: ۱۴۳۱، ودار الحديث القاهرة ۷/ ۱۹۸، رقم: ۱۳۹۸۴)

مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملاحظہ فرمایئے:

عن شقيق قال: تزوج حذيفة يهودية، فكتب إليه عمر: أن خل سبيلها، فكتب إليه: إن كانت حراما خليت سبيلها، فكتب إليه: إني لا أزعم أنها حرام، ولكني أخاف أن تعاطوا المومسات منهن. (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸۵، رقم: ۱۶۴۱۷)

اب علمائے امت کی تحریرات پیش کی جارہی ہیں، ملاحظہ فرمایئے۔ تفسیر مظہری میں ہے:

قال ابن الجوزي: روى أصحابنا حديث ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن ذبائح نصارى العرب، وروى ابن الجوزي بسنده عن علي رضي الله عنه قال: لا تأكلوا من ذبائح نصارى بني تغلب، فإنهم لم يتمسكوا من النصرانية بشيء إلا شربهم الخمر ...... فكذا حكم نصارى

العجم إن كان عادتهم الذبح على غير اسم الله تعالى غالبا لا يؤكل ذبيحتهم، ولا شك أن النصارى في هذا الزمان لا يذبحون بل يقتلون بالوقذ غالبا، فلا يحل طعامهم. (تفسير مظهري، زكريا ۳/ ۷۰-۷۱)

اس کو ''الفقه الإسلامي وأدلته'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

لا يحل للمسلم الزواج بالمرأة المشركة أو الوثنية، وهي التي تعبد مع الله إلٰها غيره كالأصنام أو الكواكب أو النار أو الحيوان، ومثلها المرأة الملحدة أو المادية، وهي التي تؤمن بالمادة إلها، وتنكر وجود الله ولا تعترف بالأديان السماوية مثل الشيوعية والوجودية والبهائية والقاديانية والبوذية. (الفقه الإسلامي وأدلته ۷/ ۱۵۷)

اس سلسلے میں بنایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

ويروى عن ابن عمر أنه كان لا يجوز نكاح الكتابية، وقالت الإمامية: لا يجوز نكاح الكتابية إلا عند عدم المسلمة لاختلاف العلماء في كونهم مشركين، قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ﴾ أي حتى يسلمن من أهل الكتاب. (البناية ۵/ ۴۳)

اس سلسلے میں بنایہ کی دوسری عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے:

وقال الكافي: الأولىٰ أن لا يتزوج الكتابية، ولا تؤكل ذبيحتهم إلا للضروة لما روى أن عمر رضى الله عنه غضب على حذيفة وكعب وطلحة غضبا شديدا. (البناية ۵/ ۴۴)

دین محمدی کے نزول کے بعد پیدا ہونے والی قوم کا حکم

سوال [۴]: بعض ایسے باطل ادیان بھی ہیں، جو شریعت محمدی کے نازل

ہونے کے بعد ایجاد کئے گئے ہیں، جیسے بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی، ان میں سے بعض گروہ قرآن کو بھی اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مانتے ہیں؛ لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے بعد کسی اور الہامی کتاب کے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کے دعویدار ہیں، کیا ان کا شمار بھی اہل کتاب میں ہوگا؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت محمدی اور دین محمدی کے نزول کے بعد جو نئی قومیں پیدا ہوئی ہیں اور انہوں نے اپنا الگ دین بنالیا ہے، تو وہ دو قسم کی ہوسکتی ہیں:

(۱) ان کے وجود میں آنے سے پہلے ان کے باپ دادا مشرک تھے، جیسا کہ سکھ وغیرہ ہیں، ان کا حکم وہی ہوگا جو پہلے سے تھا، یعنی ان کے باپ دادا بھی مشرک تھے اور نئی قوم بننے کے بعد بھی وہ مشرک ہی ہوں گے؛ لہٰذا سکھ وغیرہ کو اہل کتاب تسلیم نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ وہ مشرک ہی ہیں۔

(۲) وہ قوم ہیں جن کے باپ دادا پہلے مسلمان تھے، پھر انہیں میں سے نئے دین ومذہب کے ساتھ نئی قوم وجود میں آئی ہے، جیسا کہ قادیانی وغیرہ، یہ اگرچہ قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول بھی مانتے ہیں؛ لیکن قرآن کے علاوہ کسی الہامی کتاب کے قائل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتے؛ بلکہ کسی اور کے نبی ہونے کے دعویدار بھی ہیں؛ اس لئے یہ زندیق کے حکم میں ہیں؛ لہٰذا نہ تو ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ ہی ان کی عورتوں کے ساتھ مناکحت جائز ہے اور یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں، مسلمان نہیں ہیں، جیسا کہ ذیل کی عبارات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کو ''ہندیہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

إذا لم يعرف الرجل أن محمدا صلى الله عليه وسلم آخر الأنبياء عليهم وعلى نبينا السلام فليس بمسلم. (هندية قديم ۲/ ۲٦۳، جديد ۲/ ۲۷۵)

اور ''مجمع الانہر'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

وأما الإيمان بسيدنا عليه الصلاة والسلام فيجب بأنه رسولنا في الحال، وخاتم الأنبياء والرسل، فإذا آمن بأنه رسول ولم يؤمن بأنه خاتم الأنبياء لا يكون مؤمنا. (مجمع الأنهر ۲/ ٥۰٦)

اوراس کو ''مرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

وإنكار وجوب المجمع عليه إذا كان معلوما من الدين بالضرورة كفر اتفاقا، بل قال جماعة: إن إنكار المجمع عليه كفر وإن لم يكن معلوما. (مرقاة المفاتيح، أشرفيه ديوبند ٤/ ۱۳٦)

اور صاحب بزازیہ نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

يجب الإيمان بالأنبياء عليهم السلام بعد معرفة معنى النبي (وقوله) وأما الإيمان بسيدنا عليه الصلاة والسلام، فيجب بأنه رسولنا في الحال وخاتم الأنبياء والرسل، فإذا آمن بأنه رسول ولم يؤمن بأنه خاتم الرسل لا ينسخ دينه إلى يوم القيامة لا يكون مؤمنا. (بزازية على الهندية ٦/ ۳۲۷)

اور ''بنایہ شرح ہدایہ'' میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

ويدخل في الوثنيات عبدة الشمس وعبدة النجوم والصور التي أنحتوها، والمعطلة، والزنادقة، والباطنية، والإباحية، وفي شرح الوجيز: وكذا كل مذهب يكفر معتقده؛ لأن اسم الشرك يتناولهم جميعا. (البناية ٥/ ٤٦)

نسلی قادیانی بھی زندیق

سوال [۵]: قادیانی دوطرح کے ہیں: ایک وہ جوخود مرتد ہوتے ہیں،

دوسرے وہ جن کے آباء واجداد مرتد ہوئے اور وہ نسلی طور پر قادیانی ہیں، اگر قادیانی اہل کتاب میں سے نہیں ہیں، تو کیا قادیانیوں میں سے دوسرے گروہ یعنی نسلی قادیانیوں کو اہل کتاب میں شمار کیا جا سکتا ہے؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قادیانی کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ لوگ جو بذات خود قادیانی بنے ہیں، ان کے مرتد اور زندیق ہونے میں سب کا اتفاق ہے۔

(۲) وہ قادیانی ہیں جو باپ دادا سے نسلی طور پر قادیانی کہلائے جاتے ہیں، ایسے قادیانی کو جن علماء نے اہل کتاب کے درجے میں قرار دیا ہے وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہے اور اس رائے پر کوئی دلیل نہیں، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بھی کفایت المفتی قدیم ۱/ ۳۶۵، اور جدید ۱/ ۴۶۸ رمیں اپنا رجحان اسی طرف ظاہر فرمایا ہے؛ لیکن یہ صرف حضرت کی اپنی ذاتی رائے ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، حضرت نے شامی کی کسی عبارت سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے، مگر حضرت کی اس رائے سے دوسرے بڑوں نے اتفاق نہیں کیا ہے؛ لہٰذا نسلی قادیانی بھی مرتد ہیں اور ان قادیانیوں کی اولاد اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہے؛ بلکہ خالص زندیق ہیں۔

(حاشیہ کفایت المفتی جدید ۱/ ۴۶۸، فتاوی رحیمیہ زکریا ۱/ ۱۹۶، فتاوی حقانیہ زکریا ۴/ ۳۴۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل زکریا ۲/ ۱۱۷، احسن الفتاوی ۶/ ۳۵۹)

اس سلسلے میں ''بزازیہ'' کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

یجب الإیمان بالأنبیاء علیهم السلام بعد معرفة معنی النبي (وقوله وأما الإیمان بسیدنا علیه الصلاة والسلام، فیجب بأنه رسولنا في الحال وخاتم الأنبیاء والرسل، فإذا آمن بأنه رسول ولم یؤمن بأنه خاتم الرسل لاینسخ دینه إلی یوم القیامة لا یکون مؤمنا. (بزازیة علی الهندیة ٦/ ٣٢٧)

اور اس کو ''مجمع الانہر'' میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وأما الإيمان بسيدنا عليه الصلاة والسلام فيجب بأنه رسولنا في الحال، وخاتم الأنبياء والرسل، فإذا آمن بأنه رسول ولم يؤمن بأنه خاتم الأنبياء لا يكون مؤمنا. (مجمع الأنهر ۲/ ۵۰٦)

کتابیہ عورت سے مناکحت میں دارالاسلام ودارالحرب کا فرق

سوال [٦]: **(الف)** بعض فقہاء نے اہل کتاب سے نکاح کے مسئلے میں دارالاسلام اور دارالکفر کے درمیان فرق کیا ہے، دارالاسلام میں مباح قرار دیا ہے اور دارالکفر میں مکروہ؛ لیکن آج کل مسلم ممالک میں اگر کوئی مسلمان لڑکا یہودی یا عیسائی لڑکی سے نکاح کرلے تو مغرب کے فکری تسلط کی وجہ سے بیوی کے شوہر پر اثر انداز ہونے کا پورا خطرہ رہتا ہے، خاص کر عرب ملکوں میں مسلمان حکمرانوں، فوجی کمانڈروں، اور اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں کے یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے سے عالم اسلام کو غیر معمولی فوجی سیاسی اور معاشی نقصان پہنچا ہے، ان حالات میں دارالاسلام میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بعض فقہاء نے کتابیہ عورتوں سے مناکحت کے بارے میں دارالاسلام اور دارالکفر کے درمیان فرق کیا ہے، چنانچہ دارالاسلام میں مباح قرار دیا ہے اور دارالکفر میں مکروہ؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان عورتوں سے نکاح کے بعد زندگی میں مرتب ہونے والی خرابی اور پیدا ہونے والی اولادوں کی تربیت اور ان کے عقائد کے بگاڑ کے خطرے کی

وجہ سے دارالاسلام میں بھی ان کی عورتوں سے نکاح کرنا درجۂ کراہت سے خالی نہیں ہے؛ اس لئے جولوگ دارالاسلام میں مباح قرار دیتے ہیں وہ صرف اس نظریہ کے پیش نظر مباح قرار دیتے ہیں کہ اولاد اپنی نشوونما میں اسلامی عقائد اور اسلامی طور وطریق اور احکام اسلام کو اپنی زندگی میں داخل کرے گی؛ لیکن تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اولاد باپ کے مقابلے میں ماں سے زیادہ متأثر ہوتی ہے؛ اس لئے اولاد کے عقیدہ کے بگڑنے کا زیادہ خطرہ ہے۔

لہٰذا دارالاسلام میں بھی ان کی عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہوگا، جیسا کہ ذیل کی احادیث اور فقہی جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کی روایت ملاحظہ فرمائیے:

عن ابن عمر: أنه كان يكره نساء أهل الكتاب ولا يرى بطعامهن بأسا. (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸٦، رقم: ۱٦٤۱۹)

اور "**المصنف لابن أبي شيبة**" کی دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے:

عن ابن عمر: أنه كره نكاح نساء أهل الكتاب، وقرأ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ﴾ (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸٦، رقم: ۱٦٤۲۰)

اور ''مصنف ابن ابی شیبہ'' کی تیسری روایت ملاحظہ فرمائیے:

عن شقيق قال: تزوج حذيفة يهودية، فكتب إليه عمر: أن خل سبيلها، فكتب إليه: إن كانت حراما خليت سبيلها، فكتب إليه: إني لا أزعم أنها حرام، ولكني أخاف أن تعاطوا المومسات منهن. (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸۵، رقم: ۱٦٤۱۸)

اس سلسلے میں ''سنن کبریٰ بیہقی'' کی روایت ملاحظہ فرمائیے:

سمعت أبا وائل يقول: تزوج حذيفة -رضي الله عنه- يهودية، فكتب عمر -رضي الله عنه- أن يفارقها، فقال: إني أخشى أن تدعوا

المسلمات وتنکحوا الموسات، وهذا من عمر رضي الله عنه على طريق التنزيه والكراهة، ففي رواية أخرى: أن حذيفة كتب إليه أ حرام هي؟ قال: لا، ولكني أخاف أن تعاطوا الموسات منهن.
(السنن الكبرى للبيهقي، دارالفكر بيروت ١٠/ ٤٢٥، رقم: ١٤٣١، ودارالحديث القاهرة ١٩٨/٧، رقم: ١٣٩٨٤)

اور ''مصنف عبدالرزاق'' کی روایت ملاحظہ فرمایئے:

عن قتادة: أن حذيفة نكح يهودية في زمن عمر، فقال عمر: طلقها، فإنها جمرة، قال: أ حرام هي؟ قال: لا فلم يطلقها حذيفة لقوله: حتى إذا كان بعد ذلك طلقها. (المصنف لعبد الرزاق ٦/ ٧٨، رقم: ١٠٠٥٧)

اور اس کو ''بحر الرائق'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائے:

وفي المحيط: يكره تزوج الكتابية الحربية؛ لأن الإنسان لا يأمن أن يكون بينهما ولد فينشأ على طبائع أهل الحرب، ويتخلق بأخلاقهم فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة. (البحر الرائق، زكريا ٣/ ١٨٣، كوئٹه ٣/ ١٠٣)

اور اس کو ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

والواقع في الزواج بالكتابيات وبالأولىٰ الحربيات مضار اجتماعية ووطنية ودينية، فقد ينقلن لبلادهن أخبار المسلمين، وقد يرغبن الأولاد في عقائد وعادات غير المسلمين، وقد يؤدى الزواج بهن إلى إلحاق ضرر للمسلمات بالإعراض عنهن، وقد تكون الكتابية منحرفة السلوك. (الفقه الإسلامي وأدلته ٧/ ١٦٠)

دعوتی نقطۂ نظر سے کتابیہ عورت سے نکاح کرنا

سوال [٦]: (**ب**) مغربی ممالک میں مسلمان مختلف محرکات جیسے مزاجی ہم آہنگی، ویزا کی سہولت وغیرہ کے تحت یہودی وعیسائی کی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ نکاح دعوتی نقطۂ نظر سے کیا ہے اور یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اکثر وبیشتر مسلمان مردوں کے نکاح میں آنے والی عورتیں دامن اسلام میں آجاتی ہیں اور پھر وہ ایمان کی روشنی اپنے خاندان وسماج تک بھی پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں، تو کیا اس صورت حال میں بھی ان لوگوں کے قول پر اہل کتاب سے نکاح کرنے کی کراہت باقی رہے گی جو دارالکفر میں اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگرکوئی مسلمان کتابیہ عورت سے دعوتی نقطۂ نظر سے نکاح کرتا ہے اور واقعی وہ عورت دامن اسلام میں داخل ہوجاتی ہے، تو دارالاسلام اوردارالکفر دونوں میں اس کے ساتھ نکاح کرنا مباح ہوگا۔ اور یہ بات یاد رکھنا لازم ہے کہ عورت مسلمان مرد سے متأثر ہوجائے اور مسلمان مرد عورت سے متأثر ہوکر اس کے معاشرہ کو قبول نہ کرے؛ لیکن اگر شوہر منکوحہ کتابیہ سے اور ان کے معاشرہ سے متأثر ہوجاتا ہے اور بچوں کی طبیعتوں کے ان ہی کی فطرت کو قبول کرنے کا خطرہ ہوتو ان کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہوگا، جیسا کہ درج ذیل عبارات سے واضح ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں مصنف ابن ابی شبیہ کی روایت ملاحظہ فرمایئے:

عن ابن عباس –رضي الله عنه– قال: لا يحل نكاح نساء أهل الكتاب إذا كانوا حربا. (المصنف لابن أبي شيبة ٩/ ٨٨، رقم: ١٦٤٣١)

اوراس کے متعلق مصنف ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت ملاحظہ فرمایئے:

عن أبي عياض، قال: نساء أهل الكتاب لنا حلال إلا أهل الحرب، فإن نسائهم وذبائحهم عليكم حرام. (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸۸، رقم: ۱٦٤۳۲)

اس کوعلامہ ابن نجیمؒ نے ''البحر الرائق'' میں ان الفاظ کے ساتھ تحریرفرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

يكره تزوج الكتابية الحربية؛ لأن الإنسان لا يأمن من أن يكون بينهما ولد فينشأ على طبائع أهل الحرب، ويتخلق بأخلاقهم، فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة. (البحرالرائق، زکریا ۳/ ۱۸۳، کوئٹہ ۲/ ۱۰۳)

اس کوعلامہ شامیؒ نے ان الفاظ میں تحریرفرمایا ہے:

وتكره الكتابية الحربية إجماعا؛ لانفتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها في دارالحرب، وتعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر. (شامي، زكريا ٤/ ١٣٤، کراچی ۳/ ٤٥، وتبيين الحقائق، زكريا ۲/ ٤٧٧)

اس کو''البنایہ'' میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وقال الكاكي: الأولى: أن لا يتزوج الكتابية، ولا تؤكل ذبيحتهم إلا للضرورة لما روى أن عمر رضى الله عنه غضب على حذيفة و كعب وطلحة غضبا شديدا. (البناية ٥/ ٤٤، كذا في تبييق الحقائق ۲/ ٤٧٧)

اس کو''ہندیہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وإذا تزوج المسلم كتابية حربية فى دارالحرب جاز ويكره. (هندية، قديم ۱/ ۲۸۱، جديد ۱/ ۳٤٧)

کیا ہندوؤں کے اوتار نبی تھے؟ اور ویدیں آسمانی کتابیں ہیں؟

سوال [۷]: قرآن مجید میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور ہر زبان میں اپنی کتاب نازل فرمائی، لیکن جن انبیاء

اورآسمانی کتابوں کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ دوسری شخصیتوں اور کتابوں کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ کیا وہ اپنے عہد کے پیغمبر تھے؟ اور کیا ان کے ماننے والوں کے پاس جو مذہبی کتاب موجود ہے اور وہ ان کو خدائی تعلیمات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں، کیا وہ آسمانی کتابیں ہیں جن میں تورات وانجیل کی طرح ان کے ماننے والوں نے آمیزشیں کردی ہیں؟ اسی سے یہ سوال ابھرتا ہے کہ ہندو مذہب کی کتابوں خاص کر ویدوں میں توحید کی واضح تعلیمات موجود ہیں، آخرت کا تصور بھی ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری بھی ہے اور اس میں قریب قریب صراحت کے ساتھ آپ کے اسمائے مبارکہ احمد اور محمد کا لفظ استعمال ہوا ہے، تو کیا برادران وطن جن شخصیتوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں، کیا یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ اپنے عہد میں اللہ کے پیغمبر رہے ہوں؟ اور جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں مبالغہ سے کام لیا، ان کے ماننے والوں نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا ہوگا اور کیا ان کی کتابوں کو قرآن مجید کی بیشتر اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بنیاد پر الہامی کتاب تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ. [الرعد: ۷]

اس کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں بھی یہاں کی قوم پر ہدایت لے کر کسی نبی یا رسول کو بھیجا ہو؛ لیکن ان کے اوتاروں میں سے کسی کا متعین طور پر اللہ کی طرف سے مبعوث کردہ نبی ہونا ہمارے سامنے ثابت نہیں ہے اور جب تک ہمارے سامنے متعین طور پر ثابت نہیں ہوگا، تب تک ہم کسی اوتار کو نبی مرسل تسلیم نہیں کرسکتے،

اسی طرح ان کے ویدوں میں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی پیشین گوئیاں بھی موجود ہیں؛ لیکن جب تک دلیل شرعی سے ان کی کسی کتاب کا آسمانی کتاب ہونا ثابت نہ ہو جائے، اس وقت تک ہم انہیں آسمانی کتاب نہیں کہہ سکتے۔

نیز اسی طرح ہم انہیں آسمانی کتاب ہونے کا نہ انکار کریں گے اور نہ ہی ثابت کریں گے اور یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔

حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ تورات وانجیل میں یہود ونصاری نے تحریف کر رکھا ہے؛ اس لئے ان کے بارے میں مثبت یا منفی پہلو سے متعلق امت محمدیہ کوئی بات ثابت نہیں کرے گی۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱/ ۱۴۸، جدید ۴/ ۲۷-۲۷۸)

اس سلسلے میں بخاری شریف کی روایت ملاحظہ فرمایئے:

عن أبي هريرة –رضي الله عنه– قال: كان أهل الكتاب يقرؤون التوراة بالعبرانية ويفسرونها بالعربية لأهل الإسلام، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم، وقولوا: آمنا بالله ما أنزل.

(صحيح البخاري ٢/ ١١٢٥، رقم: ٧٢٤١، ف: ٧٥٤٢)

عیسائی اسکولوں میں تعلیم

سوال [۸]: (الف) اہل کتاب سے سماجی تعلقات کے سلسلہ میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں: عیسائی مشنریز تعلیم پر خصوصی توجہ دیتی رہی ہیں اور پورے ملک میں ان کے اسکولوں کا جال بچھا ہوا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان اسکولوں سے پڑھ کر نکلنے والے طلبہ وطالبات کی ایک اچھی خاصی تعداد الحاد ودہریت کا شکار ہو جاتی ہے اور ان کے ذہن میں شکوک وشبہات کے کانٹے جڑ پکڑ لیتے ہیں، ان حالات میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کا ایسے اداروں میں داخلہ لینے

کا کیا حکم ہے؟ کیا مسلمانوں کو اپنے علاقہ میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے؛ تا کہ ان کے بچے عصری تعلیم سے آراستہ ہوسکیں اور ان کو روزگار کے مواقع حاصل ہوسکیں یا اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کے قیام پر توجہ دینی چاہئے؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: عیسائی اسکولوں میں اگر عیسائی مشنریز تعلیم پر خصوصی توجہ دے رہی ہیں اور ان اسکولوں میں پڑھنے والے طلبہ وطالبات کو عیسائی مشنریز کے مطابق عیسائیت کا عقیدہ ان کے دلوں میں راسخ کیا جاتا ہے، جس سے طلبہ وطالبات کے عقائد کے بگڑنے کا سخت خطرہ ہوتا ہے، تو ایسے اداروں میں مسلمانوں کو اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے داخل نہیں کرنا چاہئے؛ اس لئے کہ ایسے اسکولوں میں تعلیم کے لئے طلبہ کو داخل کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ دین وایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اچھی معیاری عصری تعلیم کے لئے اپنا متبادل اسکول قائم کریں، تاکہ ان اسکولوں میں پڑھنے کے بعد مسلمان بچوں کا عقیدہ اپنی جگہ برقرار رہے۔ اور اگر کہیں عیسائی اسکول میں داخلہ کی ضرورت پڑ جائے تو اس کے ساتھ ساتھ ان بچوں کی اسلامی تعلیم کا نظم بھی چالو رہنا چاہئے کہ دیگر اوقات میں بچے دینی اسلامی تعلیم بھی ساتھ ساتھ حاصل کرتے رہیں، تاکہ ان کے عقائد نہ بگڑیں اور وہ اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم رہیں، ورنہ ماں باپ اپنے بچوں کو ایسے اسکول میں داخل کر کے ان کی آخرت برباد کرنے کے شکار بن جائیں گے، جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی ہے اور یہود ونصاریٰ کی فکر یہی ہوتی ہے کہ وہ اسلام کی مخالفت کریں اور مسلمان اور دیگر اقوام انہیں کے دین کی اتباع کریں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدَى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآئَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآئَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ. [البقرة: ۲۰]

اس آیت شریفہ کے مقتضیٰ سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے بچوں کو ان کے اسکولوں میں تعلیم کے لئے داخل نہیں کرنا چاہئے۔ اور بچے اپنی فطرت کے اعتبار سے اسلام سے قریب ہوتے ہیں، مگر ماں باپ یہودی ماحول یہودی بنادیتے ہیں اور عیسائی ماحول عیسائی بنا دیتے ہیں اور مجوسی ماحول مجوس بنا دیتے ہیں اور ہندو ماحول ہندو بنا دیتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن أبي هريرة –رضي الله عنه– قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: كل مولود يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه. **الحديث** (صحيح البخاري ۱/ ۱۸۵، رقم: ۱۳۶۹، ف: ۱۳۸۵)

اجتماعی کفالت کے لئے زکوۃ جمع کرنا

سوال [۹]: (ب) اگر اہل کتاب خاتون سے نکاح کیا جائے تو اس کے کیا حقوق ہوں گے؟ کیا اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں؟ کیا نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دے دینے کی اجازت ہوگی؟ جو اہل کتاب خواتین مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں وہ اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دے سکتیں ہیں یا نہیں؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی مسلمان کسی کتابیہ عورت سے

نکاح کرلے، تو مسلمان شوہر پر وہ تمام حقوق لازم ہوجاتے ہیں جو ایک مسلمان عورت سے شادی کرنے کے بعد لازم ہوتے ہیں؛ لہٰذا جس طرح ایک مسلم خاتون کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد حقوق ادا کرنا لازم ہوتا ہے، اسی طرح تمام حقوق اس پر لازم ہوجائیں گے، نیز اگر دو بیویاں ہیں، ایک مسلمان دوسری کتابیہ، تو دونوں کے ساتھ برابری کا معاملہ کرنا بھی شوہر پر لازم ہوجاتا ہے، جو ذیل کی روایات سے واضح ہوتا ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں اس بارے میں کئی روایات ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

عن قتادة عن ابن المسيب والحسن في من يتزوج اليهودية والنصرانية على المسلمة قالا: يقسم بينهما سواء. (المصنف لابن أبي شيبة ٩/ ٧٤، رقم: ١٦٣٥٢)

عن الزهري قال: قسمتهما سواء. (المصنف لابن أبي شيبة ٩/ ٧٤، رقم: ١٦٣٥٣)

عن إبراهيم قال: يقسم لها كما يقسم للحرة. (المصنف لابن أبي شيبة ٩/ ٧٤، رقم: ١٦٣٥٤)

عن الشعبي في الرجل يتزوج المسلمة واليهودية والنصرانية، قال: يسوى بينهما في القسمة من ماله ونفسه. (المصنف لابن أبي شيبة ٩/ ٧٤، رقم: ١٦٣٥٥)

اس کو ''قاضی خان'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

النفقة تتعلق بأشياء منها الزوجية والاحتباس، فتجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية. (خانية على الهندية ١/ ٤٢٤، جديد ١/ ٢٥٤)

اس کو خانیہ میں مختصر الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

والمسلمة والكتابية في القسم سواء. (خانية على الهندية ١/ ٤٣٩، جديد ١/ ٢٥٩)

اس کو ''ہندیہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

ويجوز نكاح الكتابية على المسلمة، والمسلمة على الكتابية، وهما في القسم سواء لاستوائهما في محلية النكاح. (هندية قديم ١/ ٢٨٢، جديد ١/ ٣٤٧)

اس کو ''البحر الرائق'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

تجب النفقة للزوجة على زوجها. (كنز الدقائق) وفي البحر: أطلق في الزوجة فشمل المسلمة والكافرة. (البحرالرائق، زكريا ٤/ ٢٩٣-٢٩٤)

نیز جب کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں آجائے تو اس مسلمان کے ماتحت اور اس کے گھر میں رہتے ہوئے اپنے مذہبی رسوم ادا کرنا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا شوہر کو حق ہے کہ وہ کنیسہ میں جانے سے روکے، اسی طرح گھر میں رہ کر کے اپنے مذہبی رسومات ادا کرنے سے روکے، جیسا کہ درج ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کو کو ہندیہ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

إذا تزوج المسلم الكتابية فله منعها من الخروج إلى البيعة والكنيسة ومن اتخاذ الخمر في منزله، كذا فى النهر الفائق. (الهندية قديم ١/ ٢٨١، جديد ١/ ٣٤٧)

وقال القدوري في النصرانية تحت مسلم لا تنصب في بيته صليبا وتصلى في بيته حيث شاء ت، كذا في المحيط. (هندية قديم ٥/ ٣٤٦، جديد ٥/ ٤٠١)

عیسائی مشنریز اداروں میں ملازمت

سوال [۹]: (ج) عیسائی مشنریز کثرت سے ہاسپٹل اور قرض مہیا کرنے والے ادارے بھی قائم کرتی ہیں، یہ ادارے خدمت خلق کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ اور کم سے کم دوسروں کو ان کے مذہب سے دور کردینے میں اہم

کردار ادا کررہے ہیں، ایسے اداروں میں خدمت کرنے اور ان کی خدمت سے استفادہ کرنے میں مسلمانوں کا کیا رویہ ہونا چاہئے؟

المستفتی: اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عیسائی مشنریز کے ادارے جس میں ہسپتال اور قرض مہیا کرنے کے ادارہ وغیرہ ہوں، اور ان اداروں میں خدمت خلق کے ساتھ ساتھ عیسائی مذہب کی تبلیغ ہوتی ہے، اور دوسروں کو ان کے مذہب سے دور کرکے اپنے عیسائی مذہب سے قریب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے اپنے مذہب سے دور کرنے کا کردار ادا کیا جاتا ہے، تو ایسے اداروں میں کسی مسلمان کے لئے ان کی جماعت میں کردار ادا کرنے کے لئے ملازمت کرنا جائز نہیں ہوگا؛ ہاں البتہ اگر کوئی مسلمان عالم دین اسلام کی تبلیغ کی خاطر ایسے اداروں میں رہ کر اسلام کی تبلیغ کرتا ہے، تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کے اندر معصیت پر تعاون سے ممانعت فرمائی ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [المائدة: ۲]

اور ’’حجۃ اللہ البالغۃ‘‘ میں اس کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

أقول: يحرم طلب العلم الديني لأجل الدنيا، ويحرم تعليم من يرى فيه الغرض الفاسد لوجوه، منها: أن مثله لا يخلو غالبا من تحريف الدين لأغراض الدنيا بتأويل ضعيف، فوجب سد الذريعة. (رحمة الله الواسعة شرح حجة الله البالغة، مكتبه حجاز ديوبند ۳/ ۱۳۳)

فصديق الإنسان من يسعى في عمارة آخرته وإن كان فيه ضررا

لـدنيـاه، وعدوه من يسعى في غارة آخرته وإن كان فيه نفع لدنياه، وقد قال الله تـعالىٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [المائدة: ٢]﴾ (مـجالس الأبرار، ص: ٥٣١، المجلس الخامس وثمانون، بحواله فتاوى محمودية ميرٹھ ٦/ ٤٦)

❁❁❁

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَللّٰہُ أَكْبَر كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَأَصِيْلاً. الحديث

(المعجم الكبير ٢/ ١٣٥، برقم: ١٥٧٠)

(مفتی) شبیر احمد قاسمی

خادم الحدیث والافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد (یو-پی)

بروز سنیچر ۷؍ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

(۱۶) باب المال الحرام ومصرفه

مال حرام کا ایک لقمہ کھانے سے نماز کی قبولیت کا حکم

سوال[۱۰۹۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مال حرام کا ایک لقمہ اگر کھالے، تو اس سے اس شخص کا چالیس دن کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا، اس عمل سے فرض نماز مراد ہے یا تمام اعمال فرائض ونوافل سب مراد ہیں؟

المستفتی: راغب حسین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لقمہ حرام کی وجہ سے چالیس روز کا عمل قبول نہ ہونے کی روایت ذیل میں درج ہے۔

عن ابن عباسؓ، قال: تليت هذه الآية عند رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا ايهاالناس كلوا مما في الأرض حلالا طيباً، فقام سعد بن أبي وقاصؓ فقال: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم أدع الله أن يجعلنى مستجاب الدعوة، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: يا سعد! أطب مطعمک تکن مستجاب الدعوة، والذي نفس محمد بيده، إن العبد ليقذف اللقمة الحرام في جوفه ما يتقبل منه عمل أربعين يوماً، وأيما عبد نبت لحمه من السحت، والربا فالنار أولىٰ به. (المعجم الأوسط، دارلفکر٥/ ٣٤، رقم: ٦٤٩٥)

اوراس حدیث میں چالیس روز تک عمل قبول نہ ہونے میں فرائض ونوافل سب شامل ہیں اورقبول نہ ہونے سے مراد ذمہ سے ساقط ہونے کے بعد اللہ کے یہاں سے قبولیت کا جواجر وثواب ملتا ہے، وہ نہیں ملے گا، مگر ذمہ سے ساقط ہوجائے گا، فرائض ونوافل سب شامل

کی حدیث بخاری **لا یقبل اللہ صرفا و لا عدلا** کے تحت فتح الباری میں ہے۔

واختلف تفسيرها، فعند الجمهور الصرف الفريضة والعدل النافلة.

(فتح الباري، باب حرم المدينة، دارالفكر ٤/٨٦، اشرفيه ديوبند ٤/١٠٦، تحت رقم الحديث: ١٨٧٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ذی قعدہ ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۸۴۶۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱۱/۱۴۲۳ھ

طالب علم کا اپنے ساتھی کی چیز بلا اجازت استعمال کرنا

سوال [۱۰۹۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک مدرسہ کا متعلم تھا، دوران تعلیم جیسا کہ بعض طلبہ کی عادت ہوتی ہے کہ مذاق میں اس نے اپنے بعض ساتھیوں کی کھانے پینے کی معمولی اشیاء بنا ان کی اجازت کے کھالی اور اس بات کو ایک عرصہ گذر گیا ہے۔ اب زید کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ ساتھی کہاں ہیں؟ وہ چاہتا ہے، ان اشیاء کی قیمت ادا کرے اس کے تدارک کی کیا شکل ہوگی؟

المستفتی: عبدالقادر بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وہ ساتھی کہاں ہے، معلوم نہیں ہے، تو اس کی نیت کرکے تخمینہ سے کچھ زائد رقم صدقہ کردیں۔

من اكتسب مالا بغير حق، فأما أن يكون كسبه بعقد فاسد كالبيوع الفاسدة، أو الاستئجار على المعاصي، أو السرقة.....ففي جميع الأحوال، المال الحاصل له حرام عليه.....ويجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك، وإن لم يجد المالك ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه.....فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء،

سہارنپور ۱/۳۷، دار البشائر الإسلامية ۱/۳۵۹، تحت رقم الحديث: ۵۹، البحرالرائق، زکریا۸/۳۶۹، کوئٹہ۸/۲۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۶۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۲/۱۴۱۹ھ

مال حرام میں تعدی پائی جاتی ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۹۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر کی بالکلیہ کمائی اور رقم حرام طریقے کی ہے، اس نے وہی حرام رقم اپنے داماد زید کو دی، زید نے اسی رقم کے ذریعہ ایک جائز دھندہ کیا۔ مذکورہ زید کے لڑکے کیساتھ میں اپنی لڑکی کا رشتہ کرنا چاہتا ہوں، اس سلسلے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ یہ رشتہ میرے لئے ازروئے شرع مناسب ہے یا نہیں؟ جو بھی حکم ہو واضح طور پر باحوالہ کتب معتبرہ سے نوازیں۔

المستفتی: وصی احمد بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حرام مال کے منتقل ہونے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ بعینہ وہی حرام مال دوسرے کی ملکیت میں پہونچنے کے بعد بھی حرام رہتا ہے؛ لہٰذا اس مال کو دوسرا شخص بھی جان بوجھ کر استعمال کرے گا، تو حلال نہ ہوگا؛ لیکن اگر دوسرا آدمی اس مال کو فروخت کر کے اس کے عوض میں دوسری چیز حاصل کرتا ہے، تو حاصل شدہ چیز حرام نہیں ہوئی؛ بلکہ صرف مکروہ ہوتی ہے؛ کیونکہ استہلاک کے بعد حکم میں تبدیلی آجاتی ہے؛ لہٰذا داماد نے سسرال سے آئے ہوئے پیسہ کا استہلاک کر دیا ہے اور جائز تجارت میں لگا کر عین مال حرام ہلاک کر کے اس کے عوض میں دوسرے منافع حاصل کئے ہیں؛ اس لئے دوسرے منافع اس کے حق میں حرام نہیں ہیں؛ بلکہ وہ حلال ہیں صرف کراہت کے درجہ میں ہیں، جیسا کہ نائی

کی کمائی ہے؛ لہٰذا آپ اپنی لڑکی کی شادی زید کے لڑکے کے ساتھ کر سکتے ہیں۔

إذا غصب حنطة فزرعها، أو نواة فغرسها غير أن عند أبي يوسفؒ يباح الإنتفاع فيهما قبل أداء الضمان لوجود الاستهلاک من كل وجه. (هداية، كتاب الغصب، فصل فيما يتغير بفعل الغاصب اشرفي ديوبند ٤/٣٧٧)

إمرأة زوجها في أرض الجور إذا أكلت من طعامه ولم يكن عينه غصباً، أو اشترىٰ طعاماً، أو كسوة من مال أصله ليس بطيب فهي فى سعة من ذلک والإثم على الزوج. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، زكريا ٩/٥٥٣-٥٥٤، كراچي ٦/٣٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۵۶۷)

مالک معلوم نہ ہونے کی صورت میں چوری کے مال کا مصرف

سوال [۱۰۹۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے اگر کسی کا مال چوری کرلیا یا پیسے چوری کر لیئے اور اس رقم کو اپنے کسی ذاتی کام میں استعمال کرلیا اور مال کو بھی خرچ کرلیا اور بعد میں وہ شرمندہ ہوکر یہ چاہتا ہے کہ اس کا بدلہ دنیا ہی کے اندر ادا کردے تاکہ آخرت کی رسوائی سے بچ جائے اور جس کا مال چوری کیا ہے، اس کو زید کا پتہ بھی نہ نکلے تو کیا ایسا کوئی راستہ شریعت کے اندر ہے؟

المستفتی: عبدالرحمٰن، غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چوری کا مال یا روپیہ وغیرہ جو چیز بھی ہو، اگر مالک کا پتہ نہ ہو، تو وہ مال یا اتنی مقدار روپیہ بلانیت ثواب فقراء ومساکین پر اپنے ذمہ

سے گناہ ساقط ہونے کی نیت سے صدقہ کرسکتا ہے۔

کما في البذل: صرح الفقهاء: بأن من اكتسب مالا بغير حق، فإما أن يكون كسبه بعقد فاسد-أو بغير عقد كالسرقة، والغصب، والخيانة، والغلول، ففي جميع الأحوال، المال الحاصل له حرام عليه؛ ولكن إن أخذه من غير عقد لم يملكه و يجب عليه، أن يرده على مالكه إن وجد المالك وإلا ففي جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، سهارن پور ۱/ ۳۷، دارالبشائر الإسلامية، ۱/ ۳۵۹، تحت رقم الحديث: ۵۹، شامي، زكريا ۹/ ۵۵۳، كراچي ۶/ ۳۸۵)

وفي العرف الشذي: وأما رجاء الثواب من نفس المال فحرام بل ينبغي لمتصدق الحرام...... تخليص رقبة ولا يرجوا الثواب منه؛ بل يرجوه من ايتماره أمر الشارع. (العرف الشذي، على هامش الترمذي، النسخة الهندية ۱/ ۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ ؍صفر المظفر ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۶۷۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/ ۲/ ۱۴۱۷ھ

زائد تول کے ذریعہ جمع شدہ رقم حلال نہیں

سوال [۱۰۹۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے عمر کے ساتھ گنے کی تجارت کی تھی، عمر جب گنے کے کاشتکاروں سے خریدتا تھا، تو زائد وزن تول لیتا تھا، اس میں کاشتکار کا نقصان بھی ہوتا ہے اور قیمت وزن کے برابر ہی ادا کرتا تھا، اس طرح پر زید کے حصہ میں آئی ہوئی رقم ایک ہزار کے قریب ہوگی اوران کا شتکاروں کا پتہ لگانا بھی دشوار کن مسئلہ ہے، شریعت کی نظر میں یہ عمل کیسا ہے؟ اوراس

عمل قبیح سے کسی طرح دست برداری ہوسکتی ہے؟ جس وقت یہ تجارت کی گئی تھی، اس وقت زید کو اتنا علم بھی نہ تھا، شریعت کا حکم کیا ہے؟ مہربانی فرما کر مذکورہ تینوں سوالوں کے جوابات صاف واضح انداز میں دینے کی زحمت فرما کر احسان عظیم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: اجمل علی، ساکن زادت پور، کانٹ، شاہجہاں پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے زائد تول کے ذریعہ جو رقم اکٹھا کی ہے، وہ اس کے لئے حلال نہیں اس رقم کو اصل مالک تک پہنچانا ضروری ہے، اگر اصل مالک تک رسائی ممکن نہیں ہے، تو بلانیت ثواب اتنی رقم فقیروں اور غریبوں پر خرچ کردے۔

من اکتسب مالا بغیر عقد کالسرقة، والغصب، والخیانة، والغلول، ففي جمیع الأحوال المال الحاصل له حرام علیه؛ ولکن إن أخذه من غیر عقد لم یملک ویجب علیه أن یرده علی مالکه إن وجد المالک، وإلا ففي جمیع الصور یجب علیه أن یتصدق بمثل تلک الأموال علی الفقراء. (بذل المجهود، کتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، سهارن پور ۱/۳۷، دار البشائر الإسلامیة، ۱/۳۵۹، تحت رقم الحدیث: ۵۹، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۳۴/۲٤٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۰۶۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۵/۲۸ھ

اسکول میں پروگرام کے حیلہ سے ڈرائیوروں سے جبراً روپیہ وصول کرنا

سوال [۱۰۹۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے طالب علمی کے زمانہ میں کذب بیانی کر کے بیریل پر گاڑی

روک کر ڈرائیوروں سے اسکول میں پروگرام کے حیلہ سے جبرا روپئے وصولے؛ حالانکہ اسکول میں کسی طرح کا کوئی پروگرام نہیں ہوتا تھا، اس وقت زید کی عمر تقریباً پندرہ سال تھی، بنظر شرع یہ عمل کیسا ہے؟ اوراس کی تلافی کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اور یہ رقم تقریباً ہزار آٹھ سو روپیہ کے قریب ہوگی۔

المستفتی: اجمل علی، ساکن زادت پور، کانٹ، شاہجہاں پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید نے زمانۂ طالب علمی میں دھوکہ دے کر جتنے پیسے حاصل کئے، وہ اس کے لئے جائز نہیں، وہ پیسے ان لوگوں تک پہنچانا ضروری ہے، جن سے وصول کیا تھا، اگر اصل مالک نہ ملے، تو بلانیت ثواب اتنا پیسہ فقیروں اور مسکینوں پر صرف کردے، یہی تلافی کی صورت ہے۔

إن أخذه من غير عقد لم يملك ويجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك وإلا ففي جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، سهارن پور ۱/۳۷، دارالبشائر الإسلامية، ۱/۳۵۹، تحت رقم الحديث: ۵۹، تبيين الحقائق، امدادية ملتان ۶/۲۷، زكريا ۷/۶۰، هندية، زكريا قديم ۵/۳۴۹، جديد ۵/۴۰۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۰۶۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۵/۲۸ھ

(۱۷) باب الأدب

کتے کو بسم اللہ پڑھ کر روٹی دینا

سوال [۱۰۹۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کتے کو روٹی دیتے وقت بسم اللہ پڑھتے ہیں، تب روٹی دیتے ہیں، بہت سے حضرات بسم اللہ کہہ کر روٹی دیتے ہیں، یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: امین الدین، نرائن پور، پوسٹ: موہن پور، نجیب آباد بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کتا منجملہ درندوں میں سے ایک درندہ ہے اور شوقیہ طور پر اس کا پالنا بھی جائز نہیں ہے اور جب اس کا پالنا امر مذموم اور ممنوع ہے، تو کھلا پلا کر اس کو مانوس کرنا عمدہ اور بہتر کام نہیں ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کام عمدہ اور بہتر ہوتا ہے، اس میں بسم اللہ پڑھنا مسنون ہے، جیسا کہ کھانا کھانا، مسجد میں داخل ہونا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا وغیرہ اس کے برخلاف قضاء حاجت کے لئے بیت الخلاء میں داخل ہونا عمدہ اور افضل کام نہیں ہے؛ اس لئے اس وقت بسم اللہ پڑھنا بھی مسنون نہیں ہے، تو ایسے ہی کتے کو روٹی ڈالتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھی مسنون نہیں ہوگا۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه كل أمر ذي بال لا يبدأ فيه بذكر الله وببسم الله الرحمن الرحيم فهو أقطع. (عمدة القاري كتاب بداء الوحي، زكريا ۳۳/۱، دار احياء التراث العربي ۱۱/۱، مرقاة المفاتيح، مكتبه امداديه ملتان ۳/۱،

کتاب الأذكار للنووي ٩٦، رقم: ٣٣٥، دارالكتب العلمية) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۱۹۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۲/۹ھ

امرد سے خدمت لینا

سوال [۱۰۹۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ امرد سے خدمت لینا اس زمانہ کے لحاظ سے کیسا ہے؟

المستفتی: طاہر حسین فاضل پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: امرد سے جسمانی خدمت لینا فتنہ سے خالی نہیں ہے؛ اس لئے علماء نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔

وفتنة الأمرد ظاهرة لا يحتاج إلى خبر، وقد أفتى الشيخ محي الدين النووي بمنع النظر إليه سواء كان بشهوة، أو بغير شهوة......قلت الأولىٰ في هذا الزمان أن يفتي بقول الشيخ محي الدين لظهور الفسق، والشناعة بين الناس. (البنايه، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس اشرفيه ديوبند ١٢/١٣٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/۴۲۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۱/۲۰ھ

اچھے کاموں میں دائیں ہاتھ کا استعمال کرنا

سوال [۱۰۹۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ خورد ونوش کے علاوہ دیگر اشیاء کے اخذ وتناول میں آیا استعمال یمین مسنون ہے؟

المستفتی: روح الامین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہر اچھا کام دائیں ہاتھ سے کرنا مسنون ہے، اسی طرح دائیں ہاتھ سے پکڑنا مسنون ہے۔

عن عائشة رضـ قالت: كان النبي صلى الله عليه وسلم: يحب التيمن ما استطاع في طهوره وتنعله، وترجله. (صحيح البخاري، باب التيمن في الأكل وغيره، النسخة الهندية ۲/ ۸۱۰، رقم: ۵۱۷۱، ف: ۵۳۸۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳؍ ۵۶۱۹)

رات میں ناخن تراشنے کا حکم

سوال [۱۰۹۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ رات میں ناخن تراشنا خلاف مسنون اور باعث کراہت ہے؟

المستفتی: روح الامین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رات میں ناخن تراشنا مکروہ نہیں ہے۔

سأل أبا يوسف رحـ عن قص الأظافير في الليل، فقال: ينبغي، فقال: ما الدليل على ذلک؟ فقال قوله عليه السلام: الخير لا يؤخر. (هندية، الباب التاسع عشر، زكريا قديم ۵/ ۳۵۸، جديد ۵/ ۴۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍صفر المظفر ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳؍ ۵۶۱۹)

کیا مجمع عام میں چھینکنے والے کا جواب دینا لازم ہے؟

سوال[۱۰۹۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض لوگ مجمع عام میں چھینکنے کے بعد زوردار آواز سے الحمدللہ پڑھتے ہیں، ایسا کرنا کیا درست ہے؟ اور مجمع عام کے ہر ایک پر چھینک کا جواب دینا لازم ہے، اگر لازم ہے، تو چھینکنے والے کو سنا کر یا دل میں؟

المستفتی: محمد مشتاق، نور پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مجمع عام میں چھینک آنے پر بآواز بلند الحمدللہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور تمام سامعین پر چھینک کا جواب دینا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ ایک شخص جواب دیدے تو سب کی طرف سے کافی ہوجائے گا؛ البتہ افضل یہ ہے کہ تمام سامعین جواب دیں تاکہ ظاہر حدیث پر عمل ہوجائے۔ نیز چھینک کا جواب سنانا ضروری ہے، محض دل میں جواب دینا کافی نہیں ہے۔

عن أبي هريرة رضـ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله يحب العطاس ويكره التثاؤب، فإذا عطس فحمد الله، فحق على كل مسلم سمعه أن يشمته. (بخاري، باب ما يستحب من العطاس، وما يكره من التثاؤب، النسخة الهندية ٢/٩١٩، رقم: ٥٩٨٢، ف: ٦٢٢٣)

وينبغي للعاطس أن يرفع صوته بالتحميد حتى يسمع من عنده فيشمته، ولو شمته بعض الحاضرين أجزأ عنهم والأفضل أن يقول كل واحد منهم بظاهر الحديث. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا٩/٥٩٤، كراچي ٦/٤١٤)

لا يسقط فرض جواب السلام إلا بالإسماع كما لايجب

إلابالإسماع، ولوكان المسلم أصم ينبغي أن يريه تحريك شفتيه، وكذلك جواب العطيسة. (هندية، الباب السابع في السلام وتشميت العاطس، زكريا قديم ٥/٣٦٦، جديد ٥/٣٧٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍صفر المظفر ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۸۷۸/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۲ھ

کیا داہنی کروٹ پر ہی اٹھنا سنت ہے؟

سوال [۱۰۹۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نیند سے جاگ کر بستر سے کیا داہنی کروٹ پر اٹھنا سنت ہے، جیسا کہ داہنی کروٹ پر سونا سنت ہے؟

المستفتی: ہارون رشید کرناٹکی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث پاک سے داہنی کروٹ پر سونا تو ثابت ہے، مگر داہنی کروٹ ہی پر اٹھنا ثابت نہیں ہے۔

عن البراء بن عازبؓ، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا آوىٰ إلى فراشه نام على شقه الأيمن، ثم قال اللهم أسلمت نفسي إليك الخ. (صحيح البخاري، باب النوم على الفسق الأيمن،النسخة الهندية ٢/٩٣٤، رقم: ٦٠٧٠، ف: ٦٩١٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۲۰۵/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۱۵ھ

قبلہ کی طرف پشت کر کے بیٹھنا

سوال [۱۰۹۲۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی آدمی مسجد کے اندر قبلہ رخ کرنے کے بجائے ہمیشہ یا اکثر پورب کی طرف منھ کر کے بیٹھے اور تسبیح پڑھے یا خاموش بیٹھے تو کیا یہ ناجائز یا مکروہ ہے؟ وضاحت سے جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: عابد حسین، محلّہ نیوایسنی انصار کلاں، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مسئلہ مسائل یا تقریر وغیرہ کے لئے قبلہ کی طرف پشت کر کے پورب کرتا ہے، تو صرف خلاف اولیٰ ہے قابل ملامت نہیں ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/صفر المظفر ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/۳۰۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۳/۲/۱۱ھ

غصہ کا علاج

سوال [۱۰۹۲۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے ایک عزیز ہیں جن کا نام شیخ احمد ہے جن کی عمر ۶۴/ سال ہے اور تندرستی ٹھیک ہے، تعلیم اردو عربی سے ماہر ہیں اور احمد نگر ضلع کے اردو بورڈ کے صدر کی جگہ پر فائز ہیں، ان کی تندرستی دن بدن گرتی جارہی ہے۔

(۲) طبیعت میں چڑ چڑا پن ہوگیا ہے، بھوک بہت لگتی ہے، مگر کھانے کو بیٹھنے پر پیٹ بھرا معلوم ہوتا ہے، کھانا دو چار لقمہ کے بعد ہی بند کر دیتے ہیں، پانچ وقت کی نماز پابندی سے

پڑھتے ہیں، تلاوت کا سلسلہ ہمیشہ رہتا ہے، مگر اب دن بدن کوئی بھی بات بہت جلد بھول جاتے ہیں اور بات بات پر غصہ بہت بڑھ جاتا ہے، پوری زندگی صبر اور سکون میں گذری ہے، مگر آج کل یہ حالت ہے اللہ جانے یہ کیوں ہو رہا ہے، آپ کوئی راستہ ضرور بتائیں۔

المستفتی: ملا محمد قاسم، احمد نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہم تعویذ گنڈے کا کام نہیں کرتے ہیں؛ البتہ غصہ ختم کرنے کے لئے حدیث شریف میں ایک علاج بتلایا گیا ہے کہ جب غصہ آئے تو کسی ترکیب سے ان کو لٹا دیا کریں۔

عن أبي سعیدؓ قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: اتقوا الغضب، فإنہا جمرۃ توقد في قلب ابن آدم، ألم تر إلی انتفاخ أوداجہ وحمرۃ عینیہ، فمن أحسن من ذلک شیئاً، فلیلزق بالأرض.

(المصنف لابن أبي شیبۃ، واذکر في الغضب……مؤسسہ علوم القرآن ۱۳/۶۵، رقم: ۲۵۸۹۳، مسند أحمد بن حنبل ۳/۶۱، رقم: ۱۱۶۰۸، سنن الترمذي، باب ما أخبر النبي صلی اللّٰہ علیہ وسلم أصحابہ بما ہو کائن إلی یوم القیامۃ، النسخۃ الہندیۃ ۲/۴۳، دارالسلام رقم: ۲۱۹۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۸۲۱)

دوسروں سے جسمانی خدمت لینے کے احکام

سوال [۱۰۹۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) جسمانی خدمت لینا ہاتھ پاؤں وغیرہ دوسروں سے دبوانا کیا نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو مدلل وباحوالہ تحریر فرمائیں اور اگر ثابت نہ ہو، تو اس کا شرعی حکم رقم فرمائیں۔

(۲) بصورت جواز وثبوت جسمانی خدمت لینے کا مسنون طریقہ اور یہ کہ کن کن لوگوں سے یہ خدمت لی جاسکتی ہے؟

(۳) اور جسم کے وہ اعضاء جن کا دوسروں کے سامنے کھولنا جائز نہیں ہے، ان کے دبوانے کا کیا حکم ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: خورشید انور القاسمی، مدرس مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ہاتھ پاؤں وغیرہ دوسروں سے دبوانا حضور ﷺ سے کسی حدیث میں خاکسار کی نظر سے نہیں گذرا ہے؛ البتہ عمل صحابہ اور عبارات فقہاء سے خوف فتنہ سے حفاظت کی شرط کے ساتھ ثابت ہے؛ چنانچہ حضرت عبد اللہ بن الزبیرؓ ایک بوڑھی عورت سے اپنا پیر دبوایا کرتے تھے۔

وعبد الله بن زبيرؓ، استأجر عجوزا، لتمرضه وكانت تغمز رجله.

(هداية، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر والمس، اشرفي ٤/ ٤٥٩)

(۲) اگر اپنی اولاد ہو، تو علی الاطلاق ہر ایک سے دبوانا جائز ہے، چاہے باریش ہو یا بے ریش؛ اس لئے کہ اس میں کوئی فتنہ نہیں ہے۔

يغمز الرجل رجل والديه. (عالمگيري، الباب الثامن، زكريا قديم ٥/ ٣٢٨، جديد ٥/ ٣٨٠، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ٨/ ١٢٣، رقم: ٩٧٣٤)

اور اگر اولاد نہیں ہیں، تو باریش مرد کامل سے دبوانا جائز ہے اور بے ریش امرد سے سے دبوانا جائز نہیں ہے۔

وفتنة الأمرد ظاهرة ولايحتاج إلى خبر وقد أفتى الشيخ محى الدين النووي يمنع النظر إليه سواء كان بشهوة، أو بغير شهوة (إلى قوله) الأولىٰ

في هذا الزمان أن يفتي بقول الشيخ محي الدين بظهو ر الفسق، والتنازعة بين الناس. (بنايه، فصل في الوطء والنظر والمس، اشرفية ١٢/١٣٤، قديم ٤/٢٦٦)

(۳) صرف پنڈلی کھول کر دبوانے کی گنجائش ہے، اور ران کھولنا ناجائز اور حرام ہے اور اگر ران دبوانے کی ضرورت ہو اور فتنہ کا بھی کوئی خطرہ نہ ہو، تو کپڑے کے اوپر سے دبوانے کی گنجائش ہے۔

لابأس بأن يغمز الرجل الرجل إلى الساق (وقوله) يبيح أن يغمز الفخذ ويمسها وراء الثوب وغيرها. (عالمگيري، الباب الثامن، زكريا جديد ٥/٣٨٠، قديم ٥/٣٢٨، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ٨/١٢٣، رقم: ٩٧٣٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷/ ۲۵۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۳/۱۵ھ

معذوروں اور بوڑھوں کے حقوق کا تحقیقی جائزہ

معذوروں اور بوڑھوں کے حقوق سے متعلق فقہ اکیڈمی کی طرف سے ۹ر سوالات پر مشتمل سوال نامہ آیا ہوا ہے، ہر ایک سوال وجواب کو الگ الگ عنوانات کے ساتھ درج کر کے جوابات پیش کئے گئے ہیں، جو ترتیب وار ذیلی سرخیوں میں آرہے ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

والدین کسی قدر کسب معاش پر قادر ہوں تو ان کا نفقہ اولاد پر لازم ہے یا نہیں؟

سوال [۱]: اگر کوئی شخص بڑھاپے کی عمر کو پہنچ گیا؛ لیکن اتنا کمزور نہیں ہے کہ کسب معاش نہ کر سکے، کسی قدر مشقت کے ساتھ ہی سہی وہ کما کر خود اپنی ضرورت پوری کر سکتا ہے، تو کیا ایسے شخص کو اس کی اولاد یا اعزہ واقارب جن کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہے کسب معاش پر مجبور کر سکتے ہیں؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر والدین اور عمر رسیدہ کمزور شخص کسب معاش پر قادر نہ ہوں اور وہ ضرورت مند ہوں، تو ان کے چھوٹوں پر ان کا نفقہ لازم اور واجب ہوتا ہے، اگر حقیقی اولادیں ہیں تو ان پر واجب ہوتا ہے۔ اور اگر حقیقی اولادیں نہیں ہیں، تو قریبی اعزہ پر ان کا نفقہ لازم ہوتا ہے، جیسا کہ بھائی بھتیجے وغیرہ۔

اور اگر عمر رسیدہ کمزور شخص کسی قدر کسب معاش پر قادر ہو اور ضرورت مند ہو اور اس کی اولاد خوش حال ہو اور کمانے پر اچھی طرح قادر ہو، تو ایسی حالت میں امام شمس الائمہ سرخسیؒ اور امام شمس الائمہ حلوانیؒ کے درمیان اختلاف ہے، امام شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ باپ

کے کسب معاش پر قادر ہونے کے باوجود بیٹے کو باپ کا خرچہ دینے پر مجبور کیا جائے گا اور بیٹے پر لازم ہے کہ باپ کو آرام کا موقع دے اور اس کا سارا خرچ بیٹا ادا کرے اور اس کے برخلاف شمس الائمہ حلوائیؒ فرماتے ہیں کہ باپ اگر کسب معاش پر قادر ہو تو بیٹے کو باپ کا نفقہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ بیٹے کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو باپ کو آرام کا موقع دے دے اور سارا خرچ بیٹا اپنے ذمہ لے لے اور چاہے تو خرچ ادا نہ کرے اور باپ اپنی کمائی کی محنت سے گذارا کرے۔ اور شمس الائمہ حلوائیؒ کی رائے کے مطابق یہ بات سامنے آتی ہے کہ بیٹا باپ کو کسب معاش پر مجبور کرسکتا ہے؛ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ باپ اگر کسی قدر کسب معاش پر قادر ہو تو باپ کو کسب معاش پر مجبور نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ اولاد اپنی کمائی کے ذریعہ سے باپ کا خرچ ادا کرے اور باپ کو آرام کا موقع دے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شمس الائمہ سرخسیؒ کی بات زیادہ راجح ہے اور وہی مفتی بہ قول معلوم ہوتا ہے اور یہی ظاہر الروایت بھی ہے۔

اس سلسلے میں پہلے حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن عائشة –رضي الله عنها– قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أولادكم هبة الله لكم ﴿يَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ اِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَآءُ الذُّكُورَ﴾ [الشورى: ٤٩] **فهم وأموالهم لكم إذا احتجتم إليها.** (السنن الكبرى للبيهقي، دارالحديث القاهرة ٨/ ١١٥، رقم: ١٥٧٤٥)

عن عائشة –رضي الله عنها– قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أطيب ما أكلتم من كسبكم، وإن أولادكم من كسبكم. (ترمذي شريف ١/ ٢٥٢، رقم: ١٣٥٨)

عن عائشة –رضي الله عنها– قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أطيب ما أكل الرجل من كسبه، وإن ولده من كسبه. (نسائي شريف ٢/ ١٨٦، رقم: ٤٤٥٧)

اس کو ’’تاتارخانیہ‘‘ میں اس طرح کے الفاظ میں نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

ثم يفرض على الابن نفقة الأب إذا كان الأب محتاجا والابن موسرا، سواء كان الأب قادرا على الكسب أو لم يكن، وذكر شمس الأئمة السرخسي في شرح أدب القاضي للخصاف: أن الأب إذا كان كسوبا والابن أيضا كسوب يجبر الابن على الكسب فى نفقة الأب، وذكر شمس الأئمة الحلواني في شرح أدب القاضي للخصاف: أنه لا يجبر الابن على نفقة الأب إذا كان الأب قادرا على الكسب، واعتبره بذي الرحم المحرم، فإنه لا يستحق النفقة في كسب قريبه ولا على قريبه الموسر إذا كان هو كسوبا، وفي الفتاوى الخلاصة: وفي الأصل إذا كان الأب والابن معسرين لا تجب على أحدهما نفقة الآخر. (الفتاوى التاتارخانية ٥/ ٤٢٥-٤٢٦، رقم: ٨٣٦٧)

اس کو ’’مجمع الانہر‘‘ میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

تجب على الموسر نفقة أبويه وأجداده وجداته ...... سواء كانوا قادرين على الكسب أو لا، قيل: هو ظاهر الرواية، وقال الحلواني: الابن الكاسب لا يجبر على نفقة الأب الكاسب؛ لأنه كان غنيا باعتبار الكسب فلا ضرورة في إيجاب النفقة على الغير، وفي الفتح: يجبر الموسر على نفقة أحد من قرابته إذا كان رجلا صحيحا وإن كان لا يقدر على الكسب إلا في الوالد خاصة. (مجمع الأنهر ٢/ ١٩٥-١٩٦)

اس کو ’’بنایہ شرح ہدایہ‘‘ میں کافی واضح الفاظ سے نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

واستدل شمس الأئمة السرخسي في شرح الكافي بقوله تعالى: ’’فلا تقل لهما اف‘‘ [الإسراء: ٢٣] **وقال: نهى عن التأفيف يعني الأذى، ومنع الأذى فى منع النفقة على حاجتها أكثر، ولهذا يلزمه نفقتهما وإن كانا قادرين على الكسب؛ لأن معنى الأذى في الكد والتعب أكثر منه في**

التأفيف، وقال عليه السلام: إن أطيب ما أكل الرجل من كسبه، وإن ولده من كسبه، فكلوا من كسب أولادكم. (البناية ٥/ ٧٠٠)

عمر رسیدہ لوگوں کا نفقہ وعلاج دوسروں پر کب واجب ہوگا؟

سوال [۲]: عمر رسیدہ کمزور اور ضعیف لوگوں کا نان ونفقہ اور علاج ان کی اولاد پر ان کے قریبی اعزہ پر کن صورتوں میں واجب اور لازم ہوتا ہے؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کمزوروں کا خرچ ان کی اولاد پر یا ان کے چھوٹوں پر یا ان کے قریبی اعزہ پر دو صورتوں میں واجب ہوتا ہے:

(۱) عمر رسیدہ ہوکر کسب معاش پر قادر نہ ہوں اور ضرورت مند ہوں۔

(۲) عمر رسیدہ ہونے کی کوئی قید نہیں ہے، مگر معذور ہوں، مثلاً لنگڑے ہوں، اپاہج ہوں یا کسی اور طریقے سے ایسی بیماری کا شکار ہوں جس کی وجہ سے کسب معاش پر قادر نہ ہوں، تو ایسی صورت میں عزیز واقارب پر ان کا خرچ اور ان کا علاج واجب اور لازم ہوتا ہے، اگر ان کا علاج ومعالجہ اور خرچ واخراجات عزیز واقاب ادا نہیں کریں گے، تو گنہگار رہوں گے۔

اس کو ’’بنایہ شرح ہدایہ‘‘ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وعلى الرجل أن ينفق على أبويه وأجداده وجداته إذا كانوا فقراء، وإن خالفوه في دينه. (هداية) **وتحته في البناية: وفي المبسوط: على الرجل الموسر نفقة أبيه وأمه وأب الأب وإن علا، وأم الأب وإن علت، وأم الأم وإن علت، وشرط الشافعي في ذلك أن يكون الأب زمنا ولم يوافقه أحد، وفي التنبيه: ويجب على الأولاد ذكورهم وإناثهم نفقة الوالدين، وإن علوا**

بشرط الفقر والزمانة. (البناية، أشرفيه ٥/ ٦٩٩)

اس کو شامی میں بہت مختصر الفاظ میں نقل کیا گیا ہے؛ لیکن مفہوم واضح ہے، ملاحظہ فرمایئے:

فالمعتبر في إيجاب نفقة الوالدين مجرد الفقر قيل: وهو ظاهر الرواية. (شامي، زكريا ٥/ ٣٥٥، كراچى ٣/ ٤٢٣)

صاحب ثروت والدین کا خرچہ اولاد پر نہیں

سوال [۳]: بوڑھے والدین یا خاندان کے وہ بڑے جن کا نفقہ ان کے چھوٹوں پر محتاجی کی صورت میں واجب ہے، اگر وہ محتاج نہ ہوں، خود صاحب ثروت ہوں، تب بھی وہ اپنی اولاد سے یا ان لوگوں سے جن پر بحالت حاجت نفقہ واجب ہوتا ہے زیادہ سہولت کے لئے یا دوسرے لوگوں پر خرچ کرنے کے لئے یا کچھ رقم محفوظ کرنے کے لئے زائد رقم کا مطالبہ کر سکتے ہیں؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بوڑھے والدین یا خاندان کے وہ بڑے لوگ جن کا نفقہ چھوٹوں پر ضرورت اور محتاجی کی حالت میں واجب ہوتا ہے، اگر وہ لوگ محتاج اور ضرورت مند نہ ہوں؛ بلکہ خود صاحب ثروت اور سرمایہ دار ہوں، تو وہ لوگ دوسروں پر خرچ کرنے کے لئے یا کچھ رقم پس انداز کر کے محفوظ کرنے کے لئے اپنی اولاد یا چھوٹوں سے زائد رقم کے مطالبہ کے مجاز نہ ہوں گے؛ اس لئے کہ یہ مطالبہ ان کی ضرورت سے خارج ہے اور بے ضرورت مطالبہ ہے، ہاں البتہ اولاد اپنے والدین کو خوش کرنے کے لئے ضرورت نہ ہونے کے باوجود اپنے طور پر والدین کو ماہانہ یا سالانہ کچھ دیتی رہے اور والدین اس رقم کو کہیں بھی اپنے اختیار سے خرچ کریں، تو یہ اولاد کی

خوش نصیبی ہے، مگراولاد کواس پر مجبور نہیں کیا جائے گا اور یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ عمر رسیدہ لوگ صاحب ثروت نہ ہوں، مگر کسب معاش پر قادر ہوں تو ظاہر روایت کے مطابق اولاد پران کا خرچ لازم ہوتا ہے، مگر صاحب ثروت ہونے کی صورت میں لازم نہیں ہوتا، جیسا کہ ذیل کی جزئیات سے واضح ہوتا ہے:

اس کو ''فتاوی قاضی خان'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وملك الدار لا يمنع النفقة إلا أن يكون فيها فضل مال بأن كان يكفيه أن يسكن في ناحية ويبيع الناحية الأخرى، وكذا الخادم والدابة إذا كانت نفيسة يمكنه أن يبيعها ويشترى بثمنها خسيسة، وينفق الفضل على نفسه، فحينئذ لا تجب له النفقة. (خانية على الهندية ١/ ٤٤٨، فتاوى قاضي خان جديد ١/ ٢٦٨)

اس کو ''البحر الرائق'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

ولأبويه وأجداده وجداته لو فقراء. (كنز الدقائق) ...... وشرط الفقر لأنه لو كان ذا مال فإيجاب النفقة في ماله أولى من إيجابها في مال غيره.
(البحرالرائق، كوئٹه ٤/ ٢٠٥، زكريا ٤/ ٣٤٨)

اوراس کو صاحب ''تاتارخانیہ، محیط برہانی اور ہندیہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

فإن كان للأب مسكن أو دابة فالمذهب عندنا أنه يفرض النفقة على الابن إلا أن يكون في المسكن فضل نحو أن يكفيه أن يسكن في ناحية منه، فحينئذ يؤمر الأب ببيع الفضل والإنفاق على نفسه، فإذا آل الأمر إلى الناحية التي يسكنها الأب يفرض نفقته حيئنذ على الأب، وكذلك إذا كانت للأب دابة نفيسة يؤمر أن يبيع ويشترى الأوكس وينفق الفضل على نفسه، فإذا آل الأمر إلى الأوكس يفرض النفقة على الابن ويستوى في هذا

الوالدون والمولودون وسائر المحارم وهو الصحيح من المذهب. (الفتاوى التاتارخانية ٥/ ٤٢٩، ٤٣٠، رقم: ٨٣٧٨، والمحيط البرهاني ٤/ ٣٥٤، رقم: ٤٥٥٧، هندية قديم ١/ ٥٦٧، جديد ١/ ٢١٣)

کسب معاش کے لئے بوڑھے والدین کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جانا

سوال [۴]: ایک اہم مسئلہ والدین اور بزرگوں کی جسمانی خدمت، خاص کر جب انسان چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور کسری ضرورت کو پوری کرنے میں سہارے کا محتاج ہو جائے، ایسی صورت حال میں اگر بیٹا زیادہ پیسہ کمانے کی غرض سے دوسرے شہر، دوسری ریاست یا دوسرے ملک میں چلا جائے تو بوڑھوں کی دشواریاں بہت بڑھ جاتی ہیں، ان حالات میں کیا زیادہ آمدنی کے لئے لڑکوں کا اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر دوسری جگہ جانا جائز ہے؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضعیف، کمزور والدین جو جسمانی خدمت کے محتاج ہوں، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے اور کسی ضرورت کو پوری کرنے میں دوسروں کے سہارے کے محتاج ہو جائیں، تو ایسی صورت میں بیٹوں کا ایسے ضعیف والدین کو بے یار و مددگار چھوڑ کر ان کی اجازت کے بغیر دور دراز علاقوں میں کمانے کے لئے چلا جانا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ اگر ماں باپ نے بخوشی اجازت دے دی ہے یا ماں باپ کی خدمت کے لئے خادم کا انتظام کر دیا ہو، جس کی وجہ سے ماں باپ کو جسمانی خدمت حاصل کرنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی تو دوسری جگہ جا کر کسب معاش کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر خادم کا باضابطہ انتظام نہیں کیا ہے اور ماں باپ کی طرف سے ان کو چھوڑ کر جانے کی اجازت نہیں ہے، تو سفر حج، سفر عمرہ اور سفر تبلیغ کے لئے چلا جانا اولاد کے لئے جائز نہیں ہے؛ بلکہ ماں باپ کی خدمت ان سب پر مقدم ہے، جیسا کہ ذیل کی جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کو ''ہندیہ'' میں بہت واضح الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وقال محمد –رحمه الله تعالى– في السير الكبير: إذا أراد الرجل أن يسافر إلى غير الجهاد لتجارة أو حج أو عمرة وكره ذلك أبواه، فإن كان يخاف الضيعة عليهما بأن كانا معسرين ونفقتهما عليه، وماله لا يفي بالزاد والراحلة ونفقتهما، فإنه لا يخرج بغير إذنهما، سواء كان سفرا يخاف على الولد الهلاك فيه ...... أو لا يخاف على الولد الهلاك فيه، وكذا الجواب فيما إذا خرج للنفقة إلى بلدة أخرى إن كان لا يخاف عليه الهلاك بسبب هذا الخروج كان بمنزلة السفر للتجارة، وإن كان يخاف عليه الهلاك كان بمنزلة الجهاد. (هندية قديم ٥/ ٣٦٥، جديد ٥/ ٤٢٢)

اس کو ''تاتارخانیہ'' اور ''محیط برہانی'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وكل سفر أراد الرجل أن يسافر غير الجهاد لتجارة أو لحج أو لعمرة فكره ذلك أبواه، هل له أن يخرج بغير إذنهما؟ فهذا على وجهين: إما إن كان لا يخاف عليهما الضيعة بأن كانا موسرين ولم تكن نفقتهما عليه، أو كان يخاف عليهما الضيعة بأن كانا معسرين وكانت نفقتهما عليه، وفي الذخيرة: وماله لا يفي بالزاد والراحلة ونفقتهما ...... فإن كان يخاف الضيعة عليهما، فإنه لا يخرج بغير إذنهما سواء كان السفر سفرا يخاف على الولد الهلاك فيه أو لا يخاف. (الفتاوى التاتارخانية ١٨/ ٢٤٢، رقم: ٢٨٦٧، المحيط البرهاني ٨/ ١١٠، رقم: ٩٧٠٧)

اس کو ''شامی'' میں کچھ مختصر الفاظ سے نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

لا يحل سفر فيه خطر إلا بإذنهما، وما لا خطر فيه يحل بلا إذن (درمختار) وفي الشامية: كالسفر للتجارة والحج والعمرة يحل بلا إذن إلا إن خيف عليهما الضيعة. (شامي زكريا ٦/ ٢٠٣، كراچی ٤/ ١٢٥)

کیا عورت پر ساس، خسر کی خدمت لازم ہے؟

سوال [۵]: اگر بہو ساس کے ساتھ رہنا نہ چاہتی ہو یا اس کی ساس کو خدمت کی ضرورت ہو؛ لیکن کوئی خدمت گار موجود نہ ہو اور بیٹیوں کو ان کے شوہروں کی طرف سے میکے میں رہنے کی اجازت نہ ہو، تو اس صورت میں بہو کی کیا ذمہ داری ہے؟ اور کیا اسے اس کے ساس سسر کے ساتھ رہنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت پر اپنے ساس، خسر کی خدمت شرعی طور پر لازم نہیں ہے، اگر شوہر کے ماں باپ خدمت کے محتاج ہوں تو شوہر کی ذمہ داری ہے کہ اپنے ماں باپ کی خدمت کے لئے خادم کا انتظام کرے، اس کی بیوی اس کام کے لئے نہیں ہے، ہاں البتہ بیوی کا اخلاقی فریضہ ہے کہ ساس خسر کی غیر جسمانی خدمت کرے، مثلاً پکوان وغیرہ پکا کر کے کھلائے؛ لیکن اگر بیوی یہ نہیں چاہتی ہے تو اس پر کسی قسم کا جبر و دباؤ جائز نہیں ہے، نیز اگر بیوی ساس خسر کے ساتھ مشترکہ فیملی میں ایک ساتھ نہ رہنا چاہے تو شوہر کی ذمہ داری ہے کہ بیوی کے لئے الگ رہائش کا انتظام کرے، اسی طرح ساس بہو کے درمیان عدم موافقت کی صورت میں شوہر کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان کے درمیان کشیدگی کا سلسلہ طول نہ پکڑنے پائے، اس لئے الگ انتظام کرلے۔

اس کو علامہ شامیؒ نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

ولو أراد أن يسكنها مع ضرتها أو مع أحمائها كأمه وأخته وبنته فأبت فعليه أن يسكنها في منزل منفرد؛ لأن إباءها دليل الأذى والضرر، ولأنه محتاج إلى جماعها ومعاشرتها في أي وقت يتفق لا يمكن ذلك مع ثالث

(وقوله) ذكر الخصاف أن لها أن تقول: لا أسكن مع والديک وأقربائک في الدار فأفرد لي دارا. (شامي، زكريا ٥/ ٣٢١-٣٢٢، كراچی ٣/ ٦٠١)

اس کو ''الموسوعة الفقهية'' میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

فالجمع بين الأبوين والزوجة في مسكن واحد لا يجوز (وكذا غيرهما من الأقارب) ولذلک يكون للزوجة الامتناع عن السكنى مع واحد منهما؛ لأن الانفراد يمسكن تأمن فيه على نفسها ومالها وحقها، وليس لأحد جبرها على ذلک، وهذا مذهب جمهور الفقهاء من الحنفية والشافعية والحنابلة. (الموسوعة الفقهية ٢٥/ ١٠٩)

اس کو ''البحر الرائق'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

والسكنى في بيت خال عن أهله وأهلها ...... أي تجب السكنى في بيت أي الإسكان للزوجة على زوجها؛ لأن السكنى من كفايتها فتجب لها كالنفقة ...... وإذا وجبت حقا لها ليس له أن يشرك غيرها فيه؛ لأنها تتضرر به فإنها لا تأمن على متاعها ويمنعها ذلک من المعاشرة مع زوجها، ومن الاستمتاع إلا أن تختار؛ لأنها رضيت بانتقاص حقها. (البحرالرائق کوئٹه ٤/ ١٩٣-١٩٤، زكريا ٤/ ٣٢٨)

کیا ماں باپ کی خدمت بیٹوں کی طرح بیٹیوں پر بھی واجب ہے؟

سوال [٦]: (ج) ماں باپ کی خدمت صرف بیٹوں پر واجب ہے یا بیٹیوں پر بھی؟ بعض اوقات بیٹیاں اپنے والدین کی مجبوری اور بے بسی کو دیکھتے ہوئے اپنے والدین کی خدمت کرنا چاہتی ہیں؛ لیکن ان کے شوہران کو اس کی اجازت نہیں دیتے، کیا ان کے شوہر کو اس کا حق حاصل ہے؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ماں باپ کی خدمت دوطرح کی ہیں:

(۱) ان کے نان ونفقہ کی خدمت: یہ صرف بیٹوں پرواجب ہے، بیٹیوں پرنہیں؛اس لئے کہ بیٹیاں کمانے پر قادرنہیں ہوتی ہیں؛ لہٰذا بیٹوں پر ہی محتاج ماں باپ کا نان ونفقہ لازم ہوگا۔

(۲) جسمانی خدمت: ماں باپ جب جسمانی خدمت کےمحتاج ہوجائیں، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے میں دوسروں کے سہارے کےمحتاج بن جائیں تو ایسے ماں باپ کی جسمانی خدمت بیٹے اوربیٹیوں پر برابرطریقے سے لازم ہوجاتی ہے؛ البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ بیٹے کے لئے ماں باپ کی خدمت کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں، جب کہ بیٹیاں اگر شادی شدہ ہیں،تو ان کے لئے ماں باپ کی جسمانی خدمت کرنے کے لئے ماں باپ کے یہاں قیام کرنا مشکل پڑجاتا ہے؛اس لئے کہ اگر دور دراز علاقے میں لڑکی کی شادی ہوگئی ہے تو شوہراوراس کے بچوں کوچھوڑ کر ماں باپ کے یہاں آکران کی خدمت کرنااس کے لئے دشوار ہے، ہاں البتہ اگرشوہر نے اپنی مرضی سے بیوی کوماں باپ کے یہاں ان کی خدمت کے لئے چھوڑ دیا ہےتو بیٹی پروالدین کی خدمت کرنا لازم ہے۔اوراگرشوہر نے ماں باپ کے یہاں نہیں چھوڑا ہے اور بیٹی ماں باپ کی خدمت کے لئے ماں باپ کے یہاں رہنا چاہےاورشوہرنہ چاہےتوایسی صورت میں شریعت بیٹی کواس بات پرمجبورنہیں کرتی کہ اپنا گھر بگاڑیں۔اوراگر بیٹی کی شادی اسی مقام پرہوئی ہے جہاں ماں باپ رہتے ہوں،تو موقع لے لےکر ماں باپ کی خدمت کرنااوردیکھ بھال کرنااس پرلازم ہے، نیز ماں باپ کی خدمت کے لئے اگرغیرشادی شدہ لڑکیاں موجود ہیں یالڑکےموجود ہیں تو شادی شدہ لڑکیوں پر ماں باپ کی خدمت کسی طرح لازم اورواجب نہیں ہے۔اورجن فقہی عبارات میں اس بات کاذکر ہے کہ شوہرکو یہ حق نہیں ہے کہ کمزوراورمعذوروالدین کے یہاں جانے سے بیوی کوروکے تو ان سے مراد یہ ہے کہ وقتاً فوقتاً ماں باپ کی عیادت کے لئے جانے سے شوہرکوروکنے کا حق نہیں؛لیکن ماں باپ کے یہاں مستقل رہ کرکے خدمت کے لئے جانے سے شوہرکوروکنے کا حق ہے، جیسا کہ حسب ذیل جزئیات سےواضح ہوتا ہے۔اس کوصاحب خلاصۃ الفتاوی نے

ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

امرأة لها أب زمن وليس له من يقوم عليه غير البنت ويمنعها الزوج من تعاهده جاز لها أن تعصى زوجها وتطيع أباها، سواء كان الأب مسلما أو كافرا. (خلاصة الفتاوى ۲/ ۵۳)

اوراس کو علامہ شامیؒ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

ولا يمنعها من الخروج إلى الوالدين في كل جمعة إن لم يقدرا على إتيانها على ما اختاره في الاختيار ولو أبوها زمنا مثلا فاحتاجها فعليها تعاهده ولو كافرا وإن أبى الزوج (الدرالمختار) وفي الشامية: فعليها تعاهده: أي بقدر احتياجه إليها، وهذا إذا لم يكن له من يقوم عليه. (شامي، زكريا ۵/ ۳۲۴، كراچی ۳/ ۶۰۲-۶۰۳)

اوراس کو ''فتاویٰ قاضی خان'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

امرأة لها أب زمن ليس له من يقوم عليه، وزوجها يمنعها عن الخروج إليه وتعاهده كان لها أن تعصى زوجها وتطيع الوالد مؤمنا كان الوالد أو كافرا؛ لأن القيام بتعاهد الوالد فرض عليها، فيقدم على حق الزوج. (خانية على الهندية ۱/ ۴۴۳، خانية جديد ۱/ ۲۶۴)

اوراس کو ''الموسوعۃ الفقہیۃ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

فقال الحنفية: ليس له منعها من عيادة والد زمن ليس له من يقوم عليه، ولا يجب عليها طاعة زوجها إن منعها من ذلک، سواء كان الوالد مسلما أو كافرا؛ لأن القيام بخدمته فرض عليها في مثل هذه الحالة، فيقدم على حق الزوج. (الموسوعة الفقهية ۲۴/ ۵۸)

نکاح ثانی کرنے پر اولاد کو رکاوٹ بننے کا حق نہیں

سوال [۷]: انسان کو جس طرح جوانی میں بیوی کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح وہ بڑھاپے میں بھی بیوی کا محتاج ہوتا ہے، تاکہ اس عمر کے سرد وگرم کو سہنا اس کے لئے آسان ہو جائے، ہندوستان کے معاشرہ میں عام طور پر بیٹے اور بیٹیاں اپنی والدہ کے فوت ہونے کے بعد والد کے دوسرے نکاح میں رکاوٹ بنتے ہیں، کیا ان کا یہ رکاوٹ بننا درست ہے؟ اور اگر خود والد میں اپنی بیوی کی کفالت کی استطاعت نہ ہو تو اس سلسلے میں کیا اولاد پر بھی اس نسبت سے کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بڑھاپے کی حالت میں بیوی کا انتقال ہوجائے تو آدمی بے سہارا جیسا ہوجاتا ہے اور اس کو ایسا لگتا ہے کہ وہ بے یار و مددگار رہے، ایسے حالات میں جب وہ نکاح ثانی کرنا چاہے تو لڑکے اور لڑکیاں ساری اولادیں اور خاندان کے دوسرے لوگ بھی ہندوستان کے غیر شرعی معاشرہ کی وجہ سے رکاوٹ بن جاتے ہیں جو شریعت کے مطلوبہ مقصد کے خلاف ہے؛ لہٰذا جب باپ دوسری شادی کرنا چاہے تو اولاد میں سے کسی کے لئے بھی رکاوٹ بننا جائز نہیں ہے؛ بلکہ باپ اگر نکاح ثانی کرنا چاہے تو شریعت کا مطلوبہ مقصد یہ ہے کہ اولاد خود باپ کے نکاح ثانی کا انتظام کرے۔ اور اگر باپ نے نکاح ثانی کرلیا ہے اور خرچ واخراجات پر قادر نہیں ہے، تو اولاد پر لازم ہے کہ باپ کے خرچ کے ساتھ ساتھ باپ کی زوجۂ ثانیہ کا نان ونفقہ بھی ادا کرے، جیسا کہ ذیل کی جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کو ''ہندیہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

إلا أن يكون بالأب علة لا يقدر على خدمة نفسه ويحتاج إلى خادم يقوم بشأنه ويخدمه، فحينئذ يجبر الابن على نفقة خادم الأب منكوحة كانت أو أمة (وقوله) وإن احتاج الأب إلى زوجة والابن موسر وجب عليه أن يزوجه أو يشترى له جارية. (هندية قديم ١/ ٥٦٥، جديد ١/ ٦١١، والفتاوى التاتارخانية ٥/ ٤٢٧، رقم: ٨٣٧١)

اس کو ''فقہ اسلامی'' میں اور واضح الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

يرى جمهور الفقهاء وفي رواية عند الحنفية: أن الوالد يلزمه تزويج أو إعفاف أبيه المعسر ولو كان كافرا معصوما ...... فالزواج معا تدعو الحاجة إليه ويتضرر الأب بفقده، فلزم ابنه تزويجه كالنفقة، والرواية الراجحة عند الحنفية عدم وجوب إعفاف الأب؛ لأنه من الكماليات. (الفقه الإسلامي وأدلته ٧/ ٧٣٣)

اس کو شامی میں اس طرح کے الفاظ میں نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وعليه نفقة زوجة أبيه وأم ولده، بل وتزويجه أو تسريه (الدرالمختار) وفي الشامية: أي في رواية وفي أخرى: إن كان الأب مريضا أو به زماناة يحتاج للخدمة ...... قال في البحر: وظاهر الذخيرة أن المذهب عدم وجوب نفقة امرأة الأب أو جاريته أو أم ولده حيث لم يكن بالأب علة، وأن الوجوب مطلقا عن رواية أبي يوسف، وفي حاشية الرملي: والذي تحرر من المذهب أنه لا فرق بين الأب والابن في نفقة الخادم وأنه إذا احتاج أحدهما لخادم وجبت نفقته كما وجبت نفقة المخدوم، فكان من جملة نفقته، وإذا لم يحتج إليه فلا تجب. (شامي، زكريا ٥/ ٣٤٤، كراچی ٣/ ٦١٦)

اور اس کو صاحب خانیہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

يجب عليه نفقة خادم الأب امرأة كانت الخادم أو جارية إذا كان الأب محتاجا إلى من يخدمه. (خانية على الهندية ١/ ٤٤٨، خانية جديد ١/ ٢٦٨)

کیا اولاد کو باپ کی زندگی میں اپنے حق کے مطالبہ کا حق ہے؟

سوال [۸]: بعض اوقات اولاد والد کی زندگی میں ہی جائیداد کا مطالبہ شروع کر دیتی ہے اور اسے اپنا حق سمجھتی ہے، کیا اولاد کے لئے ایسے مطالبہ کی گنجائش ہے؟ خاص کر ایسی صورت میں جب کہ والدین کی معاشی حالت بہتر اور اولاد محتاج ہو؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اولاد باپ کی عیال اور باپ کی فیملی میں رہتی ہے تو والدین کی معاشی حالت بہتر ہونے کی صورت میں اولاد کے محتاج اور فقیر ہونے کی بات ثابت نہیں ہوتی؛ اس لئے کہ اولاد کی ساری ضروریات باپ کی عیال اور فیملی میں رہ کر پوری ہوجاتی ہیں، ہاں البتہ اگر اولاد باپ کی فیملی سے الگ رہتی ہو، تو معاشی کمزوری اور محتاج ہونے کی بات ثابت ہوتی ہے، ایسے حالات میں جب اولاد محتاج ہو اور والدین کی معاشی حالت بہتر ہو تو اولاد کے لئے ماں باپ سے ان کی زندگی ہی میں جائیداد کا مطالبہ کرنا اور ماں باپ پر دباؤ ڈالنا جائز نہیں ہے، ہاں البتہ ماں باپ کے سامنے اولاد اپنی ضرورت رکھ سکتی ہے اور پھر ماں باپ اپنے طور پر اپنے اختیار سے کچھ دے دیں تو وہ ان کے رحم وکرم پر موقوف ہے، مگر ان پر دباؤ ڈال کر کے یا جبر وتشدد کے ساتھ ان سے مطالبہ کرنے کا اولاد کو کوئی حق نہیں ہے، اسی طرح دادالٰہی اور موروثی جائیداد میں سے اولاد کا اپنے والدین سے حق کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ جب تک ماں باپ زندہ ہیں وہی شرعی طور پر مالک ہیں، ان کی زندگی میں اولاد کا کوئی حق ان کی جائیداد سے متعلق نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ درج ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔ اس کو ''البحر الرائق'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وأما بيان الوقت الذي يجرى فيه الإرث فنقول هذا فصل اختلف المشايخ فيه، قال مشايخ العراق: الإرث يثبت في آخر جزء من أجزاء حياة المورث، وقال مشايخ بلخ: الإرث يثبت بعد موت المورث. (البحرالرائق كوئٹه ۸/ ٤٨٨، زكريا ۹/ ٣٦٤)

اس کوصاحب تاتارخانیہ نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

الفصل الرابع في بيان الوقت الذي يجرى فيه الإرث، هذا فصل اختلف المشايخ رحمهم الله، قال مشايخ العراق: الإرث يجرى في آخر جزء من أجزاء حياة المورث، وقال مشايخ بلخ: الإرث يجرى بعد موت المورث. (الفتاوى التاتارخانية ۲۰/ ۲۱۵، رقم: ۳۳۰۷۸)

اس سلسلے میں ''شعب الایمان'' کی حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن أبي حرة الرقاشي عن عمه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يحل مال امرئ مسلم إلا بطيب نفس منه. (شعب الإيمان للبيهقي ٤/ ٣٨٧، رقم الحديث: ٥٤٩٢)

عمررسیدہ لوگوں کو ہاسپٹل میں داخل کردینا

سوال [۹]: مغربی ملکوں میں عمردراز لوگوں کے لئے ہاسپٹل بناد یئے گئے ہیں، اب ہندوستان میں بھی جگہ جگہ ایسے ہاسپٹل بن رہے ہیں جن میں نوجوان اپنے بزرگوں کوداخل کردیتے ہیں، اس میں ایک پہلو یہ ہے کہ ان عمردراز حضرات کوایک جگہ اپنی ضرورت کی چیزیں مہیا ہوجاتی ہیں اوراپنے ہم عمرلوگ مل جاتے ہیں، دوسراپہلو یہ ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی محبت سے محروم ہوجاتے ہیں، عمرکے بڑھنے کے ساتھ ساتھ انسان چاہتا ہے کہ اس کے بال بچے اس کے قریب رہیں، اولاد اوراولاد کی اولاد کو دیکھ کراس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں، ایسے ہاسپٹلوں میں اس کی یہ خواہش ایک حسرت بن

جاتی ہے، تو ایسے ہاسپٹلوں کے بارے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟ کیا کوئی شخص اپنے بزرگوں کو ایسے ہاسپٹلوں میں قیام پر مجبور کرسکتا ہے؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب انسان عمر رسیدہ ہوکر کمزور ہوجاتا ہے، تو وہ اپنے چھوٹوں کی خدمت کا زیادہ محتاج ہوجاتا ہے اور اپنی اولاد اور قریبی اعزہ کی ہمدردی اور صلہ رحمی کا زیادہ مستحق بھی ہوجاتا ہے، ایسے حالات میں ان کو قریبی رشتہ داروں اور اعزہ سے الگ کرکے ہاسپٹلوں میں داخل کردینا ان کے حق میں جیل خانہ میں داخل کردینے کے مرادف ہے، اور شرعاً صلہ رحمی کے خلاف قطع رحمی کا ایک دروازہ کھول دینا ہے؛ لہٰذا شریعت صلہ رحمی، غم خواری اور رواداری سے محروم کرکے ایسے ہاسپٹلوں میں داخلہ کی ہرگز اجازت نہیں دیتی، قرآن وحدیث کی رو سے یہ عمل جواز کے دائرے میں داخل نہیں ہوسکتا، ذیل کی عبارات میں شریعت کا حکم ملاحظہ فرمایئے:

قوله تعالیٰ: ﴿اما يبلغن عندک الكبر احدهما او كلاهما﴾ خص حالة الكبر؛ لأنها الحالة التي يحتاجان فيها إلى بره لتغير الحال عليهما بالضعف والكبر، فألزم في هذه الحالة من مراعاة أحوالهما أكثر مما ألزمه من قبل لأنهما في هذه الحالة قد صارا كلا عليه فيحتاجان أن يلي منهما في الكبر ما كان يحتاج في صغره أن يليا منه، فلذلک خص هذه الحالة بالذكر. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ١٠/ ١٥٨)

اور ''ترمذی شریف'' کی روایت ملاحظہ فرمایئے:

فقال عبد الرحمن: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: قال الله تبارک وتعالى: أنا الله وأنا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها من اسمي، فمن وصلها وصلته ومن قطعها بتته. (جامع الترمذي ٢/ ١٢/ رقم: ١٩٠٧)

اور بخاری شریف کی روایت ملاحظہ فرمایئے:

عن أبي هريرة –رضي الله عنه– عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الرحم شجنة من الرحمن، فقال الله من وصلک وصلته، ومن قطعک قطعته. (صحيح البخاري ۲/ ۸۸۵-۸۸۶، رقم: ۵۷۵۴-۵۷۵۵)

اور ترمذی شریف کی دوسری روایت ملاحظہ فرمایئے:

عن جبير بن مطعم –رضي الله عنه– قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يدخل الجنة قاطع، قال ابن أبي عمر قال سفيان: يعني قاطع رحم. (جامع الترمذي ۲/ ۱۳، رقم: ۱۹۰۹)

اور بدائع الصنائع کی عبارت ملاحظہ ہو:

وترک الإنفاق من ذي الرحم المحرم مع قدرته وحاجة المنفق عليه تقضي إلى قطع الرحم، فيحرم الترک وإذا حرم الترک وجب الفعل ضرورة. (بدائع الصنائع، زكريا ديوبند ۳/ ۴۴۲)

اجتماعی کفالت کے لئے زکوۃ جمع کرنا

سوال [۱۰]: بڑھاپے کی عمر میں اگر انسان کا ہاتھ خالی ہو، تو اس کی بے سہارگی اور بڑھ جاتی ہے۔ اور اگر اس کی اولاد یا قریبی رشتہ دار موجود نہ ہوں تب تو انسان اپنے آپ کو اس دنیا میں تنہا محسوس کرنے لگتا ہے، کیا ایسے لوگوں کی اجتماعی کفالت کے لئے خصوصی طور پر زکوۃ کی رقم استعمال کی جاسکتی ہے؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ضعیف کمزور لوگوں اور بوڑھے لوگوں کو ایک جگہ ایک ہاسٹل میں جمع کرکے پھر ان کی اجتماعی کفالت کے لئے زکوۃ اکٹھا کرنے کی بات سوال نامہ میں ذکر کی گئی ہے، تو اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ شریعت اس کی

اجازت ہی نہیں دیتی ہے کہ ان کو قریب یا دور کے رشتہ داروں سے الگ کر کے کسی ہاسٹل میں داخل کر دیا جائے، اگر قریبی رشتہ دار موجود نہیں ہیں تو دور کے رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے کہ ان کی ضرورت پوری کریں، نیز اس میں یہ بات بھی ہے کہ دور کے رشتہ دار اپنی زکوۃ کی رقم سے بھی ان کی ضرورت پوری کر سکتے ہیں؛ لہٰذا اجتماعی کفالت کے واسطے زکوۃ اکٹھا کرنے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ زکوۃ کا پیسہ ان کمزوروں کے ہاتھ میں دے کر کے براہ راست مالک بنا دیا جائے وہ اپنے حساب سے اپنی ضرورت پوری کرلیا کریں گے، جیسا کہ حسب ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کو ''الاختیار لتعلیل المختار'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

واعلم أن التمليك شرط، قال تعالى: وآتو الزكوة، والإيتاء: الإعطاء، والإعطاء التمليك، فلابد فيها من قبض الفقير أو نائبه؛ لأن التمليك لا يتم بدون القبض. (الاختيار التعليل المختار ١/ ١٢١، الشاملة بحواله كتاب النوازل ٧/ ٤٠)

اس کو ''بدائع الصنائع'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

أما ركن الزكاة، فركن الزكاة: هو إخراج جزء من النصاب إلى الله تعالى، وتسليم ذلك إليه يقطع المالك يده عنه بتمليكه من الفقير وتسليمه إليه أو إلى يد من هو نائب عنه، وهو المصدق، والملك للفقير يثبت من الله تعالى، وصاحب المال نائب عن الله تعالى في التمليك والتسليم إلى الفقير. (بدائع الصنائع، زكريا ديو بند ٢/ ١٤٢)

عمر رسیدہ لوگوں کے لئے سرکاری مراعات سے فائدہ اٹھانا

سوال [۱۰]: عمر دراز لوگوں کے لئے حکومتوں نے مختلف چیزوں میں بعض خصوصی رعایتیں رکھی ہیں، جیسے ٹرین وغیرہ میں کرایہ میں تخفیف، حکومت کی طرف سے

امدادی وظیفہ، ٹیکس میں رعایت وغیرہ، جولوگ ان رعایتوں کے لئے مطلوب مقررہ حد عمر کو نہ پہنچے ہوں، کیا ان کے لئے ایسی رعایتوں سے فائدہ اٹھانا جائز ہوگا ؟

المستفتی: فقہ اکیڈمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حکومت کی طرف سے عمر رسیدہ لوگوں کے لئے جو سہولیات اور خصوصی رعایتیں رکھی گئی ہیں، ان رعایتوں سے فائدہ اٹھانا ان ہی لوگوں کے لئے جائز ہے جن کی عمر مطلوبہ حد کو پہنچ گئی ہو، اب مطلوبہ حد کے بارے میں سرکاری قانون میں علی الاطلاق اس کی تحدید ہے، شمسی یا قمری کی کوئی قید نہیں ہے ؛ لیکن غیر اسلامی سرکاری قانون میں شمسی اور انگریزی سن ہی مراد لیتے ہیں اور اسلامی قوانین میں قمری سن مراد ہوتا ہے، جیسے سعودی عرب وغیرہ میں ہے ؛ اس لئے اگر کوئی مسلمان قمری حساب سے ساٹھ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہے اور شمسی حساب سے کچھ کم ہے اور وہ اس رعایت سے فائدہ اٹھاتا ہے، تو اسلامی نقطۂ نظر سے اسے خائن اور دھوکہ باز نہیں کہا جائے گا ؛ اس لئے کہ اس کی عمر اسلامی سن کے اعتبار سے ساٹھ سال پوری ہوگئی ہے، ہاں البتہ احتیاطاً شمسی سال کے حساب سے ساٹھ سال پورے ہونے کے بعد ان رعایتوں سے فائدہ اٹھائے تو زیادہ بہتر ہے، نیز جن امور میں رعایت حاصل کرنے کا مدار آئی ڈی دیکھنے پر ہے، ان امور میں آئی ڈی میں درج کردہ تاریخوں کے اعتبار سے رعایت حاصل کرنا ضروری ہے، اور آج سے دس پندرہ سال پہلے تک لوگوں کے پاس آئی ڈی نہیں تھی اور نہ ہی آئی ڈی مانگی جاتی تھی، جس نے اپنی عمر اندازے سے ساٹھ سال سمجھا ہے اور لکھ دیا ہے اور وہ ان رعایتوں سے فائدہ اٹھا تا رہا ہے اور دس پندرہ سال کے بعد سے جو آئی ڈی بنتی چلی آئی ہے ان میں عمر رسیدہ لوگوں کی عمر میں عام طور پر اندازے سے لکھی گئی ہیں، قطعی اور حتمی نہیں ہیں ؛ لہٰذا آج کے زمانے میں جتنے لوگ ساٹھ سال تک پہنچ چکے ہیں، ان میں سے ساٹھ ستر فیصد افراد وہ ہیں جن کی تاریخ پیدائش متعین طور پر درج کردہ نہیں ہے ؛ اس لئے ایسے لوگ اندازے سے اپنی عمریں ساٹھ سال بتا

کران رعایتوں سے فائدہ حاصل کریں یا قمری حساب سے فائدہ حاصل کریں، تو جائز اور درست ہوگا؛ اس لئے کہ ان کا مقصد حکومت کو دھوکہ دینا نہیں ہے؛ بلکہ عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ان رعایتوں سے فائدہ اٹھانا مقصد ہے۔

تمام اسلامی اور دینی ممالک میں سارا نظام اسلامی سال اور اسلامی مہینوں سے چلتا ہے، اور مسلمان اپنی تاریخیں اسلامی سال کے حساب سے محفوظ رکھتے ہیں، اس سلسلے میں فتح الباری مطبع دار الریان ۷/ ۳۱۵، مطبع اشرفیہ ۷/ ۳۴۱، عمدۃ القاری نسخہ قدیم ۱۷/ ٦٦، الروض الانف ۴/ ٢٥٦، میں پوری تفصیل موجود ہے۔

نیز قرآن مقدس کے اندر اسلامی تاریخ اور اسلامی مہینے ہی کو معتبر قرار دیا گیا ہے، آیت شریفہ ملاحظہ فرمائیے:

يَسْاَلُوْنَکَ عَنِ الْاَهِلَّةِ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ. [البقرة: ١٨٩]

اور ''روح المعانی'' میں بہت واضح الفاظ میں اسلامی تاریخ کے اعتبار کرنے کو واضح فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

وهي أن يكون معالم للناس يوقتون بها أمورهم الدنيوية، ويعملون أوقات زروعهم ومتاجرهم ومعالم للعبادات المؤقتة يعرف بها أوقتها كالصيام والإفطار، وخصوصا الحج، فإن الوقت مراعى فيه أداء وقضاء.

(روح المعاني، المكتبة التجارية مصطفى أحمد الباز ٢/ ١٠٧)

اور جامع احکام القرآن للقرطبی میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

قوله تعالىٰ: ﴿قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾ تبيين لوجه الحكمة في زيادة القمر ونقصانه، وهو زوال الإشكال في الآجال، والمعاملات، والأيمان، والحج، والعدد، والصوم، والفطر، ومدة الحمل، والإجارات والأكرية إلى ذلک من مصالح العباد. (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ٢/ ٢٢٨، بيروت لبنان ٢/ ٢٢٨)

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان اسلامی سال اور اسلامی مہینہ ہی کا زیادہ پابند ہوتا ہے؛ اس لئے اگر کسی مسلمان نے اسلامی سال کے پیش نظر سرکاری مراعات سے فائدہ اٹھالیا ہے، تو اس کے لئے جائز اور درست ہو جائے گا، اس کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا؛ اس لئے کہ ملک بھر میں رہنے والے مسلمانوں کے سر براہان اور ذمہ داران قمری سال ہی کا اعتبار کرتے ہیں۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ☆ عَلٰى حَبِيْبِکَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

اَللّٰہُ أَكْبَر كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَأَصِيْلاً. الحديث

(المعجم الكبير ٢/ ١٣٥، برقم: ١٥٧٠)

(مفتی) شبیر احمد قاسمی

خادم الحدیث والافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد (یو-پی)

بروز جمعرات ۵/ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ

(۱۸) باب اللهو واللعب

چھٹی کس دن منائیں اور کھیل کود کا حکم

سوال [۱۰۹۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) چھٹیاں جمعہ کو ہوں یا اتوار کو؟

(۲) کھیل کود کو تعلیم کا جز لاینفک قرار دینا کہاں تک درست ہے؟

(۳) بچوں اور بچیوں کے لئے یکساں حکم ہے یا دونوں میں فرق ہے؟

ہندوستان میں دو قسم کے ادارے عموما رواج پذیر ہیں، دینی درسگاہیں اور جامعات دنیوی اسکول اور یونیورسٹیاں کچھ عرصہ سے لوگوں میں ایک خوش آئند رجحان یہ ابھرا ہے کہ بین بین تعلیمی ادارے بھی ہونے چاہئے، اس رجحان کے نتیجہ میں غیروں کی تو خبر نہیں، مگر مسلمانوں میں جا بجا اس طرح کے ادارے وجود میں آرہے ہیں جس کا عنوان یہ ہوتا ہے کہ بچے ”خالص اسلامی ماحول میں دین سے واقفیت کے ساتھ عصری علوم کی مکمل تعلیم حاصل کرسکیں۔

بہرصورت ماحول تہذیب وافکار دینی ہی رکھنے کا اعلان واخبار واشتہار کیا جاتا ہے؛ اس لئے ان اداروں کی بڑی پذیرائی ہوتی ہے اور اپنی مہنگائی کے باوجود بہت جلد مقبول ہوجاتے ہیں اور پھر ایک ڈیڑھ ہزار سے لے کر پانچ پانچ ہزار تک فیس بھی مقرر کی جاتی ہے، ہمیں اس سے بحث نہیں؛ لیکن مذکورہ بالا عنوان واشتہار کی وجہ سے یہ سوال ضرور پیدا ہوتا ہے کہ چھٹیاں تہذیب واخلاق اسلامی کا حصہ ہیں یا نہیں؟ ہر ملک وقوم کے لوگ اپنے اپنے قومی مذہبی دنوں میں چھٹیاں کرتے ہیں، چھٹیوں کا خصوصاً بچوں کو شدت سے انتظار ہوتا ہے، بچوں کے ماں باپ ان دنوں کھانے وغیرہ کا اہتمام بھی کرتے ہیں اور اب تو ممبئی جیسے شہروں

میں خصوصی پکوان بعض مسلمانوں کے یہاں بھی سنیچر واتوار کو ہونے لگا ہے، ان ایام میں ٹیلی ویژن پر خصوصی فکر کے حامل نشریات بھی پیش کئے جاتے ہیں، سیر و تفریح جم کر کی جاتی ہے، تفریح گاہوں میں جگہ نہیں ہوتی ،ان امور سے ان دنوں کی اہمیت کا دل میں اترنا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے یہ سوال ذہنوں میں آیا کہ سنیچر اور اتوار کی چھٹیاں دینا اور ان اداروں کے اشتہار واعلان اسلامی تہذیب واخلاق سازی کے خلاف تو نہیں ہیں؟

اس سوال کو تقویت اس لئے بھی ملتی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے سنیچر و اتوار کو روزہ رکھا اور اس کی وجہ مشرکین کی مخالفت قرار دیا؛ کیونکہ وہ ان کے محترم اور عید کے دن ہیں؛ اس لئے وہ کھانے پینے کا اہتمام کرتے ہیں اور آپ ﷺ نے روزہ رکھوا کر عدم اکل بصورت صوم کی سنت جاری فرما کر ان کی مخالفت فرمائی۔

وفي المشكوة: عن أم سلمة رضـ، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم: يصوم يوم السبت ، ويوم الأحد أكثر مايصوم الأيام، ويقول انهما يوما عيد للمشركين ، فأنا أحب ان اخالفهم . (رواه أحمد ١٨٠، باب صيام التطوع)

وفي المرقاة تحت هذه الرواية والمستحب صومهما جميعاً متوالين تحقيقًا لمخالفة للفريقين. (٣٠٤/١٤-٣٠٥)

اس روایت کے خط کشیدہ جملے اہم اور مسئلہ کے حل کے لئے قابل غور ہیں، اس روایت اور ذکر کردہ مفاسد واحوال اور اسکول کے مقاصد کے پیش نظر سنیچر اور اتوار کی چھٹیوں کی گنجائش ہے یا نہیں؟

بعض لوگوں نے جمعہ کی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر انتظامیہ کو جمعہ کی چھٹی کے لئے توجہ دلائی ،تو یہ اعذار پیش کئے گئے کہ سنیچر واتوار کو ہم سب کا توافق ہو جاتا ہے، کاروبار و بازار بند رہتے ہیں۔ دوسرے ایک دو بچے اور بھی ہوتے ہیں، جن کی چھٹیاں انہیں ایام میں ہوتی ہیں؛ اس لئے سب مل کر وقت ساتھ گذار لیتے ہیں اور یہ کہ یہ عام ماحول ہے، اس میں سب کو

سہولت ہے، شادی بیاہ کی تقریبات بھی انہیں دنوں میں منعقد ہوتی ہیں، تو کیا یہ اعذار سنیچر واتوار کی رخصت کے لئے قابل ترجیح ہیں؟ یا تہذیب اسلامی سے ربط نہ ہونے کی وجہ سے مرجوح ومتروک ہونے کے قابل ہیں۔

سوال نمبر۲رکی مزید وضاحت: کھیل کود جس کو اسلامی تعلیمات میں لہوولعب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ومن الناس من يشتري لهو الحديث، إنما الحيوة الدنيا لهو ولعب، كل لهو حرام إلا ثلثة وغيره.

اس کو تعلیم کا لازمی جزء قرار دینا مذکورۃ الصدر اداروں کے لئے کہاں تک روا ہے، ان میں جو کھیل ہوتے ہیں، وہ عموماً دوڑ بھاگ کے مقابلے، فٹبال، کرکٹ، ٹینس، رسیوں سے کودنا اور بعض دوسرے جدید کھیل ہوتے ہیں، جس سے مستقبل میں دوسرے اداروں کے بچوں سے مقابلہ کرایا جاسکے وغیرہ غالباً مقاصد ہیں۔ بہرصورت جزء لاینفک قرار دینا کیسا ہے؟

آپ ارباب علم وفضل پر مخفی نہیں کہ عالمی سطح پر جتنی توجہ کھیل تماشہ پر دی جارہی ہے۔ بعض دوسری چیزوں پر نہیں؛ اس لئے نہ صرف یہ کہ کھیل کود اپنے مفہوم یعنی برائے تفریح طبع پر باقی نہ رہے؛ بلکہ ایک پیشہ وارانہ ہنر اور فن بھی بن گیا ہے، اور بچوں میں بڑی رغبت کے ساتھ یہ رجحانات مستحکم ہوتے ہیں کہ کھیل تو بڑی اہم اور قدر کی چیز ہے؛ کیونکہ اس سے ناموری اور بہت جلد سستی شہرت کے ساتھ ساتھ دنیا بھی بہت بہتر بن جاتی ہے؛ اس لئے ضمن میں بطور خاص یہ وضاحتیں مطلوب ہیں۔

(۱) کون کون سے کھیل (اپنے مقاصد کے ساتھ) جائز ہیں، اگر موجودہ ماحول میں ان کے مقاصد کا رخ بدلا جاسکتا ہے، تو اس کی مناسب صورت کیا ہے؟

(۲) اگر لازم قرار نہ دیا جائے، تو اس کے لئے یوم یا کم وزیادہ کتنا وقت مناسب ہے؟ خصوصاً بچیوں کو اس دوڑ میں شریک کرنا کہاں تک اور کس عمر تک درست وجائز ہے؟

امید کہ سوالوں کے جوابات مدلل اور حسب گنجائش مفصل لکھنے کی زحمت فرمائیں گے۔ واجرکم علی اللہ۔

المستفتی: سعیدالرحمٰن فاروقی القاسمی، دارالعلوم امدادیہ، ممبئی-۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ہفتہ واری تعطیل جمعہ کے دن رکھنی چاہئے؛ اس لئے کہ تمام مسلمان نماز جمعہ کے مکلّف ہیں اور شریعت نے صبح سے تیاری کا حکم دیا ہے، اس وجہ سے مدارس دینیہ میں ہفتہ واری تعطیل جمعہ ہی کے دن کرنی ضروری ہے اور ہفتہ میں مذہب اسلام کی رو سے جمعہ کا دن بڑا دن ہے اور اتوار کو دین وشریعت کے نقطۂ نظر سے کوئی خصوصیت حاصل نہیں ہے؛ بلکہ ہفتہ کا دن یہودیوں کا بڑا دن ہے، اور اتوار کا دن نصاریٰ کا بڑا دن ہے، تو دینی مدارس میں ہفتہ اور اتوار کو تعطیل کرنے کی صورت میں یہود ونصاریٰ کے مذہب کی رعایت ہوتی ہے اور مذہب اسلام کی مخالفت ہوتی ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۶/۹۹، ڈابھیل ۸/۳۶۳، امداد الفتاوی ۴/۲۶۶)

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ. [آل عمران:۸۵]

(۲) کھیل کود کا تعلیم سے کوئی جوڑ نہیں ہے؛ لہٰذا کھیل کود کو تعلیم کا جزء قرار دینا درست نہیں ہے، ہاں البتہ تندرستی کے لئے بطور ورزش کھیلنا جائز ہے اور کھیلوں میں سب سے بہتر کھیل مسابقت یعنی دوڑ میں ایک دوسرے سے سبقت کرنا، اسی طرح جنگی آلات کے ذریعہ مشق کرنا سب سے بہتر کھیل ہے۔ حدیث شریف میں تین قسم کے کھیل کی ترغیب دی گئی ہے:

(۱) گھوڑ دوڑ میں سبقت کرنا۔

(۲) تیراندازی میں نشانہ بازی کرنا۔

(۳) بیوی کو خوش کرنے کے لئے اس کے ساتھ کھیلنا۔

لہٰذا دوڑ میں سبقت کا کھیل موجودہ کھیلوں میں سب سے بہتر ہے اور سوال نامہ میں

کرکٹ، فٹبال اور رسیوں وغیرہ سے جن کھیلوں کا ذکر کیا گیا ہے، اگر ورزش اور تندرستی کی نسبت سے سترعورت کی حفاظت کے ساتھ کھیلا جائے، تو اس کی گنجائش ہے، مگر بین الاقوامی دنیا میں فساق کے جو کھیل ہیں، ان میں نہ تو ورزش کی نیت ہوتی ہے اور نہ ہی سترعورت کی حفاظت کا لحاظ ہوتا ہے؛ اس لئے ایسا کھیل مدارس میں جاری نہ کرنا بہتر ہے۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۱۰۰۰، کفایت المفتی قدیم ۹/۷۲، جدید زکریا مطول ۱۳/۱۰۳، عزیز الفتاوی ۷۵۰)

أما إذا قصد التلهي، أو الفخر، أو ترى شجاعته فالظاهر الكراهية، وفي الدر المختار أما بدونه فيباح في كل الملاعب (إلى قوله) وأما السباق بلا جعل فيجوز في كل شئ. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا۹/۵۷۷-۵۷۹، كراچي۶/۴۰۲-۴۰۴)

(۳) بچوں کے لئے مردانہ کھیل اور بچیوں کے لئے زنانہ کھیل مناسب ہے، ہر علاقہ میں جو کھیل زنانہ شمار کیا جاتا ہے، وہی کھیل بچیوں کے لئے مقرر کرنا چاہئے اور جو کھیل مسابقت وغیرہ سے متعلق حدیث میں منقول ہے، وہی بچوں کے لئے مناسب ہے۔

عن عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي حسين أن رسول الله صلى الله عليه وسلم -إلى- كل ما يلهو به الرجل المسلم باطل، إلا رميه بقوسه، وتاديبه فرسه، وملاعبته أهله، فإنهن من الحق. (سنن الترمذي، باب ماجاء في فضل الرمي في سبيل الله، النسخة الهندية ۱/۱۹۳، دارالسلام رقم:۱۶۳۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۸۵۵۳)

کبوتر بازی کا حکم

سوال [۱۰۹۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ کبوتر بازی کرنا کیسا ہے؟ دیکھنے میں ایسا آیا ہے کہ جو کبوتر پالتے ہیں ان کے گھروں میں بدحالی آئی ہے تو یہ عمل کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کبوتر بازی کرنا حرام ہے؛ کیونکہ اس میں بہت سارے امور خلاف شرع اور مفاسد پیش آتے ہیں، پڑوسیوں کی بے پردگی، تالیاں بجانا، سیٹیاں بجانا وغیرہ وغیرہ اور یہ ساری چیزیں ناجائز اور حرام ہیں۔ (مستفاد: کفایت المفتی جدید ۹/۱۸۷، قدیم ۹/۱۸۰، جدید زکریا مطول ۱۳/۹۷)

عن أبي هريرة رضـ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلا يتبع حمامة، فقال: شيطان يتبع شيطانة. (سنن أبي داؤد، باب في اللعب بالحمام، النسخة الهندية ۲/۶۷۵، دارالسلام رقم: ٤٩٤٠)

عن عثمان أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأىٰ رجلا وراء حمام، فقال: شيطان يتبع شيطانة. (كنز العمال ۱۵/۹۸)

فأما سائر ما يتلهى به البطالون من أنواع اللهو كالنرد، والشطرنج، والمزاجلة بالحمام، وسائر ضروب اللعب مما لايستعان به في حق، ولايستجم به لدرك واجب فمحظور كله. (الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۵/۳۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۱۱۴۴۲/۴۰)

پرندہ پالنا کیسا ہے؟

سوال [۱۰۹۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ کبوتر پالنا کیسا ہے؟ اسی طرح کسی قسم کا پرندہ پالنا جائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کبوتر یا دیگر پرندوں کا پالنا درست ہے، یہ آپ ﷺ کی تقریر سے ثابت ہے کہ حضرت انسؓ کے گھر میں ان کے چھوٹے بھائی نے پرندہ پال رکھا تھا۔ (مستفاد: فتاویٰ دارالعلوم جدید ۱۶/۲۸۵)

عن أنس بن مالکؓ قال: کان رسول الله صلى الله عليه وسلم: يدخل علينا ولي أخ صغير يكنى أباعمير، وكان له نغريلعب به، فمات، فدخل عليه النبي صلى الله عليه وسلم ذات يوم فرآه حزيناً، فقال: ماشأنه؟ قالوا: مات نغره، فقال: أباعمير ما فعل النغير. (سنن أبي داؤد، باب ماجاء في الرجل يتكنى وليس له ولد، النسخة الهندية ۲/٦٧٥، دارالسلام رقم: ٤٩٦٩)

إتخاذ الحمام للبيض والأنس ونحو ذلک جائز غير مكروه. (حاشية أبی داؤد ۲/٦٧٥)

لابأس بحبس الطيور والدجاج في بيته؛ ولكن يعلفها وهو خير من إرسالها في السكک. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، با الإستبراء وغيره، زكريا۹/٥٧٥، كراچي٦/٤٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۱۱۴۴۹/۴۰)

تعلیمی تاش کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال[۱۰۹۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چند آدمی تعلیمی تاش بلاشرط تعلیمی معلومات کے لئے کھیلتے ہیں، اس پر

کسی ایک شخص نے اعتراض کیا کہ اس کا کھیلنا درست نہیں، آپ شرع کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد ارشد، بس اسٹینڈ، شریف نگر، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ہار جیت پر شرط نہیں ہے، اور اس کی وجہ سے نماز وغیرہ میں غفلت بھی نہیں ہوتی ہے تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/ ۲۴۰، فتاوی محمودیہ ڈابھیل ۱۹/ ۵۳۵)

وعلى هذا الأصل: فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان، أو الأذهان جائزة في نفسها، مالم تشتمل على معصية أخرىٰ، وما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه، والله سبحانه أعلم.
(تكملة فتح الملهم حكم الألعاب في الشريعة، اشرفية ديوبند ٤/ ٤٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ صفر المظفر ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۱۱۱۲)

تفریحاً تاش کھیلنا

سوال [۱۰۹۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نماز کا پابند ہے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور شریعت کے مطابق داڑھی بھی رکھتا ہے؛ لیکن رات کو تفریحاً تاش کھیلتا ہے، تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تاش کھیلنا ذہنی عیاشی ہے، مگر اس میں جوا ہوگا

توحرام ہو جاتا ہے اوراگر جوانہیں ہے،تو حرام تو نہیں،مگر مکروہ ہے؛ البتہ اس کی وجہ سے آدمی فاسق نہیں ہوتا۔

ويكره اللعب الشطرنج، والنرد......ثم إن قامر به تسقط عدالته، وإن لم يقامر لا تسقط. (هداية، كتاب الكراهية، مسائل متفرقه اشرفي ٤ /٤٧٥) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ذی قعدہ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۳۲/ ۵۰۲۵)

بغرض تفریح لوڈو کھیلنا

سوال [۱۰۹۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم سات آدمی ہیں اور سبھی نماز پڑھتے ہیں، ہفتہ میں ایک دن ساتوں آدمی دو تین گھنٹہ لوڈو کھیلتے ہیں، جس میں کسی طرح کی کوئی شرط نہیں ہوتی، جب اذان ہوتی ہے، تو نماز پڑھنے چلے جاتے ہیں، تو ہمارا مذہب کیا حکم کرتا ہے؟ ہم لوڈو کھیلیں یا نہیں؟ ہفتہ میں صرف ایک دن دل بہلانے کے لئے بلا کسی شرط کے کھیلتے ہیں۔

المستفتی: محمد شریف

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جسمانی یا دماغی تفریح کے لئے چار شرطوں کے ساتھ کھیل جائز ہو جاتا ہے۔

(۱) جو کھیل کھیلا جائے وہ کھیل کفار یا فساق کا نہ ہو۔

(۲) کھیل میں ہار جیت کی شرط نہ ہو۔

(۳) اس میں مشغول ہونے کی وجہ سے نماز، روزہ جیسی عبادات یا معاشی مشغولیت میں نقصان دہ نہ ہو۔

(۴) کھیل میں کوئی خلاف شرع امر نہ ہو اور سوال نامہ میں درج کردہ صورت میں اگرچہ آخری تینوں شرطوں کی پابندی ہے، مگر پہلی شرط کی پابندی نہیں ہوئی؛ اس لئے کہ لوڈو فساق کا کھیل سمجھا جاتا ہے؛ اس لئے اس سے احتیاط ہی بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۳۶۴/۱۵، جدید ڈابھیل ۵۳۸/۱۹-۵۳۹)

وعلى هذا الأصل: فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان، أو الأذهان جائزة في نفسها، مالم تشتمل على معصية أخرىٰ، وما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه، والله سبحانه أعلم. (تكملة فتح الملهم حكم الألعاب في الشريعة، اشرفية ديوبند ٤ /٤٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸۳۴/۳۱)

لوڈو اور کیرم بورڈ کھیلنا

سوال [۱۰۹۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) لوڈو کھیلنا کیسا ہے اور خاص کر طالب علم کے لئے؟

(۲) کیرم بورڈ کھیلنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد اکرم بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱/۲) لوڈو اور کیرم بورڈ کھیلنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، محض تضییع اوقات ہے اور احکام شرعیہ سے غفلت ہوتی ہے؛ اس لئے ایسے کھیل نہیں کھیلنا چاہئے اور طالب علموں کو بدرجہ اولیٰ ان سب کھیلوں سے اجتناب ضروری ہے۔

إن الملاهي كلها حرام. (درمختار، كتاب الحظر والإباحة، زكريا ٩/٥٠٢، كراچي ٦/٣٤٨)

وكره تحريما اللعب بالنرد، وكذا الشطرنج وكره كل لهو، لقوله عليه الصلاة والسلام كل لهو المسلم حرام إلا ثلاثة ملاعبته أهله، وتأديبه لفرسه، ومناضلته بقوسه. (در مختار، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/ ٥٦٥- ٥٦٦، كراچي٦/ ٣٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۹۸۳/۳۲)

کیرم کھیلنا

سوال [۱۰۹۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیرم کھیلنا شرعاً کیسا ہے؟ کیا کیرم بورڈ کھیلنے میں دماغ کی ورزش ہوتی ہے یا دماغ کو تھکانا ہے، عام طور پر لوگ اپنے وقت کو پاس کرنے کے لئے کھیلتے ہیں؟ کیا کسی آدمی کی اس کھیل سے دماغی ورزش کی نیت ہو، تو کیا کھیل سکتا ہے؟

المستفتی: محمد قاسم، گجراتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر یہ کھیل فساق یا کفار کا کھیل نہیں ہے، اسی طرح اس کی وجہ سے نماز روزہ جیسی عبادات یا معاشی مشغولیت میں کسی قسم کا نقصان نہیں ہے، تو کبھی کبھار کھیلنے کی گنجائش ہوسکتی ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/۲۰۰، جدید زکریا مطول ۱۳/۱۰۲)

مگر میرے خیال میں یہ فساق کا کھیل ہے، اس سے احتراز ہی بہتر ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۵/۳٦۴، جدید ڈابھیل ۱۹/۵۳٦)

وعلى هذا الأصل: فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان، أو الأذهان

جائزة في نفسها، مالم تشتمل على معصية أخرىٰ، وما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه، والله سبحانه أعلم.
(تكملة فتح الملهم حكم الألعاب في الشريعة، اشرفية ديوبند ٤/ ٤٣٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱ر ۳۸۳۵)

پتنگ بازی جائز ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۹۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پتنگ بازی جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مولانا حفظ الرحمٰن، مدیر ندائے شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: پتنگ بازی کے اندر وہ تمام مفاسد موجود ہیں، جو کبوتر بازی میں ہوتے ہیں، مثلاً چھتوں پر چڑھنے کے وجہ سے عورتوں کی بے پردگی، ہار جیت، تضییع اوقات، ہلاکت کا خطرہ وغیرہ وغیرہ، اطلاع ملی ہے کہ سال گذشتہ جے پور میں ۱۴ر جنوری کو پتنگ لوٹنے میں ۱۵-۱۶ر افراد چھتوں پر سے گر کر ہلاک ہو گئے ہیں۔

نیز آنحضور ﷺ نے اس طرح بازی لڑ کر لوٹنے والوں کو شیطان مردود سے تشبیہ دی ہے؛ اس لئے مذکورہ مفاسد اور آنحضور ﷺ کی ممانعت کی بنا پر پتنگ بازی و کبوتر بازی ناجائز اور حرام ہے، مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ایسے مفاسد میں مبتلا ہونے سے لوگوں کو سختی یا حکمت سے روک تھام کیا کریں۔ (مستفاد: اصلاح الرسوم ۱۴، بہشتی زیور ۶/ ۲، مالا بد منہ ۱۶۳)

فإن كان يطيرها فوق السطح مطلعاً على عورات المسلمين (إلى قوله) عزر ومنع أشد المنع، فإن لم يمتنع بذلك ذبحها. (الدر المختار،

کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۵۷۵، كراچي ۶/ ۴۰۱)

عن أبي هريرة رضـ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى رجلا يتبع حمامة، فقال: شيطان يتبع شيطانة. (سنن أبي داؤد، باب في اللعب بالحمام، النسخة الهندية ۲/ ۲۷۵، دارالسلام رقم: ۴۹۴۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۱۱۸۳)

پتنگ کٹنے کے بعد اس میں لگے روپیہ کا مالک کون؟

سوال [۱۰۹۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ضلع رام پور میں یہ ہوتا ہے کہ پتنگ کیساتھ سو کا پچاس کا بیس کا نوٹ باندھ کر اڑایا جاتا ہے، اب پتنگ کٹنے کے بعد ان روپیوں کا مالک کون ہوگا ؟ آیا لوٹنے والا کیوں کہ عرفاً وہ نوٹ لوٹنے والے ہی کا سمجھا جاتا ہے، تو کیا لوٹنے والا شرعاً اس کا مالک بن جائے گا یا نہیں؟ مدلل ومفصل بحوالہ کتب جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: (حضرت حفظ الرحمٰن صاحب) مدیر ندائے شاہی ونائب مہتمم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پتنگ اور نوٹ دونوں لقطہ کے حکم میں ہوں گے، مالک کو واپس کردینا واجب ہوگا، مالک نہ ملنے کی صورت میں نوٹ کا صدقہ کردینا اور پتنگ کا پھاڑ دینا لازم ہوگا۔

لأن الغني لا يحل له الانتفاع بها. (شامي، كتاب اللقطه، زكريا ۶/ ۴۳۸، كراچي ۴/ ۲۷۹)

اور اگر فتنہ کا خطرہ نہ ہو، تو پتنگ حاصل کر کے پھاڑ دینا بھی جائز ہے جیسا کہ درمختار کی عبارت سے مستفاد ہورہا ہے۔

فإن كان يطيرها فوق السطح مطلعاً على عورات المسلمين، ويكسر زجاجات الناس يرميه تلك الحمامات عزر ومنع أشد المنع، فإن لم يمتنع بذلك ذبحها. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۵۷۵، كراچي ٦/ ٤٠١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴؍۱۱۸۳)

پتنگ کٹ جانے کے بعد اس کا مالک کون ہے؟

سوال [۱۰۹۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پتنگ کٹ جانے پر دوسرے لوگوں کا قبضہ کر لینا اور مالک کو واپس نہ کرنا جائز ہے یا نہیں؛ جبکہ عرف میں چل رہا ہے کہ جو پہلے پکڑ لیتا ہے، وہ اس کا عرفاً مالک بن جاتا ہے۔

المستفتی: مولانا حفظ الرحمٰن، مدیر ندائے شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شریعت اسلامی میں ایسا عرف معتبر نہیں ہے، جو حکم شرع کے خلاف ہو؛ لہٰذا شرعاً لوٹنے والا اس کا مالک نہیں ہوگا؛ بلکہ وہ پتنگ اصل مالک کی ملکیت میں ہی رہے گی، مالک مل جائے تو واپس کر دینا واجب ہوگا۔

والعمل بالعرف مالم يخالف الشريعة (عقود رسم المفتي قديم ۹۸)

إن قال من أخذها فهي له ولا تخرج عن مالكه باعتاقه. وفي الشامية: ولو قال من تناول من مالي فهو حلال له، فتناول رجل شيئًا لايحل. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۵۷۵، كراچي ٦/ ٤٠١)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ربیع الثانی ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴؍۱۱۸۳)

مال کی ہار جیت کے بغیر شطرنج اور چوسر کھیلنا

سوال[۱۰۹۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مارچ ۲۰۰۰ء کے رسالہ میں ندائے شاہی کے مضمون ”جوا اور سٹہ بازی“ کے تحت قرآن پاک کی آیت کریمہ **یا ایھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون.** کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا کلیم اللہ صاحب قاسمی نے صفحہ نمبر ۲۸؍ پر لکھا ہے کہ شطرنج اور چوسر کو احادیث صحیحہ میں حرام قرار دیا گیا ہے؛ کیونکہ ان کھیلوں میں مال کی ہار جیت پائی جاتی ہے، جس سے واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر ان کھیلوں میں مال کی ہار جیت نہ پائی جائے، تو یہ کھیل حرام نہیں ہوں گے، جیسا کہ آج کل لوگ دوسرے کھیلوں کی طرح شطرنج بھی بغیر شرط کے کھیلتے ہیں؛ لہٰذا مجھے آپ سے یہی دریافت کرنا ہے کہ آیا ان کھیلوں کا بغیر مال کی ہار جیت کے کھیلنا کسی درجہ میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو برائے مہربانی اس کی تشریح سے نوازیں کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد ذاکر خاں

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مولانا کلیم اللہ صاحب کا مضمون اپنی جگہ درست ہے؛ اس لئے کہ یہ کھیل مال کی ہار جیت کے ساتھ تو ناجائز ہیں ہی اور آگے بڑھ کر مال کی ہار جیت کے بغیر بھی ناجائز ہیں؛ کیونکہ یہ کھیل آدمی کو اپنی ذمہ داریوں سے غافل کردیتے ہیں اور آخرت کو بھلا کر دنیا کی رغبت میں مبتلا کر دیتے ہیں اور ان کھیلوں کے اندر شیطان کی اعانت بھی پائی جاتی ہے؛ اس لئے یہ کھیل ہار جیت کے بغیر بھی ناجائز ہیں۔

وكره تحريما اللعب بالنرد، وكذا الشطرنج (در مختار) وتحته في الشامية: وإنما كره لأن من اشتغل به ذهب عناؤه الدنيوي، وجاءه العناؤ الأخروي، فهو حرام، وكبيرة عندنا وفي إباحته اعانة الشيطان على الإسلام والمسلمين. (در مختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/ ٥٦٥-٥٦٦، كراچي٦/ ٣٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۶۶۰۲)

کرکٹ، ہاکی، لوڈو، تاش وغیرہ کھیلنا

سوال [۱۰۹۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی بھی کھیل مثلاً کرکٹ، ہاکی، شطرنج، لوڈو، بیٹ منٹن، تاش وغیرہ کھیلنا جائز ہے یا نہیں؟ یا اسلام میں اس کی ممانعت ہے؟ خلاصہ کیجئے یا جس کھیل کی ممانعت ہو، اس کے بارے میں خلاصہ کیجئے۔

المستفتی: سعد انور ابن عبد الحفیظ، لاجپت نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کھیل خواہ گیند کا ہو یا کوئی دوسرا، اگر اس سے محض کھیل اور لہو ولعب مقصود ہے، تو مکروہ ہے اور اگر تفریح طبع یا رفع کسل، یا تحصیل قوت مقصود ہو تو جائز ہے بشرطیکہ کسی ممنوعات شرعیہ پر مشتمل نہ ہو؛ البتہ تاش شطرنج اور لوڈو کا کھیلنا کسی صورت میں مستحسن نہیں ہے۔

وقال الشاميؒ: أما إذا قصد التلهي، أو الفخر، أو لترىٰ شجاعته، فالظاهر الكراهة أما بدونه فيباح في كل الملاعب. (شامي، كتاب الحظر

والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/٥٧٧، كراچي٦/٤٠٢، امداد المفتيين ١٠٠٠، عزيز الفتاوى ص: ٧٥٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍۵۸۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۶/۲۳ھ

کرکٹ کھیل کا حکم

سوال [۱۰۹۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کرکٹ کا کھیل جائز ہے یا حرام؟ کچھ دنوں قبل گجرات کے مفتیان کرام نے بیک زبان حرام قرار دیدیا ہے؛ حالانکہ محمد میاں صاحب نے دینی تعلیم کے رسالہ میں جہاں جائز کھیلوں کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ کھیلا کرو، اس میں کرکٹ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

المستفتی: ارشد خاں شاہد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث اور روایات فقہیہ سے واضح ہے کہ لہو ولعب شرعاً دراصل ممنوع ہے؛ لیکن اگر کوئی غرض اس سے متعلق ہے جیسے تفریح طبع اور ورزش وغیرہ، تو پھر جائز ہوگا، اس اعتبار سے کرکٹ کھیلنا جائز ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ یہ کھیل اس طرح ہو کہ ان میں کوئی امر خلاف شرع نہ ہو اور نہ تشبہ بالکفار ہو، نہ لباس وطرز وضع میں انگریزیت ہو، اور نہ ہی گھٹنے کھلے ہوئے ہوں، نہ اپنے نہ دوسروں کے اور نہ اس طرح اشتغال ہو کہ ضروریات اسلام نماز وغیرہ میں خلل آئے، کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ کرکٹ کھیل سکتا ہے، تو جائز ہے ورنہ نہیں۔ آج کل چونکہ ان شرائطوں کا لحاظ نہیں کیا جاتا؛ اس لئے ناجائز کہا جاتا ہے۔ (مستفاد: عزیز الفتاوی ۱/۷۵۰، امداد المفتیین ص: ۱۰۰۱-۱۰۰۲)

وقال الشاميؒ: أما إذا قصد التلهي، أو الفخر، أو لترىٰ شجاعته،

فـالـظـاهـر الكراهة. وفي الدر المختار: أما بدونه فيباح في كل الملاعب.

(شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۵۷۷، كراچي ٦/ ٤٠٢، امداد المفتيين ص: ۱۰۰۰/ عزيز الفتاوى ص: ۷۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۱۸۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۶/۴ھ

علماء وطلباء کا کرکٹ وغیرہ کھیلنا

سوال [۱۰۹۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کرکٹ، فٹ بال، ٹینس، کھیلنا کیسا ہے؟ اگر کرکٹ کے عدم جواز کی علت انہماک اور امور دین سے غفلت ہے، تو کیا طلبۂ مدارس میں تفریح طبع کے لئے حدود شرع کی رعایت کے ساتھ اجازت دی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر علماء بھی کھیلیں تو کوئی حرج تو نہیں؟ قرآن وحدیث وکتب سے مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: مفتی حسام الدین، مقیم امراوتی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جسم کی ورزش اور بدن کی تندرستی بڑھانے کے لئے بطور ورزش کوئی بھی ایسا کھیل جائز ہے، جو شریعت کو پامال نہ کرتا ہو اور اس کھیل کو کھیلنے والوں کیلئے ستر پوشی اور حدود کی رعایت رکھ کر تندرستی اور ورزش کی غرض سے کرکٹ، فٹ بال، وٹینس بھی کھیلنے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ اس کھیل میں لوگوں کی تماشائی اور ہار جیت میں معاوضہ وغیرہ نہ ہو، اور نماز باجماعت سے اور اپنی دینی ودنیاوی ومعاشی ذمہ داریوں سے غفلت نہ ہو۔ (مستفاد: جواہر الفقہ قدیم ۲/ ۳۵۱، جدید زکریا ۴/ ۵۷۳، امداد المفتیین ۱۰۰۱)

وعلى هذا الأصل: فالألعاب التي يقصد بها رياضة الأبدان، أو الأذهان

جائزة في نفسها، مالم تشتمل على معصية أخرىٰ، وما لم يؤد الانهماك فيها إلى الإخلال بواجب الإنسان في دينه ودنياه، والله سبحانه أعلم.

(تكملة فتح الملهم حكم الألعاب في الشريعة، اشرفية ديوبند ٤/٤٣٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رصفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸ / ۹۴۸۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۲/۲۴ھ

کرکٹ سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۱۰۹۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس زمانہ کے اکثر لوگ بے فائدہ اور نقصان دہ کھیلوں میں مدہوش اور منہمک ہیں، خصوصاً کرکٹ میں اور رات دن اسی کے نشہ میں رہتے ہیں کبھی تو کھیلتے ہیں اور کبھی تو دیکھتے ہیں اور کبھی سنتے ہیں اور اسی میں پوری زندگی کو جو کہ بہت قیمتی ہے ضائع کررہے ہیں۔

اور جو کرکٹ کھیل دو دو ملکوں کے درمیان ہوتا ہے، مثلاً ہندوستان، پاکستان وغیرہ وغیرہ میں، تو افسوس صد ہا افسوس کہ نماز ذکر تلاوت تسبیح چھوڑ کر کمینٹری سننے دیکھنے میں مدہوش ہوجاتے ہیں، خصوصًا مدارس اسلامیہ کے طلبہ اس میں زیادہ مشغول ہیں اور بعض اساتذہ بھی اس میں شامل ہیں، بڑے بڑے اساتذہ دورے میں پڑھانے والے اسی کے نشہ میں پڑ گئے ہیں۔ گذشتہ سال کا واقعہ ہے کہ ضلع سہارنپور میں بہت بڑے مدرسہ کے استاذ آخری سال میں دورۂ حدیث کے آخری سبق اور آخری دعا میں حاضر ہونے سے قاصر رہے؛ کیونکہ اس دن ہندوستان اور پاکستان کے درمیان کھیل ہورہا تھا۔

بہرحال مدارس کے طلبہ کا حال یہ ہے کہ وہ تو اس وقت کھانا، پینا، سونا، نماز جماعت تلاوت، تسبیح، سبق، درس چھوڑ کر کمینٹری سنتے رہتے ہیں اور ان کا حال یہ ہے کہ ہر ایک کے پاس ایک ایک ٹی وی (T.V.) یا ریڈیو ضرور ہوتا ہے اور کم از کم ایک ایک کمرے میں تو

ایک ٹیوی یا ریڈیو ضرور ہوتا ہے اور یہ ٹی وی چھوٹا چھوٹا ہوتا ہے؛ لہٰذا اینٹینے کی ضرورت نہیں پڑتی ہے، بعض طلبہ تو مدرسہ کے باہر کمرہ کرایہ پر رکھ کر اس میں بڑا ٹی وی رکھ کر اس میں کھیل دیکھتے اور سنتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کھیل سننے اور دیکھنے کے جتنے طریقے ہیں، وہ سب طریقے اختیار کرتے ہیں۔

میں نے اپنی آنکھ سے دورۂ حدیث، تکمیلات کے طلبہ کو اس کمینٹری کو سنتے ہوئے نماز قضا کرتے ہوئے دیکھا کہ ادھر جماعت ہو رہی ہے اور وہ مسجد کے کمرے میں بیٹھ کر کمینٹری سن رہا ہے، ادھر کان میں جماعت کی آواز آرہی ہے؛ لیکن وہ غافل کھیل سن رہا ہے، اسی طرح اذان کے وقت تلاوت کے وقت سنتے ہیں اور مسجد کے اندر بیٹھ کر بھی سنتے ہیں، درسگاہ میں بیٹھ کر بھی سنتے ہیں۔

کھیل جب ہوتا ہے، تو کھیل سنتے رہتے ہیں اور جب کھیل نہیں ہوتا، تو وہ لوگ یا تو کھیلتے ہیں یا اس کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں اور ہر جملہ میں کم از کم ایک مرتبہ اس کا تذکرہ کرتے ہیں، ایک دوسرے کو کھلاڑیوں کے نام سے پکارتے ہیں، مثلاً ایک دوسرے کو سچن، شعیب اختر، کیف وغیرہ سے پکارتے ہیں، یہ سب کھلاڑیوں کے نام ہیں۔

مذکورہ حالت تو کرکٹ سننے والوں کی ہے، اور بعض طلبہ ورلڈ کپ فٹبال میں بالکل ایسے ہی مشغول ہیں جیسے کرکٹ سننے والوں کا حال ہے اور یہ اکثر برمہ کے رہنے والے طلبہ کا حال ہے، وہ کھیل تو چار سال میں ایک مرتبہ ہوتا ہے اور تقریباً دو ماہ تک رہتا ہے، اور ایسے دلچسپی رکھنے والے اس کو خوب دیکھتے اور سنتے ہیں اور اس فٹبال کھیلنے میں بھی خوب دلچسپی ہے، اور اکثر اس کو کھیلتے ہیں۔

بہر حال تقریباً تمام مدارس اسلامیہ کے طلبہ اس میں مشغول ہیں اِلا ما شاء اللہ دو ایک مدارس مثلاً اس میں مدرسہ شاہی مرادآباد وغیرہ یہاں تک کہ دارالعلوم دیوبند کے طلبہ بھی اس عالمی وبا (کرکٹ) میں مدہوش ہیں اور آج کل تو کم از کم ساٹھ فی فیصد طلبہ اس کے نشہ میں

پڑ کر بالکل برباد ہورہے ہیں چھوٹے چھوٹے لڑکوں کی زبان میں کھیل کا تذکرہ سنا جاتا ہے۔

ہم نے ان کو ایسے منہمک ہونے سے منع کیا تھا اور امداد الفتاوی ۲۵۳/۴ (غنا ومزامیر اورلہولعب وتصاویر کے احکام) اورفتاوی رحیمیہ جس میں تفصیلی بحث ہے ۲۷۵/۷ (باب الامامۃ) کا حوالہ بھی دیا؛ لیکن وہ طلبہ نہیں مانتے اورفتاوی دارالعلوم کے مفتی شفیع صاحب کے قول سے جواز پر استدلال کرتے ہیں اوران کھیلوں کو جائز بلکہ اولیٰ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب یہ زمانہ صوفیانہ نہیں ہیں؛ بلکہ دنیا کے ساتھ چلنا چاہئے۔

لہٰذا بندہ مجبور ہوکر حضرت والا کے پاس ایک استفتاء بھیج رہا ہے، امید ہے کہ بالتفصیل مع دلائل کثیرہ جواب سے نوازیں۔

(۱) بغیر کسی غرض کے کرکٹ کھیلنے کا حکم کیا ہے،اور جسمانی ورزش کے لئے کھیلنے کا کیا حکم ہےاوران دونوں صورتوں میں میدان میں بیٹھ کر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

(۲) عام طور پر جو دوملکوں کے درمیان کرکٹ ہوتا ہے، بغیر کسی اہتمام کے کبھی کبھی اخبار میں اس کے نتیجہ کو پڑھنے کا کیا حکم ہےاوراہتمام سے یعنی دائمی پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(۳) کرکٹ کی کمینٹری (Comment ry) کو ریڈیو میں کبھی کبھی بغیر انہاک کے سننے کا کیا حکم ہےاورانہاک سے سننے کا کیا حکم ہے؟

(۴) کرکٹ کی کمینٹری کوٹی وی (T.V.) میں بغیراہتمام کے سننے کا دیکھنے کا کیا حکم ہےاورہمیشہ اس کمینٹری کو دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

(۵) فٹ بال (Foot Ball) بغیر کسی غرض کے کھیلنے کا کیا حکم ہےاورجسمانی ورزش کے لئے کھیلنے کا کیا حکم ہےاوران دونوں صورتوں میں میدان کے اندر بیٹھ کر دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

(۶) ورلڈ کپ فٹ بال (World Cup Foot Ball) کبھی کبھی اخبار میں پڑھنے کا کیا حکم ہےاوراہتمام سے پڑھنے کا حکم کیا ہے؟

(۷)ورلڈ کپ فٹ بال کی کمینٹری کوعدم اہتمام کے ساتھ ریڈیو میں سننے کا حکم کیا ہے

اور بلا اہتمام سننے کا کیا حکم ہے؟

(۸) ورلڈ کپ فٹ بال کی کمینٹری کو عدم انہماک سے ٹی وی میں دیکھنے کا کیا حکم ہے اور مع انہماک دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

(۹) کتنے کھیل جائز اور کتنے کھیل ناجائز؟ جتنے کھیل جائز ہیں کیا وہ مطلقاً جائز ہیں یا کسی شرط کے ساتھ مشروط ہیں؟

(۱۰) کھیل سنتے وقت کسی موقع پر سبحان اللہ یا الحمد للہ یا انا للہ پڑھنا کیسا ہے، مثلا کسی کھلاڑی نے چار رن بنائے یا کوئی آؤٹ (Out) ہوگیا، تو اس وقت مذکورہ اذکار پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ **بینوا بالدلائل العقلية والنقلية مع التفصيل ليشفي العليل وتوجروا بالأجر الجزيل.**

المستفتی: محمد نیاز الدین الجلیلی، کریم گنج (آسام)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) بغیر کسی غرض کے کرکٹ کھیلنا جب کہ اس میں دینی یا دنیاوی فائدہ نہ ہو درست نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں اضاعت وقت ہے اور اگر جسمانی طاقت ورزش مقصود ہو اور اس میں خلاف شرع کوئی کام نہ ہو اور باقاعدہ ستر پوشی کا انتظام ہو اور فرائض اسلام نماز وغیرہ میں خلل نہ ہو، تو جائز ہے؛ لیکن آج کل چونکہ عموماً یہ شرائط کرکٹ کھیلنے میں مقصود ہیں؛ اس لئے ناجائز کہا جائے گا۔

نیز کرکٹ میچ کو میدان میں دیکھنا جبکہ وہاں نوجوان لڑکیاں اور عورتیں موجود ہوں اور اسکے علاوہ دیگر خلاف شرع امور ہوں تو ناجائز اور سخت گناہ کا باعث ہے۔

وكره كل لهو أي كل لعب وعبث إلى قوله قد جاء الأثر في رخصة المسارعة لتحصيل القدرة على المقاتلة دون التلهي، فإنه مكروه. (، فتاوی رحيمية ٢٧٧/٧، امداد المفتيين ص: ١٠٠٢، شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٥٦٦/٩، كراچي ٣٩٤/٦)

(۲) احکام شرعیہ مثلاً نماز وغیرہ سے غفلت نہ ہو، تو اہتمام کے ساتھ اور بغیر اہتمام کے خبریں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی رحیمیہ ۷/۲۷۷)

(۳) اہتمام کے ساتھ یا بغیر اہتمام کے کرکٹ کمینٹری کو ریڈیو پر سننے میں محض وقت کا ضیاع ہے: حالاں کہ وقت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، ساتھ ہی ساتھ اس میں آخرت کا بھی فائدہ نہیں ہے؛ بلکہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔ حدیث شریف میں لایعنی باتوں میں مصروف ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔

عن علي رضـ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من حسن إسلام المرء ترکه مالایعنیه. (مسند أحمد بن حنبل ۱/۲۰۱، رقم: ۱۷۳۷، سنن الترمذي، باب بلا ترجمة، النسخة الهندية ۲/۵۸، دارالسلام رقم: ۲۳۱۷-۲۳۱۸)

(۴) ٹی وی پر اہتمام یا غیر اہتمام کے ساتھ کمینٹری دیکھنے میں بہت سارے مفاسد ہیں اولاً تماشائی نیم عریاں لڑکیوں کی تصاویر سامنے آنا۔ ثانیاً ہر چھ بال کے بعد اڈوٹائز آتا ہے، جو فلم دیکھنے کے مشابہ ہے، نیز نمازوں کا ضیاع، وقت کا ضیاع وغیرہ مفاسد کو شامل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، اس سے احتراز کرنا اور بچنا نہایت ہی لازم اور ضروری ہے۔

وکره کل لهو أي کل لعب وعبث إلی قوله والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه. (شامي، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیره، زکریا ۹/۵۶۶، کراچي ۶/۳۹۴، فتاوی رحیمیة ۷/۲۷۸)

(۵) فٹ بال کا حکم بھی کرکٹ ہی کے مانند ہے؛ لہٰذا اس کا جواب نمبر ۱ر میں آگیا۔ (مستفاد: امداد المفتیین ص: ۱۰۰۲)

(۶) اس کا جواب نمبر ۲ر میں آگیا۔

(۷) اس کا جواب نمبر ۳ر میں آگیا۔

(۸) اس کا جواب نمبر ۴ر میں آگیا۔

(۹) کھیلوں کے سلسلے میں یہ بات ذہن نشین ہو کہ اسلام نے اس معاملہ میں نہ

کھلی آزادی دی ہے اور نہ ہی تنگ نظری سے کام لیا ہے؛ بلکہ کچھ شرطوں کے ساتھ کھیلوں کی اجازت ہے۔

(۱) کھیل میں ستر کے حدود کی رعایت کی جائے۔

(۲) کھیل میں ایسا مصروف نہ ہو کہ دینی فرائض سے بھی غفلت ہو جائے۔

(۳) ایسی دوطرفہ شرطیں نہ ہوں کہ جس سے قمار کی صورت پیدا ہو جائے۔

(۴) پھر ان میں وہ کھیل جس سے جسمانی ورزش وچستی پیدا ہو، تو زیادہ پسندیدہ ہے، جس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے گھوڑسواری دوڑ اور تیراندازی کو پسند فرمایا، جو جسم میں چستی وتوانائی کا باعث بنتے ہیں؛ لیکن آج کل عموماً یہ شرائط موجودہ کھیلوں کرکٹ، فٹ بال اور ٹینس میں موجود نہیں ہیں؛ اس لئے ناجائز کہا جاتا ہے۔ (امداد المفتیین ص:۱۰۰۲، جدید فقہی مسائل ۱/۲۵۴)

(۱۰) کھلاڑی کی عمدہ کارکردگی یا اس کے آؤٹ ہوجانے کی بنا پر ذکر یا تسبیح پڑھنا جائز نہیں ہے؛ بلکہ پڑھنے والا سخت گنہگار ہوگا۔

وإن سبح على أن الفاسق يعمل الفسق كان آثمًا. (الأشباه والنظائر قديم ص: ٥٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷؍شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۱۱۳/۳۸)

انڈیا ٹیم کی جیت کے لئے دعا کرنا

سوال [۱۰۹۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ انڈیا پاکستان کا جو میچ ہوتا ہے، انڈیا میں صرف ٹیم کا مالک مسلمان ہے اور انڈیا تو اپنا دیش ہے اور پاکستان ٹیم میں سب کے سب مسلمان ہیں، تو انڈیا کی طرف سے دعا کرنی

چاہئے یا نہیں؟ یہاں مدرسہ میں کچھ لڑکے انڈیا کی تعریف کرتے ہیں اور انڈیا کے جیتنے کی دعا کرتے ہیں۔ دوسرے کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے لئے دعا کرتے ہو، جس میں صرف ایک ہی مسلمان ہے، تو اس کے بارے میں حضرات مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں؟ اور انڈیا والے کہتے ہیں کہ جس دیش میں رہتے ہو، اس کی برائی کرتے ہو۔

المستفتی: محمد لقمان، کانپوری، مدرسہ اشرف المدارس، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جس طرح میچ کھیلنا دیکھنا جائز نہیں، اسی طرح اس میں کسی ٹیم کے لئے دعا کرنا بھی جائز نہیں چاہے ہندوستان کی ٹیم ہو، یا پاکستان کی؛ کیونکہ یہ اعانۃ علی المعصیۃ ہے، جو شرعاً ممنوع ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. [المائدہ:۲]

درمختار میں ہے۔

وكره كل لهو لقوله عليه السلام كل لهو المسلم حرام.

اور شامی میں ہے۔

والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص، والسخرية، والتصفيق (إلى قوله) وكلها مكروهة؛ لأنها زي الكفار. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/٥٦٦، كراچي ٦/٣٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍۶۰۵۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۳/۴ھ

(۱۹) باب استعمال الذهب والفضة وغيرها

مردوں کے لئے کن چیزوں میں چاندی کا استعمال جائز؟

سوال [۱۰۹۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردوں کے لئے مقدار مقررہ سے زائد چاندی اور سونا یا دیگر اشیاء نمائش کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اس کے ساتھ نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: محمد ادریس، جامعہ ملیہ دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مردوں کے لئے صرف چاندی کی انگوٹھی کی اجازت ہے، اس کے علاوہ سونا، اسٹیل، تانبا وغیرہ کسی اور دھات کی کوئی انگوٹھی مردوں کے لئے جائز نہیں ہے، اور انگوٹھی کے علاوہ گھڑی کی چین وغیرہ گھڑی کی حفاظت کے لئے استعمال کرنا جائز ہے اور کپڑے میں بٹن کا استعمال کرنا بھی جائز ہے، ان کے علاوہ کسی اور طریقہ سے کسی قسم کی دھات کا استعمال مردوں کے لئے جائز نہیں ہے۔

عن عبد الله رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم إتخذ خاتما من ذهب، وجعل خاتما من ذهب، وجعل فضة مما يلي كفه، واتخذه الناس، فرمي به، واتخذ خاتما من ورق، أو فضة. (صحيح البخاري، باب خواتيم الذهب، النسخة الهندية ۲/ ۸۷۱، رقم:۵۶۳۶، ف:۵۸٦۵)

عن ابن بريدة، عن أبيه، قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم خاتم من حديد، فقال: مالي أرى عليك حلية أهل النار؟ ثم جاءه

وعليه خاتم من صفر، فقال: مالي أجد منك ريح الأصنام؟ ثم أتاه وعليه خاتم من ذهب، فقال: إرم عنك حلية أهل الجنة؟ قال: من أي شيئ أتخذه؟ قال: من ورق ولاتتمه مثقالا. (سنن الترمذي، باب ماجاء في الخاتم الحديد، النسخة الهندية ۱/۳۰۸، دارالسلام رقم:۱۷۸۵)

ولا يتحلي الرجل بذهب وفضة مطلقًا إلا بخاتم-ولا يتختم إلابالفضة لحصول الاستغناء بها فيحرم بغيرها كحجر-فعلم أن التختم بالذهب، والحديد، والصفر حرام- ولايكره في المنطقة حلقة حديد. وفي الشامية: وانتطق الرجل شد وسطه بمنطقة كتنطق -وهذا أنسب هنا. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ۹/۵۱٦، كراچي ۹/۳۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳٦/۷٦۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۱/۱۴۲۳ھ

مرد کے لئے چاندی کی انگوٹھی کے نگینہ پر سونا استعمال کرنا

سوال [۱۰۹۴٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چاندی کی انگوٹھی کے نگینہ پر تھوڑا سا سونا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مجیب الرحمٰن، ندیا دی متعلم مدرسہ امدادیہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: چاندی کی انگوٹھی کے نگینہ پر تھوڑا سا سونا استعمال کرنا جائز ہے۔

وحل مسمار الذهب في حجر الفص. (الدر المختار، كتاب الحظر

والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ٩/ ٥١٩، كراچي ٦/ ٣٦٠، كوئٹه ٥/ ٢٥٤، الموسوعة الفقهية الكويتية١٨/ ١١١، هدايه اشرفي ٤/ ٤٥٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۶۳۰)

سونے کا نگ لگی ہوئی انگوٹھی کے استعمال کا حکم

سوال [۱۰۹۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ چاندی کی انگوٹھی جس میں سونے کا نگ لگا ہو، اس کو استعمال کرنا کیسا ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: مجیب الرحمٰن، مدرسہ افضل العلوم، تاج گنج، آگرہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: چونکہ نگینہ حلقہ کے تابع ہوتا ہے؛ اس لئے اگر وہ سونے کا ہو، پھر بھی جواز معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ سونے کے وہ بٹن جو کپڑے سے متصل ہوتے ہیں، کپڑے کے تابع ہوکر، اس کا استعمال درست ہوگا۔

وأما الفص فلا يبالي به من أي نوع منها، وليحرر الجواز بنص.

(**طحطاوي**، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، كوئٹه ٤/ ١٨١)

ثم الحلقة في الخاتم هي المعتبرة؛ لأن قوام الخاتم بها ولا معتبر بالفص حتى أنه يجوز أن يكون حجراً وغيره. كذا في السراج الوهاج.

(هندية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة، زكريا قديم٥/ ٣٣٥، جديد ٥/ ٣٨٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۷۳۹)

چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی انگوٹھی پہننا

سوال [۱۰۹۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مردوں کے واسطے چاندی کی انگوٹھی کے علاوہ کیا لوہے، پیتل، اوراسی طرح پتھروں کی انگوٹھیاں پہننا جائز ہے یانہیں؟

المستفتی: محمد دانش، محلّہ کسرول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مردوں کے لئے چاندی کی ایک انگوٹھی کے علاوہ کسی اور دھات لوہے، پیتل، تانبا وغیرہ کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں اورعورتوں کے لئے چاندی اورسونے کی انگوٹھی جائز ہےاوران کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی عورتوں کے لئے بھی ممنوع ہے۔(مستفاد: بہشتی زیور۳/۶۲)

اسی طرح پتھر کی بھی جائز نہیں۔

عن عبد الله بن بريدةؓ، عن أبيه، قال: إن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من حديد، فقال: مالي أرى عليك حلية أهل النار، فطرحه، ثم جاءه وعليه خاتم من شبه، فقال: مالي أجد منك ريح الأصنام، فطرحه، قال: يا رسول الله! من أي شيءٍ أتخذه؟ قال: من ورق ولاتتمه مثقالا. (سنن النسائي، مقدار ما يجعل في الخاتم من الفضة، النسخة الهندية۲/۲۴۵، دارالسلام رقم: ۵۱۹۵، سنن أبي داؤد، باب ماجاء في خاتم حديد، النسخة الهندية۲/۵۸۰، دارالسلام رقم:۴۲۲۳)

عن أم عمرو بنت عمرو، قالت: كانت عائشةؓ تنهانا أن نتحلي الذهب، أو نضبب الآنية، أو نحلقها بالفضة، فما برحنا حتى رخصت لنا، وأذنت لنا أن نتحلى الذهب، وما أذنت لنا ولا رخصت لنا أن نحلق الآنية،

أو نضببها بالفضة. (المصنف لإبن أبي شيبة، من كره الشرب في الإناء المفض، موسسه علوم القرآن ۲۹۱/۱۲، رقم:۲٤٦۳۷)

ولايتختم إلا بالفضة لحصول الاستغناء بها فيحرم بغيرها كحجر، وتحته في الشامية: فعلم أن التختم بالذهب والحديد، والصفر حرام (إلى قوله) والتختم بالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص مكروه للرجال، والنساء. (شامي، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، زكريا ۹/۵۱۷، كراچي ۳۵۹/٦-۳٦۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ ؍محرم الحرام ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۲۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۱/۳۰ھ

مرد کے لئے مختلف دھاتوں کی انگوٹھی پہننا

سوال [۱۰۹۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے گھر سے ایک خط آیا ہے، جس میں لکھا ہے کہ سونے سے لے کر لوہے تک جو بھی دھاتیں ہیں، خواہ وہ پیتل ہو، خواہ وہ چاندی ہو، خواہ وہ کوئی بھی دھات ہو، اس کا استعمال کرنا انگوٹھی کی شکل میں ہو چاہے وہ چشمہ کی شکل میں ہو یا وہ بٹن کی شکل میں ہو، خواہ وہ کسی بھی شکل میں اس کا استعمال کرنا عوام کے لئے کیسا ہے؟ اور خواص کے لئے کیسا ہے؟ حضرت والا سے گذارش ہے کہ جلد از جلد جواب سے نوازیں۔

المستفتی: محمد عالم، سیتاپوری، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مردوں کے لئے چاندی کے علاوہ باقی کسی بھی دھات کی انگوٹھی جائز نہیں اور مردوں کے لئے سونے چاندی کی چین اور چشمہ کا فریم بھی جائز

نہیں ہے؛ البتہ اگر بٹن کو باقاعدہ کپڑے کے ساتھ سل کر ضم کر دیا جائے، تو گنجائش ہے اور اگر دھلنے اور پریس کرنے کے وقت علاحدہ کیا جاسکتا ہے، تو جائز نہیں۔

نیز سونا، چاندی کے علاوہ ہر قسم کی دھات کا مردوں کے لئے گھڑی کی چین، بٹن، چشمہ کے فریم میں استعمال کرنا جائز ہے، انگوٹھی میں ناجائز ہے اور عورتوں کے لئے انگوٹھی میں صرف سونا، چاندی کا استعمال جائز ہے، دوسری دھاتوں کا استعمال انگوٹھی میں عورتوں کے لئے بھی ناجائز ہے۔

عن ابن بريدة، عن أبيه، قال: جاء رجل إلى النبي صلى الله عليه وسلم وعليه خاتم من حديد، فقال: مالي أرى عليه حلية أهل النار؟ ثم جاءه وعليه خاتم من صفر، فقال: مالي أجد منك ريح الأصنام؟ ثم أتاه وعليه خاتم من ذهب، فقال: إرم عنك حلية أهل الجنة؟ قال: من أي شيئ أتخذه؟ قال: من ورق ولا تتمه مثقالا. (سنن الترمذي، باب ماجاء في الخاتم الحديد، النسخة الهندية ١/ ٣٠٨، دارالسلام رقم: ١٧٨٥، مسند أحمد البزار مكتبه العلوم والحكم ١٠/ ٣٠٩، رقم: ٤٤٣٠)

أن التختم بالفضة حلال للرجال بالحديث، وبالذهب، والحديد، والصفر، حرام عليهم بالحديث. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ٩/ ٥١٧، كراچي ٦/ ٣٦٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ر رجب المرجب ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۵۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۷/ ۱۴۱۶ھ

مرد کے لئے سونے چاندی کے بٹن کا استعمال

سوال [۱۰۹۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ ایک شخص نے سونے کے چار بٹن اپنی قمیص میں استعمال کرنے کے لئے اس سبب سے بنوائے کہ سفر میں وقت ضرورت فروخت کر کے اپنی پریشانی کو دور کر لے اور کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرے۔ براہ کرم مفصل جواب سے مطلع فرمائیں کہ یہ عمل جائز ہے اور نماز میں کوئی فرق تو نہیں آتا؟

المستفتی: محمد اکرام، تحصیل اسکول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فتاویٰ رشیدیہ وغیرہ میں شامی کی عبارت سے استدلال کر کے سونے کا بٹن استعمال کرنا مردوں کے لئے مطلقاً جائز لکھا ہے اور امداد الفتاوی، فتاوی احیاء العلوم، فتاوی رحیمیہ محمودیہ وغیرہ میں شامی کی عبارت کا مطلب کاما بتولی کی گھنڈی نکال کرنا جائز قرار دیا ہے؛ لیکن مذکورہ ضرورت کی بناء پر بلاکسی اختلاف کے سب کے نزدیک جائز ہوگا۔

ولاتشد الأسنان بالذهب، وتشد بالفضة–إلى قوله– ان الأصل فيه التحريم والإباحة للضرورة. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، اشرفي ٤/ ٤٥٧)

قال الخطابي فيه استباحة استعمال اليسير من الذهب للرجال عند الضرورة كربط الأسنان، وما جرى مجراه مما لا يجري غيره فيه مجراه. (عون المعبود، باب ماجاء في ربط الاسنان بالذهب، دارالكتاب العربي ٤/ ١٤٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢١/ ٢٨٠– ٢٨١) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵؍ ۱۴۶۸)

ایضاح المسائل کے ایک مسئلہ پر اعتراض کا جواب

سوال [۱۰۹۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر دار العلوم دیو بند میں تدریب الإفتاء کا طالب علم ہے اور حضرت مولانا محمد احتشام الحسن صاحب کاندھلوی قدس سرہ میرے حقیقی دادا ہیں، پچھلے ماہ دار العلوم کے مہمان خانہ میں جناب سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا، مگر قلت وقت کے باعث کوئی علمی استفادہ نہیں کر سکا، جناب کی فقہ سے متعلق تصانیف سے خوب مستفید ہوتا ہوں، خصوصاً ایضاح المسالک سے استفادہ کیا ہے، اس کو الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ **فجزاکم الله جزيل الجزاء على هذه الخدمة المباركة.**

فی الحال یہ چند سطور محض آپ کے دریائے علم سے استفادہ کی خاطر سپرد قرطاس کرر ہا ہوں، چند روز قبل آپ کی تصنیف ''ایضاح المسائل'' کا مطالعہ کر رہا تھا، دوران مطالعہ دو جگہ اشکال ہوا، اسی کے دفعیہ کے لئے جناب کو تکلیف دے رہا ہوں--- کتاب کے ص: ۱۳۸ پر جناب نے مردوں کے لئے سونے اور چاندی کے بٹنوں کو نا جائز قرار دیا ہے، اور حوالہ فتاوی رشیدیہ ۵۸۷؍ کا دیا ہے؛ حالانکہ فتاوی رشیدیہ میں کئی جگہ صراحتاً جواز نقل کیا گیا ہے، اور کہیں بھی عدم جواز کی رائے منقول نہیں ہے، آپ کے بیان کردہ مسئلہ پر اشکال مقصود نہیں ہے؛ کیونکہ فقہاء کرام نے جو ''ازرار الذہب'' کے جواز کا فتوی دیا ہے، یقیناً اس سے مراد وہ گھنڈیاں جو کلابتوں کے ذریعہ کپڑے میں بن دی جاتی تھیں اور وہ ثوب کے تابع ہونیکی وجہ سے جائز تھیں اور موجودہ دور میں زنجیری بٹنوں کو ثوب کے تابع نہیں قرار دیا جاسکتا ہے؛ چنانچہ اسی طرح عدم جواز کا فتوی امداد الفتاوی نظام الفتاوی اور فتاوی رحیمیہ میں مرقوم ہے، مقصد صرف فتاوی رشیدیہ کے حوالہ پر اشکال ہے۔

المستفتی: محمد ارتضاء الحسن رضی کاندھلوی عفی عنہ، متعلم تدریب علی الافتاء دار العلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حضرت مولانا مفتی ارتضاء الحسن صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے!

آنجناب نے خاکسار کے تحریر کردہ مذکورہ دونوں مسئلوں پر جس زور و طاقت سے اشکال فرمایا ہے، اس وقت آخری سال میں اسباق کی سخت مشغولیت کی وجہ سے اسی انداز کا جواب لکھنے اور دلائل فراہم کرنے کا موقع نہیں اور نہ ہی خاکسار میں اس کی صلاحیت ہے، تاہم آپ کے علمی ذوق وفراست اور اخلاق سے خاکسار کو بڑی خوشی ہوئی؛ اس لئے مختصر جواب پیش خدمت ہے۔

شاید اس سے شبہ کا ازالہ ہو جائے، ایضاح المسائل ۱۳۸ر میں سونا، چاندی کے بٹنوں سے متعلق ہے؛ اس مسئلہ کو آنجناب دوبارہ پڑھ کر دیکھ لیں۔ اس میں دو چیزیں الگ الگ ہیں۔

(۱) سونے کا بٹن کپڑے سے الگ نہیں ہوتا ہے، یعنی کپڑے میں سی دیا گیا ہے، تو اس کا استعمال جائز ہے، یہی مفہوم فتاوی رشیدیہ میں ہے، جس کا آنجناب نے سوال نامہ میں فتاوی رشیدیہ میں موجود ہونے کا زور سے انکار کیا ہے؛ حالانکہ اس میں ہے۔

(۲) اور اگر کپڑے سے الگ ہو جاتا ہے، یعنی کپڑے میں سلا نہیں ہے، تو اس کا استعمال جائز نہیں ہے، یہی چاندی کا بھی حکم ہے۔ اور عدم جواز کا یہ مفہوم فتاوی رحیمیہ میں امداد الفتاوی وغیرہ کے حوالہ کے ساتھ موجود ہے؛ چونکہ یہ کتاب عوام ہی کے لئے لکھی گئی ہے؛ اس لئے دونوں جزؤں کا حوالہ الگ الگ دینے کے بجائے بغرض اختصار آخر میں ایک ساتھ دیدیا ہے؛ لہٰذا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فتاوی رشیدیہ میں یہ مسئلہ نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۲۲۹)	۲۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ

ایضاح المسائل کے ''سونے چاندی کے بٹن لگانے'' والے مسئلہ پر اعتراض

سوال [۱۰۹۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بندہ نے جناب والا کی تالیف کردہ کتاب ایضاح المسائل کا مطالعہ کیا بہت پسند آئی روزمرہ پیش آنے والے اکثر مسائل کا حل پیش کیا ہے؛ لیکن احقر کی کوتاہ نظر سے ایک مسئلہ ایسا گذرا جس سے دل مطمئن نہ ہوسکا، حضور والا کے اس رسالہ میں چاندی کے بٹن لگانا منع لکھا ہے، چاہے وہ جدا ہوجاتے ہوں اور بغیر جدا ہونے والے کو جائز لکھا ہے اور حوالہ فتاوی رحیمہ، فتاوی رشیدیہ/ ۵۸۷ کا دیا ہے حالانکہ احقر نے فتاویٰ رشیدیہ کی طرف رجوع کیا، تو اس میں مذکورہ بالا صفحہ پر ہی دونوں طرح کی بات درست لکھی ہے چاہے سونے کے ہوں یا چاندی کے ہوں الگ ہوتے ہوں یا الگ نہ ہوتے ہوں، دونوں طرح ٹھیک ہے آیا اصل مسئلہ کیا ہے آگاہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد عارف، مظفر نگری،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احقر کو خود بھی حیرت ہوئی کہ اس میں فتاوی رشیدیہ کا حوالہ کیسے آگیا، احقر کے ذہن میں بھی یہی ہمیشہ امداد الفتاوی کا فتوی رہا ہے اور فتاوی رحیمیہ والوں نے بھی امداد الفتاوی کو بنیاد بنایا ہے اور احقر بھی ہمیشہ اسی کو دیکھ کر مسئلہ لکھتا رہا ہے۔

الحمد للہ نفس مسئلہ اور فتاوی رحیمیہ کا حوالہ دونوں صحیح ہیں۔ رشیدیہ کا حوالہ غلطی سے آگیا۔ دراصل امداد الفتاوی ہی کا حوالہ اس میں آنا چاہئے تھا، امداد الفتاوی مطبع کراچی ۱۲۵/۴، مطبع دیوبند ۱۳۱/۴، کا ملاحظہ فرمائیں۔ انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں بجائے رشیدیہ کے امداد الفتاوی کا حوالہ لکھ دیا جائے گا، توجہ دلانے کا بہت بہت شکریہ۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۹۲۹/۳۴)

جس کرتے میں سونے چاندی کے تار ہوں اس کا استعمال

سوال [۱۰۹۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونے کے بٹن کرتے میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ سنا ہے کہ اگر کپڑے میں سلے ہوں، تو جائز ورنہ نہیں، تو اگر سلے ہونے کی صورت میں جائز ہے، تو اگر تانے یا بانے کی شکل میں کرتے میں سونے کے کہیں کہیں تار ہوں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ذاکر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سونے، چاندی کے بٹن کا استعمال مردوں کے لئے جائز نہیں ہے؛ البتہ جو بٹن کپڑے کے ساتھ سلے ہوں، جیسے گھنڈی وغیرہ، تو ان کا استعمال درست ہے؛ کیونکہ وہ کرتے کے تابع ہوتے ہیں۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۳۸، احسن الفتاوی ۸/۷۰، محمودیہ قدیم ۱۴/۶۰ ۳، ڈابھیل ۱۹/۳۵۲)

لابأس بأزرار الديباج والذهب. (شامي، كتاب الحظروالإباحة زكريا ۹/ ۵۱۱، كراچی ٦/ ۳۵۵)

اگر کرتے کے اندر کہیں کہیں سونے چاندی کے تار ہوں تو اس کا استعمال جائز ہے، بشرطیکہ پورا کپڑا یا کپڑے کا اکثر حصہ دور سے دیکھنے میں سونے چاندی کے تار سے بنا ہوا معلوم نہ ہو۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۶۵)

يحرم لبس الحرير ولو بحائل بينه وبين بدنه على المذهب الصحيح يحل في الحرب على الرجل لا المرأة إلا قدر أربع اصابع كأعلام الثوب مضمومة (در مختار) وتحته في الشامية: ومقتضاه حل الثوب المنقوش بالحرير تطريزًا، و نسجًا إذا لم تبلغ كل واحدة من نقوشه الربع أصابع، وإن زادت بالجمع مالم ير كله حريراً تأمل

(شامي) وفي الدر المختار: وكذا المنسوج بذهب يحل إذا كان هذاالمقدار أربع أصابع وإلا لا. (درمختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ٩/٥٠٦-٥٠٧، كراچي ٦/٣٥١-٣٥٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍رجب المرجب ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۸۰۹/۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۷/۳ھ

مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا

سوال [۱۰۹۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونے کی انگوٹھی مردوں کے لئے پہننا شریعت کے اندر جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرب، کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں حرام ہے۔

عن أبي هريرةؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه نهىٰ عن خاتم الذهب. (صحيح مسلم، باب تحريم خاتم الذهب، النسخة الهندية ٢/١٩٥، بيت الأفكار رقم: ٢٠٨٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴؍صفر المظفر ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۴۴/۲۳)

مرد کے لئے سونے کی چیز استعمال کرنے کا حکم

سوال [۱۰۹۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کیا مرد کے لئے کسی بھی وقت میں سونے کی کوئی چیز استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور

جائز ہے تو کون سی حالت میں اور بادشاہ کے لئے سونا استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: حبیب الرحمٰن، متعلم مدرسہ امدادیہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بوقت ضرورت شدیدہ جائز ہے، مثلاً اگر چاندی کے دانت سے ضرورت پوری نہ ہو، تو سونے کا دانت مباح ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/۱۵۰-۱۵۵، جدید زکریا مطول ۱۲/۳۶۰-۳۶۱، فتاوی محمودیہ قدیم ۵/۱۴۵، ڈابھیل ۱۹/۳۵۲)

عن عبد الله بن عمر رضي الله عنه، أن أباه سقطت ثنيته، فأمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يشدها بذهب. (المعجم الأوسط، دارالفكر٦/ ١٤٥، رقم: ٨٣٠٥)

اسی طرح میدان جنگ میں سونے کی زرہ اور خود وغیرہ کا استعمال جائز ہے۔

ولابأس بالجوشن والبيضة من الذهب، والفضة في الحرب. (عالمگيري، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة، زكريا قديم ٥/ ٣٣٥، جديد ٥/ ٣٨٨، شامي، كراچي ٦/ ٣٤٢، كوئٹه ٥/ ٢٤١، زكريا ٩/ ٤٩٤)

بلاعذر عام حالتوں میں سونے کا استعمال مردوں کے لئے ناجائز اور حرام ہے، چاہے عام لوگ ہوں اور چاہے بادشاہ سب اس میں برابر ہیں۔ (مستفاد: فتوی احیاء العلوم ۱/۲۴۷)

ولايجوز للرجال التحلي بالذهب، والفضة–إلى قوله–والتختم بالذهب على الرجال حرام. (هداية، كتاب الكراهية، فصل في اللبس اشرفي ٤/ ٤٥٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۶۳۹)

عورتوں کا ناک میں زیور پہننا ثابت ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۹۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ عورت کا ناک میں زیور پہننا دورِ نبوت سے ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کا ناک میں زیور پہننا دورِ نبوت سے ثابت نہیں ہے؛ البتہ فقہاء نے کان کے زیور پر قیاس کرتے ہوئے اسے جائز قرار دیا ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ میرٹھ ۲۸/۳۴۶، ڈابھیل ۱۹/۱۷۳، فتاوی رشیدیہ جدید ۲/۳۴۱، فتاوی دارالعلوم ۱۶/۱۷۷، کتاب الفتاوی ۶/۸۳)

لابأس بثقب أذن البنت والطفل –قلت: وهل يجوز الخزام في الأنف؟ لم أره، قلت: إن كان مما يتزين النساء به كماهو في بعض البلاد فهو فيها لثقب القرط. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، كراچي ٦/ ٤٢٠، زكريا ٩/ ٦٠٢، هندية، زكريا قديم ٥/ ٣٥٧، جديد ٥/ ٤١٢)

هل يجوز ثقب أنف النساء؟ إن كان للتزيين يجوز كما في ثقب الأذن. (نفع المفتي والسائل من مجموعة رسائل لكهنوى ٤/ ١٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۴۰/ ۱۱۴۴۵)

عورت کے لئے پیر اور کان میں زیور پہننے کا جواز

سوال [۱۰۹۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کے لئے کان میں زیور پہننا اور پیر میں زیور پہننا حدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لئے کان اور پیر میں زیور پہننا

حدیث سے ثابت ہے، مگر احادیث میں بجنے والا زیور پہننے سے منع کیا گیا ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی، زکریا ۹/۱۸۱، قدیم ۹/۱۷۴)

عن ابن عباسؓ، قال: خرج النبي صلى الله عليه وسلم: يوم عيد، فصلى ركعتين، لم يصل قبل ولا بعد، ثم أتى النساء، فأمرهن بالصدقة، فجعلت المرأة تصدق بخرصها وسخابها. (بخاري شريف، باب القلائد والسخاب للنساء، النسخة الهندية ٢/٨٧٣، رقم: ٥٦٥٢، ف: ٥٨٨١)

بخرصها أي حلقة الذهب، والفضة تكون في الأذن. (عمدة القارى، باب القلائد والسخاب للنساء، دار احياء التراث العربي ٢٢/٤٠، زكريا ١٥/٨١، تحت رقم الحديث: ٥٨٨١)

يباح للنساء من حلي الذهب، والفضة–ومايلبسه في أعناقهن وأرجلهن وأذنهن. (إعلاء السنن، كراچي ١٧/٢٩٤، دارالكتب العلمية بيروت ١٧/٣١٨)

قال علي بن سهل بن زبير: أخبره أن مولاة لهم ذهبت بابنة الزبير إلي عمر بن الخطابؓ وفي رجلها أجراس، فقطعها عمرؓ، ثم قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن مع كل جرس شيطاناً. (أبوداؤد، باب ماجاء في الجلاجل، النسخة الهندية ٢/٥٨١، دارالسلام رقم: ٤٢٣٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۱۱۴۶۲/۴۰)

عورتوں کے لئے کالے وسنہرے موتیوں کے ہار کے استعمال کا حکم

سوال [۱۰۹۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ہار کی شکل کا ایک زیور ہے، جس کو کالے اور سنہرے موتیوں سے بنایا جاتا ہے، اس زیور کو منگل ستر کہتے ہیں، اس زیور کی حیثیت غیر مسلموں میں یہ ہے کہ جس روز عورت مرد کا عقد ہوتا ہے، تو شوہر اپنی زوجہ کے گلے میں یہ زیور پہناتا ہے، اور شوہر کی تاحیات بیوی اس زیور کو اپنے گلے سے نہیں نکال سکتی، یعنی شادی شدہ عورت کا یہ زیور مخصوص علامت ہے، غیر شادی شدہ عورت یہ زیور نہیں پہن سکتی، غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی بہت سے مسلم علاقوں میں بھی اس زیور یعنی منگل ستر کو لازمی قرار دیا جاتا ہے۔

لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا مسلم عورتوں کو منگل ستر کا پہننا جائز ہے؟ یا اس میں غیر مسلموں کی مشابہت پائے جانے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے؟

المستفتی: محمد خالد قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کالے اور سنہرے موتیوں کا ہار استعمال کرنا عورتوں کے لئے فی نفسہ مباح ہے؛ لیکن سوال نامہ میں ہندوؤں کا جو عقیدہ اس بارے میں لکھا گیا ہے، اگر اس عقیدہ اور رسم کی پابندی میں استعمال کیا جائے، تو ان کی مشابہت کی بنا پر جائز نہیں۔

عن ابن عمرؓ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم. (أبوداؤد شریف، باب في لبس الشھرۃ، النسخۃ الھندیۃ ۲/۵۵۹، دارالسلام رقم: ۴۰۳۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۶/صفر المظفر ۱۴۲۵ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۲۴۳/۳۷)	۱۴۲۵/۲/۶ھ

چٹکی اور بچھیا (زیور) پہننا

سوال [۱۰۹۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ اس وقت عام مسلم عورتوں میں پیر کا ایک زیور جسے چٹکی یا شاید بچھیا بھی کہتے ہیں، اس وقت مسلم عورتوں میں اس چیز کے پہننے کا عام رواج ہے، خاص طور پر دیہات کی عورتوں میں یہ رسم زیادہ پائی جاتی ہے، شریعت کی رو سے جواز ہے یا نہیں؟

المستفتی: جلیس احمد مدرسہ جامعہ عربیہ شہر سیتا پور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر چٹکی اور بچھیا غیر مسلم عورتوں کا قومی ومذہبی شعار نہ ہو اور یہ چیزیں بجنے والی نہ ہوں اور مسلم و غیر مسلم عورتیں محض زینت کی غرض سے پہنتی ہوں جیسا کہ آپ کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چیزیں زینت ہی کی غرض سے مسلم عورتیں استعمال کرتی ہیں، تو مسلمان عورتوں کے لئے دیگر زیورات کی طرح یہ چیزیں بھی پہننا جائز و مباح ہے اور ان کے پہننے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۹/۱۷۳، جدید زکریا مطول ۱۲/۳۶۰، بہشتی زیور ۳/۶۲)

قل من حرم زينة الله التي أخرج لعباده. والقول الثاني: ذكره الإمام فخر الرازيؒ أنه يتناول جميع أنواع الزينة، فيدخل تحته جميع أنواع الملبوس، والحليٰ. (تفسير خازن قديم۲/ ۸٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱رشعبان المعظم ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۵۵۹)

سونے وچاندی کے علاوہ دیگر دھات کی انگوٹھی کا حکم

سوال [۱۰۹۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کے لئے سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھات کی آرٹیفیشل انگوٹھی پہننا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لئے سونے چاندی کے علاوہ دیگر دھات کی آرٹیفیشل انگوٹھی پہننا جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر دھات پر سونے چاندی کی پالش کی گئی ہو، تو جب تک پالش باقی رہے، اس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مستفاد: دینی مسائل ۳۲۲، احسن الفتاوی ۸/ ۷۰، ایضاح المسائل ۱۳۷)

أما التختم بما سوى الذهب، والفضة من الحديد، والنحاس، والصفر، فمكروه للرجال، والنساء جميعًا. (بدائع الصنائع، كتاب الإستحسان، حكم التختم والأوانى، زكريا ٤/ ٣١٧، كراچي ٥/ ١٣٣، هندية، زكريا قديم ٥/ ٣٣٥، جديد ٥/ ٣٨٨، شامي، زكريا ٩/ ٥١٩، كراچي ٦/ ٣٦٠)

حدثني إياس بن حارث بن المعيقيب، وجده من قبل أمه أبو ذ باب عن جده، قال: كان خاتم النبي صلى الله عليه وسلم من حديد ملوى عليه فضة. (أبوداؤد باب ما جاء فى خاتم الحديد ،النسخةالهندية ٢/ ٥٨٠، المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التثراث العربي ٢٠/ ٣٥٢، رقم: ٨٣١)

لابأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوي عليه فضة وألبس بفضة حتى لايرى. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا٩/ ٥١٩، كراچي ٦/ ٣٦٠، تاتارخانية، زكريا١٨/ ١٢٧، رقم: ٢٨٢٥٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۴۰/ ۱۱۴۵۲)

لوہے کی انگوٹھی اور چین کا استعمال

سوال [۱۰۹۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لوہے کی انگوٹھی پہننا حدیث شریف میں ممنوع ہے، اسی حدیث کی بنا پر بریلوی

حضرات لوہے، پیتل، تانبے کی چین لگانا گھڑی میں مکروہ بتاتے ہیں اور نماز کے اندر مذکورہ چین لگانا مکروہ بتاتے ہیں اصل مسئلہ کیا ہے؟

المستفتی: محمد اشتیاق نور، بھاگل پوری،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سونا، چاندی کے علاوہ کسی دوسرے دھات کی انگوٹھی عورتوں کے لئے جائز نہیں ہے۔

والتختم بالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص مكروه للرجال، والنساء. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، كراچي ٦/٣٦٠، زكريا ٩/٥١٨، بدائع الصنائع، زكريا ٤/٣١٧، كراچي ٥/١٣٣، هندية، زكريا قديم ٥/٣٣٥، جديد ٥/٣٨٨)

البتہ لوہے، پیتل، تانبے کی چین استعمال کرنا جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۱۳۳)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۰۶۶/۳۲)

سونے، چاندی کے علاوہ دیگر دھات کی انگوٹھی اور چین کا مسئلہ

سوال [۱۰۹۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مرد کو کسی بھی دھات کی انگوٹھی یا چین پہننا درست ہے یا نہیں؟ انگوٹھی یا چین کی تعداد اور وزن کتنا ہونا چاہئے؟

المستفتی: اقبال شمسی ہاؤس، طویلہ مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: مرد کے لئے چاندی کے علاوہ کسی بھی دھات کی

انگوٹھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور چاندی کی انگوٹھی کی مقدار بھی ایک مثقال سے زائد نہ ہو اور ایک مثقال کا وزن موجود گرام کے حساب سے ۴؍گرام ۳۷۴؍ملی گرام ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۴۲۱/۱۴، ڈابھیل ۳۶۲/۱۹-۳۶۳، احسن الفتاوی ۶۸/۸، ایضاح المسائل ۱۳۰)

ویکره للرجال التختم بما سوی الفضة، كذا في الينابيع. (هندية، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة، زكريا قديم٥/٣٣٥، جديد ٥/٣٨٨، شامي، زكريا ٩/٥١٦، كراچي٦/٣٥٩)

اور عورتوں کے لئے صرف چاندی اور سونے کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور عورت کی سونے، چاندی کی انگوٹھی کی کوئی مقدار اور وزن متعین نہیں ہے، جتنے وزن کی چاہیں استعمال کرسکتی ہیں۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۷۰/۸، محمودیہ قدیم ۴۲۱/۱۴، ڈابھیل ۳۶۲/۱۹-۳۶۳، احیاء العلوم ۳۲۲/۱)

والتختم بالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص يكره للرجال، والنساء. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، كراچي ٦/٣٦٠، زكريا ٩/٥١٨، هندية، زكريا قديم ٥/٣٣٥، زكريا جديد ٥/٣٨٨، بدائع الصنائع، زكريا ٤/٣١٧، كراچي٥/١٣٣)

چین اگر گھڑی کے ساتھ ہے، تو مرد کو سونے، چاندی کے علاوہ دیگر دھات کی چین گھڑی میں استعمال کرنا درست ہے اور اگر گھڑی کے علاوہ ہے، جیسا کہ آج عام طور پر نوجوانوں کے گلے اور ہاتھ میں چین ڈالنے کا رواج ہے، تو اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۴۲۱/۱۴، ڈابھیل ۳۶۲/۱۹-۳۶۳، امداد الفتاوی ۱۳۳/۴، احسن الفتاوی ۲۱۳/۸)

وتكره ....الكيس الذي يعلق، تحته فی الشامية والمراد بالكيس المعلق نحو كيس التمائم المسماة بالحمائل، فإنه يعلق بالعنق.

(شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ٩/ ٥١٠، كراچي ٦/ ٣٥٤)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۱۲۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/ ۳/ ۱۴۲۲ھ

سونے، چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی بنی انگوٹھی کے استعمال کا حکم

سوال [۱۰۹۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سونا، چاندی کے علاوہ لوہا، پیتل وغیرہ دھاتوں کی انگوٹھی پہننا مرد اور عورت دونوں کے لئے مکروہ تنزیہی ہے، اور شامی وغیرہ کتب فقہ میں حرام لکھا ہے؛ اس لئے تردد پیدا ہوا کہ اس مسئلہ کا اصل حکم کیا ہے؟

اسی طرح سونا چاندی میں اگر کھوٹ مغلوب ہو، اور سونا وچاندی غالب ہو، تو اسے سونا چاندی کے حکم میں تسلیم کر کے اسی کا حکم لگایا جاتا ہے؛ لیکن شامی وغیرہ کتب فقہ میں صراحت ہے کہ اگر لوہا وپیتل وغیرہ دیگر دھاتوں کی انگوٹھی پر چاندی کا پانی پھیر دیا جائے، تو اس کا پہننا بلا کراہت جائز ہے۔ نیز اگر چاندی کی طرح سفید رنگ کی دوسری دھات ملائی جائے، جس میں چاندی مغلوب ہو اور دوسری سفید دھات غالب ہو یا دوسری دھات کے اوپر چاندی کا پانی پھیر دیا جائے، تو اس کا حکم کیا ہے؟ نیز اس کا پہننا کیسا ہے؟ اس مسئلے کو بھی تحقیق کر کے واضح فرما دیں۔

المستفتی: (مولانا) محمد سفیان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لوہا، پیتل، تانبا، اسٹیل وغیرہ کی انگوٹھی پہننا مرد وعورت دونوں کے لئے جائز نہیں ہے، بعض کتب فقہ میں حرام کے الفاظ آئے ہیں اور بعض

میں مکروہ کے الفاظ آئے ہیں، جن کتب فقہ میں حرام کے الفاظ آئے ہیں، وہاں حرام سے مکروہ تحریمی مراد ہے؛ اس لئے کہ ثبوت حرمت کے لئے نص قطعی لازم ہے اور نص قطعی سے اس کی حرمت ثابت نہیں ہے اور حضرت گنگوہیؒ کو کراہت تحریمی سے بھی اتفاق نہیں؛ کیونکہ جن نصوص سے عدم جواز کا ثبوت ہوتا ہے، وہ نصوص قطعی الثبوت نہیں اوران کی دلالت بھی قطعی نہیں اور کراہت تحریمی کے ثبوت کے لئے ظنی الثبوت، قطعی الدلالۃ یا قطعی الثبوت، ظنی الدلالۃ ہونا لازم ہے اور وہ نصوص اس درجہ کے نہیں ہیں؛ بلکہ ظنی الثبوت، ظنی الدلالۃ ہیں؛ اس لئے حضرت گنگوہیؒ نے کراہت تنزیہی کا حکم لگایا ہے، جو فتاوی رشیدیہ ۵۹۹ر سے واضح ہوتا ہے، حرام کے الفاظ کے ساتھ کتب فقہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

فعلم أن التختم بالذهب، والحديد، والصفر حرام. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ٥١٧/٩، كراچي ٣٥٩/٦، هداية، اشرفي ديو بند ٤٥٧/٤، الجامع الصغير ٤٧٧/١)

وأما التختم بالحديد، والرصاص، والصفر فهو حرام على الرجال، والنساء جميعًا. (الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٢٥/١٨، رقم: ٢٨٢٤٧، المحيط البرهاني، المجلس العلمي ٤٩/٨، رقم: ٩٥٦٠)

اور مکروہ کے الفاظ کے ساتھ درج ذیل عبارت ہے۔

وأما التختم بما سوى الذهب، والفضة من الحديد، والرصاص، والنحاس، والصفر فمكروه للرجال، والنساء جميعًا؛ لأنه زي أهل النار. (بدائع الصنائع، كتاب الإستحسان، حكم التختم والأواني المموهة، زكريا ٣١٧/٤، كراچي ١٣٣/٥، هندية، زكريا قديم ٣٣٥/٥، جديد ٣٨٨/٥، شامي، كراچي ٣٦٠/٦، زكريا ٥١٨/٩)

اب یہاں دو مسئلے بظاہر متعارض ہیں۔

(۱) سونا، چاندی کے برتنوں کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے؛ لیکن اگر سونے چاندی

کے علاوہ دیگر کسی بھی دھات کے برتن کے اوپر چاندی یا سونے کا پانی پھیر دیا جائے ،تو ان کا استعمال بالاتفاق جائز ہے؛ اس لئے کہ پانی پھیر دینے کے بعد ان برتنوں میں سونا چاندی وغیرہ کا حکم ثابت نہیں ہوتا اور اعتبار غالب کا ہوتا ہے۔

وأما الأواني المموهة بماء الذهب، والفضة الذي لا يخلص منه شيئ،فلا بأس بالانتفاع بها في الأكل والشرب وغير ذلک بالإجماع.

(بدائع الصنائع، كتاب الإستحسان، حكم التختم والأواني المموهة، زكريا ٤/٣١٧، كراچي ٥/١٣٣، هكذا في الفتاوى التاتارخانية ١٨/١٢١، رقم: ٢٨٢٣٢)

اسی طرح غالب اور مغلوب کے مسئلہ کا تعلق اداءِ زکوۃ اور معاملۂ بیع صرف سے ہے کہ اگر سونا چاندی غالب ہے، تو اس کی زکوۃ ادا کرنا لازم ہے اور اگر سونا چاندی غالب نہیں ہے؛ بلکہ مغلوب ہے، تو وہ عروض اور سامان کے درجہ میں ہو جاتے ہیں اور اس سونا چاندی پر زکوۃ واجب نہیں ہوتی ،اسی طرح معاملۂ بیع صرف میں ربا اور سود کا حکم چاندی اور سونے کے غالب ہونے پر ہوتا ہے اور مغلوب ہونے کی صورت میں ربا کا حکم نہیں لگتا، جیسا کہ ہدایہ ۱/۵ا-۳/۹۳ وغیرہ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

(۲) دوسرا مسئلہ اوپر والے مسئلہ کے برعکس ہے، وہ یہ ہے کہ چاندی، سونے کے علاوہ دیگر دھاتوں کی انگوٹھی کا استعمال مرد وعورت دونوں کے لئے ناجائز ہے، جس کے بارے میں بعض کتب فقہ میں حرام لکھا ہے، اور بعض میں مکروہ لکھا ہے اور ظنی الثبوت، ظنی الدلالۃ سے ثابت ہونے کی وجہ سے حضرت گنگوہیؒ نے مکروہ تنزیہی کہا ہے، تو ان دھاتوں کی انگوٹھی پر اگر چاندی کا پانی چڑھا دیا جائے ،تو یہ کراہت بھی ختم ہو جاتی ہے، اس کی علت یہ بیان کی جاتی ہے کہ انگوٹھی کے استعمال میں اصل مقصد حصول زینت ہے اور جب ان دھاتوں کے اوپر چاندی کا پانی پھیر دیا جائے، تو حصول زینت چاندی ہی کے ذریعہ ہوتی ہے نہ کہ دوسری دھاتوں سے چاہے، وہ دوسری دھات لوہا،

پیتل، تانبا، اسٹیل ہو یا زرد رنگ کا ہو یا سفید رنگ کا ہو، کسی بھی طرح کے رنگ کی دھات ہو اس کے اوپر چاندی کا پانی پھیر دیا جائے، تو زینت چاندی ہی کے ذریعہ ہوتی ہے نہ کہ دوسری دھاتوں سے؛ اس لئے اس کا استعمال مرد وعورت دونوں کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔

اس تفصیل سے دونوں مسئلوں کا فرق واضح ہو گیا، فقہاء کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

المحيط البرهاني میں علت کے ساتھ اس مسئلہ کا حکم بیان کیا گیا ہے۔

لابـأس بأن يتخذ خاتم حديد، قد سوى عليه فضة وألبس بفضة حتى لا يرى؛ لأن التزيين يقع بالفضة دون الحديد؛ لأن الحديد ليس بظاهر.

(المحيط البرهاني، المجلس العلمي٨/٥٠، رقم: ٩٥٦٢)

ولابـأس بأن يتخذ خاتم حديد قد لوي عليه فضة وألبس بفضة حتى لا يرى. (الفتاوى التاتارخانية، زكريا١٨/١٢٧، رقم:٢٨٢٥٣، هندية، زكريا قديم ٥/٣٣٥، جديد ٥/٣٨٩، شامي، زكريا ٩/٥١٩، كراچي ٦/٣٦٠)

اس سلسلہ میں حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

عن معيقيب رضـ، قال: كان خاتم النبي صلى الله عليه وسلم: من حديد ملوي عليه فضة. (سنن أبي داؤد، باب ماجاء في خاتم الحديد، النسخة الهندية ٢/٥٨٠، دارالسلام رقم: ٤٢٢٤، سنن النسائي، لبس خاتم حديد ملوي عليه بفضة، النسخة الهندية٢/٢٤٦، دارالسلام رقم: ٥٢٠٨، المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ٢٠/٣٥٢، رقم: ٨٣١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴؍شوال المکرّم ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۲۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱۰/۱۴ھ

عورت کے لئے سونے، چاندی کے علاوہ دیگر دھات کا زیور استعمال کرنا

سوال[۱۰۹٦۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتیں چوڑیاں پازیب کڑے، انگوٹھی وغیرہ زیور کو استعمال کرسکتی ہیں؟ اور مرد کی چاندی کی انگوٹھی کی مقدار کیا ہے؟ کتنے وزن تک پہننے کی اجازت ہے؟

المستفتی: ناچیز کلیم اللہ، سیتا پوری، مقام: فتح پور، کملا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: سونے اور چاندی کے میسر نہ ہونے کی صورت میں انگوٹھی کے علاوہ باقی ہر طرح کے زیورات پیتل، گلٹ، المونیم وغیرہ کا استعمال کرنا عورتوں کے لئے جائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/ ۱۲۸، فتاویٰ احیاء العلوم ۱/ ۳۲۲، فتاوی محمودیہ قدیم ٦/ ۳۴۷، جدید میرٹھ ۱۴/ ۸۱)

ولابأس للنساء بتعليق الخرز في شعورهن من صفر، أو نحاس، أوشبه، أو حديد، ونحوها للزينة، والسوار منها. (هندية، الباب العشرون في الزينة واتخاذ الخادم للخدمة، زكريا قديم ٥/ ٣٥٩، جديد ٥/ ٤١٥)

ولا يتختم إلا بالفضة فيحرم بغيرها كذهب، وحديد، وصفر، ورصاص، وزجاج وغيرها. في الشامية: والتختم بالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص مكروه للرجال، والنساء. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، كراچي ٦/ ٣٦٠، زكريا ٩/ ٥١٨، هندية، زكريا قديم ٥/ ٣٣٥، جديد ٥/ ٣٨٨، بدائع الصنائع، كتاب الإستحسان، حكم التختم والأواني المموهة، زكريا ٤/ ٣١٧، كراچي ٥/ ١٣٣)

مرد کو ایک مثقال سے زائد وزن کی انگوٹھی نہیں پہننا چاہئے۔

عن عبد الله بن بريدة، عن أبيه، قال: إن رجلاً جاء إلى النبي صلى الله

علیه وسلم -إلى قوله- فقال: یا رسول الله! من أي شيءٍ أتخذه؟ قال: من ورق ولاتتمه مثقالا. (سنن أبي داؤد، باب ماجاء في خاتم حدید، النسخة الهندیة۲/ ۵۸۰، دارالسلام رقم:۴۲۲۳، سنن الترمذي، باب ماجاء في الخاتم الحدید، النسخة الهندیة ۱/ ۳۰۸، دارالسلام رقم:۱۷۸۵، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم ۱۰/ ۳۰۹، رقم: ۴۴۳۰، سنن النسائي، مقدار ما یجعل في الخاتم من الفضة، النسخة الهندیة۲/ ۲۴۵، دارالسلام رقم: ۵۱۹۵)

وینبغي أن تكون فضة الخاتم المثقال ولا یزاد علیه. (فتاوى عالمگیري، الباب العاشر في استعمال الذهب والفضة، زكریا قدیم ۵/ ۳۳۵، جدید ۵/ ۳۸۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ر جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۲۶۱/۲۴)

آرٹی فیشل زیورات کے استعمال کا حکم

سوال [۱۰۹۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل آرٹی فیشل زیورات چل رہے ہیں، جو پیتل یا کسی اور ہلکی دھات کے بنے ہوئے ہیں، جو دیکھنے میں اور چمک دمک میں سونے کی طرح لگتے ہیں، یہ دھات لوہا نہیں ہے،ان زیورات میں عورتیں ہاتھ کے کڑے ہر وقت پہنے رہتی ہیں اور باقی گلے کا ہار، کان کے بندے، ہاتھ کی انگوٹھی وغیرہ کبھی کبھی کسی شادی وغیرہ کے موقع پر کہیں آنے جانے کے وقت پہنتی ہیں، بس ہاتھ میں یہ کڑے اور دیگر زیورات پہننا درست ہے یانہیں؟ اور ان کو پہن کر نماز درست ہوگی یانہیں،؟ خاص طور پر ہاتھ کے کڑے پہن کر نماز ہوگی یانہیں؟

المستفتیہ: ساجدہ خاتون، لالباغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورتوں کے لئے سونے چاندی کے زیورات جس طرح استعمال کرنا جائز ہے، اسی طرح زیورات کی شکل میں تانبا، پیتل، لوہا، اسٹیل کانچ ہر چیز کا زیور استعمال کرنا جائز ہے، ہاں البتہ انگوٹھی صرف سونے اور چاندی کی جائز ہے، سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی انگوٹھی عورتوں کے لئے بھی بطور زیور کے جائز نہیں۔

(مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۱۳۵-۱۳۶، ایضاح المسائل ۱۳۸)

والتختم بالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص مكروه للرجال، والنساء. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ۹/۵۱۸، كراچي ۶/۳۶۰، هندية، زكريا قديم ۵/۳۳۵، جديد ۵/۳۸۸، بدائع الصنائع، كتاب الإستحسان، حكم التختم والأواني المموهة، زكريا ۴/۳۱۷، كراچي ۵/۱۳۳) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۲۲۷)

معاشرہ میں رائج مختلف دھاتوں کے زیورات کا حکم

سوال [۱۰۹۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورتوں کے پہننے کے وہ زیورات جو سونا چاندی کے علاوہ ہوں، مثلاً پیتل، تانبا، رانگ وغیرہ کے بندے (لونگ) اور سلور کے کڑے وغیرہ کی جو آج کل چیزیں پہنی جارہی ہیں جائز ہیں یا نہیں؟ اگر جائز نہیں، تو پھر ان کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہوگا؟ ایک مولانا نے فرمایا کہ چوڑی کی تو اجازت ہے، دیگر چیزوں کی اجازت نہیں ان کی بات کس حد تک صحیح ہے؟

المستفتی: حافظ فرحت، استاذ مدرسہ تجوید القرآن، سیانہ بلندشہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سونے چاندی کے علاوہ دوسری دھاتوں مثلاً پیتل، تانبے، رانگ وغیرہ کے بنے ہوئے بندے لونگ سلور کے کڑے اور دیگر زیورات کانچ کی چوڑیاں یہ سب عورتوں کے لئے مباح ہیں، ان کے لئے ان سب کا پہننا اور استعمال کرنا جائز ہے۔

سوال میں مذکور مولانا کی بات درست نہیں ہے۔

ويباح للنساء من حلي الذهب، والفضة، والجواهر كل ماجرت عادتهن يلبسه مثل السوار والخلخال، والقرط، والخاتم وما يلبسه على وجوههن. وفي اعناقهن، وأيديهن، وأرجلهن، وآذانهن وغيره. (مغني لابن قدامة، دارالكتب العلمية بيروت ٢/ ٣٢٤، اعلاء السنن، كراچي ١٧/ ٢٩٤، دارالكتب العلمية بيروت١٧/ ٣١٨)

البتہ صرف سونے اور چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کی انگوٹھی عورت کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔

والتختم بالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص مكروه للرجال، والنساء. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ٩/ ٥١٨، كراچي ٦/ ٣٦٠، هندية، زكريا قديم ٥/ ٣٣٥، جديد ٥/ ٣٨٨، بدائع الصنائع، زكريا ٤/ ٣١٧، كراچي ٥/ ١٣٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۶۶۵۹)

عورتوں کے لئے دیگر دھاتوں کے زیورات پہننا

سوال [۱۰۹۶۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ عورتوں کے لئے سونے چاندی والے زیورات کے علاوہ کسی اور دھات کے زیورات استعمال کرنا کیسا ہے، نیز ان زیورات کو پہن کر نماز پڑھنا عورتوں کے لئے کیا حکم رکھتا ہے؟

المستفتی: شوکت حسین، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سونے اور چاندی کے زیورات کے علاوہ دیگر ہر قسم کی دھات کا زیور پہننا بھی عورتوں کے لئے جائز ہے، بس صرف اتنا ہے کہ سونے اور چاندی کے علاوہ دیگر دھاتوں کی انگوٹھی پہننا جائز نہیں، اور وہ زیورات جن کو آرٹیفشل کے زیورات کہا جاتا ہے، ان کو پہن کر نماز پڑھنا عورتوں کے لئے بلا کراہت جائز ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۳۸)

ويباح للنساء من حلي الذهب، والفضة، والجواهر كل ماجرت عادتهن يلبسه مثل السوار والخلخال، والقرط، والخاتم وما يلبسه على وجوههن. وفي اعناقهن، وأيديهن، وأرجلهن، وآذانهن وغيره. (اعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء، دارالكتب العلمية بيروت ۱۷/۳۱۸، كراچي ۱۷/ ۲۹٤، المغني لابن قدامة، دارالكتب العلمية بيروت ۲/۳۲٤)

والتختم بالحديد، والصفر، والنحاس، والرصاص مكروه للرجال، والنساء. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، زكريا ۹/۵۱۸، كراچي ۶/ ۳۶۰، هندية، زكريا قديم ۵/۳۳۵، جديد ۵/۳۸۸، بدائع الصنائع، زكريا ٤/۳۱۷، كراچي ۵/۱۳۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/۱۰۶۶۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۴/۲۶ھ

عورت کے لئے چوڑی ومہندی کا استعمال

سوال [۱۰۹٦۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت اپنے ہاتھ میں کتنی چوڑی پہن سکتی ہے؟ کیاعورت کو ہاتھ میں منہدی لگانا ضروری ہے اوراگر ہاتھ میں چوڑی نہ ہوں، تو اس کے ہاتھ سے کوئی چیز کھانا کیسا ہے؟ مفصل تحریرفرمائیں۔

المستفتی: نسیم اختر جامع مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: عورت کے لئے چوڑی پہننا جائز ہے، اور جتنی چوڑیاں چاہے پہن سکتی ہے، اورعورت کے لئے مہندی لگانا جائز ہے، ضروری اور لازم نہیں ہے۔

ويكره للإنسان أن يخضب يديه ورجليه بالحناء، وكذلك الصبي ولابأس به للنساء. (كتاب الحظر والإباحة، امداديه ملتان ٢/٣٨٣، دارالكتاب ديوبند ٢/٣٦٤)

يجوز للنساء لبس أنواع الحلي كلها من الذهب، والفضة، والخاتم، والحلقة، والسوار، والخلخال، والطوق، والتعاويذ، والقلائد وغيره.
(اعلاء السنن، كتاب الحظر والإباحة، باب حرمة الذهب على الرجال وحله للنساء، دارالكتب العلمية بيروت ١٧/٣١٨، كراچي ١٧/ ٢٩٣)

اوراگرعورت کے ہاتھ میں چوڑی نہ ہوں، تواس کے ہاتھ سے کوئی چیز کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱٦/ذی قعدہ ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۲۸۸۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۴۱۲/۱۱/۱٦ھ

کیا بجنے والی چوڑی زیور ہے؟

سوال [۱۰۹۶۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت کی چوڑی زیور میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر زیور ہے، تو چوڑی بجتی ہے اور بجنے والے زیور کو پہننے سے منع فرمایا ہے، اور اگر زیور نہیں ہے، تو پھر زیور کے علاوہ کسی چیز کو زیب وزینت کے لئے پہننا درست نہیں ہے؟

المستفتی: شمیم الرحمٰن قاسمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: فقہاء نے جس بجنے والے زیور سے منع فرمایا ہے، اس سے پازیب وغیرہ مراد ہے، جس میں گھنگرو لگے ہوئے ہوں اور چلتے پھرتے نقل وحرکت کے وقت وہ خوب بجتے ہوں؛ لہٰذا ایسے زیور جس میں گھنگرو لگے ہوئے ہوں، وہ ممنوع ہیں اور اگر گھنگرو لگے ہوئے نہیں ہیں اور متعدد چوڑیاں ہاتھ میں پہن لی جائیں اور ایک چوڑی دوسری چوڑی میں لگنے کی وجہ سے جو معمولی آواز پیدا ہوتی ہے تو اس طرح غیر اختیاری آواز ممنوع اور ناجائز نہیں ہے۔ اور سونے چاندی کی چوڑیاں زیورات میں تو شامل نہیں ہیں؛ لیکن ان کا پہننا زیب وزینت کے طور پر عورتوں کے لئے جائز ہے اور یہ بات بھی واضح ہو کہ ہر زینت کی چیز کا زیور ہونا لازم نہیں ہے؛ لہٰذا سونے چاندی کے علاوہ دیگر چوڑیاں زینت کی چیز تو ہوسکتی ہیں؛ لیکن زیورات میں شامل نہیں۔ (مستفاد: فتاوی امدادیہ ۴/۱۳۰، عزیز الفتاوی ۱۷۷، ایضاح المسائل ۱۳۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۴۳۶)

سونے کا پانی چڑھی ہوئی گھڑی پہننا

سوال [۱۰۹۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہاتھ میں یا جیب کی گھڑی جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا ہوتا ہے، اور چین پر بھی سونے کا ملمع ہوتا ہے، جو کہ استعمال ہونے سے اتر جاتا ہے اور اصلی دھات دکھائی دینے لگتی ہے۔ برائے کرم مفصل دلیل وجواب سے مطلع فرمائیں کہ اس کا پہننا یا استعمال جائز ہے؟ اور اس سے نماز میں کوئی فرق تو نہیں آتا۔

المستفتی: اکرام باری، باری سنس تحصیل اسکول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سونے کا پانی چڑھی ہوئی گھڑی یا چین کا استعمال کرنا اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے؛ البتہ ایسی چیزوں کا استعمال نہ کرنا زیادہ احتیاط کی بات ہے،

أما التمويه التي لا يخلص فلا بأس به بالإجماع؛ لأنه مستهلك، فلا عبرة ببقائه لونا. (شامي، كتاب الحظرو الإباحة، زكريا ٤٩٧/٩، كراچي ٣٤٤/٦، قاضيخان، زكريا جديد ٢٩٩/٣، وعلى هامش الهندية ٤١٣/٣، هندية، زكريا قديم ٣٣٤/٥، جديد ٣٨٧/٥، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، دارالفكر ١٦/٢، هداية اشرفي ٤٥٣/٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹ رشوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۴۶۲/۲۵)

سونے، چاندی کے پالش شدہ برتن کا استعمال

سوال [۱۰۹۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ جس برتن پر چاندی کی پالش ہو، جیسے چائے دانی، سرمہ دانی، چمچہ وغیرہ کیا ان کا استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ضیاء الحق ولد محمد عتیق الحق، نجیب آباد، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سونے، چاندی کی پالش شدہ چائے دانی، وسرمہ دانی وغیرہ کا استعمال جائز ہے؛ لیکن استعمال نہ کرنا بہتر ہے۔

أما التمويه التي لا يخلص فلا بأس به بالإجماع؛ لأنه مستهلك، فلاعبرة ببقائه لونا. (شامي، كتاب الحظر الإباحة، زكريا ٩/٤٩٧، كراچي ٦/٣٤٤، قاضيخان، زكريا جديد ٣/٢٩٩، وعلى هامش الهندية ٣/٤١٣، هندية، زكريا قديم ٥/٣٣٤، جديد ٥/٣٨٧، كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، دارالفكر ٢/١٦، هداية اشرفي ٤/٤٥٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۵۲۹/۲۵)

(۲۰) باب کسب الحلال والحرام

اللہ کے حکم کوتوڑ کر روزی کمانا

سوال[۱۰۹۷۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ(۱) روزی کمانا کیسا ہے؟

(۲) اللہ کے حکم کوتوڑ کر روزی کمانا کیسا ہے؟

المستفتی: رفیق احمد، کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱/۲) یہ دنیا دارالاسباب ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ تمام ضروریات کی تکمیل اسباب کے دائرہ میں فرماتے ہیں؛ لہٰذا زندگی گذارنے کے لئے کسب معاش ضروری ہے، تاکہ ہر شخص اپنی زندگی حلال غذا کھا کر گذار سکے؛ چنانچہ ارشاد باری ہے:

فَانْتَشِرُوْا فِیْ الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ. [سورۃالجمعۃ:۲۸]

اورحدیث شریف میں ہے۔

عن عبد اللّٰہ ؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ. (شعب الإیمان، باب في حقوق الأولاد والأهلین، دارالکتب العلمیة بیروت ۶/ ۴۲۰، رقم: ۸۷۴۱، السنن الکبری للبیهقي، دارالفکر ۹/ ۵۶، رقم:۱۱۹۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ رصفر المظفر ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۵۰۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۲/۲۷ھ

وکالت کی اجرت حلال ہے یا حرام؟

سوال [۱۰۹۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وکیل کی کمائی حلال ہے یانہیں؟ اورسب کومعلوم ہے کہ وکیل اپنی وکالت میں کیا کیا ہتکنڈے استعمال کرتا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جووکیل صرف جائز مقدمات کی پیروی کرتا ہے، اورکذب بیانی بھی نہیں کرتا،تواس کی آمدنی حلال ہے،اورجووکیل ناجائز مقدمات کی پیروی کرتاہے اورکذب بیانی سے کام لیتا ہے،اس کی آمدنی حرام ہے۔ (امداد الفتاوی ۳/۳۲۰، محمودیہ ڈابھیل ۱۶/۴۵۲،محمودیہ میرٹھ ۲۵/۶۸)

إذا أخذ الوكيل الأجرة لإقامة الوكالة، فإنه غير ممنوع شرعاً، إذا الوكالة عقد جائز. (نتائج الأفكار ۸/۳)

أخذ الوكيل الأجرة لإقامة الوكالة، فإنه غير ممنوع شرعاً، إذا الوكالة عقد جائز، لايجب على الوكيل إقامتها، فيجوز أخذ الأجرة فيها. (فتح القدير، كتاب الوكالة، زكريا ۸/۳، كوئٹه ۷/ ۲) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رصفرالمظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۴۰/۱۱۴۲۲)

ملکی قانون کی خلاف ورزی کے ساتھ تجارت

سوال [۱۰۹۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہندوستان میں کوئی بھی باہر سے، ایک کیلوسونا لا سکتا ہے؛ لیکن زید

بجائے ایک کیلو کے ۲؍کیلو سونا لے آیا، بارڈر پر کوئی رکاوٹ نہیں رہی، اب یہ سونا اس کے لئے حلال ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنے ملک کے قانون کی خلاف ورزی سے بچنا سب پر لازم ہے؛ کیونکہ اپنے آپ کو بے عزتی اور خطرہ میں ڈالنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی، مگر جو شخص کسی ملک میں اس ملک کے قانون کی خلاف ورزی کر کے کوئی چیز خرید کر لاتا ہے، تو اس کے لئے وہ مال پوری طرح حلال ہے؛ لہٰذا زید کے لئے یہ سونا حلال ہے؛ لیکن حکومت کی قانون کی خلاف ورزی اور نقض عہد کا گناہ ہوگا۔ (مستفاد: فتاوی عثمانی ۳؍۹۰)

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ . [البقرۃ:۱۹۵]

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجله، رستم اتحاد ۱/۶۵٤-۱۱۹۲)

لايمنع أحد من التصرف في ملكه أبداً إلا إذا أضر بغيره ضررا فاحشا.

(شرح المجلة رستم اتحاد ۱/۶۵۷- رقم المادہ:۱۱۹۷)

إن المسلم يجب عليه أن يطيع أميره في الأمور المباحة، فإن أمر الأمير بفعل مباح وجبت مباشرته، وإن نهىٰ عن أمر مباح حرام إرتكابه، ومن هنا صرح الفقهاء بأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة. (تكملة فتح الملهم، باب وجوب طاعة الأمراء، اشرفية ديوبند ۳/۳۲۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۴۰؍۱۱۴۲۴)

قانون کے خلاف ٹرک میں کیروسین ڈلوانا

سوال [۱۰۹۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ میری اپنی گاڑی (ٹرک) ہے، جو کرایہ پر چلاتا ہوں، یہ ٹرک میری روزی روٹی کا ذریعہ ہے، اصل تو قانون سرکاری کی رو سے ڈیزل ڈلوانا ہوتا ہے، میرے شہر گودھرا میں مسلمانوں کے پاس تقریباً ایک ہزار گاڑیاں ہیں، جو کسب کا ذریعہ ہیں، جس میں سے ۹۵۰؍ گاڑیوں کے مالک حضرات اس میں ڈیزل کے بجائے کیروسین (مٹی کا تیل) ڈلواتے ہیں جو سستا ہے اور گھاٹا بھی کم رہتا ہے سرکاری قانون کے اعتبار سے کیروسین ڈلوا کر گاڑی چلانا سرکاری گناہ بنتا ہے اور یہ کیروسین بلیک مارکیٹ میں ملتا ہے، اس کو فروخت کرتے وقت پولیس اور سرکاری افسران کی دہشت بھی رہتی ہے، تو کیا مسلمانوں کے لئے ٹرک میں اس طرح قانون کے خلاف کیروسین ڈالوانا جائز ہے؟ اور اس طرح کی کمائی کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: نثار احمد، گودھروی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ڈیلر حکومت کی جانب سے اس بات کا وکیل ہوتا ہے کہ حکومت نے جن لوگوں کو تیل فروخت کرنے کے لئے نامزد کیا ہے، انہیں کو متعینہ قیمت پر تیل فروخت کیا جائے اور یہ ڈیلر وکیل ہونے کے ساتھ ساتھ تاجر بھی ہوتے ہیں؛ کیونکہ یہ حکومت سے خرید کر متعین کردہ گراہکوں کے ہاتھ تیل فروخت کرتے ہیں؛ لہٰذا حکومت کی جانب سے وکیل ہونے کی حیثیت سے متعین کردہ گراہکوں کے علاوہ دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنے کی صورت میں ایک قسم کی خیانت اور دھوکہ دھڑی ہے؛ لہٰذا اس کا گناہ اسی کے سر ہوگا اور شریعت اس طرح کی دھوکہ دھڑی کی اجازت نہیں دیتی اور دوسری خرابی اس میں یہ ہے کہ دوسروں کے ہاتھ فروخت کرنے کا پتہ اگر حکومت کو چل جائے، تو یہ شخص اس کی گرفت میں آجائے گا۔ قرآن کریم میں اس طرح سے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، ارشاد باری ہے:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ . [البقرہ: ۱۹۵]

لہٰذا شرعاً اور قانوناً دونوں طرح کے حکم کی خلاف ورزی کا ذمہ دار ڈیلر ہی ہوگا اور ڈیلر سے خرید کر گاڑی میں ڈالنے والے شرعاً گنہگار نہ ہوں گے، ہاں البتہ ان کو بھی اس بات سے احتراز کرنا ضروری ہے کہ وہ سرکاری قانون کی زد میں آکر اپنا نقصان نہ کرلیں؛ البتہ اگر گاڑی کے مالکان بلیک مارکیٹ سے تیل خرید کر قانونی گرفت سے بچ جائیں، تو وہ شرعاً گنہگار نہ ہوں گے۔

الوكيل إنما يستفيد التصرف من الموكل، وقد أمره بالدفع إلى فلان فلا يملك الدفع إلى غيره. (شامي، كتاب الزكاة، زكريا ٣/ ١٨٩، كراچي ٢/ ٢٦٩)

عن أبي هريرةؓ رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر برجل –إلى– فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من غش. (سنن أبي داؤد، باب النهي عن الغش، النسخة الهندية ٢/ ٨٩، دارالسلام رقم: ٣٤٥٢، مسند أحمد بن حنبل ٢/ ٢٤٢، رقم: ٧٢٩٠)

المالك للشيء هو الذي يتصرف فيه باختياره ومشيئته. (بدائع الصنائع، فصل في بيان ما يبطل به الخيار، زكريا ٢/ ٦٣٨، كراچي ٢/ ٢٧٢)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجلة، رستم اتحاد ١/ ٦٥٤، رقم: المادة: ١١٩٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍صفر المظفر ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۲۷۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۲/۱۲ھ

گیس سلنڈر کو بلیک میں فروخت کرنا

سوال [۱۰۹۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص دوایڈریس پر دوگیس سلینڈر خریدتا ہے، اس کے لئے ایک گیس کافی

ہے، اور دوسرا گیس سلینڈر زیادہ قیمت میں بلیک میں فروخت کرتا ہے، تو اس کے لئے بلیک میں یہ سلینڈر فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ؛ جبکہ یہ قانونی جرم ہے؟ اور اس سے حاصل شدہ رقم اس کے لئے حلال ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دو ایڈریس پر دو سلینڈر لیتا ہے، اور ان میں سے ایک سلینڈر زیادہ قیمت میں بلیک میں فروخت کرتا ہے، تو اس کا یہ بیچنا جائز ہے اور اس سے حاصل شدہ رقم حلال ہے؛ کیونکہ اپنے پیسے سے خریدی ہوئی چیز ہی فروخت کی ہے؛ البتہ بلیک میں سلینڈر فروخت کرنا حکومت کے قانون کی خلاف ورزی کی وجہ سے اپنے آپ کو خطرہ میں ڈالنا ہے؛ اس لئے شریعت ایسے کام کی اجازت نہیں دیتی ۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ میرٹھ ۲۴/۱۶۰، ڈابھیل ۱۶/۱۴۹، فتاوی عثمانی ۳/۹۰)

كل يتصرف في ملكه كيف شاء. (شرح المجله، رستم اتحاد ۱/۶۵٤-۱۱۹۲)

أن من تصرف في خالص ملكه لا يمنع منه ولو أضر بغيره. (شامي، مطلب اقتسموا أدارًا و أراد كل منهم فتح باب لهم ذلك، زكريا ۸/۱۵۳، كراچي ٥/٤٤٨)

ومن هنا صرح الفقهاء: بأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة......هذه الطاعة كما أنها مشروطة بكون أمر الحاكم غير معصية، فإنها مشروطة أيضا، بكون الأمر صادرا عن مصلحة لا عن هوى، أو ظلم لأن الحاكم لايطاع لذاته وإنما يطاع من حيث أنه متول لمصالح العامة. (تكملة فتح الملهم، باب واجب طاعة الأمراء، اشرفية ديوبند ۳/۳۲۳-۳۲٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۱۱۴۲۹/۴۰)

دھوکہ کی تجارت کا حکم

سوال [۱۰۹۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک آدمی ڈیلر ہے؛ لیکن اس میں شرعاً یہ پریشانی ہے کہ چینی یا تیل تقسیم کرنے کا حکومت کی طرف سے کوئی معاوضہ نہیں ملتا؛ بلکہ اس میں سے کچھ بچا کر بیچتا ہے اور اپنی مزدوری لانے کا کرایہ اور مکان کرایہ نکالتا ہے، یہ عام رواج ہے۔ کیا اس طرح کا یہ معاملہ شرعاً درست ہے؟

المستفتی: مبارک حسین، مدرسہ بدر العلوم

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلامی شریعت میں دھوکہ اور فریب کا راستہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور راشن کے مال سے کچھ بچا کر الگ سے بلیک میں فروخت کر کے اپنی مزدوری اور لانے کا کرایہ اور مکان کا کرایہ نکالنا یہ سب دھوکہ اور فریب ہے، جو شرعاً جائز نہیں ہے؛ اس لئے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے، اگر ڈیلر کو حکومت کی طرف سے راشن تقسیم کرنے کا کوئی معاوضہ نہیں ملتا ہے، تو اس کو یہ کام چھوڑ کر جائز تجارت کا کوئی راستہ اختیار کر لینا چاہئے، جس سے جائز طریقہ سے نفع حاصل ہوجایا کرے گا۔

عن أبي بكر الصديقؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لا يدخل الجنة خب، و لا بخيل، و لا منان.

وعن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن غر كريم، والفاجر خب لئيم. (ترمذي، باب ما جاء في البخيل، النسخة الهندية ۲/ ۱۷، دارالسلام رقم: ۱۹۶۳- ۱۹۶۴) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳/ ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۷۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۱۳ھ

سعودیہ عمرہ کی نیت سے جاکر ملازمت کرنے والے کی آمدنی کا حکم

سوال [۱۰۹۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک صاحب عمرہ کے ویزا سے یہ نیت لے کر سعودی عرب جاتے ہیں کہ وہاں جاکر چھپ جاؤں گا، عمرہ کے ویزا کی مدت ختم کرنے کے بعد اور یہی ہوا وہ وہاں چھپے رہے اور چوری چھپے روپیہ کما کر کئی سال بعد آگئے، تو برائے کرم وضاحت فرمائیں کہ کیا ایسی کمائی جائز ہے؟

المستفتی: سید اظہر علی رضوی، علی گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عمرہ کے لئے سفر میں ضمنی آمدنی اختیار کرنا جائز ہے اور جب عمرہ سے فارغ ہوگیا ہے، تو وہاں رہ کر کمائی کا طریقہ اختیار کرنا اور کمائی کا مال لانا سب جائز ہے؛ البتہ بلا ویزا وہاں رہنا خلاف قانون ہونے کی وجہ سے اپنی عزت کا خطرہ ہے اور اس خطرہ کی وجہ سے ایسا طریقہ اختیار کرنے سے شریعت منع کرتی ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ . [البقرہ: ۱۹۵]

مگر جب بحفاظت واپس آگیا ہے، تو اب اس کے مال اور ذات میں کسی قسم کی قباحت باقی نہیں رہی جیسا کہ خلاف قانون دوسرے ممالک سے بحفاظت مال لانے میں ہوتا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/محرم الحرام ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/۴۰/۳۸۴۰)

عورت کی نوکری کا پیسہ شوہر کے لئے استعمال کرنا

سوال [۱۰۹۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ اگر کوئی عورت کسی کالج میں نوکری کرتی ہواور اس کی آمدنی سے اپنا گھر چلاتی ہو، ساتھ ہی ساتھ اس کا شوہر بھی کسی نوکری کے ذریعہ گھر چلانے میں مدد کرتا ہو، تو کیا اس عورت کی کمائی جائز ہے یا نہیں؟ اگر وہ کمائی اس کا شوہر کھائے تو کیا اس کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ وہ ان پیسوں میں سے کچھ پیسے اپنے بھائی کو اس کی کسی خوشی میں یا بغیر کسی موقع خرچ کے لئے دے، تو کیا یہ کمائی اس کے بھائی کے لئے جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ اس کا بھائی بالغ ہو، مگر ابھی پڑھائی کر رہا ہو۔

المستفتی: سعد انور ابن عبد الحفیظ، لاجپت نگر، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عورت کے لئے بے پردہ سرکاری ملازمت کرنا بہت برا ہے، غیرت انسانی کے خلاف ہے، تاہم کوئی عورت ملازمت کرتی ہے، اس کے عوض ملنے والی تنخواہ اس کی ذاتی ملکیت ہے، اس کو جس طرح چاہے خرچ کرسکتی ہے، چاہے اپنے اوپر خرچ کرے یا شوہر پر خرچ کرے یا اس کے مشورہ سے دوسرے رشتہ داروں پر خرچ کرے، تو اس کی اجازت ہے؛ لیکن شوہر کے لئے اپنی عورت کی کمائی استعمال کرنا مردانگی کیخلاف ہے؛ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ عورت کا روپیہ استعمال نہ کرے۔

ثم ذكر خلافًا للمرأة مع زوجها إذا اجتمع بعملها أموال كثيرة، فقيل هي للزوج، وتكون المرأة معينة له إلا إذا كان كسب علاحدة، فهو لها، وقيل: بينهما نصفان. (شامي، مطلب اجتمعا في دار واحدة واكتسبا ولا يعلم التفاوت، زكريا ٦/ ٥٠٢، كراچي ٤/ ٣٢٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۵۸۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۳/ ۶/ ۱۴۱۹ھ

معاشی تنگی کی وجہ سے عورتوں کا کام کرنا

سوال [۱۰۹۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گھریلو حالات کمزور ہونے کی بنا پر لڑکیوں کا بال کٹنگ کی دوکان پر نوکری کرنا تقریبات میں دلہن بنانا، بناؤ سنگھار کرنا اور ڈیزائن دار مہندی لگانے کے لئے جانا اور اس کے روپئے لینا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد ارشد، بارہ دری، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بازار میں بال کٹنگ کی دوکان کرنا عورتوں کے لئے جائز نہیں۔ نیز عورت کو پورا بال چھوڑے رکھنے کا حکم ہے، مردوں کی طرح چھوٹا کرنا جائز نہیں۔

ولو حلقت المرأة رأسها، فإن فعلت لوجع أصابها لا بأس به، وإن فعلت ذلك تشبيها بالرجل فهو مكروه. (هندية، الباب التاسع عشر في الختان......زكريا قديم ٥/٣٥٨، جديد ٥/٤١٤)

عورتوں کا عورتوں کو مہندی لگانے اور عورتوں کا سنگھار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور اس کی اجرت لینے میں بھی کوئی قباحت نہیں، بشرطیکہ وہاں غیر مردوں کا اختلاط نہ ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۸ ررجب المرجب ۱۴۱۸ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۳۸۶/۳۳)	۱۴۱۸/۷/۱۸ھ

جوان لڑکی کا لڑکے لڑکیوں کو ایک ساتھ پڑھانا

سوال [۱۰۹۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: عرض یہ ہے کہ میں ۲۵ ر سالہ کنواری لڑکی ہوں، گھر میں دو بہنیں، دو بھائی اور والد ہیں، والد ضعیف اور بیمار ہیں، ان کی آمدنی اتنی ہے کہ اپنی دوا اور دیگر ضروریات کو پورا کرلیں، بھائی کی آمدنی اتنی نہیں ہے کہ وہ کھانے کے علاوہ ہماری اور ضروریات کو پورا کرسکیں، ان کے کاروبار پر بھی مجھے شک ہے کہ ناجائز اور جھوٹ وفریب پر مبنی ہے، اپنی اور بہنوں کی دوا، پڑھائی، جوتے، کپڑے و دیگر ضروریات کو پورا کرنے کے لئے میں پچھلے کئی سال سے ایک اسکول میں لڑکیوں کو پڑھاتی ہوں؛ لیکن اس سال سے اسکول میں ایسا سینٹر قائم ہوگیا ہے، جس میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں پڑھتے ہیں، میں اس سینٹر کی ذمہ دار مقرر کی گئی ہوں، ایسے میں لڑکوں کو پڑھاتی بھی ہوں اور دفتر میں نامحرم مردوں کے ساتھ کام بھی کرتی ہوں، میرے سارے طالب علم بالغ اور شرعی نامحرم ہیں۔

(۱) ایسی صورت حال میں کیا میرا اس ادارے میں کام کرنا جائز ہے؟ کیا یہ کمائی حلال ہوگی؟ اگر میں اسی ادارے میں کام کروں تو کیا صرف نامحرم کے سامنے آنے کا گناہ پڑے گا یا کمائی بھی حرام ہوجائے گی؟

(۲) اگر میں کسی ایسے ادارے میں کام کروں جہاں صرف لڑکیاں اور عورتیں ہوں، تو وہ کمائی حلال ہوگی یا حرام؟ جبکہ کوئی ادارہ ایسا نہیں جہاں مرد نہ ہوں؟

(۳) اگر میں کہیں سروس نہ کروں، تو کیا بھائی کے بنائے ہوئے کپڑوں میں میری نماز ہوجائے گی؟ جبکہ حرام پیسوں کے کپڑوں میں نماز نہیں ہوتی؟

المستفتیہ: راعنا احمد، شیدھی سرائے، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے اسکول میں ملازمت کرنا جس میں غیر محرم مردوں کے ساتھ اختلاط ہو، اور ان کے سامنے بے پردگی سے پیش آنا پڑتا ہو نا جائز اور حرام ہے؛ اس لئے ایسی ملازمت عورتوں کے لئے قطعاً جائز نہیں؛ لہٰذا مذکورہ اسکول میں تعلیمی

خدمت انجام دینے کے لئے ملازمت کرنا قطعاً جائز نہیں۔ اللہ نے آپ کا رزق صرف اسی حرام ملازمت میں نہیں رکھا ہے، اور نہ ہی آپ کے اوپر شریعت کی طرف سے بھائی، بہنوں کا خرچہ ادا کرنا لازم ہے؛ بلکہ اس وقت پردہ نشین بن کر رہنا آپ کے لئے ضروری ہے، اور جلد کہیں شادی کر کے شوہر کی ماتحتی اختیار کرنا ضروری ہے، وہی شوہر آپ کی ضروریات پوری کرے گا اور آپ کے چھوٹے بھائی بہنوں کے خرچہ کا ذمہ دار آپ کا بھائی ہے، وہ اگر بہنوں کے علم کے بغیر کوئی ناجائز کمائی کھلائے، تو قیامت کے دن وہی اس کا ذمہ دار ہوگا۔ (مستفاد: امداد المفتیین ۱۰۳۰، احسن الفتاوی ۳۲/۸)

قال الله تعالیٰ: وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا. [النور: ۳۱]

اليقين لا يزول بالشک، من شک في القليل والكثير حمل على القليل، فلا يبرأ إلا باليقين. (الأشباه والنظائر قديم ۱۰٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۵۲/۳۵۷)

پاندان بنانا

سوال [۱۰۹۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں پاندان بنانے کا کارخانہ کھولنا چاہتا ہوں اور پاندان وہی لوگ خریدتے ہیں، جو تمباکو کھانے کے عادی ہوتے ہیں، پاندان میں خاص طور پر ایک خانہ تمباکو کا بنایا جاتا ہے۔ مہربانی فرما کر از روئے شرع محمدی تحریر فرمائیں کہ پاندان بنانا جائز ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ایسا پاندان بنانا جس میں ایک خانہ تمباکو کے لئے

بنایا جاتا ہے، وہ از روئے شرع محمدی علیہ الصلاۃ والسلام بلاکراہت جائز ہے؛ کیونکہ نفس تمباکو کا بیچنا ہی جائز ہے، تو اس کو رکھنے کے لئے جو آلہ ہے، وہ بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔ (مستفاد:عزیز الفتاوی ۷۴۸)

اور عموماً اس قسم کی تجارتوں میں مالیت مقصود ہوتی ہے اور شکل صورت مالیت کے تابع ہوتی ہے۔

لأنها لو كانت من خشب، أو صفر جاز اتفاقاً في ما يظهر؛ لإمكان الانتفاع بها. (شامي، باب المتفرقات من أبوابها، زكريا ٤٧٨/٧، كراچي ٢٢٦/٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٢٩/١٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۵۷۰۲/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۴/۳ھ

داڑھی مونڈنے والے نائی کی اجرت

سوال [۱۰۹۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو نائی لوگ داڑھی مونڈتے ہیں، ان کی کمائی کیسی ہے حلال حرام یا مکروہ؟ مفتی صاحب سے گذارش ہے کہ حکم شرعی سے آگاہ فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چونکہ داڑھی کاٹنا اور مونڈنا حرام ہے، اس لئے جو لوگ داڑھی مونڈتے ہیں، ان کی کمائی تعاون علی المعصیت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے۔ (محمودیہ ڈابھیل ۱۲۳/۱۷، میرٹھ ۲۷۲/۲۵)

رجل استأجر رجلاً ليصور له صوراً، أو تماثيل الرجال في بيت، أو فسطاط، فإني أكره ذلك وأجعل له الأجر قال هشام: تأويله إذا كان الإصباغ من قبل الأجير. (تاتارخانية، زكريا ١٣٠/١٥، رقم:٢٣٤٣١)

وجاز إجارة بيت بسواد الكوفة ليتخذ بيت نار، أو كنيسة، أو بيعة، أو يباع فيه الخمر، وقالا: لا ينبغي ذالک؛ لأنه إعانة على المعصية. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۵٦٢، كراچي٦/ ۳۹۲)

إذا أستاجر رجلا ليحمل له خمراً فله الأجر في قول أبي حنيفةؒ.

(هندية، الباب السادس عشر، زكريا قديم ٤/ ٤٤٩، جديد ٤/ ٤٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۴۰؍ ۱۱۴۴۷)

نائی کی کمائی کارِ خیر میں خرچ کرنے کا حکم

سوال [۱۰۹۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو مسلمان حجام (نائی) کا کام کرتے ہیں جن کے ذمہ مسلم وغیر مسلم کی داڑھی مونڈنا ایک مٹھی سے کم داڑھی کاٹنا اور انگریزی طرز کے بال کاٹنا ہے جو ان کی آمدنی کا اکثر حصہ ہے اور سر کے بال مونڈ کر اور سر کے یکسانی بال کتر کر اور چہرہ کا خط بنا کر مونچھ مونڈ کر اور مونچھ کتر کر اور بغل کے بال مونڈ کر جو آمدنی ہوتی ہے وہ مقدار کے اعتبار سے بہت کم ہوتی ہے، تو ان تمام صورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے بال کو مسجد، مدرسہ یا کسی اور نیک کام میں خرچ کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز ان کے مال کی دعوت کھانا صحیح ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد اکرم، نل والے، محلّہ پہاڑی دروازہ، بجنور (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: داڑھی مونڈنا جس کی داڑھی ہے اس کے لئے حرام ہے اور نائی چونکہ اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اس لئے داڑھی مونڈنا اس کے لئے مکروہ

تحریمی ہے؛ لیکن اس عمل کی اجرت اس کے لئے کراہت کے ساتھ جائز ہے اور انگریزی بال بنوانا خود صاحب بال کے لئے مکروہ ہے اور نائی کے لئے تعاون علی الکراہیہ کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے اور عمل کی اجرت نائی کے لئے حلال ہے اور جب نائی کے پاس جائز پیسہ آگیا ہے تو وہ مسجد یا مدرسہ میں دے سکتا ہے، اس کے یہاں دعوت کھانا بھی جائز ہے اور قربانی کے جانور میں ایک شریک بن کر قربانی کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ مندر بنانا اور بت خانہ تعمیر کرنانا جائز ہے؛ لیکن اس کی تعمیر میں مزدوری کرنے والے کے لئے اجرت حلال ہے؛ البتہ امام اعظمؒ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تعاون علی المعصیت کی وجہ سے مکروہ تنزیہی ہے۔ بہر حال اجرت حرام نہیں اور نہ ہی مکروہ تحریمی ہے اور صاحبین کا قول احتیاط پر مبنی ہے اور جب مسلمان کے ہاتھ میں اس کی اجرت آجائے تو کسی بھی کار خیر میں وہ خرچ کرسکتا ہے۔

إن استأجره لينحت له طنبورًا أو بربطا ففعل طاب له الأجر إلا أنه يأثم به. (هندية ٤/ ٤٥٠، جديد زكريا ٤/ ٤٨٦)

عن محمدؒ: رجل استأجر رجلا ليصور له صورًا أوتماثيل الرجال في بيت أو فسطاط فإني أكره ذلك وأجعل له الأجرة. (هندية ٤/ ٤٥٠، جديد زكريا ٤/ ٤٨٦)

ولو آجر نفسه ليعمل في الكنيسة ويعمرها لا بأس به لأنه لا معصية في عين العمل وهذا عنه، وقالا: هو مكروه. (شامي، زكريا ٩/ ٥٦٢، كراچي ٦/ ٣٩٢)

أو آجر نفسه ليرعى له الخنازير يطيب له الأجر عنده وعندهما يكره. (رد المحتار زكريا ٩/ ٥٦٢، كراچي ٦/ ٣٩٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳ ر رجب المرجب ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۲۱۲۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۷/۳ھ

شرعی لباس کے ساتھ غیر شرعی لباس کی تجارت

سوال[۱۰۹۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بندہ کا کپڑوں کی خرید وفروخت کا کاروبار ہے، جس میں پینٹ، شرٹ غیر اسلامی لباس بھی ہوتا ہے، تو کیا غیر شرعی لباس کی خرید وفروخت میں کسی قسم کی قباحت تو نہیں ہے؟ اگر ہے تو کس درجہ کی؟

المستفتی: مطیع الرحمٰن، ٹانڈہ، بادلی، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کپڑوں کی تجارت میں شرعی لباس کے ساتھ ساتھ غیر شرعی فساق کے لباس کی جو خرید وفروخت ہوتی ہے، اس میں آپ کا مقصد صرف اپنی تجارت اور کمائی ہے، فساق کا تعاون مقصود نہیں ہے، تو ایسی صورت میں آپ گنہگار نہ ہوں گے؛ ہاں البتہ تبعاً ایک قسم کا تعاون آپ کی طرف سے پایا جاتا ہے؛ اس لئے عمل تجارت فساق کے لباس کی حد تک مکروہ تنزیہی ہے اور اس تجارت کا پیسہ بلا شبہ حلال ہے؛ اس لئے کہ آپ اپنی مالیت کا پیسہ حاصل کرتے ہیں اور مال کی مالیت کا پیسہ حلال ہے، اور جو فساق فاسقانہ لباس استعمال کریں گے، وہ خود گناہ گار ہوں گے، اور آپ کے دل میں اس طرح کے لباس کی نفرت رہنی چاہئے۔

ان بيع العصير ممن يتخذه خمراً إن قصد به التجارة، فلا يحرم وإن قصد به لأجل التخمير حرم. (الأشباه والنظائر قديم ٥٣)

عن نافع عن عبد الله أن عمر رأى حلة سيراء تباع فقال: يا رسول الله! لوا بتعتها تلبسها للوفد إذا أتوك والجمعة؟ قال: إنما يلبس هذه من لاخلاق له، وأن النبي صلى الله عليه وسلم بعث بعد ذلك إلى عمر حلة سيراء حريرا، كساها إياه، فقال عمر: كسو تنيها، وقد سمعتك تقول فيها

ما قلت؟ فقال: إنما بعثت إلیک لتبیعها، أو تکسوها. (بخاري شریف، باب الحریر للنساء، النسخة الهندیة۲/۸٦۸، رقم: ۵٦۱۲، ف: ۵۸٤۱، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۲۰ رقم: ٤۷۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۰۷۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۵/ ۱۴۳۱ھ

درزی کے لئے فساق کا لباس سینا اور اس کی اجرت

سوال [۱۰۹۸٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک درزی فساق کا لباس سیتا ہے، تو اس کا یہ عمل شرعاً کیا حکم رکھتا ہے، اور اس کی اجرت کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فساق کا لباس مثلاً ایسا لباس سینا، جس میں اعضاء کی بناوٹ اور جسم نظر آتا ہو مکروہ ہے اور اس کے ذریعہ حاصل ہونے والی آمدنی حلال ہے۔

(مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۹/ ۲۸۲، احسن الفتاوی ۸/ ۵۲)

فإذا ثبت کراهة لبسها للتختم ثبت کراهة بیعها وصیغها لما فیه من الإعانة علی ما لا یجوز وکل ما أدیٰ إلی ما لا یجوز لا یجوز. (الدر مع الرد، کتاب الحظر والإباحة، فصل في المس، زکریا ۹/ ۵۱۸، کراچي ٦/ ۳٦۰)

وإن کان إسکافًا أمره إنسان أن یتخذ له خفًا علی زي المجوس، أو الفسقة، أو خیاطاً أمره أن یتخذ له ثوباً علی زي الفسوق یکره له أن یفعل؛ لأنه سبب التشبه بالمجوس......والفسقة. (شامي، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع ۹/ ۵٦۲، کراچي٦/ ۳۹۲)

إذا استأجر رجلاً لينحت له طنبورًا، أو بربطاً ففعل يطيب له الأجر إلا أنه يأثم في الإعانة على المعصية. (الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٥/ ١٣١، رقم: ٢٢٤٣٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ رصفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۴۶)

ڈگری حاصل کئے بغیر ڈاکٹری کا پیشہ کرنا

سوال [۱۰۹۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا دوست ڈاکٹر نہیں ہے، اس کے پاس ڈاکٹری کی ڈگری نہیں ہے، صرف ایک مقامی ڈاکٹر کے پاس چند سال تک پریکٹس کرنے کے بعد وہ اپنا ذاتی دواخانہ شروع کرنا چاہتا ہے، یہاں یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ ہمارے علاقہ میں بھی کئی ڈاکٹر بغیر ڈگری کے ہیں اور مریض ان کے پاس جاتے ہیں اور بحمد اللہ شفایاب بھی ہوتے ہیں، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میرا دوست ایسا دواخانہ شروع کرسکتا ہے کہ نہیں؟ اگر ہاں تو کیا اس کی آمدنی حلال شمار ہوگی؟

نیز اگر وہ شخص کسی اور کے دواخانہ میں نوکری کرے اور پورے دواخانہ کو سنبھالے اور مریضوں وغیرہ کو دیکھے اور اس کے عوض میں تنخواہ پائے تو ایسا کرنا شرعاً درست ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ڈاکٹری پیشہ کا تعلق معلومات سے زیادہ تجربات سے ہے؛ اس لئے اگر مذکورہ شخص کو ڈاکٹری پیشہ میں کامل تجربہ حاصل ہوگیا ہو اور اس کے علاج سے لوگوں کو فائدہ ہو، تو اس کا علاج کرنا اور دوسرے کے دواخانہ میں نوکری کرنا سب جائز اور درست ہے اور اس سے ملنے والی تنخواہ بھی جائز اور حلال ہوگی، مگر یہ خیال رکھنا بہت

ضروری ہوگا کہ الٹے سیدھے مریضوں کو دوا نہ دیا کرے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۴۱۸/۱۷،
ڈابھیل ۳۷۷/۱۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رصفر المظفر ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۷۳۵/۳۷)

ٹی وی کی مرمت کی اجرت حلال ہے یا حرام

سوال [۱۰۹۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (T.V) ٹی وی کی مرمت کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: T.V. ٹی وی سازی اوراس کی اصلاح ومرمت کی آمدنی حلال ہے؛ کیونکہ ٹی وی اصل کے لحاظ سے آلۂ لہو ولعب نہیں ہے، اس کو اصلاحی، تعلیمی، تربیتی اور سائنسی مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور جو چیز فی نفسہ برائی کے لئے نہ ہو، مگر انسان برائی کے لئے اس کا استعمال کرے فقہاء نے اس کی اصلاح اور خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے، تاہم چونکہ اس کا استعمال اکثر برائی ہی میں ہوتا ہے؛ اس لئے اس کی مرمت کی اجرت کراہت سے خالی نہیں۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل ۳۹۹/۱)

وعلم من هذا أنه لا يكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية، والكبش النطوح، والحمامة الطيارة، والعصير، والخشب ممن يتخذ منه المعازف. وتحته في الشامية: لأن الإجارة على منفعة البيت؛ ولهذا يجب الأجر بمجرد التسليم، ولا معصية فيه وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فينقطع نسبته عنه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٥٦٢/٩، كراچي ٣٩١/٦)

لابأس بأن يؤاجر المسلم دارًا من الذمی ليسكنها فإن شرب فيها الخمر، أو عبد فيها الصليب أوأدخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم إثم في شيءٍ من ذلک؛لأنه لم يؤاجر لذلک والمعصية في فعل المستأجر، وفعله دون قصد رب الدار فلا إثم على رب الدار في ذلک. (مبسوط سرخيي، دارالكتب العلمية بيروت ۱۶/۳۹)

وإذا استأجر الذمی من المسلم دارًا يسكنها، فلا بأس بذلک وإن شرب فيها الخمر، أو عبد فيها الصليب، أو أدخل فيها الخنازير، ولم يلحق المسلم في ذلک بأس؛ لأن المسلم لا يؤاجرها لذلک إنما آجرها للسکنیٰ كذا في المحيط. (هندية، الباب السادس عشر، زکريا قديم ۴/ ۴۵۰، جديد ۴/۴۸۶)

عن محمدؒ رجل إستأجر رجلا ليصور له صوراً، أو تماثيل الرجال في بيت، أو فسطاط، فإني أكره ذلک، وأجعل له الأجر. (هندية، الباب السادس عشر، زکريا قديم ۴/ ۴۵۰، جديد ۴/۴۸۶ ، الفتاوی التاتارخانية، زکرياه ۱/ ۱۳۰، رقم:۲۲۴۳۷)

وفي فتاویٰ أهل سمرقند: اذا استأجر رجلا لينحت له طنبوراً، أوبربطاً ففعل يطيب له الأجر إلا أنه يأثم في الإعانة على المعصية.

(الفتاوی التاتارخانية، زکريا ۱۵/ ۱۳۱، رقم: ۲۲۴۳۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۱۱۴۴۸/۴۰)

ٹیلیویژن کی تجارت کی آمدنی حلال یا حرام؟

سوال [۱۰۹۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ T.V. (ٹی وی) کی تجارت میں آمدنی کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: .T.V (ٹی وی) فی نفسہ آلۂ لہو ولعب نہیں ہے، اس کو اصلاحی، تعلیمی، تربیتی اور سائنسی مقاصد کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے، اور فقہاء نے ہر ایسی چیز کی خرید وفروخت کو جائز قرار دیا ہے، جس میں فی نفسہ کوئی برائی نہ ہو؛ لہٰذا ٹی وی کی تجارت کی آمدنی حلال ہے، تاہم اب تک چونکہ اس کا استعمال اکثر برائی ومنکرات کے لئے ہوتا رہا ہے؛ اس لئے اس کی تجارت کی آمدنی کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل ۱/۳۹۹)

وعلم من هذا أنه لا يكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية، والكبش النطوح، والحمامة الطيارة، والعصير، والخشب ممن يتخذ منه المعازف. وتحته في الشامية: لأن الإجارة على منفعة البيت؛ ولهذا يجب الأجر بمجرد التسليم، ولا معصية فيه وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فينقطع نسبته عنه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/٥٦٢، كراچي ٦/٣٩١)

ومن كسر لمسلم بربطًا، أو طبلا، أو مزمارًا، أو دفاً، أو أراق له سكراً، أو منصفاً، فهو ضامن، وبيع هذه الأشياء جائز، وهذا عند أبي حنيفة......ولأبي حنيفة أنها أموال لصلاحيتها لما يحل من وجوه الانتفاع، وإن صلحت لما لا يحل فصار كالأمة المغنية، وهذا لأن الفساد بفعل فاعل مختار، فلا يوجب سقوط التقوم وجواز البيع والتضمين مرتبان على المالية والتقوم، والأمر بالمعروف باليد إلى الأمراء لقدرتهم، وباللسان إلى غيرهم. (هداية، اشرفي ديوبند ٣/٣٨٧)

وفي فتاوىٰ أهل سمرقند: إذا استأجر رجلا لينحت له طنبوراً، أوبربطاً ففعل يطيب له الأجر إلا أنه يأثم في الإعانة على المعصية. (تاتارخانية، زكريا ١٥/١٣١، رقم: ٢٢٤٣٧)

عن محمدؒ رجل استأجر رجلا ليصور له صوراً، أو تماثيل الرجال في بيت، أو فسطاط، فإني أكره ذلک، وأجعل له الأجر. (هندية، الباب السادس عشر، زكريا قديم ٤/ ٤٥٠، جديد ٤/ ٤٨٦، الفتاوى التاتارخانية، زكريا١٥/ ١٣٠، رقم: ٢٢٤٣١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۶۲/ ۱۱۴۴)

ٹی وی، ریڈیو، موبائل وغیرہ کے سامان کا کاروبار کرنا

سوال [۱۰۹۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر ٹی وی، ریڈیوں، موبائل، کے ساتھ ساتھ مختلف لہو ولعب کے سامان کا کاروبار کرتا ہے مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ بکر کی آمدنی حلال ہے یا حرام دلائل کے ساتھ جواب تحریر کریں۔

المستفتی: محمد زکریا، دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹی وی، ریڈیو، صرف فحش پروگراموں اور ناجائز نشریات کے لئے خاص نہیں؛ بلکہ ان پر جائز پروگرام بھی نشر کئے جاتے ہیں، مثلاً وہ ٹی وی جو کاروباری لوگ اپنی فیکٹری میں لگاتے ہیں، جس سے مختلف کمروں میں کام کرنے والوں کی نگرانی کی جاتی ہے؛ اس لئے ان کی مرمت کا پیشہ بنانا جائز اور آمدنی حلال ہے، اس کا حکم بھی فوٹو گرافی کی اجرت کی طرح ہے، اور ان چیزوں کا استعمال فحش پروگراموں کو نشر کرنے اور بے حیائی کی ترویج کے لئے زیادہ ہوتا ہے اور اس کی مرمت میں ایک گونہ تعاون علی الاثم ہے؛ اس لئے یہ پیشہ اختیار کرنا مکروہ ہوگا۔ اور موبائل کا حکم ان چیزوں سے الگ ہے، موبائل کی ایجاد اصلاً آپسی رابطہ اور مواصلاتی نظام کی ترقی کے لئے ہوئی ہے؛ اس لئے اس کی

مرمت کا پیشہ اختیار کرنا جائز اور آمدنی بلاشبہ حلال ہے، جو موبائل کو ناجائز کاموں میں استعمال کرے گا وہی گناہ گار ہوگا، مرمت کرنے والے پر اس کا کوئی گناہ نہ ہوگا۔ اور لہو ولعب کے سامان کی مرمت کرنے اور ان کی تجارت کرنے میں فی نفسہ گناہ نہیں ہے؛ بلکہ ان چیزوں کو ناجائز کھیلوں میں استعمال کرنے والا گنہگار ہوگا اور جائز کھیلوں میں استعمال کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا؛ لہٰذا لہو ولعب کی مرمت وتجارت کرنے والے شخص کی آمدنی حلال ہے۔ اور اس کے ساتھ ہر طرح کا معاملہ کرنا شرعًا جائز ہے۔

الأمور بمقاصدها. (الأشباه والنظائر ۵۳)

قال الله تعالیٰ: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرَی. [الأنعام:١٦٤]

يجب الأجر بمجرد التسليم، ولا معصية فيه وإنما المعصية بفعل المستأجر وهو مختار فينقطع نسبته عنه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/٥٦٢، كراچي ٦/٣٩١)

إذا استأجر رجلا لينحت له طنبوراً، أو بربطاً ففعل يطيب له الأجر إلا أنه يأثم في الإعانة على المعصية. (هندية، الباب السادس عشر، زكريا قديم ٤/٤٥٠، جديد ٤/٤٨٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۴۶۴/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۷/۱۴۳۲ھ

جعلی سرٹیفکیٹ سے حاصل شدہ نوکری کا پیشہ حلال یا حرام؟

سوال [۱۰۹۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جعلی سرٹیفکیٹ کے ذریعہ سے جو نوکری حاصل کی جاتی ہے، وہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے بعد اس نوکری سے جو تنخواہ ملے گی وہ حلال ہوگی یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جعلی سرٹیفیکٹ کے ذریعہ سے جونوکری حاصل کی جاتی ہے وہ ناجائز ہے؛ اس لئے کہ یہ جھوٹ اوردھوکہ ہے تاہم جوکام اس کے ذمہ ہے، اگر وہ اس کو بحسن وخوبی انجام دیتا ہے، تو اس کے لئے اجرت لینا جائز اور حلال ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۱۹۸/۸، کتاب الفتاوی ۳۹۵/۵، آپ کے مسائل اوران کا حل جدید زکریا ۲۹۸/۷، فقہی مسائل ۴۱۳/۱)

فيطيب له وإن كان السبب حراماً. (البحر الرائق، باب الإجارة الفاسدة، زكريا ٣٣/٨، كوئٹه ١٩/٨)

واعترض رجل من غير المقلدين، وقال إن أبا حنيفةؒ يجعل أجرة البغي طيبة، وهذا خلاف نص الحديث، وإجماع الأمة، وأجاب مولانا المرحوم الگنگوهي أن صورة المسئلة أن يستأجر رجل المرأة لعمل ما من الطحن، أو الخبز، واشترط معها، أنه يزني بها، فإن أجرة عملها طيبة. (العرف الشذي على هامش الترمذي، مكتبه البدر ٢١٦/١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۱۱۴۵۸/۴۰)

تصویر کشی کی اجرت حلال ہے یا نہیں؟

سوال [۱۰۹۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک فوٹوگرافر ہے، اس کے یہاں ہر طرح کے فوٹو کھینچے جاتے ہیں، پاسپورٹ اور ایجنسی کارڈ فوٹو کے ساتھ آدمی کا پورا فوٹو اور نوجوان لڑکے لڑکیوں کے شوقیہ فوٹو بھی کھینچے جاتے ہیں، تو اس طرح کے فوٹو تیار کر کے اس کی اجرت حلال ہے یا نہیں؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جوفوٹوگرافر جائزوناجائز دونوں طرح کے فوٹو تیار کرتا ہے، تو اس کا پیشہ تو سخت گناہ کا کام ہے؛ لیکن اس کی اجرت مع الکراہت حلال ہے؛ اس لئے کہ وہ اپنے سامان کی اجرت لیتا ہے، جو وہ فوٹو کی تیاری میں خرچ کرتا ہے۔ (مستفاد: جواہر الفقہ ،مکتبہ تفسیر القرآن، دہلی-۳/۳۴۷)

رجل استأجر رجلا ليصور له صوراً، أو تماثيل الرجال في بيت، أوفسطاط، فإني أكره ذلک، وأجعل له الأجر. قال هشام: تأويله إذا كان الإصباغ من قبل الأجير. (الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٥/ ١٣٠، رقم: ٢٢٤٣١، هندية، زكريا قديم ٤/ ٤٥٠، زكريا جديد ٤/ ٤٨٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۴۰/۱۱۴۴۹)

بیڑی، سگریٹ کی تجارت اور اس کا پیشہ

سوال [۱۰۹۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بیڑی، سگریٹ کی ایجنسی ہے، تھوک میں لوگ لے جاتے ہیں، تو یہ کاروبار کرنا کیسا ہے؟ اور اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بیڑی، سگریٹ کا کاروبار بلا کراہت جائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی بلا کراہت حلال ہے؛ البتہ پینے والوں کے لئے پینا مکروہ ہے۔

وصح بيع الخمر ممامر ومفاده: صحة بيع الحشيشة، والأفيون –ولا شک في ذلک لأنهما دون الخمر وليسا فوق الأشربة

المحرمة فصحة بيعها يفيد صحة بيعهما. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، كراچي٦/٤٥٤، زكريا ٣٥/١٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۱۱۴۷۶/۴۰)

جانوروں کوادھیا پر دینا

سوال [۱۰۹۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جانوروں کوادھیا پر دینا کیسا ہے؟ یعنی مالک چرواہے کو جانور اس شرط پر دے کہ وہ اس کی پرورش کرے، تو دودھ اور بچہ دونوں میں آدھا آدھا ہوگا، اگر یہ ناجائز ہے، تو اس کے جواز کی کیا شکل ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جانوروں کوادھیا پر دیناجائز نہیں ہے؛ البتہ اس کے جواز کی شکل یہ ہے کہ مالک جانور کی ایک مناسب قیمت لگا کر نصف حصہ دیکھ ریکھ کرنے والے کے ہاتھ فروخت کردے، پھراس کی قیمت معاف کردے، تو ایسی صورت میں جانور دونوں کے درمیان مشترک ہوجائے گا اوراس کی نسل اورآمدنی بھی دونوں کے درمیان نصف نصف ہوجائے گی اور دیکھ ریکھ کرنے والا اپنی دیکھ ریکھ کی اجرت نہ لے، اسے معاف کردے، تو اس صورت میں جانور کی نسل اور دودھ دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوجائے گا۔

(مستفاد: انوار رحمت ۲۲۴، محمودیہ ڈابھیل ۵۹۴/۱۶، میرٹھ ۱۹۴/۲۵)

دفع بقرة إلى رجل على أن يعلفها، وما يكون من اللبن، والسمن بينهماأنصافًا، فالإجارة فاسدة وعلى صاحب البقرة للرجل أجر قيامه وقيمة علفه إن علفها من علف هو ملكه-والحيلة في جوازه أن يبيع نصف البقرة

منه بثمن ويبرئه عنه، ثم يأمر باتخاذ اللبن والمصل، فيكون بينهما. (هندية، الباب الخامس عشربثمن الفصل الثالث، زكريا قديم ٤/٤٤٥،جديد ٤/٤٨١، بزازيه، زكريا جديد ٢/٢٠، وعلى هامش الهندية ٥/٣٧، قاضيخان، زكريا جديد ٢/٢١٠، وعلى هامش الهندية٢/٣٣٠)

رجل دفع بقرة إلى رجل بالعجل مناصفة، وهي التي يسمى بالفارسية كاونم، بأن دفع على أن ما يحصل من اللبن، والسمن بينهما نصفان؛ فهذا فاسدة، والحادث كله لصاحب البقرة والإجارة فاسدة -والحيلة في تجويز هذا التصرف أن يبيع نصف البقرة من المدفوع إليه بثمن معلوم، ويسلم البقرة إليه ويبرئه من الثمن، ثم يأمره، بأن يتخذ من لبنها المصل والسمن وغير ذلک فيكون ذلک بينهما.

(خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني، اشرفية٣/١١٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ

۱؍ربیع الاول۱۴۳۵ھ

(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۱۱۴۵۵/۴۰)

جانوروں کوحاملہ کرانے کے لئے انجکشن لگوانا اوراس کی اجرت لینا

سوال [۱۰۹۹۵]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جانوروں کوحاملہ کرانے کے لئے انجکشن لگوانا اوراس کی اجرت دینا ولینا کیسا ہے؟ جوبھی شرعی حکم ہوتحریرفرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: حسین احمد، متعلم مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جانوروں کوحاملہ کرانے کے لئے انجکشن لگوانا دوقسموں پرہوسکتا ہے:

(۱) جانور کے فطری راستہ سے ہٹ کر جسم کے کسی دوسرے حصہ پر لگوایا جائے، تو اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جانور اپنی طبعی کمزوری کی وجہ سے حاملہ نہیں ہو رہی ہے اور بطور علاج انجکشن کے نر سے ملنے پر حاملہ ہو جاتی ہے، تو اس طرح انجکشن لگوانا اور اس کی اجرت لینا دینا بھی شرعاً جائز ہے۔

(۲) جانور کے رحم دان میں فطری راستہ سے انجکشن کے ذریعہ نرینہ جانور کا مادہ منویہ پہونچایا جائے، تو مادہ اور انجکشن کی اجرت وقیمت دینا اور لینا ناجائز اور حرام ہے۔

أحاديث الباب تدل على أن بيع ماء الفحل وإجارته حرام؛ لأنه غير متقوم به، وإليه ذهب الجمهور. (حاشية بذل المجهود، تحت باب في عسب الفحل، دارالبشائر الإسلامية ۱۱/۱۳۳، دار الكتب العلمية بيروت ۱۵/۹۶، نيل الأوطار، دارالكتب العلمية بيروت ۵/۱۷٤)

اور اس طرح انجکشن لگوائی کی اجرت کے سلسلہ میں فقیر کی نظر سے کوئی صریح جزئیہ نہیں گذرا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/۲۱۸۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴/۴/۱۴۱۱ھ

غیر مسلم کی پوجا کی تصویریں فروخت کرنا

سوال [۱۰۹۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں اہل ہنود کی پوجا کی تصویریں فریم کر کے بیچتا ہوں، کیا یہ روزی میرے لئے ازروئے شریعت جائز ہے یا ناجائز؟ آگاہی فرمادیں عنداللہ ماجور ہوں گے۔

المستفتی: محمد طاہر حسن، مانپور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کا یہ کام اعانت علی المعصیت کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے؛ البتہ اجرت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بلاکراہت حلال و جائز ہے اور امام ابویوسفؒ و محمدؒ کے نزدیک مع الکراہت جائز ہے؛ اس لئے مسلمانوں کو اس طرح روزی اختیار کرنے سے احتراز کرنا جائز ہے۔

لو آجره دابة لينقل عليها الخمر، أو آجره نفسه ليرعي له الخنازير يطيب له الأجر عنده و عندهما يكره. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زكريا ٩/ ٥٦٢، كراچي٦/ ٣٩٢، البحرالرائق، زكريا ٨/ ٣٧٢، كوئٹه٨/ ٢٠٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۷۴۹/۲۵)

لہو ولعب کی اشیاء بنا کر کرایہ پر دینا

سوال [۱۰۹۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ تمام اشیاء لہو ولعب کی جو شادی بیاہ میں مشرکین، ہنود، یا غیر مسلمین عیسائی، یہودی اور مسلمان استعمال کرتے ہیں، ان کا بنانا اور کرایہ وغیرہ پر دینا کیسا ہے؟

المستفتی: جمیل احمد قاسمی، بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تعاون علی المعصیۃ کی وجہ سے صاحبین کے نزدیک ناجائز ہے، اسی پر فتوی دیا جاتا ہے؛ اس لئے ان چیزوں کا بنانا اور کرایہ پر دینا سب ممنوع اور مکروہ ہے۔

وعندهما يكره له ذلک لوجود الإعانة على المعصية، وقد صح أن النبي صلى الله عليه وسلم لعن في الخمر عشراً وعد منها حاملها والمحمول إليه. (مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، دارالكتب العلمية، بيروت ٤/١٨٨، مصري قديم ٢/٥٣٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/محرم الحرام ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۰۹۴/۲۶)

کم تنخواہ دیکر زیادہ پر دستخط کرانا

سوال [۱۰۹۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گورمنٹ کے مدرسہ میں مدرس کی جو تنخواہ متعین ہوتی ہے، اس کا نصف حصہ گورنمنٹ دیتی ہے اور نصف حصہ مدرسہ کے ذمہ واجب الاداء ہوتا ہے، اگر دینی مدارس کو اس نصف کی ادائے گی میں بھی دشواری پیش آئے اور مدرسین رضاء وخوشی کے ساتھ اس سے کم پر بھی آمادہ ہوجائیں اور دستخط پورے نصف پر کریں، تو کیا ایسا کرنا جائز نہیں ہے؟ بینوا بالتفصیل توجروا عندالجلیل۔

المستفتی: ظہیر الحق نعمانی، وصیۃ العلوم، کوپاگنج، اعظم گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: اگر کم لے کر زیادہ پر دستخط کرانے کا مقصد قوم کو زیادہ حساب دکھلا کر ان سے زیادہ رقم حاصل کرنی ہے، تو یہ دھوکہ ہے، یہ ناجائز اور واجب الاحتراز ہے، اگر اس طرح زیادہ پر دستخط کا کوئی دوسرا مقصد ہے، تو اس کی صراحت کردی جائے، اس کے بعد حکم لکھا جاسکتا ہے۔

عن أبي هريرة رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم

مر برجل -إلى- فقال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا من غش. (سنن أبي داؤد، باب النهي عن الغش، النسخة الهندية ۲/ ۸۹، دارالسلام رقم: ۳٤٥۲، مسند أحمد بن حنبل ۲/ ۲٤۲، رقم: ۷۲۹۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۱۲۱۴)

فسادات میں لوٹے ہوئے مال کی خرید وفروخت

سوال [۱۰۹۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موجودہ زمانہ میں فسادات میں لوٹے ہوئے مال کی بیع وشراء کا کیا حکم ہے؟ مع دلائل جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: اخلاق احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ہندوستان جیسے (دارالجمہوریہ) میں لوٹ مار کرنا ناجائز اور حرام ہے اور لوٹ مار میں جو مال حاصل ہو جائے، اس کو خود استعمال کرنا ناجائز ہے، اصل مالک یا اس کے ورثاء کو پہونچا دینا لازم ہے اور اگر یہ ممکن نہ ہو، تو فقراء کو بلا نیت ثواب دیدینا لازم ہے۔

صرح الفقهاء: بأن من اكتسب مالا بغير حق، فأما أن يكون كسبه بعقد فاسد (إلى قوله) **أوبغير عقد كالسرقة، والغصب، والخيانة، والغلول، ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه، يجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك وإلا ففي جميع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء.** (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، سهارن پور ۱/ ۳۷، دارالبشائر الإسلامية بيروت ۱/ ۳٥۹، تحت رقم الحديث: ٥۹)

فإن عرفوا أربابها ردوها على أربابها؛ لأنه لا يخلوا عن نوع خبيث، وإن لم يعرفوا أربابها تصدقوا بها. (قاضيخان، كتاب الحظر و الإباحة، زكريا جديد ٣/ ٢٩٠، وعلى هامش الهندية ٣/ ٤٠١)

لو أجريت أحكام المسلمين، وأحكام أهل الشرك لاتكون دار حرب. (شامي، مطلب فيما تصير به دارالإسلام، دار حرب، زكريا ٦/ ٢٨٨، كراچي ٤/ ١٧٥، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٠/ ٢٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۷۸۳)

غیر مسلم، مسلمان کو شراب وخنزیر کا پیسہ تحفہ میں دے تو کیا حکم؟

سوال [۱۱۰۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شراب اور خنزیر کا ثمن مسلمانوں کے لئے حرام ہے، غیر مسلموں کے حق میں کیا حکم رکھتا ہے؟ شراب اور خنزیر کا پیسہ اگر ان کے حق میں جائز ہے، تو وہ مسلمانوں کو شراب اور خنزیر کا پیسہ تحفہ میں دیں، تو مسلمانوں کے لئے وہ پیسہ جائز ہوگا یا ناجائز ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شراب اور خنزیر کا پیسہ غیر مسلموں کے لئے ان کے عقیدے کے مطابق جائز ہے؛ لہٰذا اگر غیر مسلم مسلمان کو شراب یا خنزیر کا پیسہ بطور تحفہ دے، تو مسلمان کے لئے وہ پیسہ حلال اور جائز ہوجائے گا۔

إن بلالاً قال: لعمر بن الخطابؓ إن عمالک ياخذون الخمر، والخنازير في الخراج، فقال: لا تأخذوها منهم؛ ولكن ولوهم ببيعها وخذوا أنتم من الثمن – فهذا عمرؓ قد أجاز لأهل الذمة بيع الخنازير، والخمر، وأجاز للمسلمين أخذ أثمانهما في الجزية، والخراج وذلك بمحضر من

الصحابة رضی ولم ينكر عليه منكرٌ. (إعلاء السنن، باب حرمة بيع الخمر، والميتة، والخمر، والخنزير، والأصنام، دارالكتب العلمية بيروت ١٤/١٣٤، ١٣٥، كراچي ١٤/١١١، بدائع الصنائع، زكريا٤/٣٣٤، كراچي ٥/١٤٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ر صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص: ۴۰/۱۱۴۴۲)

نشہ آور چیز کا کاروبار و بلیک مارکٹنگ کا حکم

سوال [۱۱۰۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خالد نشہ آور چیز کی آمدنی وکارور بار کے ساتھ کالا بازار کا کاروبار کرتا ہے اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد زکریا، دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: شراب کی تجارت اورآمدنی حرام ہے، اگر شراب کا کاروبار کرنے والے کی غالب آمدنی یہ ہے، توان سے ہدیہ یادعوت قبول کرنا یاان کو اپنے ساتھ قربانی میں شریک کرنا جائز نہ ہوگا اور بیوی اور بچوں کے لئے ان کے مال سے اپنا نفقہ لینے کی گنجائش ہے اور شراب کے علاوہ جونشہ آور چیزیں ہیں، جیسے گانجا، بھنگ، افیون یادیگر منشیات ان کی تجارت اور آمدنی مکروہ ہے، اور یہی حکم ان کے ہدایا اور دعوت کا ہے اور بلیک مارکٹنگ کا کاروبار فی نفسہ جائز ہے۔

قال الله تعالىٰ: ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ﴾. [البقرة:١٩٥]

الأشربة المحرمة أربعة. (هداية، كتاب الأشربة، اشرفي ديوبند ٤/٤٩٢)

ولايجوز بيعها لحديث مسلم" الذي حرم شربها حرم بيعها. (شامي، كتاب الأشربة، زكريا ١٠/٢٩، كراچي ٦/٤٤٩)

وصح بيع غير الخمر……ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره.

(شامي، كتاب الأشربة، زكريا ١٠/ ٣٥، كراچي٦/ ٤٥٤)

لا يجيب دعوة الفاسق……وكذا من كان غالب ماله حرامًا.

(هندية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، زكريا قديم٥/ ٣٤٣، جديد ٥/ ٣٩٧) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍رجب المرجب ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹؍۱۰۴۶۴)

ٹیکسی سے شرابیوں کو شراب خانے لے جانا اوران کو کمرے کرایہ پر دینا

سوال [۱۱۰۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ یہاں نیوزی لینڈ میں مختلف مما لک کے مسلمان بغرض تجارت و روز گار مقیم ہیں، ان میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں، جو اچھی کمائی کے لئے حرام وحلال سے قطع نظر کچھ کاروبار کرتے ہیں۔

(۱) کچھ لوگ پوری رات اپنی ٹیکسی سے شراب خانوں سے شرابیوں اور اسی طرح جوئے خانوں رقص گاہوں اور قہوہ خانوں سے فساق و فجار کو منتقل کرتے ہیں اور پھر دن بھر سوتے ہیں اور یہ محض اچھی آمدنی کے خاطر کرتے ہیں۔

(۲) کچھ لوگ مکانات خریدتے ہیں اور پھر انہیں ایسے لوگوں کو کرایہ پر دیتے ہیں، جو ان میں شراب پیتے ہیں، خنزیر کا گوشت کھاتے ہیں اور اپنی دوست لڑکیاں لاتے ہیں، ان کا مقصد بھی اچھی آمدنی ہے۔

المستفتی: مفتی ساجد، بجنوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ٹیکسی چلانے والے کی اجرت حلال ہے،

معصیت کا کام کرنا فساق وفجار کا اپنا ذاتی فعل ہے، وہ معصیت کے فاعل مختار ہیں؛ البتہ تعاون علی المعصیت کی وجہ سے حضرات صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔

وإن تحصل المعصية بفعل فاعل مختار، وليس الشراب من ضرورات الحمل؛ لأن حملها قد يكون للإراقة، أو للتخليل (إلى قوله) وعلى هذا الخلاف لو آجره دابة لينقل عليها الخمر، أو آجره نفسه ليرعي له الخنازير يطيب له الأجر عنده، وعندهما يكره. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، كراچی ٦/٣٩٢، زكريا ٩/٥٦٢، البحرالرائق، كوئٹه ٨/٢٠٣، زكريا٨/٣٧٢)

(۲) ایسا کام کرنا تعاون علی المعصیت کی وجہ سے مکروہ ہے اور اجرت حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بلاکراہت حلال ہے اور حضرات صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے۔

يطيب له الأجر عنده، و عندهما يكره. (شامي، كراچي ٦/٣٩٢، زكريا ٩/٥٦٢)

وهو صريح في جواز بيع الغلام من اللوطي. (شامي، كراچي ٦/٣٩٢، زكريا ٩/٥٦٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رمحرم الحرام ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳ ر ۵۱۰۷)

مسلم مزدور کا سرکاری دفتر میں پھینکی ہوئی خالی شراب کی بوتل کو دھل کر استعمال کرنا

سوال [۱۱۰۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرکاری دفتر میں غیر مسلم شراب پی کر خالی بوتل پھینک دیتے ہیں، وہاں مسلم

مزدور کام کرتے ہیں، وہ خالی بوتلیں اٹھالاتے ہیں، ان کو فروخت کردیتے ہیں یا صاف کر کے اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ شراب کی خالی بوتلیں وہاں سے اٹھانا یا فروخت کرکے پیسے اپنے صرفہ میں لانا یا بوتل صاف کرکے اپنے استعمال میں لانا مسلمان کے لئے جائز ہے یانہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: منشی انیس احمد، نئی بستی، رام نگر، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مسئولہ میں ان بوتلوں کو پاک وصاف کرکے شرعاً اپنے استعمال میں لانا اور فروخت کرکے قیمت حاصل کرنا جائز ہے۔ نیز پانی سے اچھی طرح پاک کرلیا جائے۔

ويجوز تطهير النجاسة بالماء وبكل مائع طاهر. (مختصر القدوری، كتاب الطهارة، باب الأنجاس ١٨)

فإن كانت شيئًا يعلم أن صاحبها لا يطلبها كالنواة، وقشر الرمان يكون إلقاؤه إباحة حتى جاز الانتفاع به بلا تعريف. (شامي، كتاب اللقطة، زكريا ٦/٤٣٦، كراچي ٤/٢٧٨، كوئٹه ٣/٣٥٠)

والبطيخ في مواضع متفرقة له أن يأخذ وينتفع بها. (بزازيه، كتاب اللقطة، زكريا جديد ٣/١١١، وعلى هامش الهندية ٦/٢١٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴؍ ۷۰۳)

مقدمہ کا خرچ اپنے فریق سے وصول کرنا

سوال [۱۱۰۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل

کے بارے میں: کہ میں نے ایک شخص زید کو کچھ مال دیا، اس شخص نے اس مال کی قیمت واپس نہیں کی اور نہ ہی مال واپس کیا، تقریباً دس سال گذر گئے، پھر میں نے عدالت میں نالش کی تو ڈگری میرے نام آگئی، اس درمیان عدالت میں میرا تقریباً پانچ ہزار چار سو روپیہ خرچہ ہوا، اس کے بعد اس شخص نے اس مال کی قیمت ادا کردی اور اس پر جو سود ہوتا ہے، وہ میں نے نہیں لیا۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ عدالت میں جو روپیہ میرا خرچہ ہوگیا، وہ خرچ شدہ روپیہ زید سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ معاف کردو؛ جبکہ وہ صاحب حیثیت آدمی ہے، شرعی حکم کیا ہے؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد یونس، محلّہ: سرائے ترین، سنبھل، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی حالت میں خرچۂ مقدمہ وصول کرنا بعض فقہاء جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز کہتے ہیں؛ اس لئے اگر معاف کردیں گے، تو زیادہ بہتر ہوگا اور اگر وصول کریں گے، تو جن فقہاء نے اجازت دی ہے، ان کے قول کے مطابق آپ کے لئے خرچۂ مقدمہ وصول کرکے استعمال کرنا حلال ہوگا۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۱۵۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/۲۹۶۶)

بکرے کے خصیتین کی فروختگی اور اس سے حاصل شدہ آمدنی کا حکم

سوال [۱۱۰۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک صاحب ہیں، ان کا گوشت کا کاروبار ہے، اور کثیر تعداد میں بکرا ذبح کرکے گوشت فروخت کرتے ہیں، بکرے کے خصیتین ''فوطا'' جس کو یہاں کی

زبان میں کبورا کہتے ہیں، یہاں کے غیر مسلم اسے خرید کر بڑے شوق سے کھاتے ہیں، کیا اس کا فروخت کرنا جائز ہے؟

(۲) کچھ جان کار لوگ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے یہاں بکرے کا خصیہ یعنی فوطا کھانا جائز ہے اور فروخت کرنا بھی جائز ہے۔ کیا یہ حقیقت میں جائز ہے؟ اگر شافعی مسلک میں جائز ہے، تو مجبوری کے درجہ میں مسلک شافعی پر عمل کرکے فروخت کیا جائے، تو جائز ہوگا؟

(۳) اگر بالفرض خصیتین کی بیع شریعت مطہرہ میں بالکل ہی ناجائز ہے، تو کیا شریعت میں ایسی کوئی شکل ہے کہ خصیتین یعنی فوطا بیچ کر اس رقم سے غریبوں کی مدد کی جاسکے، جیسا کہ بینک میں جمع شدہ رقم سے جو سود ملتا ہے، اس کو غریبوں میں تقسیم کرنے کو حضرات فقہاء جائز قرار دیتے ہیں۔

المستفتی: عزیز احمد رحمانی، کچھی کومپلکس، بدھوار نیپٹھ (مہاراشٹر)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حلال جانوروں کے خصیتین حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مکروہ ہیں اور ائمہ ثلاثہؒ اور جمہورؒ کے نزدیک بلا کراہت حلال اور جائز ہیں اور حنفیہ کے یہاں اگرچہ کھانا مکرہ ہے؛ لیکن اس کو فروخت کرنا بلا کراہت جائز اور درست ہے اور اس کا پیسہ بھی حلال ہے؛ اس لئے کہ جس مسلک کے نزدیک حلال ہے، ان کے ہاتھ فروخت کرنے کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ نیز خصیتین دواؤں میں بھی کام آتے ہیں۔ نیز حنفی مسلک میں اگرچہ مکروہ ہے؛ لیکن اگر کوئی دوا اور علاج کے طور پر استعمال کرے گا، تو بلا کراہت جائز ہے؛ اس لئے بیع کے جواز میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے اور اس کے لئے شافعی مسلک اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

فجاز بیعه ولحوم السباع وشحومها وجلودها......والانتفاع بها غیر الأكل. (تبیین الحقائق، زکریا دیوبند ٤/ ٣٧٨، امدادیه ملتان ٤/ ٥١)

يجوز بيع الحيات إذا كان ينتفع بها للأدوية. (شامي، مطلب في بيع دودة القرمز، زكريا ۷/ ۲٦۰، كراچی ٥/ ٦۸)

عن مجاهد قال: كره رسول الله صلى الله عليه وسلم: من الشاة سبعاً المرارة -إلى قوله- والأنثيين (الحديث) قلت الحديث نص في كراهة هذه الأشياء السبع وهو مذهب الحنفية. (إعلاء السنن، كراچي ۱۷/ ۱۳۰، دار الكتب العلمية بيروت ۱۷/ ۱٤٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰ ر رجب المرجب ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۱۲۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۷/ ۱۴۳۱ھ

حرام کمائی سے زندگی بسر کرنے کا حکم

سوال [۱۱۰۰٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے چھوٹے بھائی کی کمائی جائز نہیں ہے، کئی سال میں اس کے ساتھ رہا، کھانا پینا بھی اسی کے ساتھ تھا، پھر میری شادی ہوگئی، تو میں الگ رہنا چاہتا تھا؛ لیکن وہ مجھے جانے نہیں دیتا تھا۔ ۱۰/ سال اپنے بھائی کے ساتھ رہا وہاں کھایا پیا اور اس کے گھر میں رہا جس میں لائٹ بھی دونمبر کی تھی، میں نے ٹھنڈا گرم پانی بھی استعمال کیا۔ اب میں ان سب چیزوں کا کفارہ ادا کرنا چاہتا ہوں، مجھے بتائیں کہ اس کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

المستفتی: اقبال احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: دس سال تک بھائی کے ساتھ جو رہنا ہوا ہے، اس میں خود آپ کی کمائی بھی تھی؛ اس لئے آپ کے کھانے پینے میں کوئی ناجائز چیز نہیں رہی، آپ کی کمائی حلال تھی، مگر بھائی کی کمائی کے ساتھ مخلوط ہونے کی وجہ سے صرف شبہ اور اشتباہ رہا ہے، اس کی وجہ سے وسوسہ میں مبتلا نہ ہوئیے۔ اللہ تعالیٰ سے سچی توبہ کر لینا ضروری

ہے اس کا کوئی کفارہ شریعت سے ثابت نہیں، آپ کے بھائی کی ہدایت کے لئے دعا کر رہے ہیں۔ اللہ پاک حلال روزی کی توفیق دے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا.

[النساء:۱۷] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۶۹۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۶/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ

چوری کے مال سے خریدی گئی حلال چیز کا دوسروں کے لئے استعمال کرنے کا حکم

سوال [۱۱۰۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک چور نے چوری کے مال سے کوئی حلال چیز خریدی تو وہ حلال چیز دوسرے لوگوں کے لئے استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: ابوالخیر، ۲۴ ر پرگنوی، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: چوری کا مال اور چوری کے مال سے خریدی ہوئی چیز استعمال کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/ ۱۰۴)

اشترىٰ بالثوب المغصوب جارية يحرم عليه وطؤها حتى يدفع قيمة الثوب إلى صاحبه. ان الصحيح لا يحل له الأكل ولا الوطء؛ لأن في السبب نوع خبث. (شامي، كتاب الغصب، مطلب شرى دارا أو سكنها...... زكريا ۹/ ۲۷۸، كراچي ۶/ ۱۹۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۷۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۵/ ۸/ ۱۴۲۳ھ

جوے کے پیسے سے خریدی گئی زمین کی پیداوار کا حکم

سوال [۱۱۰۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص جوا کھیلتا ہے، اس سے حاصل شدہ رقم کے ذریعہ ایک زمین خریدتا ہے اور اس میں کاشتکاری کر رہا ہے، تو اس سے حاصل ہونے والی پیداوار حلال ہے یا حرام؟ نیز اس کے ذریعہ سے قربانی کرسکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: ابوالخیر، ۲۴؍ پرگنوی، متعلم تکمیل ادب، مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جوے کے پیسے سے جو زمین خریدی گئی ہے، اس زمین کی پیداوار اس وقت تک مشتبہ رہے گی، جب تک یہ شخص ان لوگوں کو اتنی مقدار میں پیسہ واپس نہ کردے، جس مقدار کا پیسہ جوے میں ہارنے والوں سے وصول کیا ہے، ہارنے والوں ہی کو وہ پیسہ واپس کردینا ضروری ہے، اس کے بعد زمین کی پیداوار بلا شک وشبہ حلال ہوگی، اور اس پیسہ سے قربانی حلال نہیں ہے؛ ہاں البتہ جوے میں ہارنے والوں کو اتنی مقدار میں پیسہ واپس کردینے کے بعد قربانی حلال ہوسکتی ہے۔ (مستفاد: محمودیہ قدیم ۱۳/۳۵۲، ڈابھیل ۱۸/۴۱۵، احسن الفتاوی ۸/۱۰۴)

صرح الفقهاء: بأن من اكتسب مالا بغير حق، أوبغير عقد كالسرقة، والغصب، والخيانة، والغلول، ففي جميع الأحوال المال الحاصل له حرام عليه. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، سهارن پور ۱/۳۷، دارالبشائر الإسلامية بيروت ۱/۳۵۹، تحت رقم الحديث: ۵۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۷۹۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۸/۵ھ

بینڈ باجہ فروخت کرکے اس کی رقم سے دوسرا کاروبار کرنا

سوال [۱۱۰۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عادل کہتا ہے کہ میرے باپ، دادا سے بینڈ باجے کا کام چلا آرہا ہے، اور میں بھی کررہا ہوں۔ اب اس کام کو ترک کرنے جارہا ہوں، تو کیا جو کچھ سامان ہے بینڈ باجے کا اس کو بیچ کر یا اس کی کمائی کا جو روپیہ ہے، اس سے کوئی دوسرا کاروبار کرسکتا ہوں یا نہیں؟ اور میرے پاس روپیہ نہیں ہے۔ حل صورت بتلائیں اور یہ پیشہ بینڈ باجہ کا صحیح ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسلم فیضی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بینڈ باجہ کی تجارت تعاون علی المعصیت ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے، مگر ان کی قیمت حرام نہیں ہے، بلکہ کراہت کے ساتھ حلال ہے۔

وجاز بيع عصير عنب ممن يعلم أنه يتخذ خمراً؛ لأن المعصية لاتقوم بعينه؛ بل بعد تغيره وقيل يكره لإعانة على المعصية. (در مختار مع الشامي كتاب الحظرو الإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/ ٥٦٠-٥٦١، كراچي ٦/ ٣٩١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍رجب المرجب ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۳۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۷/۵ھ

غیر مسلم کے ہاتھوں فریم کی فروختگی کا حکم

سوال [۱۱۰۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص شیشے کے فریم بنانے کا کاروبار کرتا ہے اور وہ فریم بنا کر مسلم وغیر مسلم

دونوں کوفروخت کرتا ہے؛ لیکن غیر مسلم فریم خرید کر کے اس کے اندر مورتی رکھ کر پوجا کرتے ہیں اور یہ بات اس شخص کو معلوم بھی ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ کیا اس شخص کا غیر مسلم کو فروخت کرنا جائز ہے؟ جبکہ اس کے روپیہ سے غیر مسلم بت پرستی کا کام انجام دے رہے ہیں؟

المستفتی: محمد عبدالعظیم، جگر کالونی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شیشہ وغیرہ کے فریم بنانے کا کاروبار کرنا جائز اور درست ہے، خریدار چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم اور فریم کے خریدنے والے غیر مسلم، اگر ان فریموں میں مورتی وغیرہ رکھ کر پوجا وغیرہ کرتے ہیں، تو اس کا گناہ فریم بنانے والے پر نہیں ہوگا؛ کیونکہ فریم بنانے والے اور بنا کر کاروبار کرنے والے کا اصل مقصد اس کی تجارت ہے، پیسہ حاصل کرنا ہے، اور خریدنے والے جائز چیز میں استعمال کریں گے، تو ان کے لئے جائز ہے اور ناجائز چیز میں استعمال کریں گے، تو ان کے لئے ناجائز ہے اور انہی کا گناہ انہی کے سر پر ہوگا، فریم بنانے والے اور بیچنے والے کے سر پر نہیں ہوگا۔

عن عطاء في الرجل يبيع العصير ممن يجعله خمرًا. قال: أحب إلي أن يبيعه من غير من يجعله خمرًا، وإن باعه فلا بأس. (مصنف لابن أبي شيبه، كتاب البيوع و الأقضية في بيع العصير، مؤسسة علوم القرآن ١١/٣٦٢، رقم: ٢٢٧٠٠)

وفي الفتاوى العتابية: ولا بأس بيع العصير ممن يتخذه خمرًا، ولايبيع الأرض ممن يتخذها كنيسة. (الفتاوى التاتارخانية، زكريا ٨/٣٤٤، رقم: ١٢١٣٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸/ربیع الاول ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۱۱۹۶۱)

پھولوں کے کاروبار کا شرعی حکم

سوال [۱۱۰۱۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا پھولوں کا کاروبار ہے، جس میں موگرا، جھنڈو، کاکڑا، شیونتی، گلاب، چمبیلی وغیرہ شامل ہیں ان پھولوں کا استعمال درگاہ، مندروں میں مورتیوں پر چڑھاوے، شادیوں، گلدستوں، تصویروں اور مختلف شرکیہ افعال میں بھی ہوتا ہے۔ نیز میتوں پر اور قبروں پر ڈالنے کے لئے بھی کثرت سے استعمال ہوتا ہے؛ لہٰذا اس کا کاروبار کرنا شرعاً کیسا ہے؟ جلد سے جلد رہنمائی فرمادیں عین نوازش ہوگی، اللہ تعالی سے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت نصیب فرمائیں اور درازی عمر نصیب فرمائے۔ آمین۔ دعا کی درخواست ہے۔

المستفتی: محمد صادق منیار، کیشو نگر، شولا پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کا مقصد پھولوں کا کاروبار کرنے میں پھولوں کو بیچ کر اپنا کاروباری نفع حاصل کرنا ہے اور خریدار کہاں استعمال کریں گے، اس سے آپ کو کوئی مطلب نہیں ہے؛ اس لئے پھولوں کا کاروبار اور تجارت بلا شبہ جائز ہے اور اس کا پیسہ بھی حلال ہے اور خریدار معصیت کی جگہ استعمال کرے گا، تو اس کا گناہ خریدار کے سر ہوگا اور اچھی جگہ استعمال کرے گا، تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا، فاعل مختار کے فعل کا اعتبار ہے۔

رجل آجر بيتًا ليتخذ فيه نارًا، أو بيعة، أو كنيسة، أو يباع فيه الخمر، فلا بأس به، وكذا كل موضع تعلقت المعصية بفعل فاعل مختار. (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل التاسع في المتفرقات، المكتبة الأشرفية ٤/ ٣٧)

لابأس بأن يؤاجر المسلم دارًا من الذمي ليسكنها، فإن شرب فيها الخمر، أو عبد فيها الصليب، أو أدخل فيها الخنازير لم يلحق المسلم إثم في شئ من

ذلک؛ لأنہ لم یؤاجر لذلک والمعصیة في فعل المستأجر، وفعله دون قصد رب الدار فلا إثم علی رب الدار في ذلک. (مبسوط سرخسي، کتاب البیوع، باب الإجارة، الفاسدة، دارالکتب العلمیة بیروت ۳٦/١٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۹۹۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۴/ ۱۴۳۶ھ

کسی شخص کا ضامن بننے پر اجرت لینا

سوال [۱۱۰۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید سرکاری اور غیر سرکاری نوکریاں پیسہ روپیہ لے کر لگواتا ہے، گویا زید کا یہ پیشہ ہے، حاصل شدہ رقم کا اکثر حصہ افسروں کو دیتا ہے، اور کچھ رقم ایک تیسرے شخص بکر کو دیتا ہے، جو ضامن ہے، اس بات کا کہ اگر نوکری لگ گئی، تو پوری رقم زید کو دلوائے گا، جو نوکری لگواتا ہے اور اگر کسی وجہ سے نوکری نہیں لگ پائی، تو جو رقم پیشگی زید کے پاس یعنی نوکری لگوانے والے کے پاس پہونچ چکی ہے، وہ واپس کروائیگا۔ تو سوال خاص طور پر بکر ضمانتی کے بارے میں یہ ہے کہ بکر کو جو رقم مل رہی ہے، محض ضمانت کی کہ اگر نوکری لگ گئی، تو مابقیہ رقم دلائے گا اور اگر نہیں لگی تو پیشگی رقم واپس کرائے گا، اس بکر کے لئے یہ رقم لینا جائز ہے یا نہیں؟ یہ رشوت کے حکم میں داخل ہے یا نہیں؟

المستفتی: انور حسین، کاسگنج، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مسئولہ صورت میں بکر کا اپنے ضامن بننے پر اجرت لینا شرعاً جائز ہے؛ اس کے لئے یہ پیسہ رشوت کے حکم میں داخل نہ ہوگا۔

الکفالة والرهن شرعًا للتولیة، والتولیة ملائم للأجر. (بدائع الصنائع، کتاب الإجارة، باب حکم الإجارة، زکریا ٦١/٤، کراچي ٢٠٢/٤)

إن شرط الكفيل تقديم مقابل، أو أجر على كفالة، وتعذر على المكفول عنه تحقيق مصلحة......جاز دفع الأجر للضرورة. (الفقه الإسلامي وأدلة، مكتبه هدىٰ انٹر نیشنل دیوبند ٥/١٦١، دارالفکر ٤١٧٨/٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳؍ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۳۳۲/۳۹)

فرضی کارڈوں سے راشن وصول کرنا

سوال [۱۱۰۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نے سرکاری لائسنس کے ذریعہ سرکار سے اپنے حلقہ میں راشن تقسیم کرنے کی ذمہ داری لے رکھی ہے اور اس میں زید کو کچھ نہیں بچتا ہے اور جو کمیشن ملتا ہے، وہ بمشکل پانچ سو یا سات سو روپئے ہوتے ہیں، جس سے کوئی ضرورت پوری نہیں ہوتی؛ اس لئے زید نے فرضی ناموں کی اتنی تعداد میں کارڈ بنا رکھے ہیں، جس تعداد کے راشن سرکار سے لے کر بلیک میں بیچنے میں زید کو معتد بہ نفع ہوسکتا ہے، تو کیا زید کے لئے فرضی ناموں کے کارڈ کے ذریعہ سے سرکار سے راشن وصولی کرنا اور پھر اس راشن کو بلیک میں فروخت کر کے نفع حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس طرح ہر راشن ایجنسی میں راشن تقسیم کرنے والوں کی طرف سے ہوتا ہے، اور حکومت اس پر خاص گرفت بھی نہیں کرتی ہے؟

المستفتی: محمد جاوید خاں، محلّہ مزار ٹاٹ شاہ، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اسلامی شریعت میں دھوکہ اور فریب کا راستہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے اور فرضی کارڈوں کے ذریعہ سے راشن وصول کرنا یہ دھوکہ اور فریب ہے، جو شرعاً جائز نہیں ہے؛ اس لئے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے، اگر زید کو اس میں نفع

اورفائدہ نہیں ہے،تو اس کو یہ کام چھوڑ کر جائز تجارت کا کوئی راستہ اختیار کرلینا چاہئے،جس سے جائز طریقہ سے نفع حاصل ہو جایا کرے گا۔

عن أبي بكر الصديقؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: لا يدخل الجنة خب، ولا بخيل، ولامنان.

وعن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن غر كريم، والفاجر خب لئيم. (ترمذي شريف، باب ماجاء في البخيل،النسخة الهندية ۱۷/۲، دارالسلام رقم:۱۹٦۳-۱۹٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ر محرم الحرام ۱۴۲٦ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸٦۵۲/۳۷)

(۲۱) باب المعاصي والتوبة

بار بار گناہ بار بار توبہ

سوال [۱۱۰۱۴]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے، دین سے محبت ہے نام زید ہے؛ لیکن اس سے ایک بہت بڑا گناہ ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ اس نے ایک مرتبہ زنا کیا توبہ کرلی، پھر زنا کیا، پھر توبہ کرلی، اسی طرح تیسری چوتھی مرتبہ حتی کہ گیارہ بارہ مرتبہ زنا کیا ہے۔ اب یہ دل سے یقین کے ساتھ توبہ کرنا چاہتا ہے، اس حال میں توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مشتاق احمد محلّہ تھانہ امروہہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زید آخر میں بھی اپنے فعل پر نادم وپشیماں ہوکر اورآئندہ نہ کرنے کا عزم مصمم کرکے اللہ تعالیٰ کے دربار میں خلوص وللّٰہیت کے ساتھ توبہ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کوضرور قبول کرے گا اوراس کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَعْفُوْ عَنِ السَّیِّئَاتِ وَیَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْن. [الشوریٰ:۲۵]

عن أبي عبيدة بن عبد الله، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية ۲/۳۱۳، دارالسلام رقم: ٤٢٥٠، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ١٠/١٥٠، رقم: ١٠٢٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادالثانیہ ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۴۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۶/۱۴۱۶ھ

توبہ کے بعد سماج کا گناہ کی عار دلا کر نیچی نگاہ سے دیکھنا

سوال [۱۱۰۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی گناہ کر لے نادانی میں اور پھر وہ اس پر شرمسار ہو، تو کیا وہ گنہگار ہی رہے گا؛ جبکہ وہ اللہ سے معافی کا طلب گار ہے، تو کیا اسے سماج معاف نہیں کر سکتا، کیا اسے گنہگار ہی سمجھا جائے گا، مثال کے طور پر ایک بازاری عورت اگر یہ چاہے کہ میں بھی اس گناہ کی بستی سے نکل کر ایک سچی مسلمان عورت بن جاؤں، تو کیا مذہب اسلام نے اتنا رتبہ نہیں دیا کہ وہ ایک پاک صاف زندگی بسر کر سکے، اگر یہ رتبہ ہمارے دین نے دیا ہے، تو یہ سماج کے لوگ ایک بار کسی نہ کسی کو سدھرنے کا موقع کیوں نہیں دیتے، اسے برا بھلا کہتے ہیں۔ کیا برے انسان کو اپنایا نہیں جاتا؛ جبکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کافروں کو بھی معاف کر دیا ہے، تو پھر یہ سماج کیوں معاف نہیں کر سکتا؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیجئے۔

المستفتی: عبدالرشید، میاں کالونی روڈ، آزادنگر، نزد جمالی مسجد، سرسیدنگر کرولہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: جب آدمی گناہوں سے شرمندہ ہو کر خالص دل سے توبہ کرتا ہے، پھر آئندہ گناہ میں مبتلا نہ ہونے کا قصد کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کر دیتا ہے، اور جب اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے، تو سماج کے لئے جائز نہیں ہے کہ گذشتہ گناہ کی عار دلا کر نیچی نگاہ سے دیکھے، پھر بھی سماج اگر اسے نفرت کی نظر سے دیکھے، تو اس کا وبال سماج پر آئیگا۔

قال اللّٰه تعالیٰ: اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَحِیْمٌ. [سورة النور: ٥]

عن معاذ رضؓ، قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من عیر أخاه بذنب لم یمت حتی یعمله یعنی من ذنب قد تاب منه. (سنن الترمذي ،

بـاب بلاترجمة، النسخة الهندية ٢/ ٧٧، دارالسلام رقم: ٢٥٠٥، المعجم الأوسط، دارالفكر ٥/ ٢٥٥، رقم: ٧٢٤٤، مشكاة المصابيح ٢/ ٤١٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶؍۸۱؍۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷؍۷؍۱۴۲۳ھ

اسراف اور ضرورت کی حد

سوال [۱۱۰۱۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اسراف اور ضرورت کی حد کیا ہے؟ کہ کہاں تک ہونے سے یہ چیز ضرورت مانی جائیگی؟ اور کہاں تک ہونے سے اسراف مانی جائے گی؟

بسا اوقات ایک چیز ایک شخص کے لئے ضرورت ہوتی ہے اور دوسرے کے لئے وہ ضرورت نہیں ہوتی؛ لہٰذا اس کے لئے وہ اسراف ہے، جیسا کہ شادی وغیرہ میں کہ ایک شخص اس میں خوب دھوم دھام کرنے کو ضرورت سمجھ کر کر رہا ہے کہ یہ میرے لئے ضرورت ہے؛ اس لئے یہ میرے لئے باعث گناہ نہیں اور دوسرے کے لئے وہ زائد از ضرورت ہے؛ اس لئے اس کے لئے وہ اسراف ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

اب اگر ان دونوں کی کوئی حد معلوم ہوجائے تو دونوں کو سمجھایا جاسکتا ہے۔

المستفتی: طیب احمد آسامی، متعلم دارالعلوم دیوبند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم میں دو قسم کے الفاظ آئے ہیں:

(۱) اسراف۔ (۲) تبذیر۔

تبذیر کہتے ہیں: کہ مال کو گناہ کے کام میں خرچ کرنا۔

اسراف کہتے ہیں: کہ جائز مواقع میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اس

لئے تبذیر اسراف کے مقابلہ میں اشد ہے، اور قرآن کریم میں مبذرین کو شیطان کا بھائی قرار دیا گیا ہے اور اسراف کے بارے میں قرآن کریم میں ’’کلوا واشربوا ولاتسرفوا‘‘ آیا کہ مناسب انداز سے کھاؤ پیو اور زائد خرچ مت کرو۔ اور اسراف کی کوئی حد شریعت کی طرف سے ایسی مقدار کے اعتبار سے متعین کرنا مشکل ہے، جو مقدار تمام مسلمانوں پر برابری کے ساتھ جاری ہو جائے؛ بلکہ بعض جگہ اور بعض لوگوں سے متعلق خرچہ کی ایک مقدار کو اسراف شمار کیا جاتا ہے اور وہی مقدار دوسرے کے حق میں اسراف نہیں سمجھی جاتی ہے، مثلاً ایک شخص محنت و مزدوری کر کے گذارہ کرتا ہے، تو اس کے لئے شادی میں اس انداز سے خرچ کرنا جو ایک سرمایہ دار خرچ کرتا ہے، قطعی طور پر اسراف ہے اور اتنا ہی خرچہ کوئی دوسرا سرمایہ دار کرتا ہے اور اس خرچ کی وجہ سے اس کے سرمایہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے، تو وہ اس کے لئے اسراف نہیں ہے؛ اس لئے کوئی خاص مقدار اور حد تمام مسلمانوں کے لئے یکساں طور پر متعین کرنا دشوار ہے؛ اس لئے ہر مبتلیٰ بہ خود ہی سمجھے کہ کہاں تک اس کے لئے مناسب خرچہ ہے اور کہاں تک مناسب خرچہ سے زائد ہے؛ لہٰذا وہی خود سمجھے۔

والتحقيق أن بينهما فرقًا، وهو أن الإسراف صرف الشيءً فيما ينبغي زائدا على ما ينبغي، والتبذير صرفه فيما لا ينبغي. (شامي، كتاب الفرائض، زكريا ١٠/ ٤٩٤، كراچي ٦/ ٧٥٩، الموسوعة الفقهية الكويتية ٤/ ١٧٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۰۲۵)

اپنے پاس کسی کی برائی کرنے والے کو منع نہ کرنے والے کا حکم

سوال [۱۱۰۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید بکر کے پاس بیٹھ کر عمرو، خالد کی برائی کرتا ہے اور بکر سنتا ہے، منع نہیں کرتا،

بکر کو حدیث پاک کے اعتبار سے کیا کرنا چاہئے؟ اگر وہ اس پر عمل نہ کرے، تو کیا بکر بھی حق العباد کے گناہ عظیم کا مرتکب ہوگا؟

المستفتی: عبدالرحمٰن، کھتولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بکر اپنی زبان سے روکنے پر قدرت رکھتا ہے، تو اس پر لازم ہے، کہ زبان سے منع کردے اور اگر زبان سے روکنے پر قدرت نہیں ہے، تو دل سے انکار کرنا اور ہاں میں ہاں نہ ملانا لازم ہے، ورنہ بکر بھی غیبت کے گناہ میں شریک ہوگا۔

(شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/۵۸۸، كراچي ۶/۴۱۰)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المستمع أحد المغتابين، الحديث: ان المستمع لا يخرج من إثم الغيبة إلا بأن ينكر بلسانه، فإن خاف فبقلبه. (إحياء العلوم ۳/۷۸)

عن ابن عمرؓ، قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الغيبة، وعن الاستماع إلى الغيبة. (مجمع الزوائد، باب ماجاء في الغيبة والنميمة، دارالكتب العلمية بيروت ۸/۹۱، رقم: ۱۳۱۲۲، المعجم الكبير للطراني ۱۳/۳۳۱، رقم: ۱۴۱۳۶)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۲۶۹/۲۶)

شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار

سوال [۱۱۰۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شیطان بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈوں کا استعمال کرتا ہے، کبھی

جھوٹ، چغلی، غیبت، قتل وزناکاری، شراب نوشی وغیرہ؛ لیکن قرآن واحادیث کی روشنی میں یہ وضاحت فرمائیں کہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار کیا ہے؟

المستفتی: محبوب عالم، نزد گلاب براس، نئی بستی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: انسان کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان کے ہتھیار اور ہتھکنڈوں میں سب سے بڑا ہتھیار جھوٹ اور شراب ہے، جھوٹ کے ذریعہ سے ہر گناہ کے عیب چھپانے کی کوشش کرتا ہے، اس کے برخلاف جب سچ بولے گا، تو جو بھی گناہ کرے گا، تو اس کا اقرار کرنا پڑے گا نتیجہ یہ ہوگا کہ کوئی گناہ نہ کرنے پائے گا۔ اور شراب کا حال ایسا ہے کہ شراب پینے کے بعد دنیا بھر کا کوئی بھی گناہ کرے، اس کو کوئی پرواہ نہیں، شراب کی مستی میں ماں کے ساتھ منھ کالا کرے، بہن کے ساتھ، پھوپھی کے ساتھ، خالہ کے ساتھ، اسے کوئی پرواہ نہیں؛ اس لئے شراب کو ام الکبائر، ام الفواحش اور ام الخبائث کہا گیا ہے۔

قال الله تعالىٰ: وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِيْنَ. [المطففين: ١٠]

الأصل في الكذب أنه حرام بالكتاب، والسنة، وإجماع الأمة، وهو من أقبح الذنوب، وفواحش العيوب. (الموسوعة ٣٤/٢٠٥)

عن ابن عباسؓ، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الخمر أم الفواحش، واكبر الكبائر من شربها وقع على أمه وخالته، وعمته.

(المعجم الكبير، دار احياء التراث العربي ١٦/١٣٢، رقم: ١١٣٧٢)

عن عبد الله بن عمرو بن العاصؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الخمر أم الخبائث، فمن شربها لم تقبل منه صلاته أربعين يومًا، فإن مات وهي في بطنه مات ميتة جاهلية. (المعجم الأوسط، مكتبة المعارف الرياض ٤/٤٠٢، رقم: ٣٦٨٠، دار الفكر ٢/٤٠٦، رقم: ٣٦٦٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ شعبان المعظم ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۵۳۸)

جان بوجھ کر نماز ترک کرنا

سوال [۱۱۰۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسجد میں اذان ہوگئی محلّہ والے ذی شعور اور پڑھے لکھے لوگ ہیں، جماعت کا وقت گذر رہا ہے، مگر گپ شپ میں وقت گذار دیتے ہیں؛ لیکن جماعت سے نماز کے لئے نہیں آتے اور نہ ہی نماز سے دلچسپی رکھتے ہیں، جب ان سے نماز کے لئے کہا جاتا ہے، تو یہ جواب دیتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؛ لیکن پھر بھی نماز کے لئے نہیں آتے اور اپنے گھروں میں ہی اپنے کام کاج اور دیگر لہو ولعب میں مشغول رہتے ہیں، ایسے مسلمانوں کے لئے قرآن واحادیث میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: انتظامیہ کمیٹی، جالندھر شہر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اذان سن کر جان بوجھ کر نماز میں شرکت نہ کرنے والا جو اپنی قیام گاہ میں نماز نہیں پڑھتا ہے، تو ایسے تارک صلوۃ شرعاً فاسق ہو جاتے ہیں، ان کو اپنی اس کمزوری سے نادم ہو کر توبہ کرنا لازم ہے۔

عن عبد الله رضي قال: من سره أن يلقي الله عزوجل غدا مسلماً فليحافظ على هؤلاء الصلوات المكتوبات، حيث ينادى بهن، فإنهن من سنن الهدى، وإن الله عزوجل شرع لنبيكم سنن الهدىٰ، ومامنكم إلا وله مسجد في بيته ولو صليتم في بيوتكم كما يصلى هذا المتخلف في بيته لتركتم سنة نبيكم، ولو تركتم سنة نبيكم لضللتم. (مسند الإمام أحمد ۱/ ۳۷۲، رقم: ۳٦۲۳)

وتاركها عمداً، مجانة أي تكاسلاً فاسق. (در مختار، كتاب الصلاة، زكريا ۲/ ۵، كراچي ۱/ ۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۱٦ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۴۵۹/۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۹/۵/۱۴۱٦ھ

نکاح نہ کرنے کی وجہ سے معصیت میں مبتلا اولاد کے گناہ میں والدین شریک ہیں یا نہیں؟

سوال [۱۱۰۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ وہ نو جوان لڑکے لڑکیاں جو نکاح کے قابل اوران کی قوت شہوانی شباب پر ہے، اوروہ برائی سے بچنے کی وجہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں؛ لیکن ان کے والدین ان کی شادی نہیں کررہے ہیں، جس کی وجہ سے ان کی زندگیاں برباد ہورہی ہیں اور طرح طرح کی بیماریوں کے شکار ہورہے ہیں۔ اور زنا جیسے سخت عظیم گناہ کے مرتکب ہورہے ہیں، کیا ان کے گناہوں کا وبال ان کے والدین پر بھی ہوگا یا نہیں؟ جو اپنے جوان لڑکے، لڑکیوں کی شادیوں میں تاخیر کررہے ہیں۔ جواب سے مطلع فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد قاسم غفرلہ، محلّہ کسرول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو ماں باپ اپنے جوان لڑکے اور لڑکیوں کی شادیوں میں تاخیر کررہے ہیں اور اولاد گناہ اور معصیت میں مبتلا ہورہی ہے، ان پر اولاد کی معصیت وگناہ کا وبال پڑے گا اور ماں باپ سخت گنہگار رہوں گے۔ (مستفاد: فتاوی دارالعلوم ۴۲/۷)

عن أبي سعيد، وابن عباسؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من ولد له ولد فليحسن اسمه وأدبه، فإذا بلغ فليزوجه فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثماً، فإنما إثمه على أبيه. (شعب الإيمان، باب في حقوق الأولاد والأهلين، دارالكتب العلمية بيروت ٤٠١/٦، رقم: ٨٦٦٦، مشكوة شريف ٢٧١/٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۲۶۱/۲۶)

خودکشی

سوال [۱۱۰۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے زہریلی شئ کھالی اور اس نے بعد میں کچھ ایسی گولیاں کھالیں، جس سے اس کو نیند آ گئی، پھر اس کا چند گھنٹوں میں انتقال ہوگیا۔ اب مزید خودکشی کے حکم سے مطلع فرمائیں شریعت مطہرہ میں اس کی مغفرت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد جنید اناوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: زہریلی اشیاء کھانا خودکشی کرنے کے مترادف ہے، اور خودکشی کرنا گناہ کبیرہ ہے، اس کی مغفرت اور عدم مغفرت کا فیصلہ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے تاہم روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ مؤمنین اہل ایمان کو اولاً ارتکاب گناہ کی بناء پر عذاب ہوگا، پھر ایمان کی وجہ سے خلاصی ہوجائے گی۔

عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قتل نفسه بحديدة، فحديدته في يده يتوجأبها في بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبدًا، ومن شرب سما فقتل نفسه فهو يتحساه في نار جهنم خالداًمخلدًا فيها أبداً. (مسلم شريف، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه......النسخة الهندية ۱/۷۲، بيت الأفكار رقم:۱۰۹، مسند الدارمي، دار المغني للنشر والتوزيع۳/۱۵۲۶، رقم:۲۴۰۸۷، صحيح البخاري، باب شرب السم والدوابه......النسخة الهندية۲/۸۶۰، رقم:۵۵۰۰، ف:۵۷۷۸)

إن الروايات قد صحت أن أهل التوحيد يعذبون، ثم يخرجون منها ولايخلدون. (فتح الملهم، اشرفيه ديوبند ۱/۲۲۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴/ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۸۳۴/۳۸)

خودکشی اکبرالکبائر میں سے ہے

سوال [۱۱۰۲۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی شخص نے خودکشی کی، تو اس کی جو موت ہوئی تو اللہ تعالی نے اس کی موت کا جو وقت اس کے مقدر میں لکھ دیا تھا، اس وقت پر ہوئی یا اس وقت سے پہلے ہوئی؟

المستفتی: حاجی عبدالرب، جگر کالونی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قرآن کریم میں اللہ تعالی کا یہ ارشاد ہے:

قال الله تعالىٰ: وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا.

[آل عمران: ١٤٥]

کسی کے لئے خودمرنے کا حق نہیں ہے؛ اس لئے خودکشی اکبرالکبائر میں سے ہے، ہر ایک کوموت کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے مقرر کردہ وقت کا انتظار کرنا لازم ہے، جوخودکشی کرتا ہے، وہ اس وقت کا انتظار نہیں کرتا ہے؛ اس لئے اس کے اوپر خودکشی کا سخت عذاب ہوگا اور کسی کا یہ کہنا کہ خودکشی کرنے والا اپنے مقدر سے مقررہ وقت پر مرا ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت کے مقتضاء کے خلاف ہے اور کسی کو اپنے اختیار سے مرنے کا حق نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت اور اس کا انتظار لازم ہے، اسی لئے خودکشی کی وعید انتہائی سخت انداز میں وارد ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

عن أبي هريرة رضـ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قتل نفسه بحديدة، فحديدته في يده يتوجأبها في بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبدًا. (مسلم شريف، باب غلظ تحريم قتل الإنسان نفسه......النسخة الهندية ١ / ٧٢، بيت الأفكار رقم:١٠٩)

وقال العلامة الآلوسي: وماكان لنفس ان تموت إلا بإذن الله كتابًا

مؤجلا أي مؤقتاً بوقت معلوم لا يتقدم ولا يتأخر، وقيل حكمًا لازمًا، مبرمًا.
(روح المعاني، زكريا ۳/۱۱۹)

وقال صاحب المظهري وماكان لنفس ان تموت إلا بإذن الله أي إلا بمشيئة الله، وقضائه، أو بإذنه لملك الموت في قبض روحه كتابًا مؤجلا لا يتقدم ولا يتأخر. (تفسير مظهري، زكريا جديد ۲/۱۵۲، قديم ۲/۱۵۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/۱۰۰۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۴/۱۴۳۱ھ

خودکشی کرنے کا گناہ خود اسی پر ہوگا

سوال [۱۱۰۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکی ایک شخص سے شادی کرنا چاہتی ہے، اور شادی کی کوئی بھی صورت نہیں ہے؛ اس لئے کہ وہ شخص شادی شدہ ہے، تو اگر وہ منع کردے اور اس کے منع کردینے کی وجہ سے وہ لڑکی کسی گناہ میں مبتلا ہوجائے یا خودکشی کرلے، تو اس لڑکی کے خودکشی کرنے کا گناہ اس شخص پر ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: فخر الدین، خضر آباد، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: صورت مسئولہ میں لڑکی کی خودکشی کا گناہ مذکورہ شخص پر نہ ہوگا۔ قرآن شریف میں ہے۔

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى. [النجم: ۳۷]

خودکشی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے اپنے آپ کو خودکشی

کرنے کے لئے پہاڑ سے نیچے گرایا وہ ہمیشہ جہنم میں اسی عذاب میں مبتلا رہے گا اور جس نے اپنے کو زہر کھا کر قتل کیا، تو وہ ہمیشہ جہنم میں زہر کھا کر مرتا رہے گا اور جو اپنے کو لوہے کے ذریعہ قتل کرے، تو اس کے ہاتھ میں لوہا دیا جائے گا اور وہ اپنے پیٹ کو بار بار اس سے چیرتا رہے گا۔

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من تردىٰ من جبل، فقتل نفسه، فهو في نار جهنم، يتردىٰ فيها خالداً مخلداً فيها أبدًا، ومن تحسي سمًا فقتل نفسه، فسمه في يده يتحساه في نار جهنم خالداًمخلدًا فيها أبداً، ومن قتل نفسه بحديدة، فحديدته في يده يتوجأبها في بطنه في نار جهنم خالداً مخلداً فيها أبدًا. (صحيح البخاري، باب شرب السم والدواء به وبما يخاف منه والخبيث، النسخة الهندية ۲/ ۸۶۰، رقم: ۵۵۵۰، ف: ۵۷۷۸) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴ محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۶۰۵/۳۲)

داڑھی منڈانے اور زنا کرنے میں کونسا بڑا گناہ ہے؟

سوال [۱۱۰۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ داڑھی مونڈوانا یا زنا ان دونوں میں سے کون سا گناہ زیادہ بڑا ہے۔ نیز داڑھی مونڈوانے والے سے تعلقات رکھنا کیسا ہے؟ آپ برائے کرم وضاحت کے ساتھ جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: زبیر عالم، دڑھیال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: داڑھی مونڈنے کی حرمت حدیث سے ثابت ہے، اور زنا کی حرمت حدیث اور قرآن کریم دونوں سے ثابت ہے؛ اس لئے زنا کی حرمت اور اس کا گناہ زیادہ بڑا ہے، اور حدیث میں زنا اکبر کبائر میں شمار فرمایا ہے۔

قال عبد اللّٰہؓ: قال رجل: یا رسول اللّٰہ! اي الذنب أكبر عند اللّٰہ؟ –إلی– أن تزاني حليلة جارالحديث. (صحيح البخاري، باب قول اللّٰہ تعالیٰ يا أيها الرسول بلغ ما أنزل إليك من ربك، النسخة الهندية ۲/ ۱۱۲٤، رقم: ۷۲۳۱، ف: ۷٥۳۲، صحيح مسلم، باب كون الشرك أقبح الذنوب، و بيان أعظمها بعده، النسخة الهندية ۱/ ٦۳، بيت الأفكار رقم: ۸٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ ربیع الاول ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۳۰۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۰/ ۳/ ۱۴۱۲ھ

ثبوت شرعی کے بغیر محض الزام لگانے سے جرم ثابت نہیں ہوگا

سوال [۱۱۰۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک مسجد میں تقریباً دس سال سے امامت کرتا ہے، اور چند سے سال مسجد مذکورہ میں مدرسہ بھی چلا رہے ہیں، جس میں مقامی وبیرونی طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔

عید الفطر ۱۹۹۴ء سے پہلے کی بات ہے، بکر نے جو مدرسہ کا طالب علم تھا، اپنے استاذ زید پر یہ الزام لگایا کہ مجھے اور ایک دوسرے طالب علم کو اپنے کمرے میں رات بھر سلایا اور میرے ساتھ زید نے اغلام بازی کی بکر کے متعلقین نے اس بات کی لوگوں میں خوب تشہیر کی بکر کی باتوں میں آنے والے حضرات سے جو پنج وقتہ نمازی اس مسجد کے نہیں ہیں؛ بلکہ جو عیدین وغیرہ کے نمازی ہیں اور دوسرے محلّہ کے رہنے والے ہیں، بکر کے متعلقین نے کہا بکر صحیح بول رہا ہے، نابالغ بچہ کی بات غلط نہیں ہوسکتی۔

اب اگر زید مسجد میں آتا ہے، تو خون خرابہ ہوگا، گولی بھی چل سکتی ہے، زید کو کسی بھی صورت میں مسجد میں داخل نہیں ہونے دیا جائے گا، اس وقت زید اپنے آبائی وطن میں تھا، زید کو الزام کی خبر نہیں تھی، جب معلوم ہوا تو جمعہ کی نماز پڑھائی اور جمعہ میں کہا جو الزام بکر

نے مجھ پر لگا یا ہے، بے بنیاد، جھوٹ غلط ہے، بکر جو کہتا ہے کہ میں زید کے کمرہ میں لیٹا تھا، اور ساتھ میں دوسرا لڑکا بھی تھا، قطعی غلط تھا، کوئی بھی میرے کمرہ میں نہیں سویا ہے۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ صرف الزام ہی سے زید کا مجرم ہونا ثابت ہوجاتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو جولوگ بکر کی بات سے زید کی بدنامی کررہے ہیں۔ شریعت میں ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ زید قابل امامت ہے؟

المستفتی: جمیل احمد، مسجد سید صالحہ، لین کلکتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بکر کی حمایت میں جولوگ ثبوت شرعی کے بغیر زید پر الزام لگا رہے ہیں، اوراس کا افشاء کررہے ہیں، وہ سب شرعاً گنہگار ہوں گے، ان سب پر لازم ہے کہ مذکورہ امام صاحب سے معافی مانگ لیں، ورنہ ایسے لوگ قیامت کے دن بالکل بے سہارا اور مفلسی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کئے جائیں گے، ان کی نماز، روزہ، وغیرہ سب برباد ہوجائیں گے۔

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتدرون؟ ما المفلس؟ قالوا: المفلس فينا من لادرهم له ولامتاع، فقال: إن المفلس من أمتي يأتي يوم القيامة بصلاة، وصيام، وزكاة، ويأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفک دم هذا، وضرب هذا، فيعطي هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل أن يقضي ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه، ثم طرح في النار. (صحيح مسلم، باب تحريم الظلم، النسخة الهندية ٢/ ٣٢٠، بيت الأفكار رقم: ٢٥٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۴۰۳۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/ ۵/ ۱۴۱۵ھ

مشترک لوگوں کے پیسوں کو اپنی ضروریات میں صرف کرنا

سوال [۱۱۰۲۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بکر ایک طالب علم ہے، اور وہ غریب گھرانے کا ہے، وہ مدرسہ ضیاء العلوم میں پڑھتا ہے، بکر کو زید نے پچاس روپیہ دیئے اور کہا کہ ان روپیوں کی مٹھائی لے کر اپنے ساتھیوں کو کھلا دینا اور میرے لئے دعا کرا دینا، تو اگر بکر نے ان روپیوں کو خود خرچ کیا اور ساتھیوں کو مٹھائی نہیں کھلائی؛ لیکن دعا کرادی، تو جو زید کا مقصد تھا وہ ہوگیا، تو کیا یہ روپئے بکر کے لئے جائز ہوں گے یا نہیں؟

دوسری بات یہ ہے کہ اگر بکر کے لئے یہ روپئے جائز نہیں، تو کیا مدرسہ ضیاء العلوم ہی کے طلباء کو کھلائے گا یا دوسرے مدرسہ کے طلباء کو اگر کھلا دے گا، تو حق ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

المستفتی: وکیل احمد، سیتاپوری، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس روپیہ کو بکر خود خرچ کر لیتا ہے اور ساتھیوں کو نہیں کھلاتا ہے، تو بکر کی طرف سے سخت خیانت ہے، بکر گنہگار ہوگا اور خائن کی دعا کہاں سے قبول ہو سکتی ہے اور ساتھیوں کو کھلانے کی قید سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ضیاء العلوم کے طلبہ مراد ہیں؛ ہاں البتہ کھلاتے وقت دوسرے مدرسہ کے بھی ایک آدھ شریک ہو جائیں، تو مضائقہ نہیں۔ بہر حال صاحب خیر نے جو شرط لگائی ہے، اس کے مخالف نہ کرنا چاہئے، خاص طور پر طالب علم کے لئے اس طرح خیانت کا سلسلہ زہر قاتل ہے۔

المسلمون عند شروطهم. (قواعد الفقة، اشرفي ١٢١، رقم:٣١٩، صحيح البخاري، باب أجر السمسرة ١/٣٠٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رصفر المظفر ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳/ ۵۱۸۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۲/۲۳ھ

کیا دورحاضر کے مانگنے والوں کو دینا اعانت علی الحرام ہے

سوال [۱۱۰۲۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک مسئلہ یہ ہے کہ بہت سے مفتیان کرام اورخاص طور پرامام جامع مسجد امروہہ حضرت مفتی محمد عزت اللہ صاحب دورحاضر کے مانگنے والوں کی مدد کرنے کوحرام بتلاتے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ مانگنے والوں کو دینا اعانت علی الحرام ہے، اور بہت سے صحابیوں اور بزرگان دین کے بارے میں آتا ہے کہ کھانا کھارہے تھے کہ دروازہ پرفقیر آ گیا، تو وہ کھانا اس فقیرکودیدیا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت مولانا عزت اللہ صاحب نے ایسے لوگوں کے مانگنے کی حرمت بیان کی ہے، جو بلاضرورت مانگنے کے عادی بن گئے ہیں۔ حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، جولوگ مانگنے کے عادی ہیں ان کو ہمیشہ فقروفاقہ اورمحتاجی کی مصیبت کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

أبو كبشة الأنماري، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ثلاثة أقسم عليهن، وأحدثكم حديثا فاحفظوه، قال: ......ولا فتح عبد باب مسألة إلا فتح الله عليه باب فقر. (سنن الترمذي، باب ماجاء مثل الدنيا اربعة نفر، النسخة الهندية ۲/۵۸، دارالسلام رقم: ۲۳۲۵، المعجم الكبير للطبراني، دار احياء التراث العربي ۲۲/۳٤۱، رقم: ۸۵۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲رذی قعدہ ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۸۹۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱۱/۲ھ

خوشحال کے لئے دست سوال دراز کرنا

سوال [۱۱۰۲۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کوئی طالب علم اچھے خوش حال گھر سے تعلق رکھتا ہو، گھر سے روپیہ نہیں منگاتا ہو اور وہ جس چیز کا کسی سے سوال کرتا ہو، وہ اس کے پاس موجود ہو، تو اس کے لئے یہ لینا اور سوال کرنا کیسا ہے؟

المستفتی: قمرالدین، سہرسہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں سوال کرنا طلبہ اور غیر طلبہ کسی کے لئے جائز نہیں حرام ہے، ایسے طلبہ کو گھر سے منگوانا لازم ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایسے حالات میں سوال کرنے والا جہنم کے کنکرا اپنے لئے جمع کرتا ہے، اگر دینے والے کو حالت معلوم ہے، تو اس پر بھی دینا حرام ہے۔

عن سهل بن الحنظلية رضـ، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من سأل الناس عن ظهره غنى، فإنما يستكثر من جمر جهنم، قلت: يا رسول الله! وما ظهر غنى؟ قال: أن يعلم أن عند أهله ما يغديهم وما يعشيهم. (شرح معاني الآثار للطحاوي الزيادات، باب المقدار الذي يحرم الصدقة على مالكه، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ٢٠٢، رقم: ٧٢١٥، المعجم الكبير للطبراني، دارإحياء التراث العربي ٦/ ٩٦، رقم: ٥٦٢٠)

لايحل سؤال قوت يومه لمن له قوت يومه لحديث الطحاوي من سأل الناس عن ظهر غنى فإنه يستكثر من جمر جهنم (وقوله) وينبغي أن يلحق به طالب العلم لاشتغاله عن الكسب بالعلم؛ ولهٰذا قالوا إن نفقته على أبيه وإن كان صحيحًا مكتسبًا (وقوله) وإذا حرم السؤال عليه إذا ملك

قوت يومه فهل يحرم الإعطاء له إذا علم حاله (إلى قوله) فحكمه في القياس أن يأثم بذلك ؛ لأنه إعانة على الحرام. (البحر الرائق، كتاب الزكاة، باب المصرف، كوئٹه ۲/۲۵۰، زكريا ۲/۴۳۷، معارف السنن، اشرفي بكڈپو ديوبند ۵/۲۵۷-۵/۲۵۹، تحت حديث الترمذي من سأل الناس وله ما يغنيه الحديث باب أن الصدقة توخذ من الأغنياء، وترد على الفقراء ۱/۸۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۶۷۹)

نوکرانی کو باندی کا درجہ دیکر حلال سمجھنا

سوال [۱۱۰۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پہلے زمانہ میں جو باندیاں تھیں، کیا وہ جائز تھیں؟ بغیر نکاح کرے، کیا آج کے دور میں باندیاں ہیں یا نہیں؟ اگر کوئی شخص نوکرانی کو باندی بنائے، تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد حنیف لال مسجد، سرائے ترین، سنبھل مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پہلے زمانہ میں جو باندیاں تھیں، وہ اس زمانہ کے جانوروں کے حکم میں تھیں، ان کو جانوروں کی طرح خرید کر لایا جاتا تھا، پھر ان کو اپنی خدمت کے لئے رکھا جاتا تھا اور تمام خدمات کے اندر خرید نے والے آقا کے لئے اس کے ساتھ ہمبستری کرنا بھی داخل تھا اور اس زمانہ میں غلام یا باندی کا وجود پوری روئے زمین میں نہیں ہے؛ بلکہ اس زمانہ میں تمام انسان آزاد ہیں اور جو کسی کے یہاں عورتیں نوکرانی بن کر کام کر رہی ہیں، وہ بھی فی نفسہ آزاد ہیں۔ مالک کے لئے ان کو چھونا بھی جائز نہیں اور ان سے

جسمانی خدمت لینا قطعی طور پر حرام ہے اوران کے ساتھ جماع کرنا قطعی طور پر زنا ہے۔

(مستفاد:عزیز الفتاوی ۱/۷۰۴)

قال الله تعالیٰ: وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُم.

[سورة النساء: ۲۴]

(وحرم نكاح المولىٰ أمته) لأن ملك المتعة ثابت للمولىٰ قبل النكاح، فيلزم إثبات الثابت. (طحطاوي على الدر، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، كوئٹه ۲/۲۱)

قال الله تعالیٰ: فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَاءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْعَادُوْنَ.

[مؤمنون: ۷]

ويدخل فيما وراء ذلك الزنا، واللواط، ومواقعة البهائم، وهذا مما لا خلاف فيه. (روح المعاني، زكريا ۱۰/۱۱، تحت رقم الآية:۷، من سورة المؤمنون)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۶۵۷۵)	۱۴۲۱/۴/۹ھ

بچوں کی سال گرہ منانا

سوال [۱۱۰۳۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بچوں کی سال گرہ منانا کیسا ہے؟

المستفتی: سید اسحاق، جیلانی دواخانہ رفعت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: بچوں کی سال گرہ منانا شرعی تقریب نہیں ہے؛ البتہ اگر منکرات اور مروجہ بدعات سے پاک صاف ہو اور محض خوشی میں بلا التزام دوست واحباب کو

کھانا کھلانا ہے، تو اس کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: فتاوی رشیدیہ جدید زکریا ۵۵۴، قدیم ۵۶۸، فتاوی رحیمیہ جدید زکریا ۱۰/۲۲۶، کفایت المفتی جدید زکریا مطول ۲/۱۱۲، قدیم ۹/۶۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/۱۷۸۰)

مختلف احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کرنے والی عورت کا حکم

سوال [۱۱۰۳۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) مسلمانوں کی جدوجہد سے ایک اسکول کا آغاز ہوا، جس میں لڑکے لڑکیاں تعلیم پاتے ہیں، اس کی صدر مدرس (پرنسپل Princial) ایک مسلم خاتون ہیں، جن کے طور طریقے اور رہن سہن انگریزی مغربی تہذیب کے ہیں مثلاً سر کے بال کٹوائے ہوئے، بے پردہ اسکوٹر چلاتی ہوئی اسکول آتی جاتی ہیں۔

(۲) یہ خاتون پانچ سال اور اس سے اوپر کی عمر والے نابالغ لڑکے لڑکیوں پر ظہر اور عصر کی نماز بغیر طہارت کا لحاظ کئے ہوئے جبراً ادا کرنے کا حکم دیتی ہیں اور نہ پڑھنے پر سزا ان بچوں کو دیتی ہیں۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟

(۳) یہ خاتون خود کھلا سر رکھتی ہوئی لڑکیوں کو سر پر اوڑھنی یا دوپٹہ پہننا لازم قرار دے کر اگر کوئی لڑکی نہ پہن کر آئے تو بطور سزا اسکول سے گھر کو واپس بھیج دی جاتی ہے۔ کیا ایسی خاتون بچوں پر شرعی قانون نافذ کرسکتی ہے؛ جبکہ خود عمل نہ کرے؟

(۴) ایسی خاتون پر جو خود شرعی احکام کی خلاف ورزی کرے شریعت کا کیا حکم ہے؟

(۵) ایسی خاتون کو صدر مدرس بنا کر مجلس انتظامیہ نے شرعی ذمہ داری کو کیسے ادا کیا ہے؟

(۶) یہ خاتون حال ہی میں شوہر سے طلاق لے چکی ہے، مگر عدت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مدرسہ میں حاضری دیتی رہی ہے، عدت نہ پوری کرنے والی مسلمان عورت پر شریعت کا کیا حکم ہے؟

مندرجہ بالا سوال کے بارے میں اسلامی شریعت کی رو سے علماء دین شرع متین کیا فرماتے ہیں؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد غوث، ماراکوئر لائبریری اسٹریٹ، جی ٹی، مدراس

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) سر کے بال کٹوانا عورتوں پر حرام ہے اور ناجائز ہے۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/ ۲۲۸)

اور بے پردہ پھرنا بھی عورتوں پر حرام ہے؛ اس لئے مذکورہ خاتون اپنے اس فعل کی وجہ سے سخت گنہگار ہوگی۔

لقوله تعالیٰ: يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِکَ وَبَنَاتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ. [سورة الاحزاب: ۵۹]

(۲) کسی کا ذاتی طور پر کسی گناہ میں مبتلا ہونا الگ چیز ہے اور اس گناہ سے دوسروں کو باز رہنے کی تلقین ایک الگ چیز ہے۔ نیز نیک عمل خود کرنا ایک مستقل نیکی ہے اور دوسروں کو نیک عمل کی ترغیب دینا دوسری الگ نیکی ہے؛ لہٰذا عورت کا خود گناہ میں مبتلا اور نیک عمل نہ کرنا ایک مستقل چیز ہے، اس گناہ کا وبال مذکورہ خاتون پر الگ سے ہوگا اور اس کا دوسروں کو اس گناہ سے باز رکھنا اور نیک کام پر پابندی کرانا الگ سے دوسری چیز ہے، اس کا الگ سے ثواب مل سکتا ہے؛ اس لئے چھوٹی بچیوں کو نماز کی تربیت دینا اس کے لئے ممنوع نہ ہوگا، ہاں البتہ ساتھ ساتھ وضو کا طریقہ اور اس کی تربیت دینا بہتر ہے۔

عن عمرو بن شعيب عن أبيه، عن جده رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها، وهم ابناء عشر، وفرقوا بينهم في المضاجع. (سنن أبي داؤد، باب متى يؤمر الغلام بالصبي، النسخة الهندية ۱/ ۷۰، دار السلام رقم: ۴۹۵)

(۳) عادی بنانے کے لئے پابندی کرانا باعث ثواب ہے، اور خود عمل نہ کرنے کا گناہ اس پر الگ سے ہوتا رہے گا۔

(۴) بہت بڑا گناہ ہے اس کا وبال اس پر ہوگا۔

(۵) معلّمہ اور استانی باشرع ہونی چاہئے، مجلس انتظامیہ پر ضروری ہے کہ ایسی خاتون کو ایسے گناہ سے باز آنے کی پابندی کرائے اور اگر باز نہ آئے، تو دوسری اچھی باشرع خاتون کا انتظام کرے تاکہ زیر تعلیم بچیوں پر فاسقہ عورت کا اثر مرتب نہ ہو۔

(۶) مطلقہ عورت پر عدت کے ایام میں گھر سے باہر نکلنا ناجائز ہے اور دوران عدت باہر نکلنے کا الگ سے گناہ ہوگا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْن. [الطلاق:۱]

ولا یجوز للمطلقة الرجعية، والمبتوتة الخروج من بيتها ليلاً ولانهاراً. (هداية، باب العدة، فصل في الحداد، اشرفي ۲/ ۴۲۸، مختصر القدوري ۱۸۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ رجب المرجب ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۲۷۶۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹/ ۷/ ۱۴۱۲ھ

مسلم شخص کا ہندو کے ساتھ مندر جانا اور جے شری رام کہنا

سوال [۱۱۰۳۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ علی رضوان عرف منے جو پنجوقتہ نمازی ہیں، داڑھی اور مونچھ سے گریز کرتے ہیں۔ دفتر نگر پنچایت ملیح آباد لکھنؤ میں نوکر ہیں، ساتھ میں سات مسلم ہیں اور آٹھ غیر مسلم ہیں، ایک غیر مسلم کیساتھ اجودھیا مندر گئے، مندر پہونچ کر رامائن پڑھی، واپس آکر دفتر نگر پنچایت آئے، تو غیر مسلم ساتھیوں نے کہا کہ آپ مندر گئے تھے، اس وجہ سے آپ کا آج سے

علی رضوان نام نہیں؛ بلکہ منے مشرا جی ہے، اس نام کو سن کر علی رضوان کو کوئی اعتراض نہیں ہوا؛ بلکہ اس پر حامی بھرتے رہے، حد تو یہ کردی کہ علی رضوان صاحب نے خود کھڑے ہوکر ہاتھ جوڑ کر غیر مسلم کو جے شری رام کہا، اس پر مسلم بھائی نے جو ساتھ میں ملازمت کرتے ہیں اعتراض کیا تو علی رضوان بولے کہ کیا ہوا؟ ہم نے کہہ دیا پھر مسلم بھائی بولے کہ اس جملہ کو کہتے ہوئے آپ کو کیسا لگا؟ تو علی رضوان نے کہا یہ جملہ ہم مسجد میں بھی کہہ سکتے ہیں؛ بلکہ یہ جملہ ٹیلے والی مسجد لکھنؤ میں بھی بول سکتے ہیں، اس کے بعد علی رضوان نے کہا کہ تم کس مسجد میں ملو گے، تو مسلم بھائی بولے کہ ہم فلاں مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں، نماز جمعہ ہونے کے بعد علی رضوان مسلم بھائی سے بولے کہ ہم نے تین مسجدوں میں آپ کو تلاش کیا، اگر آپ ملتے تو وہاں پر بھی یہ جملہ بول کے سناتے۔

مندر جانے کے بعد اس طرح کے جملہ علی رضوان کے بولنے پر ساتھ میں ملازت کرنے والے ہندو بھائیوں کو شبہ ہو رہا ہے کہ کیسا پنجوقتہ نمازی ہے؟ جب اس کا چرچا دفتر نگر پنچایت میں ہوا، تو علی رضوان بولے کہ یہ تو ہمارا مذاق تھا؛ لہٰذا بتائیں علی رضوان قرآن وحدیث کی روشنی میں کافر یا مرتد یا فاسق ہیں؟

المستفتی: طارق شمیم، دفتر نگر پنچایت، ملیح آباد، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ میں مذکورہ شخص علی رضوان کے تمام ذکر کردہ افعال ہندوانہ شعار اور گناہ کبیرہ ہیں۔ اوران کا ارتکاب کرنے والا شخص گناہ گار اور فاسق معلن ہے۔ اور از راہ مذاق واستخفاف ایسے بڑے گناہوں کا ارتکاب اور بھی بڑی جسارت مندی کی بات ہے؛ لہٰذا ان پر لازم ہے کہ دل کی ندامت و پشیمانی کے ساتھ اپنی ان حرکات پر توبہ واستغفار کریں اور آئندہ اس قسم کے گناہوں سے مکمل اجتناب کریں۔

قال عمرؓ: لاتعلموا رطانة الأعاجم، ولاتدخلوا على المشركين في

کنائسهم يوم عيدهم، فإن السخطة تنزل عليهم. (السنن الكبرىٰ للبيهقي ١١٣/١٤، رقم ١٩٣٧٤)

إنما يمنعون أن يدخلوا عليهم، وبيعهم، وكنائسهم. (الموسوعة الفقهية ٩/١٢)

اتفقوا أن التوبة من جميع المعصية واجبة سواء كانت المعصية صغيرة، أو كبيرة. (شرح النووي ٢٥٤/٢)

واتفقت الأمة على أن التوبة فرض على المؤمنين؛ لقوله تعالىٰ: وتوبوا إلى الله جميعًا أيها المؤمنون. (تفسير القرطبي، دار الكتب المصرية القاهرة ٩٠/٥، دارالكتب العلمية بيروت ٦٠/٥، تحت رقم الأية: ١٧، من سورة النساء) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍محرم الحرام ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۲۴۶/۳۹)

ماتھے پر ٹیکہ لگانا

سوال [۱۱۰۳۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ماتھے پر ٹیکہ لگانا غیر مسلم کے قومی شعار، یا مذہبی امور میں سے ہے، تو اگر کسی علاقہ یا صوبہ میں مسلم بھی اسے اپنا لے، تو عموم کی وجہ سے یہ من تشبہ بقوم فہو منہم سے خارج ہوسکتا ہے؟ اور جواز کی حد میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

نیز اس بات سے بھی مطلع کریں کہ قومی شعار یا امور مذہبی غیر مسلم میں عموم موجب تخفیف ہے یا نہیں؟ یا صرف اول میں موجب تخفیف ہے اور ثانی میں نہیں؟

المستفتی: عتیق الرحمٰن ناگوری، مدرس دار العلوم حسینیہ اکولہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ماتھے پر ٹیکہ لگانا اگر غیر مسلموں کا قومی شعار ہے،

تو اس کو اختیار کرنے والا مسلمان **من تشبه بقوم فهو منهم** کی وعید میں داخل ہو کر فعل حرام کا مرتکب ہوگا؛ لیکن صرف فسق کی حد تک ہوگا موجب کفر نہ ہوگا اور اگر ٹیکہ لگانا غیر مسلموں کی عبادت میں شامل ہے اور مسلمان اس کو جنگی حیلہ وغیرہ کے لئے استعمال نہیں کرتا ہے؛ بلکہ بلاضرورت شدیدہ استعمال کرتا ہے، تو فعل حرام کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ ایمان کے چلے جانے کا بھی خطرہ ہے۔

كما استفيد من عبارة الهندية يكفر بوضع قلنسوة المجوس على رأسه على الصحيح إلا لضرورة دفع الحر والبرد......خديعة في الحرب وطليعة للمسلمين. (هندية، الباب التاسع، فصل في أحكام المرتدين، زكريا قديم ٢/ ٢٧٦، جديد ٢/ ٢٨٧، مجمع الأنهر، دار الكتب العلمية بيروت ٢/ ٥١٣، مصري قديم ١/ ٦٩٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸؍ ۳۱۶۲)

(۲۲) باب ما یتعلق بالسحر

جادو پر اعتماد کرنا

سوال [۱۱۰۳۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جادو جو دور حاضر میں لوگ کرتے ہیں، اس پر اعتماد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز کسی انسان کو کیا یہ اختیار رہے کہ وہ کسی بھی انسان کو اپنے جادو کے ذریعہ سے مار سکے؟

المستفتی: ضیاء الدین، مانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: جادو پر اس اعتبار سے اعتماد کرنا کہ اس کا اثر ہوتا ہے جائز ہے۔ قرآن کریم میں بھی جادو کا ذکر آیا ہے؛ چنانچہ فرمایا گیا:

وما كفر سليمان؛ ولكن الشياطين كفروا يعلمون الناس السحر. [البقرة:۱۰۲]

اور خود حضور ﷺ پر بھی جادو کیا گیا تھا، اور اس کا اثر بھی ہوا۔

عن عائشة رضـ قالت: سحر رسول الله صلى الله عليه وسلم: حتى أنه يخيل إليه أنه فعل الشئ ومافعله. (بخاري شريف، الطب، باب السحر، النسخة الهندية ۲/۸۵۸، رقم: ۵۵٤۱، ف:۵۷٦٦)

جادو کرنا اور اس کے ذریعہ لوگوں کو تکلیف پہونچانا اور ہلاک کرنا حرام ہے، رہا یہ مسئلہ کہ جادو کے ذریعہ کسی کو مار سکتا ہے اور اس کا اختیار بندے کو ہے، تو جاننا چاہئے کہ اسباب کے درجہ میں دیگر اسباب ظاہریہ مثلاً زہر وغیرہ کی طرح اس کا استعمال بھی کبھی ہلاکت تک پہونچا دیتا ہے، جیسا کہ زہر کا استعمال ہلاکت تک پہونچا دیتا ہے؛ لیکن مؤثر حقیقی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ ہے۔

والفاعل للآثار في الحقيقة هو الله عز سلطانه بالإجماع؛ لكن جرت عادته تعالىٰ على خلقها بالأسباب من غير توقف عقلي عليها. (روح المعاني، زكريا ٨/٢٦، تحت رقم الآية٦٧، من سورة يوسف) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/۶۲۶۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۷/۱۴۲۰ھ

جادوگر ہونے کا الزام لگانا

سوال [۱۱۰۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری شادی ہوئی، ایک بچہ پیدا ہوا ایک سال تین ماہ کے بعد طلاق بھی ہوگئی، میری طلاق دی ہوئی عورت کے چند رشتہ دار دنیا سے گذر گئے، اٹھارہ سال کی مدت میں درگاہ قاضی پیٹھ کے امام خاں صاحب فرماتے ہیں کہ میں جادوگر ہوں، چور ہوں...... اوران کا کہنا یہ ہے کہ میری طرف سے ہی ان کی مطلقہ عورت کے چند رشتہ دار گذر گئے ہیں، اٹھارہ سال کی مدت میں اب مجھ کو درگاہ قاضی پیٹھ کے گاؤں والے سب مل کر مار ڈالنا چاہتے ہیں۔

(۲) میری دوسری شادی بھی ہوگئی ہے، اورسات بچے بھی پیدا ہوئے، ۶/زندہ بچے ہیں، میری دوسری بیوی کے غیر شخص سے تعلقات تھے، اس غیر شخص نے خودکشی کرلی؛ جبکہ دوسری بیوی نے بھی قرآن شریف پکڑ کر قسم کھالی ہے کہ میں جادوگر نہیں ہوں، میں چور نہیں ہو تو بھی ان کو بھروسہ نہیں ہے۔

آپ سب علماء دین ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں اور ہو سکے تو قطب ابدال ولی کے ذریعہ فیصلہ فرمایئے اوران کا نام بھی لکھد یجئے۔

مجھ کو امام خاں صاحب اور گاؤں والے مل کر مار ڈالنے کا ارادہ کررہے ہیں، اگر میں

جادوگر ہوتا، تو پہلی عورت کو اور دوسری بیوی کو ختم کرتا، دونوں زندہ ہیں، میری پہلی عورت کا ایک بچہ اور دوسری بیوی کے چھ بچے ہیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو جادوگر نہیں،اس پر جادوگری کا الزام لگانا بہت بڑا گناہ ہے، قطب ابدال جو یقینی ہو، ان کے ساتھ میرا تعارف نہیں؛ اس لئے ان سے فیصلہ لے کر بتلانا دشوار ہے؛ البتہ ہم پیغمبر کے امتی ہیں، ان کے احکام کے تابع ہیں کسی مسئلہ میں پیغمبر ہی کا فیصلہ پیش کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍شوال المکرّم ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۵۰۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/ ۱۰/ ۱۴۱۷ھ

جادو کرنا یا کرانا

سوال [۱۱۰۳۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل عام طور پر جادو کا کرنا یا کرانا جیسے کسی سے مخالفت ہوجاتی ہے، تو وہ لوگ سامنے والوں کو جادو کرا کر ختم کرا دیتے ہیں یا برباد کرا دیتے ہیں، ایسے کرنے والے کے حق میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

مذکورہ بالا سوال کا مدلل ومفصل جواب سے مطلع فرمائیں۔ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔

المستفتی: عبد الواحد، خادم مدرسہ اسلامیہ فیض العلوم، شیرکوٹ بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح جادو کرنا اور کرانا حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور بسا اوقات کفر وشرک تک پہونچ جاتا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۱/ ۲۲۳)

قال الله تعالیٰ: وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ.
[سورۃ بقرہ:۱۰۲] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲؍۴۲۶۰)

سفلی عمل کرنا یا کروانا

سوال [۱۱۰۳۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر کسی مسلم خاتون کو اپنے شوہر کے بارے میں تحقیقی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ سفلی علم کے ذریعہ سے روحانی علاج کرتا ہے اور کسی بھی انسان پر سحر بھی کر دیتا ہے اور دوسرے سے کروا بھی دیتا ہے، تو کیا اس عورت کو اپنے اس شوہر کی زوجیت میں رہنا چاہئے؟ یا اپنی عصمت وعفت اور ایمان واسلام کے تحفظ کے لئے اس سے طلاق کا مطالبہ کرنا چاہئے؟ کتاب وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

المستفتی: حاجی محمد عمر، معرفت ڈاکٹر محمد قمر، کٹورا تال، کاشی پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سفلی عمل کرنا گناہ کبیرہ ہے، اس کی وجہ سے آدمی فاسق بن جاتا ہے۔ قرآن کریم میں بھی سحر وجادو کی سخت مذمت آئی ہے؛ اس لئے اگر کسی نے ایسی حرکت کر رکھی ہے، تو آئندہ کے لئے سچی توبہ کرنا لازم ہے، اگر توبہ نہیں کرے گا، تو وہ فاسق شمار ہوگا اور اس کے فسق وفجور کا گناہ بیوی پر نہیں ہوگا؛ بلکہ اس گناہ کا وبال اسی شخص کے سر ہوگا اور اس کی بیوی کا نکاح اس کے ساتھ بدستور باقی رہے گا، بیوی پر یہ لازم نہیں کہ اس سے طلاق کا مطالبہ کر کے علیحدگی حاصل کر لے؛ بلکہ کوشش کر کے ان حرکتوں سے اسے باز رکھنے کے اسباب فراہم کئے جائیں؛ ہاں البتہ ان حالات میں اگر دونوں کے درمیان نبھاؤ

ممکن نہیں ہے اور وہ شخص جادو اور سفلی عمل کے کام سے باز نہ آئے تو مجبوری کے تحت بیوی کو شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرنے کی گنجائش ہے۔

ولا يجب على الزوج تطليق الفاجرة (در مختار) ولا عليها تسريح الفاجر إلا إذا خافا أن لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا. (شامي، كتاب الحظر والأباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/ ٦١١، كراچي ٦/٢٧ ٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱؍جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۲۸۶/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۵/۱ھ

جادو کروا کر دوسروں کو تکلیف پہونچانا

سوال [۱۱۰۳۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل عام طور پر جادو کرنا یا کرانا، جیسے کسی سے مخالفت ہو جاتی ہے، تو وہ لوگ سامنے والوں کو جادو کرا کے ختم کرا دیتے ہیں یعنی کسی سفلی عامل کو روپیہ دے کر جادو کرا کے سامنے والے کو ختم کرا دیتے ہیں یا برباد کرا دیتے ہیں۔ ایسے کرنے والے کے حق میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: عبدالواحد بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح جادو کرنا کرانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور بسا اوقات کفر وشرک تک پہونچ جاتا ہے۔ (مستفاد: معارف القرآن ۲۲۳/۱)

قال الله تعالیٰ: وَلَـٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ. [سورة بقره:۱۰۳] **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۲۵۷/۳۱)

سحر کو ساحر پر لوٹانا

سوال [۱۱۰۳۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید نامی ایک شخص ایک طویل عرصہ سے سحر میں گرفتار ہے، جو بظاہر کسی بدخواہ کی طرف سے کرایا گیا ہے، جیسا کہ اس لائن کے ماہرین نے لمبے لمبے عرصہ علاج کرنے کے بعد بتایا ہے اور مریض مذکورہ اس وقت بھی ایک ماہر فن کے زیر علاج ہے، مگر اب اس کے معالج خاص کا کہنا ہے کہ اس سحر کے ختم ہونے کی بظاہر صرف ایک ہی شکل ہے کہ اس سحر کو اسی کی طرف واپس کر دیا جائے، جس نے یہ کرایا ہے، اگر ایسا کیا جاتا ہے، تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا زید کسی گناہ یا بدعملی کا مرتکب خیال تو نہیں کیا جائے گا؟ مجھے امید ہے کہ آپ حضرات تشفی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد زید، ساکن ڈیر سرائے، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بظاہر مسحور کی شفا صرف سحر کو ساحر پر لوٹا دینے میں ہے، تو اس سلسلہ میں جاننا چاہئے کہ سحر کرنا حرام ہے۔

السحر حرام بلاخلاف بين أهل العلم، وإعتقاد إباحته كفر. (شامي، باب المرتد، مطلب في الساحر والزنديق، زكريا ٦/ ٣٨١- ٣٨٢، كراچي ٤/ ٢٤٠)

لیکن اگر جان جانے کا خطرہ ہو، تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی شخص معین کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ فلاں معین شخص نے سحر کیا ہے، اس کی طرف لوٹایا جارہا ہے، تو اس شخص معین کے ساحر ہونے پر دو شرعی گواہوں سے ثبوت لازم ہے، اس کے بعد اولاً اس سے رابطہ قائم کیا جائے کہ معین شخص نہیں؛ بلکہ عمومی انداز سے لاعلی التعیین جس نے کیا ہوگا اس پر واپس کیا جارہا ہے، تو دفع مضرت کے لئے اس کی گنجائش ہے۔

وفي أحكام القرآن، قلت مقتضى الإطلاق تحريمه، لو تعلم لدفع الضرر عن المسلمين. وقيل بجوازه لدفع الضرر عنهم وفي موضع آخر وقد أجاز بعض العلماء تعلم السحر لأحد الأمرين، أما التميز ما فيه كفر من غير، وأما لإزالته عمن وقع فيه. (أحكام القرآن للتهانوي ۱/ ۳٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍۳؍۶۰۷)

سحر کرنے کرانے اور سحر سے پیدا ہوئی بیہوشی کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم

سوال [۱۱۰۴۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) کسی شخص نے اپنے دوست پر سحر جادو کرایا، جس کے اثر سے مسحور سحر زدہ کافی زمانہ تک ایک سخت تکلیف بیہوشی کی حالت میں رہا اور اسی بیہوشی کی حالت میں مسحور نے اپنی بیوی کو طلاق بھی دیدی، پھر اس مسحور شخص کی مطلقہ بیوی اپنے گھر سے چلی گئی؛ جبکہ یہ عورت اس کے نکاح میں اکیاون سالوں سے رہ رہی ہے۔

(۲) ایک دوست اپنے دوست پر سحر جادو کراتا ہے، جس کی وجہ سے مسحور (سحر زدہ) کافی پریشانیاں اور تکلیفیں اٹھاتا ہے، اور یہ دوست آئندہ بھی سحر (جادو) کرانے کا عزم رکھتا ہے۔

(۳) ایک شخص اپنی بیوی کو مجبور کرتا ہے کہ میرے دوست کے ساتھ غلط کام کرائے، نہ کرانے کی صورت میں جان سے مارڈالنے اور قتل کرڈالنے کی دھمکیاں دیتا ہے، مجبوراً یہ عورت اپنے شوہر کے دوست سے غلط کام کرالیتی ہے۔ نیز یہ شخص اپنے دوست کے ساتھ خود بھی بدفعلی (لواطت) میں مبتلا رہتا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ نمبر ایک صورت میں مسحور (سحر زدہ) شخص کی بیہوشی کی طلاق واقع ہوجائے گی یا نہیں؟ نمبر دو صورت میں ایسے شوہر کے لئے کیا حکم شرعی ہے

اور بیوی جو کہ مجبوری کی حالت میں اس عمل بد کو کرارہی ہے، اس کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ نمبر تین صورت میں سحر کرانے اور کرنے والے کے لئے کیا حکم شرعی ہے؟ آیا ایسا شخص اسلام سے خارج تو نہیں؟ نیز ایسے شخص کو کوئی سزا دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ مفصل مدلل مع حوالہ کتب وائمہ اربعہ کا مفتی بہ موقف تحریر فرمائیں۔

المستفتی: منور علی، تندوالہ، پاکستان

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) اگر واقعی ایسی بے ہوشی ہے کہ ہوش آنے کے بعد یاد نہیں ہے کہ بے ہوشی کی حالت میں کیا کہا تھا، تو ایسی بے ہوشی کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہوئی، نکاح بدستور باقی رہتا ہے اور اگر بیہوشی کی حالت میں دی گئی طلاق یاد ہے، تو ایسی طلاق معتبر ہوا کرتی ہے۔ اب سائل خود فیصلہ کرے کہ کونسی شکل پیش آئی تھی، اس کے مطابق عمل کرے۔

والذي يظهر لي أن كلا من المدهوش، والغضبان لا يلزم فيه، أن يكون بحيث لا يعلم ما يقول (وقوله) بأن الدهش من أقسام الجنون فلا يقع. (شامي، كتاب الطلاق، مطلب في طلاق المدهوش، زكريا ٤/٤٥٢، كراچي ٣/٢٤٤، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٩/١٨)

(۲) جو شخص اپنی بیوی کو بدکاری پر زبردستی کرتا ہے، وہ گناہ عظیم کا مرتکب ہے اور ایسے شخص کو حدیث میں بدترین قسم کا دیوث کہا گیا، اس کو جنت نصیب نہیں ہوگی۔

عن عمار بن ياسر، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ثلاثة لا يدخلون الجنة أبدًا: الديوث من الرجال، والرجلة من النساء، ومدمن الخمر، فقالوا: يا رسول الله! أما مدمن الخمر؟ فقد عرفناه، فما الديوث من الرجال؟ قال: الذي لايبالي من دخل على أهله. (شعب الإيمان، باب في الغيره واعذاء، دار الكتب العلمية بيروت ٧/٤١٢، رقم: ١٠٨٠٠)

رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی بن سلول اپنی دو باندیوں کو بدکاری پر مجبور کرتا تھا، حضرت معاذہ اور حضرت امیمہ ان دونوں نے حضرت سید الکونین علیہ السلام سے شکایت فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ

وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا. [سورة نور:۳۳] نازل فرمائی

لیکن بیوی کو چاہئے کہ ایسے شوہر سے طلاق حاصل کر کے الگ ہوجائے اور اگر طلاق نہ دے، تو قاضی شرعی یا شرعی پنچایت کے ذریعہ طلاق حاصل کرلے، اگر بیوی علیحدگی کی کوشش نہ کرے، تو خود وہ بھی گناہ میں شامل ہوجائے گی۔ نیز مسلمانوں کو چاہئے کہ اس کو اس حرکت سے باز رکھیں، ورنہ اس سے بائیکاٹ کرلیں۔

قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ. [هود: ۱۱۳]

(۳) سحر کرنے اور کرانے والے دونوں گناہ عظیم کے مرتکب ہیں، ایسا شخص اسلامی حکومت میں واجب القتل ہے، اگر جائز سمجھتا ہے، تو کفر کا خطرہ ہے، تجدید ایمان لازم ہوجائے گا۔

السحر حرام بلاخلاف بين أهل العلم واعتقاد إباحته كفر وعن أصحابنا ومالك وأحمد يكفر الساحر بتعلمه وفعله سواء اعتقد الحرمة، أولا ويقتل. (شامي، باب المرتد، مطلب في الساحر والزنديق، زكريا ٦/ ٣٨١-٣٨٢، كراچي ٤/ ٢٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر محرم الحرام ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۲۰۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۱/۱۴۲۵ھ

(۲۳) باب الشعر والغناء

شعروشاعری کاحکم

سوال[۱۱۰۴۱]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیاشعروشاعری مطلقاً حرام ہے یاجائز؟ اور **وما علمناه الشعر و ماینبغي له** کا شان نزول واضح فرمادیں۔

المستفتی: محمد رضوان راجہ غالب پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفیق: اشعاردوطرح کےہوتے ہیں:

(۱) وہ اشعارجن میں دینی اوراصلاحی مضامین ہوتے ہیں، ان کے ساتھ شیطان کا تعلق نہیں ہے،اس طرح کےاشعار کہنا جائزاوردرست ہے۔

(۲) وہ اشعارجن میں دنیاوی مضامین یعنی کسی کےخلاف ہواورکسی کی تعریف میں مبالغہ آرائی کرکےآسمانوں تک پہونچادینایامردوعورت کے درمیان عشق ومحبت پیدا کرنے والے مضامین کےاشعارکہناایسےتمام اشعارشیاطین کےکلام میں شامل ہیں؛اس لئے ایسے اشعارکہنا ناجائزہےاوراس طرح کے اشعار پڑھنا گمراہی کا سبب ہےاوراسی قسم کےاشعار سےشوق رکھنے والےشعراءکے بارےمیں قرآن میں مذمت کی گئی ہے۔

قال الله تعالیٰ: وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُوْنَ. (شعراء:٢٢٤، انوار نبوت٥١٥، المعجم الكبير، دار إحياء التراث العربي٢٠٧/٨، رقم:٧٨٣٦)

کفارودشمنان اسلام نےقرآن کریم کے بارے میں یہ افواہیں اڑانی شروع کردی

تھیں کہ قرآن کریم محض ایک شعروشاعری ہےاور پچھلے پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں، تو اللہ تبارک وتعالی نے سورہ یٰسین کی اس آیت کریمہ

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ. [يس: ٦٩]

کے ذریعہ سے صاف واضح فرمادیا کہ ہم نے محمد ﷺ کوشعروشاعری نہیں سکھلائی اور نہ ہی قرآن کریم میں کوئی بات شاعرانہ ہے؛ بلکہ خالق کائنات کا کلام ہے، یہی اس آیت کریمہ کا شان نزول ہے اور اس بارے میں کتابوں میں تفصیل دیکھ لیں۔ (مستفاد: معارف القرآن ۷/۴۰۷) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/شوال ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۵۸۳/۳۷)

قوالی کا شرعی حکم

سوال [۱۱۰۴۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مزارات پر ہونے والی قوالیوں کو بہت سے علماء جائز قرار دیتے ہیں باوجود کہ ان کے ساتھ سنگیت بھی ہوتا ہے اور بہت سے علماء اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اس کی حقیقت کیا ہے؟ اور یہ کہاں تک صحیح ہے؟ نیز فلمی گانے اور ڈھول دھماکہ کے ساتھ ہونے والی قوالیاں دونوں کا حکم ایک ہی ہے؟ یا ایسی قوالیوں کا کوئی استثناء ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مزارات پر ہونے والی قوالیاں ناجائز وگناہ کا عمل ہیں، ان کو جائز کہنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے، فلمی گانے اور مروجہ قوالی دونوں کا حکم یکساں ہے، دونوں ناجائز اور معصیت ہیں۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷/۴۱۴۵، جدید ڈابھیل ۳/۲۴۸)

السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام لايجوز القصد إليه والجلوس عليه، وهو والغناء، والمزامير سواء. (هندية، الباب السابع عشر في الغناء......زكريا قديم ٣٥٢/٥، جديد ٤٠٦/٥، شامي، كراچي ٣٤٩/٦، زكريا ٥٠٣/٩)

سئل الحلواني عمن سموا أنفسهم بالصوفية، فاختصوا بنوع لبسة، واشتغلوا باللهو، والرقص، وادعوا لأنفسهم منزلة، فقال: افتروا على الله كذبًا .
(الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٨٧/١٨، رقم:٢٨٤٥٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳ / رجب المرجب ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲ / ۴۹۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳ / ۷ / ۱۴۱۷ھ

حضرت خواجہ اجمیریؒ کی جانب قوالی کی نسبت

سوال [۱۱۰۴۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عوام میں مشہور ہے کہ حضرت خواجہ اجمیریؒ نے اور ان کے سلسلہ کے بہت سے بزرگوں نے قوالی سنی ہے، یہ کہاں تک درست ہے؟ حضرت تھانویؒ نے بھی ایک واقعہ نقل فرمایا ہے، جس سے ثابت ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے بھی قوالی سنی ہے، ان واقعات کے سلسلے میں ہمارے اکابرین کی کیا رائے ہے؟

المستفتی: عبدالعزیز، برتن بازار، شاہی مسجد مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حضرت خواجہ اجمیریؒ کی طرف اس کی نسبت صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں ہے، اگر فی الواقع صحیح بھی ہے، تو وہ امام غزالیؒ کی شرطوں کے ساتھ ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تفہیمات الٰہیہ میں، علامہ شامی نے تنقیح الفتاوی

الحامدیہ ۲/۳۵۵، میں اور علامہ علاء الدین حصکفیؒ نے سکب الانہر میں ممنوع لکھا ہے۔

عبارت حصکفی ملاحظہ فرمائے:

لا أصل له في الدين زاد في الجوهرة، وما يفعله متصوفة زماننا حرام لايجوز القصد والجلوس إليه ومن قبلهم لم يفعل كذلک. (شامي، كتاب الحظرو الإباحة، قبيل فصل في اللبس، زكريا ۹/۵۰۳، كراچي ۶/۳۴۹، هكذا في الهندية، زكريا قديم ۵/۳۵۲، جديده ۵/۴۰۶)

یعنی قوالی کی دین میں کوئی اصل نہیں ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۱/۱۴۰)

اگر خواجہ نظام الدینؒ کی طرف اس کی نسبت صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، تو وہ امام غزالیؒ کی شرط کے مطابق ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/۶۰۸)

مروجہ قوالی اور کیمیائے سعادت کی شرائط

سوال [۱۱۰۴۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حضرت امام غزالیؒ نے کیمیائے سعادت میں شرطیں تحریر فرمائی ہیں کہ ان شرطوں کے ساتھ قوالی سننا جائز ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؛ جبکہ حدیث شریف میں گانے کی ممانعت ہے۔

المستفتی: عبد العزیز، بزار شاہی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کیمیائے سعادت میں جو شرطیں ہیں، وہ مروجہ قوالی میں کسی حد تک نہیں ہوتی ہیں۔ خود کیمیائے سعادت میں یہی منقول ہے کہ

سن کر اگر وجد اور دنیا و مافیہا سے منحرف ہو کر سیر فی اللہ میں استغراق کی کیفیت نہیں ہوتی ہے، تو سننا زہر قاتل ہے۔

وہر کرا در دل دوستی باطل بود سماع زہر قاتل او بود و بروے حرام باشد (وقولہ) نزدیک وے در دل جز عشق مخلوق صورت نہ بندد و اگر عشق خالق صورت بندد و بنا بر خیال تشبیہ باطل بود بایں سبب گوید کہ سماع یا بازے بود یا از عشق مخلوقے و ایں ہر دو در دین مذموم است۔

کیمیائے سعادت ۲۱۸/ اور اہل اللہ کے علاوہ کسی کو سیر فی اللہ کا درجہ حاصل نہیں ہے اور حدیث شریف کا مصداق بھی یہی ہے؛ اس لئے ناجائز ہی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۶۰۶)

سماع کا جواز اور ''سیرت فخر العارفین'' نامی کتاب کا حکم

سوال [۱۱۰۴۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مولانا عبد الحیٔ چاٹ گامی کی کتاب سیرت فخر العارفین ۱۷۵/ پر آپ نے مندرجہ ذیل عبارت نقل کر کے جواز سماع کا عنوان قائم کیا ہے۔

وهذا يفيد آلة اللهو ليست محرمة لعينها؛ بل لقصد اللهو منها، إمامن سامعها، أو من المشتغل بها وبه تشعر الإضافة ألا ترىٰ أن ضرب تلك الآلة بعينها حل تارة وحرم أخرى باختلاف النية بسماعها والأمور بمقاصدها وفيه دليل لساداتنا الصوفيةالذين يقصدون أمورًا هم أعلم بها فلا يبادرا لمعترض بالإنكار كي لا يحرم بركتهم، فإنهم السادة الأخيار أمدنا الله تعالى بامداداتهم وأعاد علينامن صالح دعواتهم وبركاتهم. (در المختار ۵/ ۳۴۳)

الف: سیرت فخر العارفین اور صاحب کتاب کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

ب: اگر یہ عبارت شامی کی ہے، تو واضح اور مفصل مطلب کیا ہوگا؟

المستفتی: محمد عباس لکھیم پوری، مدرسہ صراط مستقیم کھیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فخر العارفین نامی کتاب تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہیں ہوئی؛ اس لئے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا؛ البتہ جو عربی عبارت آپ نے نقل کی ہے، وہ شامی، کتاب الحظر والاباحۃ، قبیل فصل في اللبس، کراچی، ۶/۳۵۰، زکریا ۹/۵۰۵ میں موجود ہے۔

علامہ شامی کی بات حدیث نبوی ﷺ۔

استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق. الحديث

(در مختار، كتاب الحظر والإباحة، زكريا ٩/٥٠٤، كراچي ٦/٣٤٩، الفتاوى التارتارخانية، زكريا ١٨/١٨٩، رقم:٢٨٤٦٦)

کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہوگی، اس کو حجت شرعی قرار دینا جائز نہ ہوگا۔

نیست حجت قول و فعل ہیچ پیر
قول حق را فعل احمد را بگیر

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹۰۲/۳۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۳/۱۴۱۵ھ

غزل و نعت کو گانے کی آواز میں پڑھنا

سوال [۱۱۰۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غزل یا نعت کو گانے کی آواز میں پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد ابو صدیق، ۲۴/ پرگنہ بنگال، متعلم مدرسہ شاہی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اشعار نعت وغیرہ گانے کی آواز میں پڑھنا غیر مناسب چیز ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

عن أبي سعيد الخدري رضـ، **قال: بينا نحن نسير مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بالعرج إذ عرض شاعرينشد، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: خذوا الشيطان، أو امسكوا الشيطان؛ لأن يمتلئ جوف رجل قيحًا خيرله من أن يمتلي شعرًا.** (صحيح مسلم، الشعر، النسخة الهندية ٢/ ٢٤٠، بيت الأفكار، رقم: ٢٢٥٩)

وما نقل أنه عليه السلام سمع الشعر لم يدل على إباحة الغناء.

(شامي، كتاب الحظرو الإباحة، قبيل فصل في اللبس، زكريا ٩/ ٥٠٣، كراچي ٦/ ٣٤٩)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲ر محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵ر ۷۰۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/۱/۱۴۲۲ھ

قوالی یا گانا سننا

سوال [۱۱۰۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قوالی سننا یا گانا جائز ہے یا نہیں؟ سننے میں ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، یا زبانی سب کا ایک حکم ہے یا الگ الگ؟

المستفتی: عبد العزیز، بازار شاہی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: قوالی سننا اور گانا دونوں ناجائز ہیں، اسی طرح ٹیپ ریکارڈ اور زبانی سب کا حکم برابر ہے، جو چیز زبانی سننا ناجائز ہے، وہ ٹیپ ریکارڈ وغیرہ میں بھی ناجائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹ر ۱۸۳، جدید زکریا مطول ۱۳ر ۶۲)

عن جابر بن عبد الله ؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع. (شعب الإيمان، باب حفظ اللسان، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٢٧٩، رقم: ٥١٠٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳/ ۶۰۶)

قوالی کروانے کا حکم

سوال [۱۱۰۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اس عالم کے اندر ثواب کی نیت سے قوالی کرنا یا قوالی کروانا یا سننا کسی حد تک جائز ہے یا نہیں؟ جو ہر جگہ عام طور پر رائج ہو رہی ہے یا بے کار کمائی کا روپیہ اس میں لگانا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد معصوم قاسمی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قوالی کرنا کروانا اور سننا جیسا کہ آج کل رائج ہے، قطعاً جائز نہیں ہے اور شریعت میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ہے؛ لہٰذا ایسے ناجائز کام سے ثواب کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی۔

لا أصل له في الدين زاد في الجوهرة، وما يفعله متصوفة زماننا حرام لايجوز القصد والجلوس إليه ومن قبلهم لم يفعل كذلک. (سكب الأنهر على مجمع الأنهر، كتاب الكراهية، فصل في المتفرقات، دارالكتب العلميه بيروت ٤/٢١٩-٢٢٠، مصرى قديم٢/٥١١، هندية، زكريا قديم٥/٣٥٢، جديده٦/٤٠٦، شامي، زكريا ٩/٥٠٣، كراچي٦/٣٤٩)

واستماع ضرب الدف، والمزمار وغيرذلک حرام. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ٩/٥٦٦، كراچي ٦/٣٩٥)

نیز قوالی میں روپیہ لگانا بھی تعاون علی المعصیت کی بنا پر جائز نہیں ہے۔

قال الله تعالیٰ: وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَان . [مائده:٢]

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۶ر شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/ ۶۸۹۰)	۱۴۲۱/۸/۱۶ھ

مزاروں پر عورتوں کا جانا، قوالیاں اور فحش باجے گانے کروانا

سوال [۱۱۰۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مزاروں پر عورتوں کا جانا، چادر چڑھانا، قوالیاں اور فحش باجے گانے کروانا کیسا ہے؟ کیا کہیں سے ثابت ہے؟

المستفتی: جسیر احمد، سرس موں گڈ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مزاروں پر صرف قرآن کریم کی تلاوت وغیرہ سے ایصال ثواب اور اہل قبور کو دیکھ کر عبرت حاصل کرنے کے لئے جانے کی اجازت ہے اور عورتوں کا اس کام کے لئے بھی نہ جانا بہتر ہے، اور سوال نامہ میں درج شدہ خرافات واہیات سب ناجائز اور حرام ہیں۔

ان الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر، قال ابن مسعودؓ: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق فى القلب كما ينبت الماء النبات وفى البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه

حرام؛ لقوله علیه الصلاة والسلام: استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر. (در مختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، زكريا ٩/٥٠٢، كراچي ٦/٣٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۵۹۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۱۱/۱۴۱۹ھ

ناچنا گانا، ڈھول بجانا

سوال [۱۱۰۵۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ شادی کی ہر رات میں ناچنا وگانا اور ڈھول وغیرہ پیٹنا کہاں تک صحیح ہے؟ ان سب باتوں کو شامل کر کے لڑکے ولڑکی کے نکاح میں کوئی خرابی تو نہیں آتی؟ برائے کرم اس کا جواب فتویٰ کی شکل میں عنایت فرمادیں۔ شکریہ

المستفتی: محمد نوشہ ڈبہ والے، اسلام نگر گلی-۳/ اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: لڑکے اور لڑکی کے نکاح میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے؛ البتہ یہ سب افعال ناجائز اور حرام ہیں؛ اس لئے ان افعال کے ارتکاب کرنے والے اور ان میں شرکت کرنے والے اور لطف اندوز ہونے والے سب کے سب سخت گنہگار ہوں گے۔

استماع صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر. (در مختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، زكريا ٩/٥٠٤، كراچي ٦/٣٤٩، الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٨/١٨٩، رقم: ٢٨٤٦٦،

هندية، زكريا قديم ٥/٣٥٢، جديد ٥/٤٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳؍ربیع الثانی ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶؍۲۱۸۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۱/۴/۳ھ

ریڈیو پر گانا سننا

سوال [۱۱۰۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جموں ریڈیو اسٹیشن پر جو عورتیں پانچ بجے شام گیت گاتی ہیں اور وہ سب عورتیں مسلمان ہیں، اس بارے میں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبد المجید، کشمیری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مذہب اسلام میں گانا، بجانا اور گیت گانا اور ریڈیو سے گانے وغیرہ سننا بھی ناجائز اور ممنوع ہے۔ نیز ان چیزوں کا ارتکاب اگر عورت کرنے لگے، یا عورتوں کے گیتوں کو ریڈیو وغیرہ سے مرد سننے لگیں، تو اور بھی بے حیائی کی بات ہے، ان سب سے احتراز لازمی ہے۔

عن جابر بن عبد اللہؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع. (شعب الإيمان، باب حفظ اللسان، دار الكتب العلمية بيروت ٤/٢٧٩، رقم: ٥١٠٠)

عن ابن مسعودؓ: الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء البقل.

(كنز العمال ١٥/٩٥، رقم: ٤٠٦٥١)

قال: إن الملاهي كلها حرام. قال ابن مسعودؓ، صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات......وفي البزازية استماع

صوت الملاهي كضرب قصب ونحوه حرام؛ لقوله عليه الصلاة والسلام: استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر.

(درمختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، زكريا ٩/٥٠٤، كراچي٦/٣٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۲/ شعبان المعظم ۱۴۱۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۹۸۷)	۱۶/۸/ ۱۴۱۷ھ

(۲۴) باب جھوٹ، غیبت، چوری وغیرہ کا بیان

جھوٹ بولنا

سوال [۱۱۰۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک دوکان پر کام کرتا تھا، وہاں پر مجھ سے ایک چوری ہوگئی اور وہ چوری پکڑی گئی اور میں مالک دوکان سے یہ کہہ بیٹھا میں باوضو کلام پاک اٹھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ چوری میں نے نہیں کی ہے، یہ مجھ سے بہت بڑا گناہ ہوگیا ہے، اور میں بہت پریشان چل رہا ہوں۔

المستفتی: مسرت حسین، جامع مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جھوٹ اور چوری سے خالص دل سے توبہ کرلیں اور چوری کا سامان مالک کو واپس کردیں اور مالک سے معذرت خواہی کرلیں۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا.

[سورة النساء:۱۷]

إن أخذه من غير عقد لم يملكه ويجب عليه أن يرده على مالكه، إن وجد المالك. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء، جديد دار البشائر الإسلامية بيروت ۱/۳۵۹، قديم هندي ۱/۳۷، ايضاح النوادر ۱/۱۰۱) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ

۲۹رذی الحجہ ۱۴۱۵ھ

(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/۴۲۷۲)

جھوٹے کی پہچان کیا ہے؟

سوال [۱۱۰۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جھوٹے کی پہچان حدیث پاک کی روشنی میں کیا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جھوٹے کی پہچان حدیث پاک میں یوں بیان فرمائی ہے کہ ہر سنی سنائی باتوں کو بیان کیا کرے اور تحقیق کا اہتمام نہ کرے۔

عن حفص بن عاصمؓ، قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: كفىٰ بالمرء كذبًا أن يحدث بكل ما سمعه. الحديث (مسلم شريف، مقدمه ۱/۸، دارالسلام رقم: ۵، سنن أبي داؤد، الادب، باب التشديد في الكذب، النسخة الهندية ۲/۶۸۱، دارالسلام رقم: ۴۹۹۲، مسند البزار، مكتبة العلوم والحكم بيروت ۱۵/۲۰، رقم: ۸۲۰۱، مشكوة شريف ۱/۲۸) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷/۲۶۶۹)

دوسرے کی بیوی سے زنا کرنا اور اس کے شوہر کے سامنے جھوٹی قسم کھانا

سوال [۱۱۰۵۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فرمان اور نسیم دونوں دوست ہیں، ایک دن فرمان نسیم کی بیوی کے پاس تنہائی میں گیا اور اس سے زنا بھی کرلیا، اسی کے کچھ دیر بعد نسیم اپنی بیوی کے پاس آ گیا، اس نے فرمان کو اپنی بیوی کے پاس پا کر زنا کا شک کیا، تو فرمان نے جھوٹ بولتے ہوئے منع کیا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا ہے، پھر نسیم نے زور دے کر فرمان سے قسم کھانے کو کہا اور یہ الفاظ

کہلوائے کہ اگر میں نے کوئی غلط کام کیا ہو، تو ایمان سے خارج ہوجاؤنگا، فرمان نے وضو کیا اور قرآن ہاتھ میں لے کر یہ الفاظ ادا کیے، فرمان اگر یہ قسم نہ کھاتا تو لڑکی کو طلاق ہوجاتی؛ اس لئے مجبوراً ایسی قسم کھالی۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس طرح قسم کھالینے سے کیا ایمان باقی بچا، یانہیں؟ اب کیا کرنا چاہئے جس سے یہ گناہ معاف ہوجائے؟ شرعی حکم تحریر فرمادیں۔

(۲) قسم کا کوئی کفارہ ادا کرنا پڑے گا یانہیں؟

المستفتی: فرمان اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فرمان سے بڑے بڑے دو گناہ صادر ہوئے:

(۱) اس نے نسیم کی بیوی کے ساتھ اپنا منھ کالا کر کے عظیم ترین گناہ کا ارتکاب کیا، اگر اسلامی حکومت ہوتی، تو اس کے اوپر حد زنا جاری ہوتی اور ہندوستان؛ چونکہ اسلامی حکومت نہیں ہے؛ اس لئے اس پر سچی توبہ کرنا لازم ہے اور نسیم کی بیوی پر بھی سچی توبہ لازم ہے۔

(۲) اس نے دوسرا عظیم گناہ یہ کیا ہے کہ اس نے جھوٹی قسم کھائی اور جھوٹی قسم کا کفارہ نہیں ہوتا، اس کو یمین غموس کہتے ہیں اور زمانہ ماضی کی جھوٹی قسم کی وجہ سے سچی توبہ لازم ہے۔

عن عبد الله بن عمروؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الكبائر الاشراک بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس. (صحيح البخاري، كتاب الأيمان والنذور، باب اليمين الغموس ۲/۹۸۷، رقم:۶۴۱۹، ف:۶۶۷۵، سنن الترمذي، أبواب التفسير، من سورة النساء، النسخة الهندية ۲/۱۳۱، دارالسلام رقم: ۳۰۲۰، إعلاء السنن، دار الكتب العلمية بيروت ۱۱/۳۶۵، كراچي ۱۱/۳۴۲)

ثم لايخفي أن الحلف بالقرآن الآن متعارف، فيكون يمينًا. (البحرالرائق، كتاب الأيمان، كوئٹه ۴/۲۸۶، زكريا ۴/۴۸۲)

وهي ثلاث غموس وهي حلفه على أمر ماض، أو حال كذباً عمدًا

وحكمها الإثم ولا كفارة فيها إلا التوبة. (ملتقي الأبحر، دارالكتب العلمية بيروت ۲/ ۵۹ ۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شوال المکرّم ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۷۹۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۱۰/۱۵ھ

بیماری کی جھوٹی سند دکھا کر رخصت لینے اور تنخواہ کا حکم

سوال [۱۱۰۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بندۂ ناچیز کو صورت مسئولہ میں مندرجہ ذیل کچھ خلجان ہے، دفع فرمائیں کہ ایک دعوت وتبلیغ میں لگا ہوا آدمی کسی سرکاری دفتر میں ملازم ہے، مثلاً اس کے پاس کل ۲۰؍ یوم کی رخصت اتفاقیہ تھی، جس میں اب ۱۰؍ یوم کی رخصت اتفاقیہ باقی رہ گئی ہے اور اس کے پاس دو ماہ کی رخصت بیماری کی ہے۔

اب وہ ایک چلہ جماعت میں جائے، اس طرح کہ دس دن تو رخصت اتفاقیہ کی درخواست پیش کردے اور باقی ایک ماہ کی جبکہ وہ خود اچھا ہے، بیماری کا ڈاکٹری سرٹیفکٹ جھوٹا ادارہ میں پیش کردے، ظاہر ہے کہ ادارہ میں ابھی اسکی رخصت بیماری موجود ہے، اور اس نے جھوٹی ڈاکٹری سند پیش کی؛ اس لئے ادارہ والے اس سند کی وجہ سے تنخواہ نہیں کاٹتے اور اس کی ایک ماہ کی تنخواہ بھی جاری رہتی ہے، تو اس جھوٹی ڈاکٹری سند کی وجہ سے ایک ماہ کی تنخواہ ملنی ہے، وہ ایک ماہ کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہم نے بیماری سے مراد قلبی وروحانی بیماری کو مراد لیا تھا؟ کیا یہ فلسفہ تنخواہ کے جواز کی دلیل بن سکتا ہے؟

ہمارے مدرسہ میں ۱۵؍ شعبان سے تعطیل عام ہے، معلوم کرنا ہے کہ آپ مراد آباد میں کن تاریخوں تک رہیں گے؟

المستفتی: عتیق الرحمٰن، مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم پیلی حویلی، کامٹی، ناگپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دفتر کے ملازم کو تنخواہ لینا اسی وقت جائز ہے؛ جبکہ وہ دفتر کی شرائط کے مطابق حاضر رہے؛ لہٰذا ڈاکٹری جھوٹی سند دکھا کر رخصت لینا اوران ایام کی رخصت کی تنخواہ لینا اس کے لئے جائز نہ ہوگا اور جو رخصت علالت ضابطہ اور قانون میں مقرر ہے، اس سے روحانی علالت مراد نہیں ہے؛ بلکہ جسمانی اور مادی علالت مراد ہے؛ اس لئے یہ سرٹیفکٹ تاویل کرکے جواز کے دائرہ میں نہیں آسکتا۔

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من حمل علينا السلاح، فليس منا ومن غشنا فليس منا. (مسلم شریف، کتاب الایمان، باب قول النبيؐ من غشنا فليس منا، النسخة الهندية ١/ ٧٠، بيت الأفكار رقم: ١٠١)

والأجير الخاص هو الذي يستحق الأجر بتسليم نفسه في المدة. (مجمع الأنهر، كتاب الإجارة، دارالكتب العلمية بيروت ٣/ ٥٤٤، هداية اشرفي ديوبند ٣/ ٣١٠، هندية، زكريا قديم ٤/ ٥٠٠، زكريا جديد ٤/ ٥٤٣، الموسوعة الفقهية الكويتية ١/ ٢٨٨)

يجوز الكذب في ثلثة مواضع في الإصلاح بين الناس وفي الحرب ومع امرأته، قال في الذخيرة: أرادبها المعارض لا الكذب. (حاشية حموي على الأشباه قديم ٥/ ١٤٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۸؍رجب المرجب ۱۴۲۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶؍۵۲؍۷۷۷)	۸؍۷؍۱۴۲۳ھ

غیبت کس کو کہتے ہیں؟

سوال [۱۱۰۵٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟

المستفتی: عبد الرحمٰن، کھتولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: حدیث پاک میں غیبت کی تعریف یوں فرمائی گئی ہے کہ آدمی اپنے دینی بھائی کی ایسی بات دوسروں کے سامنے نقل کردے کہ جس کی بات بیان کی جارہی ہے، اس کو سن کر ایذا وتکلیف ہوتی ہو۔

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اتدرون ما الغيبة؟ قالوا الله ورسوله أعلم. قال ذكرك أخاك بما يكره.

(مسلم شريف، كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة، النسخة الهندية ٢/٣٢٢، بيت الأفكار رقم: ٢٥٨٩، سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في الغيبة، النسخة الهندية ٢/٦٦٨، دارالسلام رقم: ٤٨٧٤، سنن الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ما جاء في الغيبة، النسخة الهندية ٢/١٥، دارالسلام رقم: ١٩٣٤)

اعلم أن حد الغيبة أن تذكر أخاك بمايكرهه لو بلغه سواء ذكرته بنقص في بدنه، أو في نسبه، أو في خلقه، أو في فعله، أو في قوله، أو في دينه، أو في دنياه حتى في ثوبه وداره ودابته. (إحياء العلوم، امام غزاليؒ ٣/٧٧، مرقات شرح مشكوة، امداديه ٩/١٤٣، قديم ٤/٦٢٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۲۶۹)

چغلخوری کرنا

سوال [۱۱۰۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جو شخص بے قابو زبان چلاتا ہے، خواہ مخواہ اس کی بات برائی کے ساتھ نقل کرنا ایسا شخص اقوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں کیا کہلاتا ہے؟

المستفتی: عبد الرحمٰن، کھتولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے شخص کو حدیث پاک میں نمام اور قتات سے موسوم کیا گیا ہے، اور نمام اور قتات جنت اور نعمت ہائے جنت سے محروم ہوگا۔

قال حذيفة: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يدخل الجنة نمام وقوله عليه السلام لا يدخل الجنة قتات. الحديث (مسلم شريف، كتاب الأيمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة، النسخة الهندية ١/ ٧٠، بيت الأفكار رقم: ١٠٥) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۱ / جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۲۶۹)

غیبت کرنے اور سننے والا دونوں گنہگار ہیں

سوال [۱۱۰۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ غیبت کو حدیث پاک میں زنا سے بھی بدترین گناہ بتلایا گیا ہے، کیا یہ گناہ صرف غیبت کرنے والے کو ہی ہوگا یا سننے والے کو بھی جو بغور سنتا ہو؟

المستفتی: عبد الرحمٰن، کھتولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: غیبت کو دلچسپی سے سننے والے کو بھی غیبت کا گناہ ہوگا۔

ان المستمع لا يخرج من إثم الغيبة إلا أن ينكر بلسانه، فإن خاف فبقلبه. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، زكريا ٩/ ٥٨٨، كراچي ٦/ ٤١٠، إحياء العلوم إمام غزاليؒ ٣/ ٧٨) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۱ / جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۲۶۹)

انسداد فتنہ کے لئے کافر کی غیبت کرنا

سوال [۱۱۰۵۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا کافر کا عیب بیان کر سکتے ہیں؟ جو لوگوں کو دھوکہ میں ڈال رہا ہو، اگر ہم اس کے بارے میں کسی کو خبر نہ دیں، تو فتنہ ہوسکتا ہے۔

المستفتی: محمد فاروق اسماعیل، محلّہ: جعفر ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کافر سے فتنہ کا خطرہ ہے، تو اس کے دھوکہ وفریب سے مسلمانوں کو باخبر کرنا اس غیبت میں شامل نہیں ہے، جس کی ممانعت آئی ہے؛ بلکہ حقیقت کا واضح کرنا ضروری ہے۔

بأن تذموهم وتسبوهم إذا لم يؤد ذلك إلى سب الله سبحانه.

(حاشية مشكوة ۲/ ۳۳۲)

جاهدوهم بهابأن تذموهم، وتعيبوهم، وتسبوا أصنامهم، ودينهم الباطل وبأن تخوّفوهم بالقتل والأخذ وماأشبه ذلك الخ.

(مرقات، كتاب الجهاد، ملتاني ۷/ ۲۸۸، بذل المجهود، كتاب الجهاد، باب كراهية ترك الغزو، جديد دارالبشائر الإسلامية بيروت ۹/ ۵۳، رقم الحديث: ۲۵۰۴، قديم هندي ۳/ ۴۱۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۷۱۳)

غیبت کی وجہ سے بدظن ہونا

سوال [۱۱۰۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ بکر نے خالد سے زید کے متعلق غلط بیانی کی، زید کے کریکٹر پر الزام لگایا؛ جبکہ زید عوام میں اور علماء کے طبقہ میں بھی معتمد علیہ ہے، اور خود عالم ہے اور بکر بھی عالم ہے؛ لیکن بکر کا علم علماء اور عوام دونوں میں غیر معتبر ہے اور بکر نے جو الزام لگایا، یا اس کی دلیل کا ثبوت بھی جو کہ شریعت میں مطلوب ہے، بکر کے پاس نہیں ہے، تو آیا خالد کو بکر کی بات کا اعتبار کرنا چاہئے یا نہیں؟ اگر خالد بکر کی بات سن کر زید کی طرف سے بدظن ہوتا ہے، تو خالد کے لئے کیا حکم ہے؟ اور بکر کے لئے کیا حکم ہے مطلع فرمائیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی باعزت شخص پر چاہے عالم ہو یا ان پڑھ بلا کسی ثبوت کے غلط گمان و الزام قائم کرنا اور عیوب کا تجسس کرنا ناجائز اور حرام اور عنداللہ سخت عذاب کا مستحق ہوگا۔ قرآن کریم میں اسکی سخت ممانعت آئی ہے۔

نیز حدیث شریف میں عذاب ونجات کا مدار زبان کو قرار دیا ہے۔

قوله تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. [الحجرات:۱۲]

وقول عليه السلام عن عقبة بن عامرؓ قال: قلت يا رسول الله صلى الله! ما النجاة؟ قال املك عليك لسانك الحديث. (ترمذي شريف، أبواب الزهد، باب ما جاء في حفظ اللسان، النسخة الهندية ۲/۶۶، دارالسلام رقم: ۲۴۰۶) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رشعبان المعظم ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۹۰۸/۲۶)

علامات نفاق کیا کیا ہیں؟

سوال[۱۱۰۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ منافق کی علامت حدیث میں کیا ہیں؟

المستفتی: عبدالرحمٰن، کھتولی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں منافق کی علامات یوں بتلائی گئی ہیں کہ جب بات کرے، تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے، تو خلاف ورزی کرے اور جب امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

عن أبي هريرةؓ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: آية المنافق ثلث إذ حدث كذب، وإذا وعدا خلف، وإذا أؤتمن خان. (بخاري شريف، كتاب الايمان، باب علامة المنافق ١/ ١٠، رقم:٣٣، مسلم شريف، كتاب الايمان، باب خصال المنافق، النسخة الهندية ١/ ٥٦، بيت الافكار، رقم: ٥٩) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۲۶۹)

دارالحرب میں بجلی چوری کرنا

سوال[۱۱۰۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اگر زید اس دارالحرب (ہندوستان) میں رہتے ہوئے، سرکار سے بجلی وغیرہ کی چوری کرلے تو کیا جائز ہے؟

المستفتی: محمد فیروز بدایوں، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہندوستان کے بارے میں تحقیقی بات یہی ہے کہ اب دارالحرب نہیں، جہاں کے غیر مسلموں کے مال مسلمانوں کے لئے حلال ہوں؛ بلکہ ہندوستان دارالأمان ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/۹۰)

لو أجريت أحكام المسلمين، وأحكام أهل الشرك لا تكون دار حرب. (شامي، مطلب فيما تصير به دار الإسلام دار حرب، كراچي ٤/١٧٥، زكريا ٦/٢٨٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٠/٢٩٤)

اور اگر دارالحرب فرض بھی کرلیا جائے تب بھی غدر حرام اور ناجائز ہونے کی وجہ سے بجلی کی چوری ناجائز ہے۔

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من حمل علينا السلاح، فليس منا ومن غشنا فليس منا. (مسلم شريف، كتاب الايمان، باب قول النبيﷺ من غشنا فليس منا، النسخة الهندية ١/٧٠، بيت الأفكار رقم: ١٠١، سنن أبي داؤد، كتاب البيوع، باب في النهي عن الغش، النسخة الهندية ٢/٤٨٩، دار السلام رقم: ٣٤٥٢)

وإنما يحرم على المسلم إذا كان بطريق الغدر. (فتح القدير، باب الربا، دار الفكر بيروت ٧/٣٩، كوئٹہ ٦/١٧٨، زكريا ٧/٣٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۷۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۱۱/۲۷ھ

بہو کا خسر کے زیورات چرانا

سوال [۱۱۰۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مذکورہ تحریر جو ایک مضمون کی شکل میں ہے، میں نے اپنے صاحبزادہ مولوی محمد انعام کو عالم دین بنایا، زمانہ تعلیم میں ان کی کڑی نگرانی رکھی اور ان کی شادی کردی، پھر ملازمت دلائی، جب ساری ذمہ داریاں میری ختم ہوگئیں اور مجھ کو کچھ ناخلف اولاد نے میرے ساتھ بجائے حسن سلوک کے بدسلوکی کا ثبوت دیا ہے، جو حسب ذیل ہے۔

مولوی انعام صاحب ملازم تھے، اہلیہ کو وہاں رکھا تھا، مولوی انعام نے اطلاع کی، وہاں قیام کے دوران حالات نامناسب دیکھے، میں نے مولوی انعام سے کہا کہ بچوں کو روانہ کردو، مجھے انکار کردیا گیا، ایک شب گزرنے کے بعد مجھے تیار کردیا، اس نے لانے سے انکار کردیا، جو حالات دیکھ چکا تھا، اس کا صدمہ قلب پر اثر انداز تھا، وہ یہ کہ دلہن پردہ کیا کرتی تھی، وہ گم کردیا، اس طرح ایک سال کا عرصہ ہوگیا، بعد ایک سال مولوی انعام الحق صاحب باغوں والی تشریف لے آئے، گاؤں میں امامت شروع کردی، باغوں والی میں ایک شادی تھی، مولوی انعام کی اہلیہ نے کہا کہ اس شادی میں دو شب میں رہوں گی، میں نے اپنے خسر سے منع کردیا کہ آپ جانا، شام کو واپس آجانا منع کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جس جگہ شادی تھی، وہ جگہ اخلاقی اعتبار سے مشکوک تھی۔

جس کے کرنے کا ردعمل یہ ہوا کہ بہو نے کان کے بندے چوری ہوجانے کا شوشہ چھوڑ دیا، جس کی قیمت لگ بھگ تین چار ہزار روپیہ ہوگی، شام کو مولوی انعام سے اس کا تذکرہ کیا گیا، انہوں نے فیصلہ کیا کہ ان کو ان کے وطن بھیج دیا جائے، دونوں بچوں کی بیوی کا کچھ زیور میرے پاس تھا، میں نے صندوق کھول کر بعد نماز عشاء ان دونوں میاں بیوی کے سامنے اپنے زیور کا جائزلیا، تو وہ صندوق میں موجود تھا، صبح کو ان کی بیوی آٹھ بجے اپنے وطن روانہ ہوگئی۔ اور میں نے دس بجے صندوق کھول کر پھر دیکھا، تو اس میں وہ زیور نہیں تھا، اس کا تفصیلی فیصلہ محمد انعام کے پرچے سے معلوم ہوسکتا ہے۔

بہرحال بات بڑھ گئی، محمد انعام نے اپنی اہلیہ کو معاف کرنا چاہا؛ لیکن بات بڑھتی ہی گئی اور میں ان کو اور اس کے سسرال والوں کو گالی گلوج بکتا رہا، انعام کی طرف سے مجھے بتانے والوں نے بتایا کہ میرے والد میرے ساتھ نعمانی کو اغوا کرنا چاہتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ ناکارہ جیل میں قیدیوں کو اچھی بات بتلانے اور تبلیغ کرنے پر حکومت کی طرف سے مامور ہے، مجھے جیسے ہی یہ خبر ملی، تو میں نے حضرت مولانا محمد ایوب صاحب مدرس دارالعلوم میرٹھ کو اطلاع دی، انہوں نے محمد انعام کو اپنے مکان پر بلوا کر میرے آمنے سامنے فیصلہ دیا، جو ان کی تحریر میں حاضر خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

کچھ دن بعد میرے چچازاد بھائی کی اہلیہ کا انتقال ہوگیا، ہم نے محمد انعام کی سسرال میں کوئی خبر نہیں کی۔ اور نہ ہی وہ اس سے قبل کبھی ہماری کسی موت میں شریک ہوئے، مگر شام کو دیکھا کہ محمد انعام مع اپنی اہلیہ کے اور خسر اور ساس کے حاضر ہے، مجھے وہ راستہ میں ملے، دعا سلام ومصافحہ کے بعد وہ چچا کے یہاں چلے گئے، شام کو دفن کے بعد وہ اپنے وطن واپس ہوگئے، رات کو میرے والد صاحب نے مجھ سے معلوم کیا کہ اسلام تم نے کیوں ان کو نہیں ٹھہرایا، میں نے گالی وغیرہ دے کر کہا کہ ابا جان جب وہ میرے مکان پر نہیں آئے اور نہ ہی مجھ سے بول چال کی، تو مجھے ان کو اپنے یہاں روکنے کا کیا حق ہے۔

بہرحال والد صاحب تو خاموش رہے لیکن یہ بات کسی صاحب نے محمد انعام سے بتلائی کہ تمہارے سسرال والوں کو خوب گالی دی جارہی ہیں، محمد انعام اگلے روز اپنے چچا کے یہاں آیا اور مجھے معلوم نہ ہوسکا کہ انہوں نے کیا کیا مجھ سے کہا، میں از خود اپنے چچا کے مکان سے مہمان اور ان کی دلجوئی کر کے واپس جارہا تھا، تو مجھے اپنے بھائی کے دروازہ سے یہ آواز سنائی دی کہ چچی میں اس کو گولی ماردوں گا اور مزید وہ الفاظ بھی سنے کہ جس کو میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ بہرحال مجھے پدری جوش آیا اور میں نے کہا کہ یہ کس کو کہہ رہا ہے، بس اتنے الفاظ کہنے تھے کہ اس نے فوراً میرا گریبان تھام لیا۔ اور میری

داڑھی پکڑ کر کھینچنی شروع کی ،انہوں نے اتنی طاقت سے کام لیا کہ اگر خدا کا کرم نہ ہوتا، تو خدا شاہد ہے کہ محمد انعام نے یہ دل سے چاہا تھا کہ میری داڑھی کا ایک بال بھی باقی نہ رہے، کافی جھگڑنے کے بعد شور وشغب سن کر میرے چچا زاد بھائی آئے اورانہوں نے میری جان بچائی، پھر میرے بھائی صاحب آئے اور وہ بال جو گر گئے تھے، اکٹھا کئے، جوایک تولہ کے برابر ہوں گے۔ محمد انعام نے اپنی مسجد میں رات بھر پہرہ دیا اوراگلے روز صبح کووہ مع سامان کے اپنی سسرال پھولاس اکبرپور چلے گئے۔

اب میرا یہ کہنا ہے کہ وہ محمد انعام اپنی اہلیہ کوطلاق دیں،اور چلے آئیں یا وہ سونا واپس کریں، تب معاف کیا جاسکتا ہے کہ ایسی زانی عورت کا ہمارے خاندان میں رہنا کسی طرح اچھانہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب اس عورت پرکیا بھروسہ کیا جاسکتا ہے کہ جس نے تقریباً بیس ہزار روپئے کے زیورات کی چوری کی ہو۔ اور شرعاً قبیح اور برے کاموں میں کھلم کھلا مبتلا ہو، اگر اس کو معاف کرکے لایا بھی گیا،تو اس نے ہم کو زہر دیدیا،تو اس کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟

حضرت مولانا موسیٰ صاحب امیر جماعت تبلیغ ضلع مظفرنگر کے پاس محمد انعام گیا اور معافی کے لئے کہا، میں نے انکار کر دیا، تو حضرت مولانا موسیٰ صاحب نے ازروئے شریعت ایک فتوی پر اس کام کو مؤخر رکھا ہے کہ جو شارع علیہ السلام کا فیصلہ ہوگا، وہ ہم دونوں تسلیم کریں گے۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔

اب اس واقعہ کے اندر سوال طلب امر مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) جبکہ انعام کی بیوی نے میرے گھر کے تمام زیورات چوری کر کے بیس ہزار کا نقصان کیا ہے اور محمد انعام نے میری بےعزتی کی ہے،تو میرا انعام سے مطالبہ یہ ہے کہ یاتو تم اپنی بیوی کو طلاق دو، اور یا اس سے زیورات واپس لاؤ،تب تم کو معاف کیا جاسکتا ہے، اور صلح ہوسکتی ہے، آیا میرا اس سے یہ مطالبہ کرنا اور صلح کے لئے یہ شرائط قرار دینا درست ہے یانہیں؟

المستفتی: حافظ محمد اسلام، باغوں والی

منجانب: دار العلوم دیو بند

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: صورت مذکورہ میں بیٹے نے باپ کے ساتھ جو گستاخیاں اور بدسلوکی کی ہے، یہ بہت ہی بڑا گناہ ہے، اور انتہائی بے باکی وبد نصیبی کی بات ہے۔

باپ کا مقام شریعت اسلام نے بہت ہی بلند کیا ہے، اب اگر واقعی وہ بہت شرمندہ ہے، اور معافی مانگ رہا ہے، تو معاملات کی صفائی اور حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، اگر بیٹے کی بیوی نے زیورات چوری کئے ہیں، تو ان کی واپسی کو معافی سے پہلے شرط لگانا والد صاحب کا یہ فعل صحیح ہے، لڑکے کو اور اس کی بیوی کو چاہئے کہ وہ بیس ہزار روپئے کی نقصان کی تلافی کریں اور اس کے بعد دونوں سچے دل سے نادم ہوکر والد صاحب سے معافی مانگ لیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: حبیب الرحمٰن، خیر آبادی
مفتی دار العلوم دیو بند
۱۸/ شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ

منجانب: مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: لڑکے پر واجب ہے کہ بلا کسی تاخیر کے باپ کے پیروں پر پڑ جاوے اور اپنی بدکرداری سے نادم ہوکر معافی مانگتا رہے؛ کیونکہ باپ کی بد دعا مؤثر نہیں ہوا کرتی۔ (مستفاد: معارف القرآن ۵/۴۶۴)

عن أبي هريرة رضـ، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ثلاث دعوات مستجابات لا شك فيهن، دعوة الوالد، ودعوة المسافر،

ودعوة المظلوم. (سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب الدعاء بظهر الغيب، النسخة الهندية ١/ ٢١٤، دار السلام رقم: ١٥٣٦)

نیز باپ کا مذکورہ مطالبہ بھی صحیح ہے اور درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍ شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۴۵۲/۲۵)

جواب ثانی استفتاء نمبر الف ۱۴۵۲/۲۵ کا ہے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر بیوی کا چوری کرنا شرعی شہادتوں سے ثابت ہوجائے، تو مسروقہ رقم کا مطالبہ کرنا درست ہے ورنہ نہیں۔ نیز اگر بیوی کو طلاق دینے سے گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہیں ہے، تو باپ کے حکم سے طلاق دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اگر گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے، تو طلاق نہ دے چاہے باپ ناراض ہوجائے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۳۸/۵، ڈابھیل ۳۲/۱۹، امداد الفتاوی ۴۶۴/۴)

زنا کا الزام سخت خطرناک ہے، اگر چار چشم دید شرعی گواہوں سے ثابت نہ کرسکے، تو خسر کو اگر اسلامی حکومت ہوتی، تو ۸۰؍ کوڑے لگائے جاتے؛ چونکہ اسلامی حکومت نہیں ہے؛ اس لئے اپنے اس الزام سے نادم ہوکر توبہ کرلینا اور بہو سے معافی مانگنا خسر کے لئے لازم ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: والذين يرمون المحصنات، ثم لم ياتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولاتقبلوا لهم شهادة أبدًا. [النور: ٤]

اور صرف شکوک وشبہات کی بناء پر تجسس کرنے کی قرآن میں وعید سخت آئی ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. [سورة الحجرات: ١٢]

نیز گالی، بدگوئی، غیبت سخت حرام ہے۔

قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يدخل الجنة نمام وقوله عليه السلام لا يدخل الجنة قتات. الحديث (مسلم شريف، كتاب الأيمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة، النسخة الهندية ١/ ٧٠، بيت الأفكار رقم: ١٠٥)

اورلڑکے نے جو باپ کی داڑھی پکڑی ہے، یہ سخت گناہ ہے اور بدنصیبی کی بات ہے، اس پرلازم ہے کہ باپ کے پیروں پرگرکر معافی مانگے اور باپ پر لازم ہے کہ جب ندامت کے ساتھ معافی مانگے تو بلاکسی شرط کے معاف کردے، اللہ تعالیٰ کے یہاں معافی کے لئے کوئی شرط نہیں ہے۔

عن أبي عبيدة بن عبد الله، عن أبيهؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية ٢/ ٣١٣، دارالسلام رقم: ٤٢٥٠، المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ١٠/ ١٥٠، رقم: ١٠٢٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ شوال المکرّم ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۴۵۲)

بلاثبوت چوری کا الزام لگانا

سوال [۱۱۰۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو سگے بھائی اور والدہ ہیں تقسیم جائداد کے وقت لوگوں کے سامنے جب والدہ نے زیور تقسیم کے لئے دیا، تو مسلم نے بڑے بھائی زید سے پوچھا کہ بھائی زید جس وقت باہر گیا تھا، تبھی آپ کی والدہ نے کل زیور دکھا دیا تھا، کیا اس وقت کا یہ زیور اتنا ہی ہے جتنا پہلے تھا، زید نے کہا یہ کم ہے، لوگوں نے پوچھا کتنا کم ہے، کچھ ناپ تول یا اندازہ ہی بتایئے، تو زید

نے کہا کہ میں وزن وغیرہ نہیں بتاؤں گا، یہاں باقی زیورات والدہ کے پاس موجود ہیں، پوچھنے پر والدہ انکار کردیتی ہیں، جس سے مسلم و والدہ دس سال سے آج تک لڑتے رہے، زید ہمیشہ اس طرح کہہ کر اور نفرت پیدا کر کے الگ ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں زید کا یہ فعل والدہ پر چوری کا الزام لگانا مسلم سے نفرت وغیرہ پیدا کرنا کیسا ہے؟ زید ایسے شخص کی امامت کیسی ہے؟

(۲) لوگوں نے فیصلہ دیا کہ زید و مسلم پہلے اپنے ماموں کو بلالائیں، اس کا بٹوارہ کل کردیا جائے گا، مسلم کے جانے کے بعد زید نے محلے میں شور کردیا کہ مسلم تالا توڑ کر زیور چرالے گئے؛ جبکہ چراتے ہوئے زید نے نہیں دیکھا اور نہ ہی چشم دید گواہ ہی ملے، پھر زید نے شک کرتے ہوئے مسلم کے خلاف نام زد رپورٹ تھانہ پر کردی، لوگوں کو جب معلوم ہوا، تو دیکھا کہ تالا نہیں؛ بلکہ کنڈا توڑا گیا ہے، اس پر لوگوں نے کہا سبھی لوگ قسم کھائیں کہ میں نے چوری نہیں کی ہے، اس پر مسلم نے کہا کہ ٹھیک ہے؛ لیکن قسم یہ کھائی جائے کہ نہ میں نے کنڈا توڑا ہے اور نہ کسی سے توڑوایا ہے، اور نہ توڑنے والوں کے بارے میں مجھے کسی قسم کا علم ہے، سبھی لوگوں نے کہا کہ ٹھیک ہے؛ لیکن زید نے قسم کھانے سے انکار کردیا، کہا کہ میں قسم خود نہیں کھاؤں گا اور نہ میرے بچے ایسی صورت میں زید کی یہ حرکت چوری کا الزام لگا کر رپورٹ کرانا اور قسم بھی نہ کھانا اور چھوٹے بھائی کا حصہ نہ دینا کیسا ہے؟

(۳) علماء کرام کے فتوے پر عمل نہ کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ ایسے لوگوں کی امامت وغیرہ کیسی ہے؟

المستفتی: رشید احمد، بھنگا رشید بک ڈپو، چوک بازار، بھنگا، ضلع: بہرائچ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) نہ زید کے لئے بغیر ثبوت کے والدہ پر چوری کا الزام لگانا جائز ہے اور نہ مسلم کے لئے زید کی بے ثبوت بات کو اہمیت دے کر والدہ کے بارے میں بدگمانی اور نفرت قائم کرنا جائز ہے، دونوں پر توبہ کرنا لازم ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. [سورة الحجرات: ۱۲]

(۲) اگر دونوں کوقسم کھانے پر فیصلہ دیا گیا ہے، اور زید قسم سے انکار کررہا ہے، تو شرعاً زید مجرم قرار پائے گا اور چوری کا حکم زید پر لگے گا؛ کیونکہ قسم سے انکار شرعاً اشیاء خود لینے پر اقرار ہوتا ہے۔

أن النكول دل على كونه باذلاً، أو مقرًا، إذلو لا ذلک لأقدم على اليمين إقامة للواجب ودفعًا للضرر عن نفسه فيترجح هذا الجانب.

(هداية، كتاب الدعوىٰ، باب اليمين اشرفي ديوبند۳/ ۲۰۳)

نیز چھوٹے بھائی کا حصہ نہ دینے والا غاصب اور فاسق ہے، اس کی امامت مکروہ ہے، اس پر واجب ہے کہ چھوٹے بھائی کا حصہ دیدے۔

عن عبدالله بن السائب بن يزيد عن أبيه عن جده، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايأخذ أحدكم عصا أخيه لاعباأو جادًا، فمن أخذ عصا أخيه فليردها. (سنن الترمذي، كتاب الفتن، باب ماجاء لا يحل لمسلم أن يروع مسلماً، النسخة الهندية ۲/ ۳۹، دار السلام، رقم: ۲۱۶۰، سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب مايأخذ الشيئ على المزاح، النسخة الهندية ۲/ ۶۸۳، دارالسلام رقم: ۵۰۰۳)

وعلى الغاصب رد العين المغصوبة، وقوله عليه السلام لا يحل لأحد أن ياخذ متاع أخيه لاعبًا ولاجادًا، فإن أخذه فليرده عليه. (هداية، كتاب الغصب، اشرفي ديوبند ۳/ ۳۷۳)

(۳) اگرعلماء کے صحیح فتاوی پر عمل نہ کرتے ہوئے چھوٹے بھائی کا حصہ دبالیا ہے، تو وہ غاصب وفاسق ہے، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

ولذا كره إمامة الفاسق ......ومفاده كون الكراهة في الفاسق

تحريمية. (طحطاوي على المراقي، فصل في بيان الأحق بالإمامة قديم ١٦٥، جديد دارالكتاب ديو بند ٣٠٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷ر رمضان المبارک ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۹۶۵/۲۶)

خود پسندی اور تکبر کا حکم

سوال [۱۱۰۶۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جس مسلمان میں خود پسندی ہے وہ کیا ہے؟ کیا حکم لگ سکتا ہے، اس آدمی کے لئے بالتفصیل جواب سے نوازیں گے۔

المستفتی: عبدالحسیب، موضع: کاچی موہا، پوسٹ: ہری گرام، دیناجپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خود پسندی اور تکبر دونوں ہم مصداق ہیں۔

الكبر هو أن يرىٰ نفسه فوق غيره في صفة الكمال اعجابًا من نفسه. (قواعد الفقة، اشرفي ٤٣٩)

خود پسند اور متکبر شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے، توبہ اور استغفار کرکے ایسے افعال شنیعہ سے باز آجانا لازم ہے۔

عن معاويةؓ، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من أحب أن يمثل له الرجال قياما فليتبوّأ مقعده من النار. الحديث. (أبو داؤد شريف، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجال يعظمه بذالك، النسخة الهندية ٢/ ٧١٠، دارالسلام رقم: ٥٢٢٩، سنن الترمذي، كتاب الأدب، باب ماجاء في كراهية قيام الرجل للرجل، النسخة الهندية ٢/ ١٠٤، دار السلام رقم: ٢٧٥٥، مسند أبي داؤد الطيالسي، دارالكتب العلمية بيروت ١/ ٥٤٢، رقم: ١٠٥٣)

المرتبة الثانية أي من الإثم أن يتكبر بكبره (إلى قوله) فإذا مات إنعطف جميع همه منافرة له وموذية إياه وأحاطت به خطيئته من حيث لم يجد للخروج منه سبيلاً. (حجة الله البالغة ۱/ ۷۷) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶/ جمادی الاولی ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴/ ۷۰۶)

کسی کے متعلق بدگمانی رکھنا

سوال [۱۱۰۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی بھی سچ وحق بات کو جھوٹ بنانا یا جھوٹ سمجھنا فعل مردود ہے یا نہیں؟ برائے کرم قرآن پاک یا حدیث مبارک کا حوالہ تحریر کیجئے۔

المستفتی: شوکت علی، مقبرہ دوم، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بلا کسی قوی دلیل کے مسلمان کی کسی بات کو جھوٹ بتانا یا سمجھنا جائز نہیں ہے، یہ اس کے ساتھ بدگمانی ہے، جس کی قرآن وحدیث میں سخت ممانعت آئی ہے۔ قرآن میں اس کو گناہ فرمایا گیا ہے اور حدیث شریف میں بدترین جھوٹ کہا ہے۔

قوله تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. [الحجرات: ۱۲]

اس کے تحت احکام القرآن میں ہے۔

وكذلك سوء الظن بالمسلمين الذين ظاهرهم العدالة محظور عنه وهو من الظن المحظور المنهي عنه...... عن أبي هريرةؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث فهذا من الظن

المحظور هو ظنه بالمسلم سوئكم من غير سبب يوجبه. (أحكام القرآن للجصاص، مطلب الظن على أربعة أضرب، سهيل اكيڈمي لاهور، ۳/۴۰٦، زكريا ديوبند ۳/۵۳۹)

عن الاعرج قال: قال أبو هريرةؓ: ياثر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إياكم والظن، فإن الظن أكذب الحديث. (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب لا يخطب على خطبة أخيه ۲/۷۷۲، رقم: ۴۹۵۰، ف: ۵۱۴۳، صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الظن والتجسس، النسخة الهندية ۲/۳۱٦، بيت الأفكار رقم:۲۵٦۳، مسند أبي داؤد الطيالسي، دار الكتب العلمية بيروت ۳/۲۰، رقم: ۲٦۵٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶؍رجب المرجب ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۲۴۵)

کسی شخص کو اس کی بیوی کے متعلق بدگمانی میں ڈالنا

سوال [۱۱۰٦۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کی بیوی کے بارے میں چار پانچ اشخاص کا یہ کہنا ہے کہ تمہاری بیوی شادی سے قبل بدچلن تھی، جب سے میں نے یہ بات سنی ہے، اس کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہوں، بہت پریشان ہوں، معلوم یہ کرنا ہے کہ ان کہنے والوں کا شریعت میں کیسا حکم ہے؟ اور بدگمانی کا علاج تحریر فرمادیں۔

المستفتی: ابصار احمد، حسن پور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جو لوگ آپ کی بیوی کو بدچلن کہتے ہیں، تو اگر اس کے اندر یہ صفت ہے، تو یہ لوگ اس کی غیبت کرتے ہیں اور اگر یہ صفت نہیں ہے، تو اس پر بہتان لگاتے ہیں، غیبت اور بہتان دونوں ہی حرام ہیں۔

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتدرون ما الغيبة؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، قال: ذكرك أخاك بما يكره، قيل: أفرأيت إن كان في أخي ما أقول؟ قال: إن كان فيه ما تقول فقد اغتبته، وإن لم يكن فيه فقد بهته. (صحيح مسلم، كتاب البر والصلة، باب تحريم الغيبة، النسخة الهندية۲/ ۳۲۲، بيت الأفكار رقم:۲۵۸۹، سنن أبي داؤد، باب في الغيبة، النسخة الهندية ۲/۶۶۸، دارالسلام رقم:٤٨٧٤، سنن الترمذي، باب ماجاء في الغيبة، النسخة الهندية ۲/۱۵، دارالسلام رقم:١٩٣٤)

کسی سے بدگمانی نہیں کرنی چاہئے، بدگمانی کرنا گناہ ہے، ہوسکتا ہے آپ کی بیوی نے اب توبہ کرلی ہو، قرآن کریم میں ہے۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْم. [الحجرات:۱۲] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍محرم الحرام ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲؍۴۶۱۴)

حلف لینے کے بعد بھی بدگمانی کرنا

سوال [۱۱۰۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص جو کہ مسلم ہے اور اس نے اپنی اہلیہ سے اس کی پاکیزگی کردار کی یقین دہانی کے لئے قرآن کریم کی قسم کھلوائی اور کہا کہ قرآن کریم کی قسم کھاؤ کہ میں پاک ہوں، اس کی اہلیہ نے اس طرح قرآن کریم کی قسم کھا کر یقین دہانی کرائی؛ لیکن وہ شخص اس قسم کے بعد بھی اپنی اہلیہ پر شک کرتا ہے، اور خود وہ اپنے والد محترم سے اہلیہ کے کردار پر مختلف قسم کے طعنہ وجملہ کسی کرتا رہتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں مفتیان کرام وعلماء عظام شرعی طور پر کیا فرماتے ہیں؟ واضح رہے کہ اہلیہ اس وقت قرآن کی تلاوت کر

رہی تھی اوراس پر ہاتھ رکھوا کرقسم لی گئی تھی۔

المستفتی: محمد حنیف، ساکن: قاضی ٹولہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب بیوی نے حلفیہ بیان دیا ہےاور پھر بھی شوہر اپنی بیوی کے بارے میں شک کرر ہا ہے، تواس حرکت اور خیال کی وجہ سے شوہر گنہگار ہوگا۔ قرآن کریم میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے؛ بلکہ بیوی کی دل جوئی کرنا شوہر پر لازم ہے۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْم. [الحجرات:۱۲] فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۶ر شوال المکرّم ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۵۹۰۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۱۰/۲۶ھ

بدعہدی کرنا گناہ کبیرہ ہے

سوال [۱۱۰۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے تقریباً پچاس ہزار روپیہ بطور قرض طلب کئے کہ میں اپنے لڑکے کا مکان فروخت ہونے پر لوٹا دوں گا، چھوٹے بھائی نے رقم کا انتظام ہونے پر بڑے بھائی کو رقم دیدی، اپنے لڑکے کے لئے مکان خرید نے کی بات کہہ کر رقم جو قرض لی تھی چھوٹے بھائی نے ارادہ کیا کہ آپ مکان مجھے فروخت کردو، جو رقم دوسرا دے رہا ہے، وہ مجھ سے لےلو، چھوٹے بھائی نے انتظام ہونے پر رقم یہ کہہ کردی کہ موجودہ مکان آپ کے بیٹے کا میں خریدلوں، تو کیا ٹھیک ہے، بڑے بھائی راضی ہوگئے۔

اب یہ رقم بطور قرض نہ ہوتے ہوئے پیشگی تسلیم کرلی گئی، چندروز بعد انہوں نے مکان فروخت کرنے سے انکار کردیا اور یہ کہا کہ مجھ کو دوسرا شخص مکان کی رقم زیادہ دے رہا ہے،

کیا یہ عہد شکنی نہیں ہے؟ چھوٹے بھائی نے کہا کہ جو رقم دوسرا دے رہا ہے، دس ہزار روپیہ زائد میں دیتا ہوں، بڑے بھائی راضی ہوگئے؛ لہٰذا وقت کا تعین کر دیا گیا، رقم کی ادائے گی کا اس درمیان مکان کی بجلی کا بل حتی کہ مکان کا کرایہ بھی چھوٹا بھائی کرتا رہا ہے۔ اب اچانک پھر عہد شکنی کرتے ہوئے مکان بیچنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے مکان نہیں فروخت کرنا ہے، میں تم کو رقم واپس کر دوں گا، اتفاقاً چھوٹے بھائی کی دختر سخت علیل ہوگئی، چھوٹے بھائی کے مطالبہ کے بغیر بڑے بھائی نے ہمدردی جتاتے ہوئے پچیس ہزرا روپئے علاج معالجہ کے لئے دیے اور کہا کہ حساب پھر ہو جائے گا۔

اللہ کو منظور یہی تھا چند روز بعد چھوٹے بھائی کی جوان دختر اللہ کو پیاری ہوگئی، اسی روز اخراجات کے پیش نظر از راہ ہمدردی بڑے بھائی نے بنا مطالبہ کے چھوٹے بھائی کو پچیس ہزار روپیہ پھر دیدیئے اور کہا کہ حساب پھر ہو جائے گا، چھوٹا بھائی یہی سمجھتا رہا کہ بڑے بھائی ہمدردی کر رہے ہیں، چند روز بعد غم ہلکا ہونے پر چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے بات کرنی چاہی کہ مکان کی بقیہ رقم لیلو اور اپنی رقم بھی لیلو، تو بھائی نے بات کرنے سے انکار کر دیا کیا یہ عہد شکنی نہیں ہے؟ اگر ہے تو عہد شکنی کی پامالی پر شرعی حکم کیا ہے؟

المستفتی: قاری حسین، ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سوال نامہ میں جو لکھا گیا ہے، اگر وہ واقعہ کے مطابق صحیح ہے، تو بڑے بھائی کی طرف سے بار بار کی بدعہدی ہوئی ہے اور بدعہدی کا بہت سخت گناہ ہے، بڑے بھائی کے اوپر لازم ہے کہ اللہ سے سچی توبہ کرے اور چھوٹے بھائی سے بھی معذرت خواہی کرے حدیث شریف میں بدعہدی کرنے والے کو بددین کہا گیا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن عبد اللہؓ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا أیمان لمن

لاأمانة لـه، ولادين لـمن لا عهدله، والذي نفسي بيده، لا يستقيم دين عبد حتـى يستـقيـم لسانه، ولايستقيم لسانه حتى يستقيم قلبه، ولا يدخل الجنة مـن لايأمـن جاره بوائقه. (الـمـعـجـم الـكبيـر، لـلـطبـرانـي، داراحياء التراث العربي بيروت ١٠/٢٢٧، رقم: ١٠٥٥٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵رصفر المظفر ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۸۸۴/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۱/۲/۷ھ

وعدہ خلافی کرنا گناہ کبیرہ ہے؟

سوال [۱۱۰۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حبیب اللہ خاں، سعد اللہ خاں، انیس خاں، جاوید خاں نے مل کر ایک شخص کے ساتھ کاروبار کیا، پھر جس کے ساتھ کاروبار کیا تھا، وہ شخص ساری رقم لے کر بھاگ گیا، تو ان لوگوں نے اس کے گھر جا کر اس سے ملاقات کی سمجھایا، تو اس نے وعدہ کیا کہ ہم روپیہ دیدیں گے؛ لیکن پھر وعدہ خلافی کردی، کئی بار وعدہ کر کے توڑ دیا، تو عرض یہ ہے کہ ایسے شخص کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا شرعاً اس شخص کو ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اگر نہ ادا کرے تو آخرت میں کیا سزا ہوگی؟

المستفتی: حبیب اللہ، محلّہ گھیر سخی، رام پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: وعدہ خلافی کرنا بہت بری چیز ہے، آپ ﷺ نے علامات منافقین میں سے ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ جب وعدہ کرے، تو وعدہ خلافی کرے۔

أربـع مـن كـن فيـه كـان مـنـافقًا خالصًا، ومن كانت فيه خصلة منهن

کانت فیه خصلة من النفاق حتی یدعها إذا أؤتمن خان، وإذا حدث کذب، وإذا عاهد غدر وإذا خاصم فجر. (صحیح البخاري، کتاب الإیمان، باب علامة المنافق ۱/ ۱۰، رقم:۳٤، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب خصال المنافق، النسخة الهندیة ۱/ ٥٦، بیت الأفکار رقم:٥٨، مشکوة شریف ۱۷)

اور اگر ایک شریک دوسرے شریک کے مال کو یا کوئی حق زبردستی لے لیتا ہے، تو اس کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں؛ چنانچہ ایک روایت میں مروی ہے کہ ایک برائی کے بدلہ میں قیامت کے دن اس کی مقبول نیکیاں لے لی جائیں گی، اگر نیکیاں نہیں ہیں، تو اس کے گناہ سر ڈال دیئے جائیں گے، یہاں تک کہ وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور یہ حقوق العباد کے قبیل کی چیز ہے، اس میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے؛ لہٰذا اس بھائی کو چاہئے کہ اپنے شریک کے حصہ کو وعدہ کے مطابق دیدے اور اپنے آپ کو آخرت کے وبال سے بچالے۔

عن أبي هریرةؓ، أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: أتدرون ما المفلس قالوا: المفلس فینا من لا درهم له، ولا متاع، فقال: إن المفلس من أمتي من یأتي یوم القیامة بصلوة، وصیام، وزکوة، ویأتي قد شتم هذا وقذف هذا وأکل مال هذا الحدیث. (مسلم شریف، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظلم، النسخة الهندیة ۲/ ۳۲۰، بیت الأفکار رقم:۲۵۸۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ جمادی الاولی ۱۴۱۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳؍ ۵۷۵۷)

مدرسہ کے نام پر کم قیمت پر زمین خرید کر اپنے نام پر زیادہ قیمت میں بیچنا

سوال [۱۱۰۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ ہمارے شہر میں ایک دینی ادارہ ہے، جس کے قریب ہماری کاشت کی زمین تھی، اس ادارہ کے مہتمم اور ذمہ دار حضرات نے ہم سے ملت کی لڑکیوں کی دینی تعلیم وتربیت کی اشد ضرورت کا احساس دلاتے ہوئے، ایک لڑکیوں کا مدرسہ قائم کرنے کے عزم کا اظہار کیا اور اس نیک مقصد کے لئے ہماری زمین رعایتی قیمت پر ادارہ کو دینے کے لئے زور دیا ہم نے اسے کار خیر اور ثواب جاریہ مان کر، ان حضرات کے بیان پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی زمین برائے نام قیمت لے کر ذمہ دار حضرات کے حوالہ کردی ادھر گذشتہ چند برسوں میں اسی علاقہ میں رہائشی کالونیاں بننے کی وجہ سے زمین کی قیمتوں میں بے انتہا اضافہ ہوگیا، جس سے ان حضرات کی نیت خراب ہوگئی اور انہوں نے وہ زمین جو خالص مدرسہ (لڑکیوں کے لئے) ہم سے برائے نام قیمت پر خریدی تھی، اسے اونچی قیمت پر پلاٹ کاٹ کر فروخت کردی۔

دریافت طلب امور یہ ہیں کہ:

(۱) ذمہ دار حضرات کا یہ فعل شرعی حیثیت سے کیسا ہے؟

(۲) یہ بدعہدی اور دھوکہ دہی ہے یا نہیں؟

(۳) اس طرح کمایا گیا منافع حلال ہے یا حرام؟

(۴) اس منافع کو نیک کام میں خرچ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۵) اس صورت میں ہمیں ثواب ملے گا یا نہیں؟

(۶) اس قسم کے لوگوں کو جو دینی ادارہ چلا رہے ہیں، اس کا تعاون کرنا چاہئے یا نہیں کیونکہ اس ادارہ کا حساب وکتاب بھی پابندی سے شائع نہیں کیا جاتا؟

المستفتی: اصغر پٹیل، نور پٹیل

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب دینی ادارہ ہی قائم کرنے کے نام سے زمین خریدی گئی ہے، تو اس زمین پر دینی ادارہ ہی قائم کرنا لازم تھا، اس میں دوسرا کام

کرنا یااس کوفروخت کر کے نفع حاصل کرنا دھوکہ دہی اور خیانت ہے، ہاں البتہ اگر گراں قیمت میں اس کوفروخت کر کے اسی رقم سے دوسری مناسب زمین خرید کر دینی ادارہ قائم کرتا ہےتا کہ ادارہ کا زیادہ فائدہ ہو،تو اس کی گنجائش ہے۔اورآپ کے ثواب میں کمی نہ ہوگی؛ کیونکہ آپ ہی کی زمین کے بل بوتے پر دوسری زمین لی گئی ہے؛ لیکن اگر ایسا پروگرام نہیں ہے؛ بلکہ صرف ذاتی منافع کے لئے فروخت کردیا ہے،تو وہ لوگ گنہگار ہوں گے، اب اس میں کون سی صورت پیش آئی ہے،آپ خود دیکھ لیں اورزمین جس کے نام سے خریدی ہے،اس کے لئے منافع تو حلال ہےاوراس کی رقم دینی کام میں بھی لگانا جائز ہے، مگر دھوکہ دہی اور بدعہدی کی وجہ سے وہ لوگ گنہگار ہوں گےاور اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں دینی ادارہ کا تعاون نہ کرنا ہی بہتر ہے، پتہ نہیں اس پیسہ کا کیا کریں گے؟ مسلمانوں پرشرائط کی پابندی لازم ہوتی ہے۔

قال رسول الله عليه وسلم: المسلمون عند شروطهم. الحديث

(ترمذي شريف، أبواب الأحكام، باب ما ذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس، النسخة الهندية ۱/ ۲۵۱، دار السلام رقم:۱۳۵۲)

اس سے تمام سوالات کیجوابات واضح ہوگئے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳رشوال المکرّم ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۳۳/ ۵۴۷۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۱۰/۲۳ھ

فراڈ کر کےاسکول کے نام پرحکومت سے رقم لینا

سوال[۱۱۰۷۲]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ایک شخص ایک مذہبی اسکول کے نام پر ہر ماہ حکومت سے ایڈ لے کر، اسکول چلاتا ہے؛لیکن اسکول میں موجود طلبہ اورٹیچرس کم ہیں اورانہیں حکومت کے ریکارڈ میں

زیادہ دکھایا گیا ہے اور اسی حساب سے اسے حکومت سے رقم ملتی ہے؛ بلکہ ٹیچر تو دوسرے اسکول میں ۲۴ر گھنٹہ کے ملازم ہیں، ان کے نام پر بھی وہ شخص ہر ماہ حکومت سے تنخواہ وصول کرتا ہے، تو کیا حکومت سے اس طرح فراڈ کر کے رقم لینا اور اس کو اسکول اور خاص کر اپنے ذاتی خرچ میں لانا شرعاً جائز ہے۔

(۲) اور اگر جائز نہیں ہے، تو پھر علماء کو اس شخص کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے، اس سے دوستی رکھنا کیا مداہنت فی الدین نہیں ہے۔

(۳) نیز ایسے شخص کو کسی شرعی کمیٹی کا رکن یا ممبر بنانا شرعاً جائز ہے؟ ایسے ہی جس ملازم کے نام پر وہ شخص رقم لیتا ہے اور وہ اسکول میں کچھ کرتا بھی نہیں، تو کیا شرعاً اس ملازم کی کچھ پکڑ ہے یا اس پر کوئی گناہ نہیں؛ جبکہ اسے اس کی خبر ہے۔

المستفتی: خان مشینری اسٹور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اس طرح جھوٹ اور فریب دے کر حکومت سے اسکول کے نام پر رقم حاصل کرنا نا جائز ہے، اس خیانت میں دستخط کرنے والے ملازم بھی شامل ہو جائیں گے اور گناہ کا وبال ان پر بھی ہوسکتا ہے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۴/۶/۱۵، جدید ڈابھیل ۱۵/ ۵۹۱)

عن أبي هريرةؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا. (صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب قول النبيؐ من غشنا فليس منا، النسخة الهندية ١/ ٧٠، بيت الأفكار رقم: ١٠١)

ولا يولي إلا أمين قادر بنفسه، أو بنائبه؛ لأن الولاية مقيدة بشرط النظر، وليس من النظر تولية الخائن؛ لأنه يخل بالمقصود. (الموسوعة الفقهية الكويتية ٤٤/ ٢٠٧، شامي، كراچي ٤/ ٣٨٠، زكريا ٦/ ٥٧٨)

علماء کرام حسب استطاعت اس کو اس امر منکر سے باز آجانے کی تلقین کر سکتے ہیں اور ایسے خائن شخص کو شرعی کمیٹی کا رکن بنانا جائز نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲/ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/۱۵-۳۹۱۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/۳/۱۴۱۵ھ

فرضی کاغذات رکھوا کر پیسہ لینا اور دھوکہ دینا

سوال [۱۱۰۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک سرکاری ملازم ہوں، ہماری مقامی حکومت مہاراشٹر درشن کے لئے خرچ دیتی ہے، جس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ آپ پہلے مہاراشٹر کے کسی بھی ہندو مقام پر جاکر آئے، اس کے بعد اس سفر میں ہوئے خرچ کو حکومت کو پورے ثبوت کے ساتھ پیش کریں حکومت اس کو منظوری دے کر اتنی ہی رقم تنخواہ کے علاوہ دیتی ہے۔ ہر تین سال میں ایک بار کر سکتے ہیں؛ لیکن ہمارے یہاں ۱۵/ فیصد کمیشن پر محکمہ والے فرضی کاغذات پیش کر کے اس طرح کے بل ہم کو ڈالنے پر لگاتے ہیں، جس کے لئے ہم کو کوئی کاغذی ثبوت پیش نہیں کرنا پڑتا ہے، محکمہ والے خود فرضی کاغذات پیش کر دیتے ہیں، جس کے لئے وہ ۱۵/ فی صد رقم پورے بل کی وہ لے تے ہیں؛ جبکہ ہم کسی بھی مقام پر جاکر نہیں آئیں ہوتے ہیں، تو ایسا کرنا کیسا ہے؟ کیا اس طرح کی رقم کو ہم اپنی ذات پر خرچ کر سکتے ہیں؟ رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: مبین شیخ، شیر پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ ان مقامات پر نہیں گئے، جہاں جانے کی وجہ سے وہ رقم ملتی ہے اور جب آپ ان مقامات پر نہیں گئے، تو محض فرضی طور پر اپنا سفر کاغذ پر دکھا کر سرکار سے اس کے بدلہ روپیہ لینا جائز نہیں ہے

اور یہ حکومت کے ساتھ دھوکہ دھڑی ہے، اس طرح حاصل کی ہوئی رقم کا اپنی ذات پر خرچ کرنا بھی جائز نہیں ہے؛ بلکہ اس رقم کو بلانیت ثواب فقراء پر تقسیم کرنا لازم ہے، اسی طرح انکم ٹیکس، سیل ٹیکس، رجسٹری فیس وغیرہ میں بھی اس نیت سے دے سکتے ہیں کہ جو پیسہ ہم واپس کررہے ہیں، یہ پیسہ ہمارے پاس سرکار کی طرف سے ناجائز طریقہ پر آیا ہے، پھر آئندہ اس طریقہ سے کوئی رقم حاصل نہ کی جائے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليس منا غش. (أبوداؤد، كتاب البيوع، باب في النهي عن الغش، النسخة الهندية ٢/٤٨٩، دار السلام رقم:٣٤٥٢)

الأجرة إنما تكون في مقابلة العمل. (شامي، كتاب النكاح، باب المهر، كراچي ٣/١٥٦، زكريا ٤/٣٠٧)

لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحدٍ بغير سبب شرعيٍ. (شامي، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال، كراچي ٤/٦١، زكريا ٦/١٠٦)

من كان عنده مالٌ خبيث ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء. (بذل المجهود، كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء، جديد دار البشائر الإسلامية بيروت ١/٣٥٩، قديم هندى ١/٣٧)

من اكتسب مالا بغير حق......ففي جميع الأحوال، المال الحاصل له حرام عليه؛ ولكن إن أخذه من غير عقد لم يملكه، ويجب عليه أن يرده على مالكه إن وجد المالك. (بذل المجهود، هندى ١/٣٧، جديد دار البشائر الإسلامية بيروت ١/٣٥٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰؍ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۳۹۵/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۳ھ

بیماری کا فرضی سرٹیفکٹ پیش کرنا

سوال [۱۱۰۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں ایک ذاتی ادارے کے سرکاری اسکول میں صدر مدرس ہوں ادارہ بہت بڑا ہونے کی وجہ سے ہماری نگرانی کے لئے ایک افسر مقرر کیا ہے، جو ہماری نگرانی کے ساتھ ساتھ ہماری چھٹی کی درخواست بھی منظور کرتا ہے۔

گذشتہ سال مجھے میرے حضرت مولانا شیر محمد صاحب مکرانی کے ساتھ مدینہ منورہ کا حضور ﷺ کی قبر کی زیارت کے لئے سفر کرنا تھا، اس سفر کے لئے ۱۳/ دن لگنے والے تھے، اس کے لئے میں نے جب درخواست دی، تو اس افسر نے یہ کہہ کر نامنظور کردی کہ آپ صدر مدرس ہیں؛ اس لئے آپ کو چھٹی لمبی نہیں دی جاسکتی ہے۔ جس ادارہ میں میں کام کرتا ہوں اسے ایک غیر مسلم ٹرسٹ چلاتا ہے اور افسر بھی غیر مسلم ہے، اس کے بعد میں نے جھوٹا عریضہ دیا کہ میرے ہاتھ میں تکلیف ہے، اس کے علاج کے لئے مجھے ۱۵/ روز کی چھٹی چاہئے، اس کے لئے بھی انہوں نے صرف پانچ دن چھٹی منظور کی، میں اس چھٹی کی منظوری کے ساتھ سفر میں روانا ہوگیا، اور پہلے گھر میں ایک عریضہ دیا کہ وہ پانچ دن کے بعد اسے پوسٹ سے اس افسر کو روانہ کردے، میں سفر سے واپس آیا، تو معلوم ہوا کہ افسر نے بعد والے عریضہ کو منظور نہیں کیا، میں اس سے ملنے گیا، تو اس وقت ساری بات سچ سچ بتادی، اس نے کہا کہ ٹھیک ہے میں پورے ۱۵/ دن کی چھٹی منظور کرتا ہوں، دوسرا عریضہ دے دو؛ لیکن آئندہ اس طرح کی غلطی مت کرنا۔

اس سال مجھے میرے حضرت والا کے ساتھ رمضان کا پہلا عشرہ گزارنا تھا، اس کے لئے میں نے ۱۲/ دن کی چھٹی کا عریضہ دیا، تو انہوں نے صرف پانچ دن کی چھٹی منظور کی اس طرح مجھے زیادہ دن کی چھٹی نہیں مل پائی، اگر میں ان جیسے کاموں کے لئے بیماری کا بہانہ کر

کے چھٹی لوں اور بعد میں فرضی سرٹیفکٹ دے دوں، تو کیسا ہوگا؟ کیا ایسا کرنا جائز رہے گا؟ رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: مبین الدین، شیر پور، دھولیہ (مہاراشٹر)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: آنجناب کا مذکورہ کاموں کے لئے بیماری کا بہانہ کرکے چھٹی لینا اور بعدہ فرضی سرٹیفکٹ پیش کرنا یہ جھوٹ اور دھوکہ پر مشتمل ہے اور یہ دونوں چیزیں اسلام میں حرام ہیں، بریں بناء اس کی شریعت میں گنجائش نہیں ہے، جو کچھ ہو چکا ہے، اس سے سچے دل سے توبہ کریں۔

عن ابن عمرؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إذا كذب العبد تباعد عنه الملك ميلا من نتن ماجاء به. (سنن الترمذی، ابواب البروالصلة، باب ماجاء فی الصدق والکذب، النسخة الهندية ۲/۱۸، دارالسلام رقم، ۱۹۷۲)

عن أبي هريرةؓ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من حمل علينا السلاح فليس منا، ومن غشنا فليس منا. (مسلم شريف، كتاب الأيمان، باب قول النبيؐ من غشنا فليس منا ۱/۷۰، بيت الأفكار، رقم: ۱۰۱، سنن أبي داؤد، كتاب البيوع، باب في النهي عن الغش، النسخة الهندية ۲/۴۸۹، دارالسلام رقم: ۳۴۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳/ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۲۸۴/۴۰)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱۱/۳ھ

ماموں کا وعدہ خلافی کرنا اور بھانجہ کو اس کی دوکان نہ دینا

سوال [۱۱۰۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ احمد کی دوکان جو کہ اس کے والد نے چالیس سال قبل کرایہ پر حاصل کی تھی، ۱۵؍سال کرنے کے بعد اس کے والد کا انتقال ہوگیا، پھر احمد کی والدہ نے اپنے حقیقی بھائی کو وہ دوکان اس معاہدہ پر دیدی کہ جب میرا لڑکا احمد دوکان کرنے کے لائق ہوگا، تو انہیں دوکان واپس کرنی ہوگی؛ لیکن نا معلوم وجہ کی بنا پر احمد کے بڑے ماموں دوکان نہ کرسکے اور چابی دوکان کی پانچ سال کرنے کے بعد احمد کی والدہ کو دیدی۔

پھر تمام لوگوں کے بیچ یہ طے پایا کہ احمد کے چھوٹے ماموں دوکان اس وقت تک کریں جب تک احمد دوکان کرنے کے لائق نہیں ہوتا ہے اور جب احمد دوکان کرنے کے لائق ہوگا، تو انہیں احمد کو دوکان واپس کرنی ہوگی، اس جز کی وضاحت احمد کی والدہ نے کر رشتہ داروں واعزاء کے سامنے بھی کی تھی، اسی آپسی معاہدۂ زبانی پر یقین وخلوص کی بنا پر احمد کی دوکان کی چابی احمد کی والدہ نے اپنے چھوٹے بھائی کو دیدی۔ اب احمد اپنی اور اپنی بہنوں کی کفالت تقریباً چار سال سے خود کررہا ہے اور اس کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے۔

اب اسے دوکان کی اشد ضرورت ہے، والدہ کا بھی انتقال ہو چکا ہے، احمد نے اپنے ماموں صاحب سے دوکان کا مطالبہ کیا، اب احمد کے ماموں صاحب دوکان دینے میں ٹال مٹول کررہے ہیں اور مصنوعی کلمات جوڑ کر احمد کو گمراہ کررہے ہیں، اب احمد کے سامنے روزی روٹی کا مسئلہ درپیش ہے اور احمد بے حد پریشان ہے، آپ احمد کے لئے راستہ شرعی اختیار کرنے کے لئے رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب احمد کی والدہ نے احمد کے ماموں کو اس معاہدہ پر دوکان کو دیا تھا کہ جب تک احمد دوکان کرنے کے لائق نہ ہوجائے، اس وقت تک تم دوکان کرو، اور جب احمد دوکان کرنے کے لائق ہوجائے، تو احمد کو دوکان واپس کرنی ہوگی، تو حسب معاہدہ اب جبکہ احمد دوکان کرنے کے لائق ہوگیا، تو احمد کو دوکان واپس کرنی لازم

ہےاوراحمد کے ماموں کا ٹال مٹول اوروعدہ خلافی کرنے والوں پر سخت وعید آئی ہے؛اس لئے حسب وعدہ احمد کو دوکان واپس کرنی شرعًا ضروری اورلازمی ہے۔

واوفوا بالعهد أي ماعاهدتم عليه غيركم من العباد، ويدخل في ذلک العقود (إلى قوله) **وقد جاء عن علي كرم الله وجهه أنه عد من الكبائر نكث الصفقة أي الغدر بالمعاهد.** (روح المعاني، سورة الإسراء، تحت رقم الآية:٣٤، مكتبه زكريا ديوبند ٩/١٠٢)

قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: ملعون من ضار مؤمنًا أو مكربه. (ترمذي، أبواب البر والصلة، باب ماجاء في الخيانة والغش، النسخة الهندية ٢/١٥، دارالسلام رقم: ١٩٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۳رصفر المظفر ۱۴۲۶ھ	احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر:الف ۳۷/۸۷۳۰)	۱۴۲۶/۲/۲۵ھ

وعدہ پورانہ کرنے والا خدا کے یہاں مؤاخذہ دار ہوگا

سوال[۱۱۰۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خادم ایک دوکان پر نوکری کرتا تھا، کافی عرصہ سے اچانک کافی بیمار ہوگیا اوردوکان نہیں جاسکا، میری غیر حاضری میں مالک نے دوسرا نوکرر کھ لیا، صحت یاب ہوکر میں کام پر گیا، مالک نے منع کردیا کہ میں نے آدمی کا انتظام کرلیا ہے، میں نے بہت کہا انہوں نے نہیں رکھا، وہ آدمی ساڑھے تین مہینہ رہ کر چلا گیا، مالک نے پھر مجھے بلایا اور کہا کام پر آجاؤ، میں نے کہا کہ کام پر تو آجاؤں گا؛ لیکن پہلے جتنے ٹائم خالی پھرا ہوں وہ پیسے دوگے تب آؤں گا ورنہ نہیں آؤں گا، مالک نے وعدہ کرلیا کہ کام کرو ہوجائے گا، وعدہ کے مطابق میں نے کام کرنا شروع کردیا، اس بات کے گواہ مالک کے ایک بہنوئی بھی ہیں، مالک کے میری

طرف باقی کے ۰۰۰ ۲۷/ روپیہ نکل رہے ہیں، وعدہ کے مطابق میرے مالک کی طرف ساڑھے تین مہینے کے ۲۵ ۴۷/روپیہ نکل رہے ہیں، مالک اپنے روپیہ کو کہتے ہیں کہ اللہ کے گھر دوگے؛ لیکن میں دنیا ہی میں دینے کو تیار ہوں؛ لیکن مالک نے جو مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ دیدوں گا، وہ وعدہ سے مکر رہے ہیں، اللہ کے گھر اس وعدہ کی پکڑ ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: لیاقت علی، محلّہ: گلاب کی رائے کا باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس سلسلہ میں کوئی صریح جزئیہ تو نہیں ملا؛ لیکن اصولوں سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ جب مالک نے یہ کہدیا کہ سب ہوجائے گا، تم کام کرو تو گویا کہ اس نے دینے کا وعدہ کرلیا؛ لہٰذا مالک پر ان تین ماہ کی تنخواہ دینا ضروری ہوگا، اگر نہیں دے گا تو یقیناً خدا کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی۔

الحدیث: قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم: المسلمون عند شروطهم.

(ترمذي شريف، أبواب الأحكام، باب ما ذكر عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس، النسخة الهندية ۱/ ۲۵۱، دار السلام رقم: ۱۳۵۲)

المرأ مؤاخذ بإقراره، المرأ يعامل في حق نفسه كما أقربه، ولايصدق على إبطال حق الغير ولا بالزام الغير حقاً، المسلمون عند شروطهم. (قواعد الفقه، اشرفي ديوبند ۱۲۰ و۱۲۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱/ جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/ ۳۴۷۰)

اپنا امتحان دوسرے سے دلوانا

سوال [۱۱۰۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ابوبکر جو عالم دین ہے اور زید جو حافظ قرآن ہے، اور زید چاہتا ہے کہ وہ بھی

عالم کی ڈگری حاصل کرے؛ لہٰذا وہ ڈگری لینے کے لئے سرکاری بورڈ والے امتحان کا فارم بھر دیتا ہے، اور عالم کا امتحان دینے ابوبکر عالم دین کو بٹھا دیتا ہے اور امتحان لینے والے کی طرف سے بھی کوئی سختی نہیں ہے۔ کیا ابوبکر کا امتحان دینا عالم کا اس کے بدلہ جو کہ صرف حافظ ہے اور اس کو عالم کے بارے میں کچھ بھی جانکاری نہیں ہے صحیح ہے یا نہیں؟

اور اس امتحان دینے کی وجہ سے ابوبکر کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

اور جبکہ ابوبکر نے توبہ کرلی ہو، قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیں۔

المستفتی: عبدالقادر، خادم مدرسہ دینیہ مسلم یتیم خانہ، شاہی عیدگاہ، جون پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسی دھوکہ بازی اور جھوٹ کی وجہ سے دونوں گنہگار ہوں گے، دونوں پر توبہ واستغفار کرنا لازم ہے اور اس جھوٹی ڈگری سے زید عالم نہ ہوگا، عالم بننا جھوٹی دوکانداری نہیں ہے؛ بلکہ اس کی بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے؛ البتہ ابوبکر نے جب توبہ کرلی ہے، تو وہ گناہ سے بری ہوگیا ہے۔ حدیث میں آیا ہے۔

عن أبي عبيدة بن عبد الله، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: التائب من الذنب كمن لا ذنب له. (سنن ابن ماجه، أبواب الزهد، باب ذكر التوبة، النسخة الهندية ٢/٣١٣، دارالسلام رقم: ٤٢٥٠، المعجم الكبير للطبراني، دارإحياء التراث العربي ١٠/١٥٠، رقم: ١٠٢٨١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ذی قعدہ ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳؍۵۴۹۸)

جوئے کے پیسے سے خریدی ہوئی اشیاء کا حکم

سوال [۱۱۰۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید جوا کھیلتا تھا اور زید نے جوا میں بہت روپیہ کمایا اور اسی جوے کے روپیہ سے زید نے اپنی شادی کی اور اپنا گھر بنایا اور کپڑے سلائی مشین بھی خریدی۔ اب زید نے جوا کا کام چھوڑ دیا اور دین سے منسلک ہو گیا، اب زید اسی سلائی مشین سے گذر بسر کرتا ہے اور دوسرا اس کے پاس کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے گذر بسر کا، تو کیا زید کے لئے یہ سلائی مشین اور دوسری چیزیں جو زید نے خریدی ہیں، جوے کے پیسہ سے وہ زید کے لئے استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد اختر، بڑا احاطہ، اصالت پورہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جوے کے پیسے سے جو اشیاء خریدی گئی ہیں ان کی قیمت صدقہ کرنے کے بعد ان کی جائز آمدنی حلال ہوگی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۴۱۶/۱۸، قدیم ۳۵۲/۱۳)

في القنية: لو كان الخبيث نصابًا لا يلزمه الزكوة؛ لأن الكل واجب التصدق عليه. (شامي، كراچی ۲۹۱/۲، زکریا دیوبند ۳۱۸/۳، منحة الخالق، کوئٹہ ۲۰۵/۲، زکریا ۳۵۹/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸؍شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۴۱۰/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۸/۸/۹ھ

چوری سے جوتے، چپل بیچنا

سوال [۱۱۰۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید اور عمر دونوں ایک چپل، جوتے کی دوکان میں ملازمت کرتے ہیں، ان دونوں کی تنخواہ تقریباً سولہ سترہ سو روپیہ ہے، ان دونوں کا مالک کام زیادہ لیتا ہے اور تنخواہ بھی

نہیں بڑھاتا، یہ دونوں اپنے مالک سے جوتا، چپل چرا کر بیچتے ہیں، پھر ان دونوں نے کسی عالم سے مسئلہ پوچھا کہ ہم لوگوں کا مالک کام زیادہ لیتا ہے اور ہم لوگوں کی تنخواہ نہیں بڑھاتا ہے اور ہم لوگ چپل، جوتا چرا کر بیچ دیتے ہیں، تو یہ عمل کیسا ہے؟، اس عالم نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے، یہ جواب درست ہے یا نہیں؟ ان دونوں نے اپنے صحیح روپیہ اور چوری کے روپیہ سے گھر بنایا اور اپنے بال بچوں پر خرچ کیا، تو صرف یہی شخص گنہگار رہوگا یا اس کے گھر والے بھی؟ اگر گناہ ہوا تو کیا اپنے مالک سے معافی مانگیں یا اللہ سے توبہ کریں؟ اگر مالک سے معافی مانگے تو ڈر رہے کہ ملازمت سے الگ کردے۔

المستفتی: نعیم الدین، دربھنگوی (بہار)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مذکورہ صورت میں مالک کی اجازت اور رضامندی کے بغیر جوتے چرا کر فروخت کرنا اور اس روپیہ کا خود پر اور گھر والوں پر استعمال کرنا قطعاً ناجائز اور حرام ہے، گھر والوں کے گناہوں کا وبال بھی چرانے والوں پر ہوگا۔ آپ کو چاہئے کہ فوراً اس فعل سے باز آ کر سچی توبہ کریں اور جتنی رقم چرائی ہے، اس کا اندازہ کر کے کسی بھی طریقہ سے مالک کو لوٹا دیں۔

عن عبداللہ بن السائب بن یزید عن أبیه عن جده، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لایأخذ أحدکم عصا أخیه لاعبا أو جادًّا، فمن أخذ عصا أخیه فلیردها إلیه. (سنن الترمذي، کتاب الفتن، باب ماجاء لا یحل لمسلم أن یروع مسلماً، النسخة الهندیة۲/ ۳۹، دار السلام، رقم: ۲۱۶۰، سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب ما یأخذ الشیئ علی المزاح، النسخة الهندیة۲/ ۶۸۳، دارالسلام رقم: ۵۰۰۳)

ویجب رد عین المغصوب مالم یتغیر تغیرًا فاحشًا ویبرأ بردها، ولو بغیر علم المالک، أو یجب مثله إن هلک وتجب القیمة في القیمي یوم غصبه إجماعاً. (الدر المختار مع الشامي، کتاب الغصب، مطلب في

رد المغصوب، کراچي ٦/١٨٢، زکریا٩/٢٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵؍شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۸۲۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۸/۱۷ھ

سرکاری لکڑی کا استعمال کرنا

سوال [۱۱۰۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرکاری لکڑی یا پٹہ کاٹ کر جانوروں کو کھلانا اور سرکاری لکڑی کاٹ کر یا توڑ کر جلانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: سرکاری پیڑ کے پتے اور لکڑیاں جو جلائی جاتی ہیں، اگر وہ پتے اور لکڑیاں سرکار کے قیمتی ہیں، تو پتے کھلانے اور لکڑیاں جلانے کے وجہ سے مالک گنہگار ہوگا اور جتنا چرایا اور جلایا ہے، اتنی مقدار کا اس پر ضمان لازم آئے گا اور اگر ان پتوں اور لکڑیوں کی سرکار کے یہاں کوئی قیمت نہیں، تو اس سے مالک گنہگار بھی نہیں ہوگا۔

ولو أن بقارًا رعي بقرًا، في أجمة مملوكة لإنسان فليس له ذلک وهو ضامن لمارعي. (بدائع، کتاب الأراضي،أرض الموات، زکریا٥/٢٨٣، کراچی ٦/١٩٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۶۷۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۱/۲۸ھ

اپنے مدرسہ کے علاوہ دوسری جگہ کا کنشیشن استعمال کرنا

سوال [۱۱۰۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ کسی مدرسہ میں عیدین کے علاوہ دوسرے اوقات میں کنشیشن نہیں ملتا ہے، کیا اس طالب علم کودوسرے مدرسہ کا کنشیشن لے کرعیدین، یااس کےعلاوہ دوسرےاوقات میں کسی ضرورت کی وجہ سے یابغیرضرورت کےاستعمال کرناجائزہے یانہیں؟ جواز کی کوئی صورت ہے؟

المستفتی: سراج الاسلام، بردوانی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تجربہ کار حضرات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ارباب مدرسہ کومنجانب حکومت اس کا پابند بنایا جاتا ہے کہ وہ اپنے مدرسہ میں داخل شدہ طلبہ کے علاوہ کسی غیرکوکنشیشن نہ دیں اورارباب مدرسہ اس باب میں حکومت کے وکیل ہوتے ہیں اور وکیل مالک کا امین ہوتا ہےاور امین کا امانت میں بغیراذن مالک تصرف حرام ہے،اس لئے دوسرے مدرسہ سے کنشیشن لینے والا اور دینے والا دونوں کے لئے یہ فعل ناجائزرہےگا۔

الوكيل إنما يستفيد التصرف من الموكل وقد أمره بالدفع إلي فلان فلا يملك الدفع إلى غيره. (شامي، كتاب الزكاة، زكريا ۱۸۹/۳، كراچي ۲٦۹/۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمدقاسمی عفااللہ عنہ
۳؍رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(فتویٰ نمبر:الف۲۳؍۱۹۷)

مالک کا پتہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں روپیہ واپس کرنے کا طریقہ

سوال [۱۱۰۸۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں پڑھنے کے زمانہ میں اپنے ساتھی سے دوچار روپئے کا چوڑ الیا کرتا تھا، اورحساب بھی ان کے پاس لکھا ہوا ہے،اب وہ ادا کرنا چاہتا ہوں، مگر ساتھی کا پتہ معلوم

نہیں ہے، ان کے پیسے کو کیا کروں، اس کا گناہ معاف ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: مشتاق احمد محلّہ تھانہ، امروہہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ نے اپنے ساتھی سے جتنے روپے کا چوڑا لیا ہے وہ سب روپیہ اس تک یا اس کے ورثاء تک پہونچانا ضروری ہے اور اگر اس کا پتہ معلوم نہ ہو، تو جس مدرسہ میں پڑھتے تھے، اس مدرسہ کے دفتر سے پتہ حاصل کر لیجئے۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷/۳۸۵، جدید ڈابھیل ۱۸/۴۲۶)

ويجب عليه أن يرده على مالكه، إن وجد المالك، وإلا ففي جيمع الصور يجب عليه أن يتصدق بمثل تلك الأموال على الفقراء. (بذل المجهود، باب فرض الوضوء، سهارن پور ۱/۳۷، دارالبشائر الإسلامية بيروت ۱/۳۵۹)

يردوا المال إلي أربابه، فإن لم يعرفوا أربابه؛ تصدّقوا به لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (الموسوعة الفقية الكويتية ٣٤/٢٤٦، شامي، زكريا ٩/٥٥٣، كراچي ٦/٣٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰/ جمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲/ ۴۴۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۶/۱۰ھ

(۲۵) باب التصاویر

محض آنکھ بنانے سے تصویر کا گناہ ہوگا یانہیں؟

سوال [۱۱۰۸۳]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اعلیٰ حضرت امام احمد خاں فاضل بریلوی کا ایک تاریخی کلنڈر بریلوی شریف کا شائع ہوا ہے، جس میں مسجد یا مزار کا نقشہ ہے، اس نقش (تصویر) کے ایک جانب ایک آنکھ کی تصویر بھی ہے۔ نیز اس میں آنکھ سے آنسو کے ساتھ قطرے بھی گرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ جواب طلب امر یہ ہے کہ کیا اس طرح کسی بزرگ کے جسم کے کسی ایک حصہ کی تصویر بنانا، پھر آنکھ سے اشک بہتے ہوئے تصویر بنانا شریعت محمدیہ میں جائز ہے؟ قرآن وحدیث وتمثیل صحابہ واولیاء کرام کے جوابات تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد نصیر، گلشیر، چھتیس گڑھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: اگر تصویر میں آنکھ کے ساتھ ساتھ چہرے کا بھی کچھ حصہ شامل ہے، جس میں آنکھ لگی ہوئی ہو، اور اس میں آنسوں بہہ رہے ہوں، تو شرعاً جائز نہیں ہے اور اگر چہرے کا کوئی حصہ شامل نہیں ہے صرف آنکھ ہے، تو وہ تصویر کے حکم میں شامل نہیں ہے اور محض آنکھ بنانے سے تصویر کا گناہ نہ ہوگا اور اسطرح فرضی آنکھ کی تصویر بنا کر اس سے آنسوں کا دیکھنا محض دھوکہ ہے؛ اس لئے اس سے گریز کرنا چاہئے۔ (مستفاد جواہر الفقہ، قدیم ۳/ ۲۲۷، جدید، زکریا ۷/ ۲۵۰)

عن عكرمة عن ابن عباسؓ قال: الصورة الرأس فإذا قطع الرأس

فليس بصورة. (السنن الكبرى للبيهقي، باب الرخصة فيما يوطأ من الصور، دار الفكر ۱۱/ ۸۳، رقم: ۱۴۹۴۵)

عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ، قال: الصورة الرأس، فكل شئ ليس له رأس فليس بصورة. (شرح معاني الآثار، كتاب الكراهة، باب الصور تكون في الثياب، دار الكتب العلمية بيروت ۴/ ۱۰۰، رقم: ۶۸۰۶)

إن كانت الصورة باقية الهيئة قائمة الشكل حرام، وإن قطعت الرأس، أو تفرقت الأجزاء جاز. قال: وهذا هو الأصح. (فتح الباري، باب من كره القعود على الصور، دار الفكر ۱/ ۳۹۱، اشرفية ديوبند ۱۰/ ۴۷۹، تحت رقم الحديث: ۵۹۵۸) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ر شعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۱۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۸/۸ھ

جانوروں کی عکاسی بھی تصویر کے حکم میں ہے

سوال [۱۱۰۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی جاندار کی تصویر تو اس طرح ہوتی ہے، جس میں اس کے نقوش اور اعضاء پوری طرح ظاہر ہوتے ہیں، اگر صرف جاندار چیز کی کٹنگ اس طرح ہو، جس سے صرف یہ معلوم پڑتا ہے کہ یہ مچھلی یا طوطا یا بکری، بھینس یا بچہ، بچی ہے آدمی ہے یا جانور تو کیا ایسی عکاسی بھی تصویر کے حکم میں ہے، چاقو کا دستہ تصویر کے حکم میں ہے یا مستثنیٰ ہے؟

المستفتی: محمد یونس احمد، گڑھ، پنجاب

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی بھی چیز کی اس طرح کٹنگ ہو کہ اس سے مچھلی، طوطا وغیرہ کسی بھی جاندار کی معرفت اور پہچان ہوتی ہو، اس میں سر اور چہرہ موجود ہو،

تو وہ تصویر کے حکم میں ہے، چاہے یہ تصویریں چاقو کے دستہ میں ہوں یا کواڑوں کے دستہ اور بیڈ وغیرہ میں ہوں، سب ناجائز اور حرام ہیں، ہاں اگر سر کٹا ہوا ہو تو جائز ہے۔

عن أبي هريرةؓ، قال: الصورة الرأس، فكل شئ ليس له رأس فليس بصورة. (شرح معاني الآثار، كتاب الكراهة، باب الصور تكون في الثياب، دار الكتب العلمية بيروت ٤/ ١٠٠، رقم:٦٨٠٦)

التصوير، والصورة، والمثال، والتمثال كلها بمعنى واحد، والمراد ما يقع به المعرفة، وهو الوجه والرأس ففعل الصورة هو رسم الوجه والرأس ويتعلق به حكم المنع والتحريم. (كفاية المفتي قديم ٩/ ٢٣٦، جديد زكريا مطول ١٣/ ٥٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۶ ؍ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲؍ ۴۷۴۰)	۱۰؍ ۴؍ ۱۴۱۷ھ

سرکٹی تصویر کے ذریعہ نماز کا مسنون طریقہ سکھانے کا حکم

سوال [۱۱۰۸۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ منسلک ارکان نماز (جس میں نماز کے مسنون طریقے خاکوں کے ذریعہ سمجھائے گئے ہیں) کیا یہ خاکے تصویر کے حکم میں آتے ہیں؟

(۲) ارکان نماز کے مسنون طریقے جس سے عام نمازیوں کی ناواقف کثیر تعداد بآسانی مستفیض اور مستفید ہو سکے، اس سے متعلق اپنی قیمتی آرا سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: ولی الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مستفتی نے سوال نامہ کے ساتھ جو نقشہ

منسلک کیا ہے، اس میں انسانی ڈھانچہ کے ساتھ سر بالکل نہیں ہے اور شریعت میں جس تصویر کی ممانعت ہے، اس کا حکم جاندار کے سر پر لگتا ہے اور جب سر ہی نہیں ہے، تو وہ تصویر ہی نہیں ہے؛ اس لئے مذکورہ نقشہ میں جو بغیر سر کے انسانی ڈھانچے ہیں، ان کے ٹانگنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

عن أبي هريرةؓ، قال: استأذن جبرئيل عليه السلام على النبي صلى الله عليه وسلم، فقال: أدخل فقال: كيف أدخل؟ وفي بيتك ستر فيه تصاوير، فإما أن تقطع رؤسها، أو تجعل بساطاً يؤطأ، فإنا معشر الملائكة لاتدخل بيتا فيه تصاوير.

(نسائي شريف، ذكر اشد الناس عذابا، النسخة الهندية ٢/ ٣٠١، دارالسلام، رقم ٥٣٦٥)

عن عكرمة قال: إنما الصورة الرأس، فإذا قطع الرأس فلا بأس.

(المصنف لإبن أبي شيبة، مؤسسه علوم القرآن ١٢/ ٦٣٧، رقم: ٢٥٨٠٨)

أو مقطوع الرأس أي سواء كان من الأصل، أو كان لها رأس محي (وقوله) وإنما لم يكره؛ لأنها لا تعبد بدون الرأس عادةً. (البحرالرائق، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها زكريا ٢/ ٥٠، كوئٹه ٢/ ٢٨)

(۲) مستفتی نے دوسرے سوال میں رائے اور مشورہ طلب فرمایا ہے، تو اس سلسلے میں ہماری رائے وہی ہے، جو چودہ سو سال سے صحابہ، مجتہدین، اکابر ومشائخ اور بزرگوں کی ہے، ان کی رائے انسانی ڈھانچے کے ذریعہ نماز سکھانے سے متعلق ثابت نہیں ہے، ہاں البتہ عملی مشق کے ذریعہ سے نماز سکھانا ان سے ثابت ہے، جیسا کہ حضرت محی السنۃ شاہ ابرار الحقؒ نے اپنی زندگی کے پچاس سال تک عملی مشق کے ذریعہ متعلقین کو نماز سکھائی ہے؛ اس لئے ہماری رائے وہی ہے، جو حضرت محی السنۃ شاہ ابرار الحق صاحب نوراللہ مرقدہ کی ہے، ہاں البتہ مستفتی نے جو نقشہ پیش کیا ہے، اس سے بھی کچھ مدد مل سکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۷۸۱/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۴/۲۳ھ

اخبارات کی تصاویر کا حکم

سوال[۱۱۰۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) اخبار کا کوئی پنا بھی جاندار تصویروں سے خالی نہیں ہوتا ہے، ہر پنّے پر جاندار زیادہ تر انسانوں کی اور کم جانوروں کی تصویر ہوتی ہیں، ایسے اخبار کو دسترخوان کی جگہ استعمال کرنا اور اس پر روٹی سالن رکھ کر کھانا کیسا ہے؟

(۲) گھروں میں جو طاق ہوتے ہیں، ان میں ان اخباروں کا بچھانا اور پھر بچے ہوئے اخباروں پر گھر کی دیگر ضروریات کا سامان رکھنا کیسا ہے؟

(۳) گھر میں روزانہ آنے والے اخبار جب تک گھروں میں ہیں، تو ان کی تصویروں پر شرعی قانون کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟ جہاں جاندار کی تصویریں ہوتی ہیں، وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہیں، اس سے متعلق علماء کرام کا کیا فیصلہ ہے؟

المستفتی: محمد اسحٰق، جے پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: (۱) ایسے اخبار کا دسترخوان کی جگہ پر استعمال کرنا، جس میں تصویریں ہوں اور اس پر روٹی سالن رکھ کر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ لیکن بہتر یہ ہے کہ ایسے اخبار جس میں تصویریں ہوں، دسترخوان کی جگہ استعمال نہ کریں؛ اس لئے کہ عموماً اخباروں میں فحش اور بے حیائی کی تصویریں ہوتی ہیں، جن پر نظر پڑنا اچھی بات نہیں؛ اس لئے اجتناب ہی بہتر ہے، اور اس کی اہانت مقصود ہو تو حرج بھی نہیں ہے۔

(۲) اسی طرح گھروں کے طاق میں ان اخباروں کو بچھا کر گھر کی ضروریات کا سامان رکھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

ولو كانت الصورة على وسادة ملقاة، أو على بساط مفروش

لايكره؛ لأنها تداس وتؤطا. (شامي، باب ما يفسد الصلاة، ومايكره فيها، زكريا۲/۱۷/۲، ٤، كراچي ۱/٦٤٨)

(۳) گھروں میں روزانہ آنے والے ایسے اخبار، جن میں تصویریں ہوتی ہیں، یہ تصاویر دخول ملائکۂ رحمت کیلئے مانع نہیں؛ اس لئے کہ ان تصاویر کو تعظیماً رکھنا مقصود نہیں؛ بلکہ اصل مقصود ان اخباروں سے خبروں کی معلومات حاصل کرنا ہے؛ البتہ اولی اور افضل یہ ہے کہ تصویروں کو ڈھک کر یا دبا کر رکھدیا جائے کہ نظر نہ آئیں؛ لیکن فحش تصویروں کو رکھنا جائز نہیں؛ اس لئے اس میں اخلاق پر زبردست اثر پڑتا ہے؛ لہٰذا ان کو فوراً اپھاڑ دیا جائے، مٹا دیا جائے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۲۳۹/۹، جدید زکریا مطول ۱۳/۴۰، جواہر الفقہ قدیم ۳/۲۳۷، جدید زکریا ۷/۲۶۲)

لأن الصورة إذا كانت على بساط مفروش تكون مهانة لا تمنع من الدخول. (شامي، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، زكريا ۲/٤١٩، كراچي ۱/٦٤٩) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷/ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/۶۴۷۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۱/۲۸ھ

فوٹو اسٹیٹ میں آنے والی تصویر کی شرعی حیثیت

سوال [۱۱۰۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فوٹو کاپی مشین پر ہر چیز کی فوٹو کاپی اتر جاتی ہے، اکثر کاغذات پر تصویر لگی ہوتی ہے، تو کیا اس کو اتارنا فوٹو کے حکم میں ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد رئیس، ۸۸/۱۰۰، پریم نگر، کانپور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جی ہاں یہ بھی فوٹو کی حکم میں ہوگا۔

عن ابن عباسؓ، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: كل مصور في النار يجعل له بكل صورة صورها نفسًا فتعذبه في جهنم الحديث. (صحيح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلب ولاصورة، النسخة الهندية ۲/۲۰۲، بيت الأفكار رقم:۲۱۱۰، مسند أحمد بن حنبل ۱/۳۰۸، رقم:۲۸۱۱)

المصور هو الذي يصور أشكال الحيوان فيحكيها بتخطيط لها، وتشكيل. (مرقاة المفاتيح، باب التصاوير، مكتبه امدادية ملتان ۸/۳۳۰)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۷/ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۶/ ۲۰۵۹)

فوٹو کھنچوانا کب جائز ہے؟

سوال [۱۱۰۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید شافعی المسلک ہے، زید اپنا فوٹو کھنچوانا چاہتا ہے، اس کے بارے میں شریعت شافعی المسلک کیا کہتی ہے؟ واضح کریں۔

المستفتی: عبد الباسط، شری رام پور، احمد نگر (مہاراشٹر)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پاسپورٹ اور ایڈنٹی کارڈ وغیرہ کے لئے ضرورت شدیدہ میں فوٹو کھنچوانا سب کے نزدیک جائز ہے اور بغیر ضرورت شدیدہ جس طرح مسلک حنفی میں ناجائز ہے، اسی طرح مسلک شافعی میں بھی ناجائز اور حرام ہے۔

امام نوویؒ مسلک شافعی کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں، ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد

الشديد المذكور في الأحاديث سواء صنعه بما يمتهن، أو بغيره فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ. (نووی علی هامش المسلم ۲/ ۱۹۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۱۴۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۵/۹ھ

آئندہ ضرورت کی وجہ سے تصویر سازی کا حکم

سوال [۱۱۰۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ تصویر نکالنا بے ضرورت تو حرام ہے؛ لیکن ضرورت کے وقت اجازت دی ہے، مثلاً آئی کارڈ کے لئے تو پوچھنا یہ ہے کہ فی الحال تو ایک کی ضرورت ہوتی ہے؛ لیکن آئندہ ضرورت پیش آئے گی، یہ سوچ کر ایک سے زائد بنانا کیسا ہے؛ اس لئے کہ ایک ساتھ آٹھ یا بارہ نکلتے ہیں۔

المستفتی: عمران بہاری، انکلیشور (گجرات)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شناختی کارڈ، آئی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز اور درست ہے اور فوٹو ایک بار کھینچ کر بارہ یا چوبیس بنتے ہیں، آئندہ ضرورت کے پیش نظر ایک ساتھ بارہ یا چوبیس بنوانے میں کوئی حرج نہیں۔ (مستفاد: ایضاح المسائل ۱۱۳)

الضرورات تبيح المحظورات. (الأشباه والنظائر قديم ۱٤۰)

أما إتخاذ الصورة الشمسية للضرورة، أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشيرة، وفي البطاقات الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصًا فيه.

(تکملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، اشرفية ديو بند ٤/ ١٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ / ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۵۶۲)

جلسہ میں علماء کرام کی تصویر کھنچوانے کی شرعی حیثیت

سوال [۱۱۰۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ علماء دین و قائدین ملت دینی امور مثلاً تقریر وتحریر و بیان وغیرہ کی پوری کارروائی یا اس کا خلاصہ اخبارات ورسائل میں اپنی تصویر کے ساتھ شائع کراتے ہیں، کچھ حضرات تو برضاء ورغبت تصویریں شوق سے کھنچواتے ہیں اور بعض حضرات اس سلسلہ میں خاموشی اختیار کئے رہتے ہیں اور اخبار والے تصاویر وغیرہ کھینچ کرلے جاتے ہیں اور جن کی تصویر کھینچی جاتی ہے، وہ چپ رہتے ہیں منع نہیں کرتے، تو اس سلسلہ میں معلوم یہ کرنا ہے کہ مسلم علماء وذمہ داران ملت خصوصاً اور عوام الناس کا عموماً اس طرح دینی امور کی انجام دہی کے بعد اس طرح کی کارروائی مع تصویر شائع کرانا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: حامد حسین قاسمی، امرتسر (پنجاب)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: تصویر اور فوٹو کھنچوانے کی دو حیثیتیں ہیں:

(۱) بے ضرورت محض نمائش کے طور پر شوقیہ تصویر کھنچوائی جائے، جس کی حدیث شریف میں بہت سخت وعید آئی ہے۔

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابًا عند الله يوم القيامة المصورون. (صحيح البخاري،

باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهندية٢/ ٨٨٠، رقم:٧ ٧١ ٥، ف: ٥٩٥٠،
صحيح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلب و لاصورة، النسخة الهندية٢/ ٢٠١،
بيت الأفكار رقم: ٢١٠٩

(۲) ضرورت کی وجہ سے تصویر کھنچوائی جائے تو فی نفسہ ممنوع ہونے کے باوجود ضرورت کی وجہ سے تصویر کھنچوانے کی گنجائش ہے

الضرورات تبيح المحظورات (الأشباه قديم ص ١٤٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸ رصفر المظفر ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۲۹۹/۳۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۲/۲۸ھ

تقریبات اور جلسہ جلوس کی تصاویر کا حکم

سوال [۱۱۰۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہمارے یہاں کرناٹک بنگلور میں دینی مدرسہ ہے، اس علاقہ میں کافی مشہور ہے، اس ادارہ کی پالیسی صلح کل کی ہے، کہتے ہیں کہ فتنہ فساد بری چیز ہے؛ اس لئے جہاں فاتحہ کا تقاضہ ہو جاری رکھتے ہیں اور جہاں تکرار ہو حسب موقعہ فتوی فراہم کرتے ہیں کوئی ایک موقف واضح نہیں ہے، تصویر کے بارے میں بھی کوئی واضح نظریہ نہیں ہے، بظاہر اکابرین دارالعلوم دیوبند اور تبلیغی جماعت سے تعلقات بتاتے ہیں مسلک دارالعلوم دیوبند سے صد فیصد متفق نہیں ہیں، رمضان المبارک کی طاق راتوں کے سلسلہ میں عیدین کے بعد مصافحہ و معانقہ تراویح کے درمیان مروجہ تسبیحات نیز مروجہ فاتحہ خوانی وغیرہ کے بارے میں اپنا الگ موقف ہے تبلیغی جماعت بھی اس مدرسہ کو اپنانے کے لئے تیار نہیں ہے۔

تقریباً یقین ہو چکا ہے کہ بریلویت، دیوبندیت کے درمیان ایک تیسرا ملا جلا مسلک صلح کل والا بن چکا ہے۔

اس مدرسہ کی اپنی اتنی مضبوط پہچان ہے کہ یہاں دار القضاء، دارالافتاء اور امارت شرعیہ ہے،عوام الناس رجوع ہوتی ہے، اسی غرض وغایت کے لئے کہ وہاں کا فیصلہ قبول ہے، اس میں تیسری راہ کی ہرگز کوئی حاجت نہیں ہے؛ لیکن اس کے باوجود خواہ مخواہ مداہنت سے کام لیا جاتا ہے، اب اس سلسلہ میں استفاء یہ ہے کہ

(۱) ہم اہل سنت والجماعت مسلک دار العلوم دیوبند کے حامیوں کیلئے اپنی اولاد کو اس مدرسہ میں داخل کرنا کیسا ہے؟

(۲) اس مدرسہ کا تعاون مالی اور جسمانی اعتبار سے کرنا کیسا ہے؟

(۳) زکوۃ اور چرم قربانی کا کیا یہ مدرسہ مصرف بن سکتا ہے؟ **ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان** میں تو نہیں آئے گا؟

(۴) چونکہ صلح کل کی پالیسی ہے؛ اس لئے امراء اور سیاست داں اس ادارہ سے بہت خوش ہیں، بہت سے چھوٹے مدارس جو مکمل دار العلوم کے نہج پر چل رہے ہیں، حلال وحرام کے بیان میں واضح نظریہ رکھتے ہیں، ان دونوں صنفوں میں کس ادارہ کو چندہ دیا جائے؟

(۵) بوقت ضرورت ایسے مدارس کے دارالافتاء سے فتوی طلب کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ اور شہر میں دارالافتاء ہیں جو کہ **لایخافون لومۃ لائم** کا نمونہ ہیں۔

(۶) اس ادارہ کے دار القضاء میں اپنے قضیات لیجائے جاسکتے ہیں یا نہیں؟

(۷) چونکہ اس ادارہ کا ظاہر کچھ اور ہے باطن کچھ اور، تو کیا جن احباب کو اس کی اندرونی حقیقت معلوم ہو آنے والی نسل کو اس سے آگاہ کرنا کیسا ہے؟

حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر حلفیہ بیان دیتے ہیں کہ اس ادارہ سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے، یہ مدرسہ مالی اور سیاسی قوت کے اعتبار سے اتنا آگے نکل چکا ہے کہ ان فتاوی کا اس پر اگر چہ کوئی اثر نہیں؛ لیکن ہم جیسے جاہلوں کے لئے آپ کے فتاوی باعث شرح صدر ہیں۔ امید کہ مدلل جواب مرحمت فرما کر مستحق ثواب دارین ہوں گے۔

شادی بیاہ اور دیگر گھریلو تقریبات میں تصویر لینا کیسا ہے؟

جب ہم منع کرتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ بڑے بڑے علماء سیرت پاک کے جلسوں میں مساجد، مدارس اور اداروں کے افتتاح کے مواقع پر ان کی تصاویر لی جاتی ہیں، اخبارات میں شائع کی جاتی ہیں اور علماء معذرت بھی طلب نہیں کرتے، کیا ان علماء کرام کے اس عمل کی وجہ سے تصویر کشی کے احکامات میں موجودہ زمانہ کی وجہ سے کچھ تخفیف ہوسکتی ہے؟ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا واضح نظریہ پیش فرمائیں مہربانی ہوگی۔ جزاک اللہ خیرا۔

المستفتی: محمد شفیق مفتاحی، امام جامع مسجد ٹمکور، بنگلور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ہم اتنی دور رہ کر وہاں کے مدارس کے بارے میں کوئی فیصلہ کن بات لکھ نہیں سکتے؛ اس سلسلہ میں وہاں کے مقتداء علماء اور معتبر مفتیان کرام سے رابطہ قائم کریں، حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ صاحب بنگلور، حضرت مولانا مفتی اشرف علی صاحب مدرسہ سبیل الرشاد، مفتی زین العابدین صاحب مدرسہ شاہ ولی اللہ، مفتی افتخار صاحب وغیرہ، ان حضرات سے مشورہ کر کے جو صحیح بات مناسب ہو، اسی پر عمل کیا کریں۔

گھریلو تقریبات اور بیاہ شادی میں تصویر کشی بے ضرورت ہے؛ اس لئے تصویر کشی کا گناہ جو حدیث شریف میں وارد ہے، اس کا ارتکاب لازم آئے گا۔

عن عائشة رضـ قالت: دخل عليّ رسول الله صلى الله عليه وسلم: وأنا متسترة بقرام فيه صورة، فتلون وجهه، ثم تناول الستر فهتكه، ثم قال: إن من أشد الناس عذابًا يوم القيامة، الذين يشبهون بخلق الله.

(صحيح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلب ولا صورة، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۰، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۷)

ہاں البتہ ملکی اور سماجی پروگرام میں تصویر کشی اور ویڈیو، ٹیلی کاسٹ کرنے کا حکم ضرورت کی وجہ سے الگ حیثیت رکھتا ہے، جس کے بارے میں بنگلور کے سمینار کی تجاویز

کا ملاحظہ بہتر ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ ؍ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸ ؍ ۱۰۰۱۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷؍۴؍۱۴۳۱ھ

نیک کاموں کی تصاویر اخبار میں شائع کرانا

سوال [۱۱۰۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مخیرّ حضرات یا بعض مدارس کے ناظمین ومہتممین یا دینی وفلاحی تنظیموں کے ذمہ داران مالی اعتبار سے ادارہ یا طلبہ یا غریب عوام کی امداد مختلف انداز میں کرتے ہیں، پھر اس پوری کارروائی کو مع تصویر اخبارات ورسائل میں شائع کراتے ہیں، معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا اسطرح کے نیک کاموں کو اخبارات ورسائل وغیرہ میں مع تصویر شائع کرانے کی اسلام میں اجازت ہے؟

المستفتی: حامد حسین قاسمی، خیرالدین ہال بازار، امرتسر (پنجاب)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ضرورت کی وجہ سے تصویر کھنچوائی جائے تو فی نفسہ تصویر کھنچوانا ممنوع ہونے کے باوجود ضرورت کی وجہ سے تصویر کھنچوانے کی گنجائش ہے، جیسا کہ پاسپورٹ، ایڈنٹی کارڈ، اسکولوں اور مدارس کے داخلہ فارم میں یا سرکاری کام کے فارم کے لئے تصویر کھنچوانے کی گنجائش ہے۔

الضرورات تبیح المحظورات. (الأشباہ والنظائر قدیم ۱٤۰)

اسی طرح قومی اور اجتماعی ضرورت کے لئے بھی تصویر کھینچوانے کی گنجائش ہے؛ لہٰذا اگر مسلمان اور اسلام کے خلاف غیروں کی طرف سے سازش ہورہی ہو اور اس سازش کے خلاف مسلمان اجتماعی طور پر احتجاج کرتے ہیں اور احتجاج کی تشہیر کے بغیر مسلم دشمن طاقتوں

پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا ہے، تو ایسے حالات میں اس احتجاج کی تشہیر، پاسپورٹ، ایڈنٹی کارڈ وغیرہ کی انفرادی ضرورت کے مقابلہ میں زیادہ ضرورت کی چیز ہے ؛ اس لئے ایسے پروگراموں کے خطیبوں کی تصویر اور تقریری مجمع کی تصویر اجتماعی ضرورت کے لئے معاون ثابت ہوتی ہے؛ لہٰذا مسلمانوں کے سماجی وسیاسی پروگراموں میں تصویر اور تشہیر کی ضرورت پاسپورٹ اور ایڈنٹی کارڈ اور اسکولوں میں داخلہ فارم کے لئے تصویر کی ضرورت سے کم درجہ کی ضرورت نہیں ؛ کیونکہ یہاں پر اصل مقصد تصویر نہیں ؛ بلکہ مسلمانوں کی باتوں کو باوزن بنانا ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسالک ۱۳۴)

لیکن اس کا بہت لحاظ رکھا جائے کہ ایسا احتجاجی پروگرام جس کی تشہیر کی ضرورت ہے مساجد میں نہ کیا جائے اور دینی اصلاحی پروگرام میں تصویر کشی ، ویڈیو فلم وغیرہ کو ہم جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ نیز دینی اصلاحی پروگرام اور وعظ وتقریر کی تشہیر کی ایسی ضرورت نہیں ہے، جس کے ذریعہ سے باطل طاقتوں کو مؤثر کیا جائے۔ اب اس تفصیل کے بعد سوال نامہ کے دونوں سوالوں کے پیش نظر تصویر شائع کرانے والے سے معلوم کیا جائے کہ ان کی ضرورت کس خانہ میں داخل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۲۸ر صفر المظفر ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۲۹۹/۳۹)	۱۴۳۲/۲/۲۸ھ

داخلہ فارم کے لئے فوٹو بنوانا

سوال [۱۱۰۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بعض مدارس اسلامیہ کی منتظمہ نے یہ اصول ضوابط میں داخل کیا ہے کہ طلبہ تصویر کشی کرا کے فارم داخلہ پر چسپاں کر کے دفتر میں جمع کریں ، تو کیا طلباء کو تصویر کشی کی اجازت شریعت کی جانب سے ہے؟

المستفتی: جمیل احمد بستوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر طلباء کے فوٹو کے بغیر بدنظمی ہوتی ہے، تو ضرورۃً فوٹو بنوالینا مباح ہے، جیسا کہ پاسپورٹ وغیرہ کی ضرورت سے فوٹو بنوالینا جائز ہے۔

(مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۲۳۱، جدید زکریا مطول ۱۳/۴۷-۴۴)

أما إتخاذ الصورة الشمسية للضرورة، أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشيرة، وفي البطاقات الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصًا فيه. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، اشرفية ديوبند ٤/ ١٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ر رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۵/ ۱۴۲۲)

شناختی کارڈ بنوانے کے لئے فوٹو کھنچوانا

سوال [۱۱۰۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ حکومت ہندوستان نے قانون بنایا دیا ہے کہ ہر ہندوستانی باشندے کے لیے شناختی کارڈ بنانا اور رکھنا ضروری ہے، جس کے پاس شناختی کارڈ نہیں ہوگا، اس کی شہریت مشکوک اور حق رائے دہی سے محروم کیا جاسکتا ہے؟ تو کیا اس مجبوری کے تحت مسلمان عورتوں کو شناختی کارڈ بنوانے کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز ہے؟ شریعت کے حکم سے مطلع فرمایا جائے۔

المستفتی: نسیم ساغر شمسی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: جب ایک ملک میں شہری بن کر رہنا ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں ہے، تو اس ملک کے قانون پر عمل کرنا ہر شخص پر لازم ہوتا ہے، اور قانون کی

خلاف ورزی ایک مستقل جرم ہے، جس کی سزا ناقابل برداشت بھی ہو سکتی ہے۔ اب جب ہمارے ہندوستان میں ہر شخص کا اپنا حق شہریت ثابت کرنے کے لئے شناختی کارڈ بنوانے کا قانون بن چکا ہے اور شناختی کارڈ فوٹو کے بغیر بن نہیں سکتا، تو ایسے ناگزیر حالات میں تمام مسلمان مردوں اور عورتوں پر شرعی طور پر بھی لازم ہے کہ وہ اپنے شناختی کارڈ بنوانے کے لئے فوٹو کھنچوائیں کوئی مسلمان اس معاملہ میں قطعًا غفلت نہ برتے، کہ جس کا خمیازہ بھگتنا پڑجائے؛ اس لئے تمام مسلمان اس معاملہ میں خبردار ہیں۔ (مستفاد: ایضاح المسالک ۱۱۲-۱۳۴، فتاوی محمودیہ قدیم ۱۷/ ۳۶۶، جدید ڈابھیل ۱۹/ ۴۹۶- ۴۹۷، جواہر الفقہ قدیم ۳/ ۲۳۳، جدید زکریا ۷/ ۲۵۷)

أما إتخاذ الصورة الشمسية للضرورة، أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشيرة، وفي البطاقات الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصًا فيه. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، اشرفية ديوبند ٤/ ١٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ رجب المرجب ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۳۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲/ ۷/ ۱۴۲۲ھ

پاسپورٹ وداخلہ فارم وغیرہ کے لئے فوٹو کھنچوانا

سوال [۱۱۰۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فوٹو کے مسئلے پر وضاحت فرمائیں: فی زمانہ فوٹو کی ضرورت پہلے کے مقابلہ میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے؟ ملازمت کے لئے سرکاری محکموں میں فوٹو کی ضرورت، پاسپورٹ کے لئے فوٹو کی ضرورت، شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کی ضرورت، اسکولوں، کالجوں اور انسٹیوٹ میں داخلے کے لئے فوٹو کی ضرورت، بینک کے کھاتے کے لئے فوٹو کی ضرورت، ڈرائیونگ لائسنس کے فوٹو اب ایک ناگریز ضرورت بن گئی ہے، اس ضرورت کو ہم کہاں

لے جائیں؟ اس سے مفر نہیں۔ ایک مسلمان فوٹو گرافی کی دوکان کھول کر عوام الناس کی اس اہم ضرورت کو پورا کر رہا ہے، کیا اس کو شریعت اس ذریعۂ معاش کی اجازت دے سکتی ہے؟ جبکہ دیگر فنون کی طرح فوٹو گرافی بھی ایک فن ہے۔ بینوا توجروا۔

نوٹ: اگر ندائے شاہی میں گنجائش ہو، تو اس کے ذریعہ جواب عنایت فرمائیں تاکہ دیگر احباب کو بھی فائدہ پہنچے، جوابی لفافہ بھی ارسال خدمت ہے۔

المستفتی: شفیق احمد غازی آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پاسپورٹ اور ایڈنٹی کارڈ کے لئے اپنا فوٹو کھنچوانا ضرورت کی وجہ سے علماء نے جائز لکھا ہے، اسی طرح اسکولوں، کالجوں، یونیورسیٹوں میں داخلہ کے لئے اور بینک میں کھاتہ کھولنے کے لئے اسی طرح لائسنس وغیرہ کے لئے، جائداد کی خرید وفروخت میں فوٹو لگانے کے لئے، مدارس میں داخلہ کے لئے اور فارم پر فوٹو لگانے کے لئے فوٹو کھنچوانا ضرورۃً جائز ہے؛ لہٰذا ان کاموں کے لئے فوٹو کھینچنا بھی جائز ہے اور ان کاموں کے لئے فوٹو کھینچ کر اجرت لینا بھی جائز ہے؛ لیکن ایک مسلمان کے لئے محض فوٹو گرافی کو ذریعۂ معاش بنالینا غیر مناسب ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسالک ۱۱۲-۱۳۴)

أما إتخاذ الصورة الشمسية للضرورة، أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشيرة، وفي البطاقات الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصًا فيه.

(تكملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، اشرفية ديوبند ٤/ ١٦٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۸۰۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۴/۲۳ھ

داخلۂ امتحان کیلئے لڑکے ولڑکیوں کا فوٹو کھنچوانا

سوال [۱۱۰۹۶]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو قانونی اعتبار سے تصویر کھنچانا ضروری ہے، اسکول اور کالج وغیرہ کے لئے اور داخلہ کے امتحان کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟ لڑکے اور لڑکیوں کے احکام مفصل قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمائیں۔

المستفتی: سعید احمد سیوانی، مدرسہ مظاہر العلوم، سہارن پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تصویر کھنچانا مطلقاً حرام ہے، ہاں سخت مجبوری اورضرورت کی بنا پر پاسپورٹ اور شناختی کارڈ وغیرہ کے لئے کھنچانا مباح ہے، لڑکے اورلڑکیوں کے لئے مباح اورحرام ہونے میں حکم یکساں ہے؛ لہٰذا محض شوق کے لئے تصویر کھنچانا جائز نہیں۔ (مستفاد: ایضاح المسالک ۱۱۳، کفایت المفتی قدیم ۲۴۳/۹، جدید مطول ۴۴/۱۳، جواہر الفقہ قدیم ۲۳۲/۳، جدید زکریا ۲۵۶/۷، فتاوی محمودیہ قدیم ۴۲۴/۱۴، جدید ڈابھیل ۴۶۹/۱۹)

وإن تحققت الحاجة إلى استعمال السلاح الذي فيه تماثل ،فلا بأس باستعماله؛ لأن موضع الضرورة مستثناة من المحرمة كما في تناول المحرمة.

(شرح سير كبير بحواله جواهر الفقه، قديم۲/ ۲۳۲، جديد زكريا۷/ ۲۵٦=۲٥۷)

أما إتخاذ الصورة الشمسية للضرورة، أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشيرة، وفي البطاقات الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصًا فيه. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، اشرفية ديوبند ٤/ ١٦٤) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ رجب المرجب ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۹۴۴/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۷/۷/۱۴۱۷ھ

پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے لئے تصویر کشی

سوال [۱۱۰۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جوائنٹ چیریٹی کمشنر ناگپور نے بڑی مسجد ٹرسٹ کے دیرینہ تنازعات کو فیصل فرماتے ہوئے سات نفری ایک عارضی ٹرسٹی کمیٹی بنا کر اسے حکم دیا ہے کہ بائی لاز کے مطابق عام ممبر سازی کر کے ایک منتخب شدہ ٹرسٹی کمیٹی کا انتخاب کرا کے ٹرسٹ کا چارج اسے سونپ دے؛ لہٰذا جج موصوف کے حکم کے مطابق مقامی اخبار میں عام اعلان چھپوا کر ممبر شپ کے لئے درخواستیں طلب کی گئیں، ٹرسٹی کمیٹی نے اپنی معلومات کی روشنی میں اور ایک ذیلی کمیٹی کی مدد سے موصول شدہ درخواستوں کی فرداً فرداً تصدیق کی اور ۵۹۲/ممبران بنالیے۔ ممبر سازی چونکہ شخصی تصدیق پر مبنی تھی؛ اس لئے عرضداروں سے ان کے فوٹو طلب نہیں کئے؛ کیونکہ اسوقت اس کی ضرورت نہ تھی۔

اب جج موصوف کا دوسرا حکم یہ ہے کہ ایک قابل اور مذہب کے لائق شخص کو الیکشن آفیسر مقرر کر کے، اس کے ماتحت اور زیرِ نگرانی الیکشن کرا دیا جائے، الیکشن آفیسر ایک ایسا شخص ہونا چاہئے، جس کا ٹرسٹ کے معاملات سے دور نزدیک کا کسی طرح کا کوئی تعلق نہیں ہونا چاہئے، ٹرسٹی کمیٹی نے ایک ایسے ہی شخص کو الیکشن آفیسر مقرر کر دیا ہے۔

اب مسئلہ یہ پیدا ہوا ہے کہ الیکشن آفیسر چونکہ ممبران سے واقف نہیں ہے؛ اس لئے ووٹنگ کے وقت صرف نام اور پتے کی بنیاد پر ممبران کی قطعی شناخت کس طرح کریں گے۔ ٹرسٹی کمیٹی کے ممبران الیکشن کے دوران الیکشن کی جگہ اور اس کے اطراف میں قانوناً موجود نہیں رہ سکیں گے؛ اس لئے ممبران کی شناخت میں ان کی مدد نہیں لی جاسکتی؛ لہٰذا ٹرسٹی کمیٹی نے طے کیا ہے کہ ممبران کے شناختی کارڈ تیار کروالئے جائیں اور ایک فوٹو الیکشن فہرست پر ممبر کے نام کے آگے چسپاں کر کے الیکشن آفیسر کے سپرد کر دی جائے، اس کی اطلاع تمام ممبران کو ایک مراسلہ مؤرخہ ۱۵/مئی ۲۰۰۴ء کے ذریعہ دیدی گئی ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ الیکشن آفیسر کے فرائض منصبی کی ادائے گی میں مدد کرنے کے لئے اور ممبران کی صحیح شناخت کی قانونی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اور ہر قسم کی بدانتظامی اور جعلی (بوگس) ووٹنگ کے سد باب کے لئے اور صاف ستھرا منصفانہ الیکشن کرانے کے لئے ممبران سے ان کے شناختی کارڈ تیار کرنے کے لئے ان سے فوٹو مانگنا شرعاً کیسا ہے؟

المستفتی: نذیر انصاری، سکریٹری، ایڈ ہاک، ٹرسٹی کمیٹی، مومن پورہ، ناگ پور-۱۸

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پاسپورٹ اور شناختی کارڈ کے لئے فوٹو کھنچوانا جائز اور درست ہے؛ اس لئے مذکورہ صورت میں شناختی کارڈ طلب کرنے کی گنجائش ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسالک ۱۳۵)

أما إتخاذ الصورة الشمسية للضرورة، أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشيرة، وفي البطاقات الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصًا فيه.

(تكملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، اشرفية ديوبند ٤/ ١٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۴/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/ ۸۳۷٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۵/۵/۱۴۲۵ھ

کارٹون بنانے کا حکم

سوال [۱۱۰۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل شخصیتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے کارٹون بنائے جاتے ہیں، جس میں انسانی خدوخال ظاہر نہیں ہوتا؛ لیکن اس شخصیت کی طرف اشارہ ہوجاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کارٹون بنانا جائز ہے؟ یا یہ بھی تصویر سازی میں شمار ہوگا؟ اس کو بنانا اور اس سے ذریعہ آمدنی اختیار کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے؟ مدلل جواب تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد قربان علی، ہری دوار

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: جن کارٹونوں کے سر موجود ہوں اگر چہ ان کے چہرے کے خدوخال ظاہر نہ ہوں وہ شرعاً تصویر کے دائرہ میں داخل ہیں، ان کا بنانا اور ان کے ذریعہ کاروبار وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے، عام تصویر سازی کے مقابلہ میں اس میں اور زیادہ برائی یہ ہے کہ اس میں ایک آدمی کی صورت بگاڑ کر اس کی توہین وتذلیل کی جاتی ہے۔

قال الله تعالىٰ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى اَنْ يَكُوْنُوْا خَيْرًا مِنْهُمْ. [الحجرات:١١]

قال القرطبي: والسخرية الاستهزاء. (تفيسر قرطبي، دارالكتب المصرية القاهرة ٣٢٤/١٦، دار الكتب العلمية بيروت ٢١٣/١٦)

وقيد بالرأس؛ لأنه لا اعتبار بإزالة الحاجبين، أو العينين. (شامي، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، زكريا ٤١٨/٢، كراچي ٦٤٨/١)

ولو قطع يداها، أو رجلاها لا ترفع الكراهة، وكذا لو أزيل الحاجبان، أو العينان. (مجمع الأنهر، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، دار الكتب العلمية بيروت ١٨٩/١، مصرى قديم ١٢٦/١)

عن عبد الله بن مسعودؓ يقول: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم: إن أشد الناس عذابًا عند الله يوم القيامة المصورون. (مسند أحمد بن حنبل ٣٧٥/١، رقم: ٣٥٥٨) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸؍ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۲۲/۳۹ ۱۰)

عورت کے نام رجسٹری کرانے میں تصویری اسٹامپ لگوانے کا حکم

سوال [۱۱۰۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مسئلہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے قانون بنایا ہے کہ اگر رجسٹری عورت کے نام کرائی جائے، تو اسٹامپ کچھ کم لگتا ہے؛ جبکہ عورت کا فوٹو اسٹامپ پر بھی لگتا ہے، اسی طرح سرکاری رجسٹر پر بھی لگتا ہے۔ نیز ایک فوٹو رجسٹری آفس میں بھی کھینچا جاتا ہے؛ جبکہ دفتر میں بہت سے لوگ ہوتے ہیں، ان کے سامنے چہرہ کھولنا پڑتا ہے۔

غور طلب امر یہ ہے کہ کیا خرچ کچھ کم کرنے پر عورت کو غیروں کے سامنے بے پردہ کرنا درست ہے؟

المستفتی: محمد عثمان امروہوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر عورت کے نام رجسٹری کرانے میں واقعتاً پیسوں کی بچت ہوتی ہے تو اپنے پیسوں کی بچت کے لئے عورت کا فوٹو رجسٹری کے لئے لگانے کی گنجائش ہے، جیسا کہ شرعی شہادت دینے کے لئے غیر محرم قاضی کے یہاں چہرہ کھولنے کی اجازت ہوتی ہے۔

أما إتخاذ الصورة الشمسية للضرورة، أو الحاجة كحاجتها في جواز السفر، وفي التاشيرة، وفي البطاقات الشخصية، أو في مواضع يحتاج فيها إلى معرفة هوية المرء، فينبغي أن يكون مرخصًا فيه. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، الصورة عند الحاجة، اشرفية ديوبند ٤/ ١٦٤)

فإنا أجمعنا على أنه يجوز النظر إلى وجهها لتحمل الشهادة.

(هـنـدية، كتـاب الشهادة، الباب الثاني، زكريا قديم ٣/ ٤٥٢، جديد ٣/ ٣٨٩)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۶۷۰/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۹ھ

فوٹوگرافی کی اجرت کا حکم

سوال [۱۱۱۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید فوٹو گرافر ہے اور فوٹو گرافی ہی اس کا ذریعہ معاش ہے، فوٹو گرافری کی آمدنی سے اپنے ہر قسم کے اخراجات پورے کرتا ہے، اس بارے میں مطلع فرمائیں کہ:

(۱) فوٹو کھینچنا۔

(۲) فوٹو کھنچوانا۔

(۳) فوٹو گرافری کا پیشہ کرنا۔

(۴) اس کی آمدنی سے اپنے اخراجات پورے کرنا یہ سب کیسا ہے؟ اگر اس کی آمدنی حرام ہے، تو اس پیسے سے خریدے ہوئے لباس کا استعمال اور اس سے خریدی ہوئی خورد ونوش کی اشیاء کا کھانا، پینا کیسا ہے؟

(۵) کیا ایسے شخص کی نماز صحیح ہوجاتی ہے؟

(۶) ایسے شخص کے یہاں دعوت طعام پر کھانا کھانا اور اس سے اپنی لڑکی کی شادی بیاہ کرنا کیسا ہے؟

(۷) کیا اس کی کمائی ہوئی آمدنی کے جائز ہونے کی کوئی صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

(۸) نیز مطلع فرمائیں کہ فوٹو کھنچوانا کس کس صورت میں جائز ہے؟

اس مسئلہ کے تمام گوشوں کا جواب باصواب بے تکلف ہوکر قدرے تفصیل کے ساتھ مرحمت فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد عباس، ہلدوانی، نینی تال (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱/۲) بغیر ضرورت شدیدہ فوٹو کھینچنا، کھنچوانا ناجائز اور حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور سخت ترین عذاب الٰہی کا خطرہ ہے۔

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابًا عند الله يوم القيامة المصورون. (صحيح البخاري، باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰)

تصوير صورة الحيوان حرام أشد التحريم، وهو من الكبائر. (عمدة القاري، باب عذاب المصورين يوم القيامة، زكريا ۱۵/ ۱۲۴، دار إحياء التراث العربي ۲۲/ ۷۰، تحت رقم الحديث: ۵۹۰۱)

(۳) اس کا پیشہ اختیار کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی ۹/ ۲۴۵، جدید زکریا مطول ۱۳/ ۵۷، امداد الفتاوی ۴/ ۱۳۲)

ولو استأجر مصوراً فلا أجر له؛ لأن عمله معصية. (شامي، قبيل مطلب الكلام على إتخاذ المسبحة، زكريا ۲/ ۴۲۰، كراچي ۱/ ۶۵۰، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، دار الكتاب ديوبند ۱/ ۳۶۳، النهر الفائق، دار الكتب العلمية بيروت ۱/ ۲۸۵)

(۴) اس کی آمدنی امام ابوحنیفہؒ اور امام کرخی کے نزدیک حلال ہے اور صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے اور امام کرخی کے قول پر ہی فتوی ہے۔

لو آجره دابة لينقل عليها الخمر، أو آجره نفسه ليرعى له الخنازير يطيب له الأجر عنده وعندهما يكره. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۹/ ۵۶۲، كراچي ۶/ ۳۹۲)

رجل اکتسب مالا من حرام، ثم اشتری، فهذا علی خمسة أوجه: أما إن دفع تلک الدراهم إلی البائع أولاً ثم اشتری منه بها، أو اشتری قبل الدفع بها ودفعها، أو اشتری قبل الدفع بها ودفع غیرها، أو اشتریٰ مطلقاً ودفع تلک الدراهم، أو اشتریٰ بدراهم آخر ودفع تلک الدراهم (إلی قوله) وقال الکرخي: في الوجه الأول، والثاني لا یطیب، وفي الثلاث الأخیرة یطیب، وقال أبوبکر یطیب في الکل؛ لکن الفتوی الآن علی قول الکرخي دفعاً للحرج عن الناس. (شامي،، مطلب: إذا اکتسب حراما ثم اشتری علی خمسة أوجه، کراچي ۵/۲۳۵، زکریا۷/۴۹۰)

(۵) اس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔

(۶) اس کی دعوت قبول نہ کرنا بہتر ہے۔

(۷) ضرورت پوری کرلیا کرے، پھر آمدنی کو قرض کی ادائے گی میں کردے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۳۶۲/۶، ڈابھیل ۶۱/۱۸)

(۸) ضرورت شدیدہ مثلاً پاسپورٹ وغیرہ بنوانے کے لئے جائز ہے۔ (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۲۴۵/۹، جدید زکریا مطول ۴۴/۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱/محرم الحرام ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۶۰۷/۲۵)

گڈے گڑیا کی شرعی حیثیت

سوال [۱۱۱۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بچوں کے کھلونوں میں گڑیا گڈے کی تصویریں بنی ہوئی ہوتی ہیں، تو کیا ایسے کھلونوں کو خریدنا اپنے گھر میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد فراست علی، سرائے ترین، سنبھل (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: گڈے گڑیا ایک قسم کے مجسمے ہوتے ہیں اور حدیث شریف میں حضرت عائشہؓ کی گڑیا سے متعلق جو واقعہ مشہور رہے، یہ اس زمانہ کا ہے، جس زمانہ میں مجسمہ اور تصویر کشی وغیرہ کی ممانعت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا، اور یہ سب غزوہ خندق اور غزوہ خیبر سے پہلے کی چیزیں ہیں، غزوہ خندق وخیبر کے بعد یہ ساری چیزیں ممنوع ہوچکیں، جیسا کہ شادی کے موقع پر دف بجانا بھی جائز تھا، وہ دف بجانا بھی منسوخ ہوچکا، شراب بھی جائز تھی وہ بھی منسوخ ہوچکی۔ (مستفاد: محمودیہ ڈابھیل ۱۹/۵۰۳، جواہر الفقہ جدید زکریا ۷/۲۵۰-۲۶۰)

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم، وهو من الكبائر؛ لأنه متوعد عليه بهذا الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث سواء صنعه في ثوب، أوبساط، أو درهم، أودينار، أو غير ذلك، وأما تصوير الشجر، والرجل، والجبل وغير ذلك فليس بحرام، هذا حكم نفس التصوير، وأما إتخاذ المصور بحيوان، فإن كان معلقاً على حائط سواء كان له ظل أم لا، أو ثوبًا ملبوسًا، أو عمامة، أونحو ذلك فهو حرام. (مرقاة المفاتيح، مكتبه امدادية ملتان ۸/۳۲۶، شرح النووي للمسلم ۲/۱۹۹)

ويحمل أن يكون قضية عائشةؓ هذه في أول الهجرة قبل تحريم الصورة. (مرقاة المفاتيح، مكتبه امدادية ملتان۶/۲۰۶)

وادعي بعضهم أن إباحة اللعب بهن للبنات منسوخ بهذه الأحاديث. (مرقاة المفاتيح، مكتبه امدادية ملتان ۸/۳۲۶) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۲۴/ذی قعدہ ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/۳۸/۱۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۵/۱۱/۲۴ھ

چہرے والے آرڈر بنانا

سوال[۱۱۱۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے پاس چہرے کا آرڈر رہے، میں اس مال کو بنا سکتا ہوں یا نہیں؟

المستفتی: ابوالکلام آزاد، کسرول مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: حدیث شریف میں جاندار کی تصویر اور شکل بنانے پر سخت وعید آئی ہے؛ اس لئے مذکورہ آرڈر لے کر اس کی تصویر اور مجسمہ کی شکل بنانا قطعاً جائز نہیں۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/۸۰)

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابًا عند الله يوم القيامة المصورون. (صحيح البخاري، باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۲؍رجب المرجب ۱۴۲۷ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۰۶۰)	۱۴/ ۷/ ۱۴۲۷ھ

لوہا، پیتل ودیگر دھات کی مورتیاں بنانے کا حکم

سوال [۱۱۱۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پیتل، المونیم، لوہا یا دیگر دھات کی مورتیاں انسان یا جانداروں کی شکل میں یا فحش ننگی ایک دوسرے سے چمٹی ہوئی مورتیاں بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یعقوب عرف چھوٹے بھائی، تکیہ شاہ علاء الدین، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پیتل، المونیم، لوہا وغیرہ دھات کے مجسمے

انسان یا جانداروں کی شکل میں بنانا ناجائز اور حرام ہے اور بنانے والے پر سخت ترین عذاب الٰہی کا خطرہ ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن جاندار کا مجسمہ بنانے والے پر سخت ترین عذاب ہوگا۔ مزید جاندار کا مجسمہ بنانے کے ساتھ ایک دوسرے سے چمٹی ہوئی حالت میں بنانے میں اس سے بھی زیادہ عذاب الٰہی کا خطرہ ہے؛ اس لئے مسلمانوں کو ایسے مجسمے اور مورتیاں بنانے سے اپنے آپ کو دور رکھنے کی ضرورت ہے، روزگار کا مالک اللہ تبارک وتعالیٰ ہے اور اللہ پر بھروسہ کر کے ایسے کام کا آرڈر مسلمان ہرگز نہ لیا کریں اور اسے ٹھکرا کر کسی اور کام کا آرڈر لیا کریں، اللہ پاک غیبی مدد فرمائیں گے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/۸۰، فتاویٰ محمودیہ ڈابھیل ۱۹/۴۷۲)

قال الله تعالیٰ: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا . [هود:٦]

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابًا عند الله يوم القيامة المصورون. (صحيح البخاري، باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهندية ٢/ ٨٨٠، رقم: ٥٧١٧، ف: ٥٩٥٠، صحيح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلب ولاصورة، النسخة الهندية ٢/ ٢٠١، بيت الأفكار رقم: ٢١٠٩)

فظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان. وقال وسواء صنعه لما يمتهن، أو بغيره، فصنعه حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالیٰ سواء كان في ثوب، أو بساط، أو درهم أو دينار وحائط وغيرها. (شامي، باب ما يفسد الصلاة ما يكره فيها، زكريا ٢/ ٤١٦، كراچي ١/ ٦٤٧) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۸ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۳۸۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۸/۱/۱۴۳۵ھ

آرڈر باقی رکھنے کے لئے ایک آئٹم مجسم بنانا

سوال [۱۱۱۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ بحالت مجبوری پیتل کے مجسمہ کا ایکسپورٹ کرنا مثلاً سات آئٹم غیر جاندار کے مجسمہ ہیں اور ایک مجسمہ جاندار کا ہے، جیسے ہاتھی کا مجسمہ اب اس ایک مجسمہ کی وجہ سے آرڈر کو کینسل کردیتے ہیں، اس حالت میں ایکسپورٹ کرنا آیا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: محمد قاسم، امروہہ گیٹ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: بقیہ اشیاء کے آرڈر کو باقی رکھنا شرعی طور پر ایسا عذر نہیں ہے، جس کی وجہ سے مجسمہ جیسی حرام اشیاء کی تیاری کی گنجائش ہوسکے؛ اس لئے جائز نہیں ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

عن عبد اللّٰه بن مسعودؓ يقول: قال سمعت النبي صلى اللّٰه عليه وسلم: إن أشد الناس عذابًا يوم القيامة المصورون. (صحيح مسلم، باب لا تدخل الملائكة بيتًا فيه كلب ولا صورة، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۹)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶/ ذی قعدہ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۷۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری غفرلہ
۱۶/ ۱۱/ ۱۴۱۴ھ

پیتل کے جانور مورتی وغیرہ بنانے اور ان کی تجارت کا حکم

سوال [۱۱۱۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) پیتل کے جانور، مورتی، مندر بنانا کیسا ہے؟

(۲) ان کوخرید کر بیچنا کیسا ہے؟ ایسی تجارت کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: علی محمد، مقبرہ اول، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) پیتل، تانبا وغیرہ کسی بھی دھات سے جانور بنانا ناجائز اور حرام ہے۔ حدیث شریف میں اس کی سخت وعید آئی ہے اور مورتی بنانا اور مندر کے اندر کی چیزیں بنانا اور بھی زیادہ شدید گناہ اور عذاب الٰہی کا باعث ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/۸۰-۸۱، فتاوی محمودیہ قدیم ۷/۲۵۸، جدید ڈابھیل ۱۹/۴۷۰، جواہر الفقہ قدیم ۴/۴۰، جدید زکریا ۷/۲۴۶)

عن عبد اللّٰه بن مسعودؓ، قال: سمعت النبي صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: إن أشد الناس عذابًا عند اللّٰه المصورون. (صحیح البخاري، باب عذاب المصورین یوم القیامة، النسخة الهندیة ۲/۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰، صحیح مسلم، باب لا تدخل الملائکة بیتًا فیه کلب ولاصورة، النسخة الهندیة ۲/۲۰۱، بیت الأفکار رقم: ۲۱۰۹)

(۲) پیتل وغیرہ کے جانوروں کی تجارت اور اس کی خرید وفروخت کرنا بھی ناجائز اور ممنوع ہے۔ (مستفاد: ایضاح النوادر ۱/۸۳)

إن ما قامت المعصیة بعینه یکره بیعه تحریمًا. (در مختار، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیره، زکریا ۹/۵۶۱، کراچي ۶/۳۹۱، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۹/۲۱۳) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ رجب المرجب ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/۷۷۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۸/۷/۱۴۲۳ھ

(۲۶) باب ٹیلی ویژن اور میڈیا

دورحاضر میں ٹیلی ویژن کا حکم

سوال [۱۱۱۱۰۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نظام الفتاوی میں ٹی وی شریعت کی نظر میں: ٹی وی کے پروگرام کے متعلق ایک ضابطہ درج ہے، وہ یہ ہے کہ وہ پروگرام جن کو بغیر کسی آلہ کے دیکھنا درست ہے، اس کو بذریعۂ آلہ بھی دیکھنا درست ہے اور جن کو بغیر کسی آلہ کے دیکھنا درست نہیں، ان کو بذریعۂ آلہ دیکھنا درست نہیں ہے، یہ ضابطہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر فٹ بال کھیل دکھایا جارہا ہو اور کھیلنے والے مردوں کا لباس بھی مکمل ہو یا کرکٹ کھیل ہورہا ہو اور نماز وغیرہ کے اوقات کی رعایت کرتے ہوئے دیکھا جائے، تو یہ شرعًا درست ہوگا یا نہیں؟ آیا اس سابق ضابطہ کے تحت ان پروگراموں کے دیکھنے کو جائز قرار دیا جائے یا پھر چونکہ تصویر ذی روح کو دیکھنا درست نہیں؛ اس لئے ان پروگراموں سے دیکھنے پر عدم جواز کا فتوی دیا جائے یا سدًّا للباب ان کے دیکھنے سے روکا جائے۔

المستفتی: مفتی عتیق الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: یہ ضابطہ دور حاضر کے لئے مناسب نہیں ہے، دور حاضر میں عمومی طور پر ناجائز پروگرام ہوتے ہیں۔ نیز کرکٹ فی نفسہ ممنوع کھیل ہے، اس لئے ٹی وی کے پروگراموں کے علاوہ صرف ٹی وی گھر میں رکھنا بھی ممنوع اور ناجائز ہوگا،

علت کچھ بھی ہو اس زمانہ میں یہ چیزیں ام الفواحش ہیں؛ اس لئے ان چیزوں کا رکھنا مطلقاً سداًللباب ناجائز ہوگا۔ نیز درمختار کی عبارت کا تقاضہ بھی عدم جواز ہی کا ہے۔

استماع صوت الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذبها كفر بالنعمة. (در مختار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، كراچي٦/٣٤٩، زكريا ٩/٥٠٤، تاتارخانية، زكريا١٨/١٨٩، رقم: ٢٨٤٦٦، هندية، زكريا قديم ٥/٣٥٢، جديد ٥/٤٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ / ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱ / ۴۲۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۱۱/۲۳ھ

ٹیلی ویژن کا پروگرام عکس ہے یا تصویر؟

سوال [۱۱۱۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹیلی ویژن میں جو پروگرام آتے ہیں اور اس میں جو تصویریں نظر آتی ہیں، وہ فوٹو ہیں یا عکس؟ از راہ کرم حکم شرعی سے آگاہ فرمادیں۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ٹیلی ویژن میں جو پروگرام آتے ہیں اور ان میں جو تصویریں نظر آتی ہیں وہ فوٹو نہیں ہیں؛ بلکہ عکس ہیں اس لئے کہ ان کو دوام اور استقرار نہیں ہوتا؛ کیونکہ درحقیقت وہ بجلی کے ذرات ہوتے ہیں، جو کیمرے سے اسکرین کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں اور پھر اسی اصلی ترتیب سے اسکرین پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور پھر زائل اور فناء ہوجاتے ہیں؛ لہٰذا ان پر ثابت اور مستقر تصویر کا حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱۳۲/۴، درس ترمذی ۳۵۱/۲)

أما الصورة التي ليس لها ثبات واستقرار وليست منقوشة على شيئ

بصفة دائمة، فإنها بالظل أشبه. (تكلمه فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، التلفزيون، اشرفيه ديو بند ٤/ ١٦٤)

لا تحرم المنظور إلي فرجها الداخل إذا رآه من مرآة، أو ماء؛ لأن المرئي مثاله بالانعكاس لاهو. وتحته في الشامية: يشير إلى ما في الفتح الماء من الفرق بين الرؤية من الزجاج، والمرآة وبين الرؤية في الماء، ومن الماء حيث قال: كأن العلة والله سبحانه وتعالىٰ أعلم أن المرئي في المرآة مثاله لا هو. (شامي، زكريا ٤/ ١١٠، كراچي ٣/ ٣٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲؍ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۴۰/ ۱۱۴۵۶)

بچوں کو ٹیلی ویژن اور ویڈیو سے منع کرنا

سوال [۱۱۱۰۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں امام ہوں بچوں کو پڑھاتا ہوں اور جو بچہ .T.V اور ویڈیو دیکھنے کا شوق رکھتا ہے؛ اس پر تنبیہ کرتا ہوں تو اس کے ماں باپ مجھ سے بحث کرنے کے لئے آتے ہیں؛ اس لئے آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟ اور آپ کیا منظوری دیں گے؟ آپ حق و باطل کو دیکھتے ہوئے اس کا جواب دیں کہ ان کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے؟ ان کو پڑھایا جائے کہ نہیں؟

المستفتی: قاری محمد عرفان، مکان نمبر ۵۸، گلی نمبر ۳۰، اندرا چوک، دہلی-۵۳

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ بچوں کو اور ماں باپ کو نرمی و پیار اور محبت و حکمت سے سمجھائیں۔ انشاء اللہ بحث ومباحثہ کی نوبت نہیں آئے گی۔

کما قال اللہ تعالیٰ: ادۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ. [سورة النحل: ١٢٥] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍شوال المکرّم ۱۴۰۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱۳/۲۳)

گھر میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن رکھنا

سوال [۱۱۱۰۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹیلی ویژن اور ریڈیو کا شرعاً کیا حکم ہے؟ جبکہ ہندوستان میں ہمارے برادران وطن اس کو اپنے مذہب کی اشاعت کے لئے استعمال کرتے ہیں، جس کا اثر نونہال ملت پر پڑتا ہے۔ از راہ کرام بالتفصیل وبا حوالہ جواب عنایت فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبید الرحمٰن، پیرزادہ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس ٹیلی ویژن T.V. ریڈیوں میں ناچ گانا کھیل تماشا اور مرد وعورت کی تصویریں آتی ہوں، اس کا خریدنا گھر میں چالو کرنا عزیز واقارب کے مرد وعورتوں کو بیٹھ کر دیکھنا اور لذت حاصل کرنا سب حرام اور گناہ کبیرہ اور خدائی وعید وعذاب کا سخت خطرہ ہے، جس طرح شراب کو ام الخبائث کہا گیا ہے، اسی طرح ٹیلی ویژن، ام الفواحش اور بے حیائیوں کی جڑ ہے۔ (مستفاد: جدید فقہی مسائل ۲۰۱/۱)

التغني واستماعها كل ذلك حرام (وقوله) وضرب الدف، وجميع أنواع الملاهي حرام. (فتاوی عزیزی ٦٦/١)

ودلت المسئلة أن الملاهي كلها حرام؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها

كفر أي بالنعمة. (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، مطبوعة كوئٹه ٥/٢٤٦، كراچي ٦/٣٤٩، زكريا ٩/٥٠٤، الفتاوى التاتارخانية، زكريا ١٨/١٨٩، رقم: ٢٨٤٦٦، هندية، زكريا قديم ٥/٣٥٢، جديد ٥/٤٠٦، فتاوى عزيزى ١/٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۴؍ ۱۳؍ ۷)

قومی وملی ضرورت کے لئے ٹیلی ویژن میں پروگرام

سوال [۱۱۱۱۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ قومی وملی ضرورت کے لئے قومی وملی پروگرام ٹیلی ویژن میں دینا کیسا ہے، جس سے قوم اور حکومت کو معلوم ہوجائے کہ قومی وملی کیا پروگرام ہورہا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قومی وملی ضرورت کے پیش نظر ٹیلی ویژن میں قومی وملی پروگرام دینا جائز ہے تاکہ قوم اور حکومت کو معلوم ہوجائے کہ قومی وملی پروگرام کیوں کیا جارہا ہے؟

الحاجة تنزل منزلة الضرورة عامة كانت أو خاصة. (الأشباه والنظائر، زكريا ١/٢٦٧)

الضرورات تبيح المحظورات. (الأشباه والنظائر، زكريا ١/٢٥١)
فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۴۰؍ ۱۱۴۴۰)

دینی پروگرام کے لئے ٹیلی ویژن کا حکم

سوال [۱۱۱۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹیلی ویژن میں خالص دینی پروگرام کا دیکھنا شرعًا کیسا ہے؟ جب کہ اس میں نامحرم کی تصویر اور کوئی فحش پروگرام نہ ہو؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ٹیلی ویژن میں خالص دینی پروگرام کا دیکھنا جب کہ اس میں کسی نامحرم کی تصویر اور کوئی فحش پروگرام نہ ہو جائز اور مباح ہے، جیسا کہ فیکٹری وغیرہ میں مالک نے ملازمین کی نگرانی اور چور وغیرہ پر نگاہ رکھنے کے لئے کیمرہ لگا لیا ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ (مستفاد: فقہی مقالات ۱۳۳/۴، درس ترمذی ۳۵۱/۵، آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید زکریا ۴۳۵/۸)

الأمور بمقاصدها. (الأشباه والنظائر، زكريا ص: ١٠٢)

إذا كان التلفزيون، أو الفيديو خاليًا من هذه المنكرات بأسرها؛ هل يحرم بالنظر إلى كونه تصويرًا؟ فإن لهذا العبد الضعيف – عفا الله عنه – فيه وقفة، وذلك لأن الصّورة المحرمة ما كانت منقوشة، أومنحوتةً بحيث يصبح لها صفة الاستقراء على شيئ، وهي الصور التي كان الكفار يستعملونها للعبادة، أماالصورة التى ليس لها ثبات واستقرار، وليست منقوشة على شيئ بصفةٍ دائمةٍ، فإنها بالظل أشبه منها بالصورة. (تكملة فتح الملهم، كتاب اللباس والزينة، التلفزيون، اشرفية ديوبند ١٦٤/٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۱۱۴۳۹/۴۰)

ٹی وی میں اسلامی وغیر اسلامی پروگرام دیکھنا

سوال [۱۱۱۱۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) ٹی وی میں مطلقاً پروگرام دیکھنا کیسا ہے؟

(۲) ٹی وی میں اسلامی پروگرام دیکھنا کیسا ہے؟ اگر جائز ہے تو اور ناجائز ہے تو دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کے پروگرام میں جو پردہ لگایا گیا تھا، اس کی حیثیت کیا ہے؟

المستفتی: ریاض الدین، کولکاتہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) ٹی وی میں زیادہ تر فحاشی اور عریانیت اور مخرب اخلاق پروگراموں کا غلبہ ہوتا ہے، اور ٹی وی سے زیادہ تر معاشرہ جن شرمناک حرکتوں میں ملوث ہے، وہ ناقابل بیان ہیں؛ اس لئے ٹی وی کا گھر میں رکھنا اور اس کے پروگراموں کا دیکھنا شرعًا ناجائز ہے۔ (مستفاد: تجاویز فقہی اجتماع، ادارۃ المباحث الفقہیہ، بنگلور)

(۲) ٹی وی میں اسلامی اور جائز پروگراموں کا دیکھنا شرعًا اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی؛ اس لئے کہ جہاں اسلامی اور جائز پروگراموں کو دیکھا جاتا ہے، وہاں ناجائز پروگراموں سے بچنا ناممکن ہے؛ اس لئے اسلامی اور جائز پروگراموں کی بھی مطلقاً اجازت کا اعلان درست نہیں ہے۔

اور جمعیۃ علماء ہند کے پروگرام میں جو پردہ لگایا گیا تھا، اس کی حیثیت کیا ہے، وہاں کے ذمہ داروں سے معلوم فرمایئے۔ احقر بھی اس پروگرام میں شریک ہوا تھا، اور دور دور کالے پردے نظر تو آئے تھے؛ لیکن وہ پردہ کیوں لگایا تھا؟ ہمیں معلوم نہیں تھا بعد میں لوگوں نے بتایا کہ اس میں پروگرام نظر آرہا تھا اور اس پروگرام کے اندر چند مطالبے ایسے تھے، جو مسلمانوں اور شریعت کے لئے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں، مثلاً قرآن کریم کی بے حرمتی کی مخالفت کا اعلان اور بے حرمتی کرنے والوں کو سزا دینے کا مطالبہ، اسی طرح پوٹا قانون کے

تحت بی جی پی حکومت نے جن مظلوم و بےقصور مسلمانوں کو گرفتار کررکھا تھا، ان کے چھڑانے کا مطالبہ اور حکومت کو اس کی طرف توجہ دلانے کا مطالبہ، اسی طرح حکومت ہند سے مسلمانوں کو ریزویشن دینے کے مطالبے ایسے ضروری اور اہم چیزیں ہیں، جن کا پورے ملک میں چرچا ہونا اور حکومت کے ذمہ داروں تک پہونچانا نہایت ضروری تھا، پھر بھی اصل حیثیت کا صحیح جواب وہاں کے ذمہ داران دے سکتے ہیں؛ اس لئے سائل اگر ضرورت محسوس کرے تو وہاں کے ذمہ داروں سے رابطہ قائم کرے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۸۳۶/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۶/۲ھ

ٹی وی پر حج کا پروگرام دیکھنا

سوال [۱۱۱۱۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹی وی پر حج کے پروگرام دیکھنا، نیز ٹی وی سے حج سیکھنا کیسا ہے؟

المستفتی: زوار احمد، مال پوری جے پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: ٹی وی سے حج کا سیکھنا کسی طرح بھی ممکن نہیں؛ اس لئے کہ حج کے مسائل نہایت اہم ہیں پڑھے لکھے افراد سے چار چار، پانچ پانچ مرتبہ حج کرنے کے باوجود امورِ حج میں غلطیاں واقع ہوجاتی ہیں اور حج کے موضوع پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں لکھی جاچکی ہیں، ان کتابوں سے جو معلومات فراہم ہوسکتی ہیں، وہ ٹی وی دیکھ کر معلوم نہیں ہوسکتیں؛ اس لئے یہ بیجا دلیل ہے؛ لہٰذا اس بہانہ سے ٹی وی دیکھنے کی گنجائش نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے عبادت اور دین کو آلۂ لہو ولعب سے اختلاط کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل ۱۹/۵۰۸-۵۱۸، قدیم ۹/۴۱۷-۳۸۲/۱۴، امداد الفتاوی ۴/۲۵۷)

قال اللّٰہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ. [سورة مائده: ۵۷]

الملاهي كلها حرام حتى الغني بضرب القضيب. (هداية، كتاب الكراهية، اشرفي ديوبند ٤/٤٥٥، رشيدية ٤/٤٣٩، الدر المختار على هامش رد المختار، زكريا ٩/٥٠٢، كراچي ٦/٣٤٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۶۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۹ھ

ٹیلی ویژن میں حج کی فلم دیکھنا

سوال [۱۱۱۱۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مواقع حج کی کیسٹوں کو ٹیلی ویژن یا ویڈیو وغیرہ پر دیکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: نیاز احمد، دیوریا

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیلی ویژن، وی سی آر، لہوولعب اور گانے بجانے کا آلہ ہے، اس کے اندر تصویروں کی بھرمار ہوتی ہے، مردوں کی نظر عورتوں پر اور عورتوں کی نظر مردوں پر پڑتی ہے، جو بنص قطعی حرام ہے اور حج کی فلم میں اگرچہ ناچ گانا نہیں ہوتا ہے، مگر مرد وعورتوں کی تصویریں مخلوط ہوتی ہیں؛ لہٰذا حج کی فلم کو ٹیلی ویژن، وی سی آر پر دیکھنا جائز نہیں ہے اور یہ فلم جس ٹیلی ویژن یا وی سی آر میں دیکھی جارہی ہے، کیا وہ ٹیلی ویژن ایسا ہے کہ جس میں کبھی کوئی ناجائز پروگرام نہ آتا ہو؛ اس لئے بھی حج کی فلم کو ٹیلی ویژن وغیرہ میں دیکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/ ۳۸۶)

استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفر .

(الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس، كراچي ٦/٣٤٩، زكريا٩/٥٠٤، الفتاوى التاتارخانية، زكريا١٨/١٨٩، رقم:٢٨٤٦٦، هندية، زكريا قديم ٥/٣٥٢، جديد ٥/٤٠٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۸۲۵/۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۷/۵/۱۶ھ

کیوٹی وی پر دینی پروگرام دیکھنا

سوال [۱۱۱۱۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیوٹی وی کا دیکھنا سننا اوراس پر بیان کئے گئے مسائل پر عمل کرنا کیسا ہے؟

نیز اس پر جو علماء کرام بیان کرتے ہیں، وہ کس مسلک سے متعلق ہیں؟ مزید تفصیل بیان فرما کر ممنون ہوں۔

المستفتی: محمد نعیم رام نگری، نینی تال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: کیوٹی وی احقر نے کبھی نہیں دیکھا؛ اس لئے اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے، ہاں البتہ دیکھنے والوں سے وہاں کے بعض بیانات سننے میں آئے، جو نہایت بے ثبوت اور غیر ذمہ دارانہ مسائل پر مشتمل ہوتے ہیں؛ اس لئے اس کے دیکھنے اور سننے میں کوئی دینی فائدہ نہیں ہے۔ نیز جس ٹیلی ویژن میں فحش اور حیا سوز پروگرام آتا ہے، اسی میں یہ پروگرام بھی آتا ہے؛ اسلئے ان کا دیکھنا اور سننا جواز کے دائرہ میں ہونا احقر کی سمجھ میں نہیں آتا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۷/ربیع الاول ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۷۵۷/۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۳/۷ھ

خبریں سننے کے لئے ٹی وی رکھنا

سوال [۱۱۱۱٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید صوم وصلوۃ کا پابند ہے، دینی مزاج رکھتا ہے، زید چاہتا ہے کہ عالمی خبریں معلوم کرنے کے لئے ایک ٹی وی اپنے گھر میں لگائے، فلمی پروگرام ناٹک اور دیگر برے کاموں کے لئے استعمال نہیں کرے گا، زید خود ان چیزوں سے بہت زیادہ متنفر رہتا ہے، تو کیا عالمی حالات کو معلوم کرنے کے لئے اپنے گھر ٹی وی رکھی جاسکتی ہے اور عالمی احوال پر خبر رکھنا فرض ہے یا واجب یا مستحب ہے یا مکروہ ہے؟

المستفتی: ضمیر احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عالمی احوال کی خبر رکھنا آپ ﷺ کی اس سنت کے تحت داخل ہوسکتا ہے، جو آپ ﷺ سے اپنے صحابہ کرام کے واقعات اور حالات پر مطلع ہونے کے سلسلہ میں مروی ہے، جیسا کہ شمائل ترمذی شریف کی حدیث ہے۔

ویتفقد أصحابه ویسئل الناس عما في الناس، ویحسن الحسن، ویقویه ویقبح القبح ویوهیه. (شمائل ترمذي۲۳،جواهر الفقة، زکریا جدید ٦/٥٠٦، زکریا قدیم ۲/٤٦١)

لیکن شرط یہ ہے کہ ان خبروں کے لئے کسی خلاف شرع کام کا ارتکاب کرنا نہ پڑے اور آج کل ٹی وی میں جو خبریں نشر کی جاتی ہیں، اس میں کئی وجوہات سے ممانعت شرع موجود ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام میں داخل ہوگا۔

(۱) ٹی وی میں خبریں نشر کرنے والی عموماً عورتیں ہوتی ہیں، جن کو دیکھنا حرام ہے اور اس پر حدیث شریف میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔

عن الحسن قال: بلغني أن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: لعن الله الناظر والمنظور إلیه. (السنن الکبریٰ للبیهقي، دارالفکر

بيروت ١٠/ ٢٨٠، رقم: ١٣٨٦٢، شعب الإيمان للبيهقي، دارالكتب العلمية بيروت ١٦٢/٦، رقم: ٧٧٨٨، مشكوة شريف ٢٧٠)

نیز وہ عورتیں ایسی پرکشش اور باریک لباس زیب تن کئے ہوئے ہوتی ہیں کہ ان کے بدن کا اکثر حصہ برہنہ ہوتا ہے یا ایسے باریک کپڑے پہنتی ہیں، جن سے ان کے بدن کی کیفیت اور نشیب وفراز ظاہر ہوتا ہے، جس کو دیکھنا قطعاً حرام ہے۔

قال الشامي أقول: مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة، ولو كثيفًا لا ترى البشرة منه. (شامي، كتاب الحظر الإباحة، فصل في المس، كراچي ٣٦٦/٦، زكريا ٥٢٦/٩)

(۲) ٹی وی آلۂ لہو ولعب ہے، جس کو گھر میں رکھنا بھی مکروہ تحریمی اور ناجائز ہے؛ اگرچہ اس کو استعمال نہ کریں۔

ولو أمسک في بيته شيئا من المعازف، والملاهي كره و يأثم، وإن كان لا يستعملها؛ لأن إمساک هذه الأشياء يكون للهو عادة. (خلاصة الفتاوى ٣٣٨/١، بحواله رحيمية ٢٩٨/٦)

اور عالمی خبریں معلوم کرنے کے لئے ریڈیو کافی ہے اور خبریں سننے کے لئے ریڈیو کا استعمال بھی جائز اور درست ہے؛ لہٰذا ٹی وی رکھنے کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍صفر المظفر ۱۴۲۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۷۹۳۹/۳۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۴/۲/۲۷ھ

ٹیلی ویژن پر خبریں سننا

سوال [۱۱۱۱۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک امام صاحب ٹیلی ویژن پر خبریں سنتے ہیں، مابقیہ منکرات نہیں دیکھتے، تو ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیلی ویژن پر خبریں سننا جائز اور درست ہے، جبکہ اس میں کسی نامحرم کی تصویر اور کوئی فحش پروگرام نہ آتا ہو؛ لہٰذا جو امام صاحب ٹیلی ویژن پر صرف خبریں سنتے ہیں مابقیہ منکرات نہیں دیکھتے، تو ایسے امام کی اقتداء میں نماز پڑھنا بلا کراہت جائز اور درست ہے؛ لیکن اگر اس میں نامحرم کی تصویریں آتی ہوں، تو اس کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔

(مستفاد: فقہی مقالات ۱۳۳/۳، درس ترمذی ۳۵۱/۵، آپ کے مسائل اوران کا حل ۴۳۵/۸)

الأمور بمقاصدها. (الأشباه والنظائر، زكريا ١٠٢)

إذا كان التلفزيون، أو الفيديو خاليًا من هذه المنكرات بأسرها؛ هل يحرم بالنظر إلى كونه تصويرًا؟ فإن لهذا العبد الضعيف –عفا الله عنه –فيه وقفة، وذلك لأن الصّورة المحرمة ما كانت منقوشة، أومنحوتةً بحيث يصبح لها صفة الاستقراء على شيئ، وهي الصور التي كان الكفار يستعملونها للعبادة ،أماالصورة التى ليس لها ثبات واستقرار وليست منقوشة على شيئ بصفةٍ دائمةٍ، فإنها بالظل أشبه منها بالصورة. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، التلفزيون، اشرفية ديوبند ٤/ ١٦٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۱۱۴۳۸/۴۰)

محض ڈسکوری کے لئے ٹی وی رکھنا

سوال [۱۱۱۱۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ محض حصول معلومات (ڈسکوری) کے لئے ٹی وی رکھنا اور استعمال کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: ریاض احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ٹی وی عریانیت، فحاشیت اور دیگر بہت سی اخلاقی وایمانی برائیوں کی جڑ ہے، اور گھروں کے اندر ٹی وی رکھی جائے اور کسی قسم کا ناجائز پروگرام کبھی بھی اس میں نہ آسکے یہ ناممکن بات ہے؛ اس لئے عمومی طور پر ٹی وی گھروں میں رکھنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۳۰۶)

قال الله تعالىٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. [لقمان: ٦]

درء المفاسد أولىٰ من جلب المنافع، وعلى هامشه فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع مفسدة غالبًا؛ لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمأمورات. (قواعد الفقه، اشرفی دیو بند ١٨، رقم: ١٣٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۲۱۲)

خبر یا دینی پروگرام کے لئے ٹی وی رکھنا

سوال [۱۱۱۱۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ صرف خبر سننے کے لئے یا کوئی دینی پروگرام کے لئے اپنے گھر میں ٹی وی رکھنا کسی حد تک جائز ہے یا نہیں؟ جیسے آج کل ماحول ہے کہ ہندو مسلم فساد زیادہ ہوتے ہیں یا دیش بدیش کی خبروں کی معلومات ہونی ضروری ہے؟

المستفتی: محمد عثمان، محمد غفران (راجستھان)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خبر اور دینی پروگرام سننے اور دیکھنے کے لئے گھر میں ٹی وی رکھنا جائز نہیں ہے۔ قرآن کریم میں دین کو لہو ولعب کی چیزوں میں

استعمال کرنے کو کفار کا علم بتا کر مسلمانوں کو ان سے بیزار ہونے کی تاکید فرمائی ہے۔
(مستفاد: احسن الفتاوی ۸/۲۹۹، امداد المفتیین ۱۰۰۶)

قال اللّٰہ تعالیٰ: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْن. [مائدہ: ۵۷، پ:٦]

دنیا کی خبریں حاصل کرنے کے لئے ٹیلی ویژن کی ضرورت نہیں ہے، ریڈیو اوراخبارات کے ذریعہ سے بھی یہ مقصد حاصل ہوجاتا ہے؛ اس لئے خبروں کے واسطے ٹی وی کے بجائے ریڈیو رکھنا چاہئے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹/صفر المظفر ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۷۵۳۲/۳۶)

ٹیلی ویژن میں کرکٹ، فٹ بال وغیرہ دیکھنا

سوال [۱۱۱۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹیلی ویژن کے اندر کوئی کھیل جیسے کرکٹ اور فٹ بال وغیرہ یا خبریں سننا یا نعتیہ شعر یا کوئی جائز پروگرام دیکھنا یا سننا کیسا ہے؟ اور کرکٹ وغیرہ کھیلوں میں ستر بھی نہیں کھلتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد نعیم بجنوری، مقام بھنیچڑہ، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹیلی ویژن میں آنے والے کسی بھی کھیل کا دیکھنا شرعاً جائز نہیں ہے چاہے ستر کھل جاتا ہو یا نہ کھلے اس لئے کہ شرعی طور پر صرف تین قسم کے کھیل جائز ہیں، ان کے علاوہ کسی قسم کا کھیل دیکھنا جائز نہیں ہے۔

(۱) تیراندازی اور جنگی مشق۔

(۲) گھوڑے اور سواری وغیرہ سے سبقت کرنا۔

(۳) اپنی بیوی کی دل جوئی کے لئے اس کے ساتھ کھیلنا۔اور ٹیلی ویژن میں یہ کھیل نہیں آتے ہیں۔

عن عبد الله بن عبد الرحمٰن بن أبي حسين أن رسول الله صلى الله عليه وسلم–إلى–كل ما يلهوبه الرجل المسلم باطل إلا رميه بقوسه، وتأديبه فرسه، وملاعبته أهله، فإنهن من الحق. (سنن الترمذي،باب ماجاء في فضل الرمي في سبيل الله، النسخة الهندية ۱/۲۹۳، دارالسلام رقم:۱۶۳۷)

ان الملاهي كلها حرام، وتحته في الشامية: اللهو حرام بالنص قال عليه السلام، لهو المؤمن باطل إلا في ثلاث تأديبه فرسه، ورميه عن قوسه، وملاعبته مع أهله. (الدر المختار مع الشامي، كتاب الحظر والإباحة، زكريا ديوبند۹/۵۰۲، كراچي ۶/۳۴۸)

نیز ٹیلی ویژن چونکہ آلۂ لہو ولعب ہے،اور اس میں نامحرم عورتوں کی تصویریں بھی آتی ہیں؛ اس لئے اگر ریڈیو سے خبریں سنی جاسکتی ہیں،تو پھر ٹیلی ویژن سے سننے کا مقصد صرف تلذذ ہی ہوگا؛اس لئے ٹیلی ویژن سے خبریں سننے سے احتراز کرنا چاہئے۔ نیز ٹیلی ویژن رکھنے کا مقصد خبریں سننا نہیں ہوتا،جیسا کہ تجربہ سے ثابت ہے؛ بلکہ اس کا اصل مقصد ناجائز پروگرام ہوتا ہے؛لہٰذا خبریں سننے کے بہانے سے بھی ٹیلی ویژن رکھنا جائز نہیں ہے۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷ر ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۲۷/۲۶۵۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۲/۴/۲۸ھ

کرایے دار ٹی وی چلائیں تو کیا اس کا گناہ مالک مکان پر بھی ہوگا

سوال [۱۱۱۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کے پاس ایک مکان ہے، جو چند کمروں پر مشتمل ہے اور زید نے اپنی رہائشی ضروریات کے علاوہ ایک کمرہ کرایہ پر دے رکھا ہے، جو اس کے معاشی ضروریات کے لئے معاون ثابت ہوتا ہے؛ لیکن وہ کرایہ پر رہنے والا شخص اپنے کمرہ پر ٹی وی چلاتا ہے، جس سے مکان مالک نالاں ہے اور منع کرتا ہے، مگر وہ کرایہ والا شخص یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ ٹی وی چلانا جائز ہے؛ چونکہ وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے مختلف فرقوں کے علماء سے اس کے جواز کے بارے میں سنا ہے؛ لہٰذا حضور والا سے درخواست ہے کہ جواب عنایت فرمائیں، کیا نص وغیرہ سے جائز نہ ہونے کے باوجود کوئی وجہ جواز نکل سکتی ہے؟

المستفتی: عبدالحمید، برولان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹی وی وغیرہ جو اس زمانہ میں دوکان وغیرہ میں چلایا جاتا ہے، وہ امر ممنوع اور ناجائز ہے؛ لیکن اس کا گناہ چلانے والے پر ہوگا عنداللہ آپ ماخوذ نہ ہوں گے، آپ کا بس اس پر نہیں چلتا ہے؛ اس لئے خدا کے یہاں بازپرس اس سے ہوگا۔

إنما تحصل المعصية بفعل فاعل مختار. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، زكريا ۹/ ۵٦۲، كراچي ٦/ ۳۹۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ محرم الحرام ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲٦/ ۱۹۵٦)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصورپوری
۹/ ۱/ ۱۴۱۳ھ

مدارس ومساجد کے پروگرام کی سی ڈی تیار کرنا

سوال [۱۱۱۲۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ مدارس ومساجد یا عام جگہوں پر ہونے والے دینی واصلاحی اجلاس وپروگراموں کی ویڈیوگرافی کرنا سی ڈیز تیار کرنا تعلیم وتربیت مالی امداد فراہمی کے لئے یا شہرت ونا موری کے لئے شرعاً درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: ممتاز احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوقسم کے اجلاس ہوتے ہیں:

(۱) خالص دینی پروگرام جس کا حکومت وسیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے، ایسے پروگرام کی ویڈیوگرافی اور میڈیا کے لوگوں کے ذریعہ سے تصویروں کے ساتھ تشہیر کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے اگر ان اصلاحی پروگراموں کو دوسروں تک پہونچا کر دینی فائدہ مقصود ہو، تو کیسٹوں اور سیڈیوں کے ذریعہ سے یہ کام ہوسکتا ہے، جس میں تصویروں کے لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) قومی اور سیاسی پروگرام جن کا اصل مقصد مسلمانوں کے مطالبات کو حکومت تک پہونچانا ہے اور اس مطالبہ میں مسلمانوں کے اتحاد کو ثابت کرنا ہوتا ہے اور یہ کام میڈیا کے بغیر نہیں ہوتا؛ اس لئے ایسے اجلاس میں میڈیا کو بلا کر پروگرام کا نشر کرنا جائز ہے، جو قومی مفاد کے لئے حکومت تک پہونچانا مقصود ہو، جیسا کہ جمعیۃ علماء ہند کے پروگرام ہوتے ہیں، ان کو میڈیا کے ذریعہ نشر کرنا شرعاً جائز اور درست ہے۔

الضرورات تبيح المحظورات. (الأشباه قديم ١٤٠، زكريا جديد ٢٥١)

ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها. (الأشباه قديم ١٤٠/٥، جديد زكريا ٢٥١، شامي، زكريا ٥٣٣/٩، كراچي ٣٧٠/٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ شعبان المعظم ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۰۷۸۹/۳۹)

مستورات کو بچوں کا پروگرام اسکرین پر دکھانا

سوال [۱۱۱۲۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہماری مسجد میں مدرسہ فرقانیہ تعلیم القرآن کے نام سے ایک مکتب چلتا ہے، جس میں تقریباً ایک ہزار طلبہ وطالبات تعلیم حاصل کررہے ہیں، سال کے آخر میں مکتب کے طلبہ و طالبات کا سالانہ جلسہ منعقد ہوتا ہے، جو مسجد کے گراؤنڈ فلور پر ہوتا ہے اور مسجد کے پہلے منزلہ پر مستورات کو پروگرام میں شرکت کرنے کی اجازت ہوتی ہے، مگر اس میں ہمارے لئے ایک مشکل یہ درپیش ہوتی ہے کہ پروگرام مسجد کے نیچے کے حصہ میں ہونے کی وجہ سے مستورات کو صرف آواز سنائی دیتی ہے؛ لہٰذا مستورات کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو پروگرام پیش کرتا ہوا دیکھ سکیں، تو کیا مسجد کے اوپر کے حصہ میں یا مسجد کے پڑوس کے شادی ہال میں کیمرہ کے ذریعہ مستورات کو LCD یا اسکرین پر اس پروگرام کو دکھایا جا سکتا ہے؟

واضح رہے کہ اس پروگرام کو ریکارڈ یا محفوظ نہیں کیا جائے گا، صرف (Live Teli Cast) کیو ٹیلی کاسٹ کیا جائے گا۔ امید کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسئلہ کا حل تجویز فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

المستفتی: خادمین مدرسہ فرقانیہ تعلیم القرآن، مکہ مسجد مؤمن پورہ، پونہ (مہاراشٹر)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: مسئولہ صورت میں اسکرین وغیرہ نصب کر کے بچوں کے پروگرام کو کیو ٹیلی کاسٹ کرنا جائز نہیں ہے؛ کیونکہ اس میں دینی اور قومی ضرورت نہیں ہے، عورتوں کے لئے اصلاحی تقریروں کی آواز سننا ہی کافی ہے؛ لہٰذا اس کام کے لئے کیمرہ وغیرہ نصب کرنا قطعاً جائز نہیں ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالیٰ: **مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا**. [سورة الحشر رقم الآية: ۷]

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابًا يوم القيامة المصورون.

(صحيح البخاري، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۸ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۳۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۲/۴/۸ھ

بیٹی کے جہیز میں ٹی وی دینا

سوال [۱۱۱۲۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کے جہیز میں اس خیال سے ٹی وی دیا کہ میری بیٹی کے گھر والے حدیث اور دیگر دینی معلومات سے ناواقف ہیں، وہ ٹی وی کے ذریعہ دینی باتوں کو معلوم کر کے اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے، اب اگر لڑکی کے گھر والے دینی معلومات حاصل کرنے کے بجائے فحش پروگرام دیکھتے ہیں، تو کیا اس صورت میں جہیز میں ٹی وی دینے کی وجہ سے دینے والے پر شرعًا کوئی مواخذہ ہوگا، اگر مواخذہ ہو تو جہیز میں ٹی وی دینے والے کے گناہ سے بچنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے، آیا واپس لے لی جائے یا کوئی اور صورت ہوسکتی ہے، دور حاضر میں ٹی وی رکھنا شرعًا کیسا ہے؟ کیونکہ گھر میں ہر مزاج کے آدمی ہوتے ہیں اور اس میں ہر طرح کے پروگرام دیکھے جاتے ہیں۔

المستفتی: حاجی محمد زاہد، پی اے سی، مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس نیت سے بیٹی کو ٹی وی دینا کہ بیٹی کے سسرال والے ٹی وی کے ذریعہ دینی معلومات حاصل کریں گے غلط اور فاسد خیال ہے؛ اس لئے کہ کوئی ایسی ٹی وی نہیں ہوتی ہے، جس میں صرف دینی معلومات ہوتی ہوں اور کسی قسم کے

منکرات نہ ہوتے ہوں، بغیر منکرات کے کوئی بھی ٹی وی نہیں ہوتی؛ بلکہ ٹی وی دے کر کے بیٹی کے گھر والوں کو منکرات فاحشات کا نظارہ دیکھنے کے لئے مزید قوت پہونچانا ہے، جہیز میں ٹی وی دینے والے کے گناہ سے بچنے کی یہی صورت ہے کہ جہیز میں ٹی وی ہی نہ دی جائے۔ دور حاضر میں ٹی وی رکھنا بیوی، بچے اور گھر والوں کو بے حیا بنانا اور ان کے اخلاق بگاڑ کر ان کو دین سے دور کرنے کے مترادف ہے۔

قال اللّٰہ وتعالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَاهُزُوًا أُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُهِيْنٌ. [لقمان:٦]

وكره كل لهو، وتحته في الشامية: واستماعه كالرقص، والسخرية، والتصفيق، وضرب الأوتار من الطنبور، والبربط، والرباب، والقانون، والزمار، والصنج، والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زيّ الكفار، واستماع ضرب الدف، والمزمار وغير ذلك حرام. (شامي، كتاب الحظر الإباحة، فصل في البيع، كراچي ٦/٣٩٥، زكريا٩/٥٦٦) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵؍ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۳۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۴/۱۱/۲۵ھ

تصویر سے متعلق مختلف مسائل کا حل

سوال [۱۱۱۲۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) تقریبات میں فوٹو ویڈیو کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟

(۲) فوٹو ویڈیو استعمال کرنے والا اٹھانے والا مصورین کی وعید میں شامل ہے یا نہیں؟

(۳) فوٹو ویڈیو میں جو اجنبی مرد عورتیں ہیں، ان کو دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۴) جن مجالس میں فوٹو ویڈیو کا استعمال ہو، تو وہاں شریعت کو قائم کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا ہے؟

(۵) مجبوراً فوٹو ویڈیو جائز ہونے کی مقدار کیا ہے؟

المستفتی: مولوی مختار اللہ، جماعۃ العلماء کرور، تمل ناڈو

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: تصویر سازی اور ویڈیو گرافی کی شرعاً دو حیثیتیں ہیں:

اول: یہ کہ بلا ضرورت صرف نمائش کے لئے فوٹو گرافی وتصویر سازی کی جائے، یہ جائز نہیں ہے، اور ایسا کرنے والا حدیث پاک ’’ **إن أشد الناس عذابًا یوم القیامة المصورون** ‘‘. (صحیح البخاري، باب عذاب المصورین یوم القیامة، النسخة الهندیة ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰) کی وعید میں داخل ہے۔

دوم: یہ کہ ضروت کی وجہ سے ویڈیو گرافی یا تصویر سازی کرائی جائے، تو ایسی صورت میں فی نفسہ تصویر سازی وغیرہ ناجائز ہونے کے باوجود اس کی اجازت ہوگی، جیسے پاسپورٹ، ایڈنٹی کارڈ اور داخلہ فارم میں لگانے کے لئے فوٹو کھینچوانا جائز ہے، اسی طرح اگر اسلام اور مسلمانوں کیخلاف غیروں کی طرف سے کوئی سازش ہورہی ہو اور مسلمان اس کے خلاف اجتماعی طور پر احتجاجی پروگرام کررہے ہوں اور احتجاج کی تشہیر کے بغیر مسلم دشمن طاقتوں پر وہ زیادہ مؤثر نہ ہوسکتا ہو، تو ایسے حالات میں اس احتجاجی پروگرام کی تشہیر کے لئے ویڈیو گرافی کی اجازت ہوگی؛ کیونکہ اس میں ضرورت ہے۔ (مستفاد: ایضاح المسالک ۱۳۴)

اور یہاں مقصد فوٹو گرافی نہیں؛ بلکہ مسلمانوں کی باتوں کو باوزن بنانا ہے اور دینی اصلاحی پروگراموں میں تصویر سازی ویڈیو رکارڈنگ اور لائیو ٹیلی کاسٹ وغیرہ کو ہم جائز نہیں سمجھتے؛ لہٰذا ایسے پروگرام میں ان چیزوں سے باز رہنا چاہئے اور ضرورت کی غرض سے بنائی گئی ویڈیو اور تصویر کو دیکھنا صنف مخالف کے لئے شہوت کا خوف نہ ہونے کے وقت اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ تصاویر میں ستر پوشی کا اہتمام ہو۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۸ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/ ۱۰۳۴۸)	۱۴۳۲/۴/۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذي حرم الفواحش ماظهر منها وما بطن، والصلاة والسلام على شمس الهداية محمد وآله وصحبه وسلم تسليما أما بعد!

ٹی وی اور ٹیلی ویژن کے گمراہ کن آثار

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہوں گے، جو کھیل تماشا اور فحش وعریانیت کی چیزیں خرید کر ہزاروں کو گمراہی کا شکار بنادیں گے،اور ٹی وی اور ٹیلی ویژن،کھیل تماشا،عریانیت وبے حیائی اور حیاسوز پروگراموں کا سنگم ہوتا ہے،اس کے ذریعہ سے دنیا میں ہزاروں انسان فحاشی وآوارگی کا شکار بنتے جارہے ہیں،ایسوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک اور ذلت آمیز عذاب کی وعید کا اعلان فرمایا ہے، سورۂ لقمان کی آیت ملاحظہ فرمائیے:

قال اللہ تعالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. [لقمان:٦]

اور بعض لوگ وہ ہیں جو کھیل تماشا کی چیزوں کو خریدتے ہیں تاکہ بے سمجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کردیں اور ان چیزوں کو لوگوں کے لئے ہنسی مذاق کا سامان ٹھہرائیں،ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ سورۂ نور میں ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے،جو مسلمانوں اور ایمان والوں میں فاحشات اور برائیاں پھیلائیں گے؛ چنانچہ آج گھر گھر ٹی وی اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے فحاشی پھیلائی جارہی ہے۔آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیے!

قال اللہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ. [النور:١٩]

بے شک ایسے لوگ جو یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بدکاریاں پھیلتی جائیں، ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔

اور ایک جگہ سورۂ اعراف میں اللہ کا ارشاد ہے کہ اللہ پاک نے اندرونی اور بیرونی تمام فاحش اور حیا سوز کاموں کو حرام کردیا ہے اور معصیت اور بدکاری کے کاموں کی حرمت کا اعلان فرمادیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْی . [الاعراف:۳۳]

اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے ظاہری و باطنی ہر قسم کے فواحش اور گناہ کبیرہ اور زنا کو حرام کردیا ہے۔

اور ایک جگہ سورۂ انعام میں فرمایا: اندرونی اور بیرونی ہر طرح کے فحش اور حیا سوز کاموں سے دور رہا کرو، ایسے کاموں کے قریب تک مت ہو، اور ٹی وی اور ٹیلی ویژن انسان کے ظاہر کو بھی برباد کردیتے ہیں اور اندرونی اخلاق کو بھی ناس کردیتے ہیں۔

آیت کریمہ ملاحظہ فرمایئے:

وَلَا تَقْرَبُوْا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ . [انعام:۱۵۱]

اور تم ظاہری و باطنی ہر قسم کی برائی اور فحش پروگراموں کے قریب تک مت جاؤ۔

عکس اور سایہ: عکس اور سایہ کی حقیقت یہ ہے کہ جس چیز کا عکس نظر آتا ہے، وہ اتنی دیر کے لئے نظر آئے گا، جب تک اصل شئ عکس کے سامنے موجود ہو یا عکس کے ساتھ اصل شئ کا کنکشن اور رابطہ باقی ہو، اسی طرح کسی شئ کا سایہ اس کو کہا جاتا ہے کہ جس شئ کا سایہ ہوتا ہے، وہ شئ جب تک قائم ہو، اس وقت تک سایہ باقی رہتا ہے اور جب اصل شئ اپنی جگہ سے ہٹ جائے، تو سایہ بھی ساتھ ساتھ ہٹ جاتا ہے؛ لہٰذا سایہ اور عکس یہ ایک الگ شئ ہے، اور تصویر اس سے جداگانہ ایک دوسری شئ ہے؛ اس لئے تصویر اور عکس اور سایہ

کو ایک ہی حقیقت میں گردانناان امور کی حقیقت پر ناواقفیت کی دلیل ہے، جو لوگ ان چیزوں کو ایک ہی حقیقت شمار کرتے ہیں، وہ ان چیزوں کے متعلق غور کرنے میں کامیابی حاصل نہیں کرسکیں گے، خلط مبحث کے شکار بن جائیں گے، اس بات کو مزید واضح کرنے کے لئے امور خارجیہ کے ذریعہ سے اس طرح غور کیا جاسکتا ہے کہ فوٹو اور تصویر کسی دیوار پر یا کسی لکڑی پر یا کسی کاغذ پر یا اسی طرح کسی اور شئ پر متصل ہوتی ہے اور اس شئ کے ساتھ علیٰ صفۃ الدوام باقی رہتی ہے اور جب تک کسی عمل کے ذریعہ سے یا اس کے زائل کرنے والے اشیاء کے ذریعہ سے مٹائی نہ جائے گی، اس وقت تک مٹتی نہیں، وہ اپنی جگہ موصوف کے ساتھ متصف ہوکر قائم رہتی ہے اور عکس کا حال یہ ہے مثلاً آپ شیشہ کے سامنے کھڑے ہوجایئے تو آپ کا عکس شیشے میں نظر آئے گا صرف اس وقت تک نظر آئے گا جب تک آپ شیشے کے سامنے رہیں گے اور جب آپ شیشے کے سامنے سے ہٹ جائیں گے ساتھ ساتھ عکس بھی ختم ہوجائے گا؛ لہٰذا شیشے میں جو شئ آپ کی صورت وشکل کے ساتھ نظر آرہی ہے، وہ آپ کی تصویر نہیں ہے؛ بلکہ آپ کا عکس ہے، اسی طرح جب صاف شفاف پانی کے حوض یا تالاب کے کنارے پر آپ کھڑے ہوجاتے ہیں، تو آپ کی پوری شکل وصورت اس پانی میں نظر آتی ہے، مگر اس وقت تک کے لئے نظر آتی ہے، جب تک آپ حوض یا تالاب کے کنارے پر کھڑے رہیں گے یا بلب وغیرہ کسی اور شئ کی روشنی میں کھڑے ہوتے ہیں، تو روشنی کی مخالف جانب میں آپ کا سایہ ہوتا ہے، یہ سایہ آپ کی تصویر نہیں ہے؛ بلکہ غیر مستقر سایہ ہے، جو آپ کی نقل وحرکت کے ساتھ ساتھ اپنی جگہ چھوڑ دیتا ہے، جیسا کہ اس کی وضاحت آگے درمختار اور شامی کی عبارت سے بخوبی ہوسکتی ہے اور درمختار اور شامی میں شیشہ اور پانی میں عکس دیکھنے سے متعلق مستقل بحث کی گئی ہے۔

اصل شئ اور عکس کا شرعی فرق : حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر شیشہ میں دیکھا جائے، اسی طرح پانی میں دیکھا جائے تو شرعی طور پر حلت وحرمت کا حکم لگ جاتا ہے،

مثلاً کوئی عورت شیشہ کی ایک طرف ہو اور آپ شیشہ کی دوسری جانب میں ہوں یعنی آپ اور عورت کے بیچ میں شیشہ حائل ہو، اور آپ دوسری جانب سے عورت کی شرمگاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھ لیں، تو حرمت مصاہرت کا ثبوت ہوجائے گا، اسی طرح عورت اگر پانی کے اندر ننگی بیٹھی ہوئی ہے اور کسی اجنبی مرد نے پانی کے باہر سے اس کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھ لیا ہے، تو حرمت مصاہرت کا ثبوت ہوجائے گا، تو اس مسئلے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر کسی عورت کی شرمگاہ کو شیشہ کے چشمہ سے دیکھا جائے یا شیش محل کے اندر عورت ننگی بیٹھی ہوئی ہے اور باہر سے مرد نے اس کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھ لیا ہے، تو حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی، اسی طرح تالاب یا حوض میں ننگی نہا رہی ہے اور باہر سے کسی مرد نے اس کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھ لیا ہے، تو حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی۔ حضرات فقہاء نے اس مسئلہ کو اس قسم کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

وعلی هذا فالتحريم به من وراء الزجاج بناء علی نفوذ البصر منه فيری نفس المرئي بخلاف المرآة ومن الماء. (شامي، زكريا ديوبند ٤/ ١١٠، كراچي ٣/ ٣٤)

اور اسی اصول پر شیشے کے پیچھے سے دیکھنے کی حرمت کا مسئلہ ہے، اس بنیاد پر کہ شیشے کے پیچھے سے دیکھنے سے نگاہ کا نفوذ اور نظر براہ راست ہوتی ہے؛ لہٰذا اس سے عین شیٔ کا دیکھنا ثابت ہوجاتا ہے، برخلاف آئینہ اور پانی میں عکس دیکھنے کے۔

شیشہ اور پانی میں عکس دیکھنا: اگر عورت کا عکس شیشہ میں نظر آجائے، اسی طرح عورت پانی سے باہر ہو اور وہ حوض یا تالاب کے کنارے پر کھڑی ہو اور حوض یا تالاب کے پانی میں اس کی شرمگاہ کا عکس نظر آجائے، تو اس کو شہوت سے دیکھنے کی وجہ سے حرمت مصاہرت کا حکم ثابت نہ ہوگا؛ اس لئے کہ اس میں عین عورت کو نہیں دیکھا گیا؛ بلکہ اس کا عکس دیکھا گیا اور عکس کا حکم شرعی طور پر وہ نہیں ہوتا، جو عین شیٔ کا ہوتا ہے جیسا کہ اس مسئلہ سے واضح ہو رہا ہے، مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھا جائے کہ عین عورت کو دیکھنا جائز نہیں

اوراس کے عکس کو دیکھنا جائز ہے؛ بلکہ عکس کو دیکھ کر تلذذ حاصل کرنے سے آنکھ اور نگاہ کا زنا اوراس کا گناہ بھی ضرور ہوگا اور ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ میں جو باضابطہ طور پر ایسی گفتگو ہوتی ہے، جیسے آمنے سامنے کھڑے ہوکر گفتگو کی جاتی ہے۔

تو سوال یہ ہے کہ ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کے اندر جونظر آرہا ہے، وہ عین شئ ہے یا اس کا عکس ہے، تو ظاہر بات ہے کہ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ عین شئ ہے اور عین انسان ہے؛ بلکہ انسان کا عکس نظر آرہا ہے، جیسا کہ شیشہ کے پاس کھڑے ہونے سے انسان کا عکس نظر آتا ہے اور صاف شفاف حوض اور تالاب کے کنارے پر کھڑے ہونے سے اس کے پانی میں انسان کا پورا عکس اور شکل وصورت نظر آتی ہے، مگر شیشہ کے اندر یا پانی کے اندر حقیقی انسان نہیں ہوتا ہے؛ بلکہ انسان کا ایسا عکس ہوتا ہے کہ جب تک انسان شیشہ یا پانی کے سامنے کھڑا رہے گا، اس وقت تک نظر آئے گا اور جب شیشہ یا پانی کے سامنے سے ہٹ جائے گا، تو عکس بھی ساتھ ساتھ ہٹ جائے گا اور عکس کی شکل میں شکل وصورت کا دیکھنا اور بغیر عکس کے انسان کی اصل شکل وصورت کا دیکھنا دونوں میں بہت بڑا فرق ہے اور دونوں کا شرعی حکم بھی الگ الگ ہے اوراسی پر حرمت مصاہرت کے مسئلہ کا مدار بھی ہے۔ عمدۃ الفقہاء حضرت علامہ علاؤ الدین حصکفیؒ نے اس مسئلہ کواس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

لاتحرم المنظور إلی فرجها الداخل إذا رآه من مرآة أوماء؛ لأن المرئي مثاله بالانعكاس لا هو. (در مختار مع الشامي، كراچي ٣/٣٤، زكريا ٤/١٠٩)

عورت کے فرج داخل کو جب آئینہ کے عکس میں دیکھا جائے یا صاف شفاف پانی میں فرج داخل کا عکس دیکھا جائے، تو حرمت مصاہرت کا ثبوت نہیں ہوگا؛ اس لئے کہ شیشہ اور پانی میں جو مثالی چیز دیکھی جارہی ہے، وہ عورت کے فرج داخل کا عکس ہے عین فرج داخل نہیں ہے۔

عکس اور تصویر کا ایک اور شرعی فرق

عکس اور تصویر کے درمیان ایک شرعی فرق یہ بھی ہے کہ تصویر کشی کرنا حدیث تصویر کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے؛ لیکن کسی شئ کا عکس نظر آجانا اور عکس کے وجود میں آنے کا انتظام کرنا اور عکس کے وجود میں آنے کا سبب بننا ناجائز اور حرام نہیں ہے، اس گناہ میں دونوں کا حکم برابر ہے؛ لیکن اگر کسی مرد کا عکس لیا جائے، تو ناجائز نہیں ہے، مثلاً بالقصد کسی مرد کو کسی جگہ شیشہ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے، تو اس کا عکس صاف طور پر شیشہ میں نظر آئے گا اس کی نقل وحرکت سب کچھ نظر آئے گی اور اس کو یوں بھی سمجھو کہ نائی کی دوکان پر چاروں طرف شیشہ لگا ہوا ہے، جب تم نائی کی دوکان میں داخل ہو جاؤ گے، تو تمہاری چار طرف سے چار صورتیں نظر آئیں گی، یہ سب تمہاری ذات کا عکس ہے تصویر نہیں ہے اور نہ ہی دنیا اس کو تصویر کہتی ہے اور نہ ہی ان شیشوں کے اندر تمہارا عکس آنے کی بناء پر وہ نائی گناہ گار ہوگا، جس نے شیشہ لگایا ہے؛ لیکن اس کے برخلاف کوئی شخص تمہاری بلا ضرورت کیمرے سے تصویر لیتا ہے، تو یہ ناجائز ہوگا، اسی طرح ویڈیو کیمرے میں پہلے سے وہ سارا انتظام موجود ہے اور اس کا بٹن پہلے سے دبا ہوا ہے، اب اس کے بعد اس کیمرے کے سامنے کوئی بھی پہونچ جائے، تو اس کی نقل وحرکت کا عکس اس کیمرے میں پہونچ جائے گا؛ حالانکہ وہ تصویر کشی نہیں کر رہا ہے، تو اس طرح کیمرے میں تمہارے عکس کا پہونچ جانا حرمت کا باعث نہ ہوگا، یہ نفس تصویر اور نفس عکس کے درمیا فرق کی ایک شکل پیش کی جارہی ہے۔ اس کے مدمقابل عورت کی تصویر اور عورت کے عکس کا مسئلہ ہے کہ جس طرح مرد کی تصویر کشی کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح عورت کی تصویر کشی بھی جائز نہیں ہے؛ لیکن مرد کے عکس کا منظر عام پر آجانا جائز ہے اور عورت کی شکل وصورت کا منظر عام پر آنا جائز نہیں ہے، حتی کہ نائی کی دوکان میں عورت کے لئے چہرہ اور مرکز زینت کو کھول کر داخل ہونا اور اس میں بیٹھ جانا مردوں کی موجودگی میں جائز نہ ہوگا،

جس کے ہر چہار جانب اس کی صورت وشکل کا عکس نظر آرہا ہوگا؛ کیونکہ اجنبی مرد چاروں طرف کے شیشے میں اس کی صورت وشکل کا عکس دیکھ کر قطعی طور پر تلذذ حاصل کرے گا، تو حاصل یہ نکلا کہ درمختار اور شامی کی عبارت کے پیش نظر عورت کے اعضاء کے اصل دیکھنے اور پانی اور شیشہ میں عکس دیکھنے میں حرمت مصاہرت کے باب میں فرق ہے کہ اصل دیکھنے سے حرمت کا ثبوت ہوجاتا ہے اور عکس دیکھنے سے حرمت کا ثبوت نہ ہوگا، تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اصل دیکھنا ناجائز ہو اور عکس کا دیکھنا جائز ہو؛ بلکہ اگر عکس دیکھنے سے تلذذ حاصل ہوتا ہو، تو اس کا دیکھنا بھی ناجائز اور حرام ہوگا؛ اگر چہ اس کے دیکھنے سے حرمت مصاہرت کا ثبوت نہ ہوتا ہو، اور بنص حدیث عکس دیکھ کر تلذذ حاصل ہونے سے نگاہ کا زنا اور بدکاری شمار ہوگی، تو اسی طرح ٹیلی ویژن میں عورتوں کی شکل وصورت نقل وحرکت جو نظر آتی ہے، اگر چہ وہ تصویر نہیں ہے، اور تصویر کشی کا حکم ثابت نہیں ہوتا ہے؛ لیکن اس میں نظر آنے والی عورتوں کی شکل وصورت کا عکس دیکھنا بھی ناجائز اور حرام ہوگا اور مزید مرد وعورت کے اختلاط اور حیا سوز اور فحش عکس کا دیکھنا دیکھنے والوں میں زبردست ہیجان پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے؛ اسلئے ٹیلی ویژن میں اس طرح تمام حیا سوز پروگراموں کا دیکھنا قطعی طور پر ناجائز اور حرام ہے حتی کہ مردوں کے بغیر صرف عورتوں کی شکل وصورت کا عکس دیکھنا بھی ناجائز اور حرام ہوگا اور بخاری ومسلم کی روایت میں آنکھوں اور نگاہوں کا زنا بھی ثابت کیا گیا ہے، اور آنکھوں اور نگاہوں کا زنا کیسا ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ بغیر تلذذ کے نگاہوں کے زنا کا ثبوت نہیں ہوسکتا اور جب عکس دیکھ کر تلذذ حاصل ہوتا ہے، تو عکس کا دیکھنا بھی نگاہوں کا زنا ہوگا؛ لہٰذا ٹی وی اور ٹیلی ویژن میں بھی عورتوں کا عکس دیکھنا جائز نہ ہوگا۔

عکس کی بھی تصویر لی جاسکتی ہے: یہاں ساتھ میں یہ بات بھی ثابت کرتے چلیں کہ درمختار کی عبارت سے اصل اور عکس کے درمیان فرق بیان کیا گیا تھا اور ابھی اوپر یہ بیان کیا گیا کہ اصل کی تصویر لینا جائز نہیں اور عکس لینا جائز ہے؛ لیکن ساتھ

ساتھ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ جس طرح اصل کی تصویر کشی ہوسکتی ہے، اسی طرح عکس کی بھی تصویر کشی ہوسکتی ہے، مثال کے طور پر نائی کی دوکان میں چاروں طرف شیشہ لگا ہوا ہے اور چاروں طرف عکس نظر آرہا ہے۔اب اگر کوئی فوٹو گرافر آپ کی اصل سے نہیں؛ بلکہ عکس سے تصویر کھینچنا چاہے،تو لے سکتا ہے،تو اس طرح بھی بلاضرورت تصویر کشی حدیث تصویر کے دائرے میں داخل ہوکر ناجائز اور حرام ہوگی؛ کیونکہ کیمرے کی تصویر جس طرح اصل سے لی جاسکتی ہے، اسی طرح عکس سے بھی لی جاسکتی ہے، اور دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔

تصویر اور عکس کا ایک دوسرا فرق

تصویر اور عکس کی حقیقت ماقبل کی سرخیوں اور عنوانات کے ذریعہ سے آپ کے سامنے آگئی اور اس کا فرق بھی آپ کے سامنے آگیا ہے؛ لیکن تصویر اور عکس کے درمیان ایک باریک اور کیمیائی فرق بھی ہے، وہ یہ کہ تصویر کے اپنے وجود میں آنے میں کسی انسان کے عمل کا دخل لازم ہے، اگر انسان بالقصد تصویر کے وجود میں آنے کے لئے کوئی عمل نہیں کرتا ہے، تو وہ تصویر اپنے وجود میں نہیں آسکتی ہے، مگر عکس اور سایہ کے اپنے وجود میں آنے میں بالقصد اور بالارادہ کسی انسان کے عمل کا دخل نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ سایہ اور عکس انسان کے علاوہ دیگر حیوانات، جمادات اور نباتات کے بھی ہوتے ہیں کہ شیشہ اور پانی میں انسانی عمل کے بغیر درخت اور جانوروں کا عکس نظر آجاتا ہے اور ان عکسوں کے نظر آنے میں خود ان اشیاء کا دخل نہیں ہوتا ہے، درخت کے سایہ اور عکس کے وجود میں آنے میں نہ انسان کے عمل کا دخل ہے اور نہ خود درخت کے دخل ہے، مگر اس کے برخلاف تصویروں اور مجسموں کے وجود میں آنے میں بالقصد انسان کے عمل کا دخل لازم ہے، عمل انسان کے بغیر تصویر اپنے وجود میں نہیں آسکتی تو معلوم ہوا کہ تصویر کا وجود اختیاری ہوتا ہے کہ بالفعل انسانی عمل سے اس کا وجود ہوتا ہے اور عکس اور سایہ کا وجود اضطراری ہوتا ہے کہ

ان کے وجود میں آنے میں بالقصد انسان کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

ٹیلی ویژن کے ڈبہ میں نظر آنے والی چیزیں تصویر ہیں یا عکس؟

اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ تصویر اور عکس کے درمیان ٹکنالوجی فرق ہے، دونوں بالکل الگ الگ جداگانہ دوشیٔ ہیں۔اب سوال پیدا یہ ہوتا ہے کہ ٹیلی ویژن اور ٹی وی کے ڈبے میں جوشیٔ نقل وحرکت کرتی ہوئی نظر آتی ہے، وہ تصویر ہے یا عکس......؟ ظاہر بات ہے کہ تصویر اور عکس کی حقیقت پر واقف کار لوگ یہی کہیں گے کہ ٹیلی ویژن اور ٹی وی کے ڈبہ میں نظر آنے والی اشیاء چاہے وہ از قبیلۂ انسان مرد وعورت کی شکلیں ہوں یا جانوروں اور جمادات کی شکلوں میں ہوں، وہ اصل شیٔ کی تصویر نہیں ہوتی ہیں؛ بلکہ اصل شیٔ کا عکس اور سایہ ہوتا ہے؛ اس لئے ان ڈبوں میں علیٰ سبیل الدوام اور استقرار وہ شکلیں نظر نہیں آتی ہیں، اگر تصویر ہوتیں تو علی سبیل الدوام اور استقرار ان ڈبوں میں موجود رہتیں؛ لہٰذا ان کو تصویر کہنا درست نہیں ہوگا؛ بلکہ اصل شیٔ کا عکس کہنا لازم ہوگا۔

حضرات علماء نے اسکو اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

أما الصورة التي ليس لها ثبات واستقرار وليست منقوشة على شئ بصفة دائمة، فإنها بالظل أشبه منها بالصورة ويبدو أن صورة التلفزيون والفيديو لا تستقر على شئ في مرحلة من المراحل إلا إذا كان في صورة ’’فيلم‘‘ فإن كانت صور الإنسان حية بحيث تبدو على الشاشة في نفس الوقت الذي يظهر فيه الإنسان أمام الكيمرا، فإن الصورة لا تستقر على الكيمرا ولا على الشاشة وإنما هي أجزاء كهربائية تنتقل من الكيمرا إلى الشاشة وتظهر عليها بترتيبها الأصلي ثم تفنى وتزول. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان،التلفزيون،اشرفية ديوبند ٤/ ١٦٤)

بہر حال وہ تصویر جس کے لئے دوام اور استقرار نہ ہو اور کسی شئ کے اوپر دوام کی صفت کے ساتھ متصف اور منقوش نہ ہو، تو بیشک وہ صورتیں تصویر کے مقابلہ میں عکس اور سایہ کے زیادہ مشابہ ہیں اور اس طور پر ظاہر ہوتی ہیں کہ ٹیلی ویژن اور ویڈیو میں وہ تصویریں کسی شئ کے اوپر کسی بھی درجہ میں مستقر اور ثبات کیساتھ متصف ہو کر ظاہر نہیں ہوتی ہیں الا یہ کہ ننگے ٹوو ریل والے فلم کی شکل میں مستقر ہوتی ہوں، پس بیشک زندہ انسان کی صورتیں ٹیلی ویژن کے ڈبے کے شیشے پر صرف اس وقت ظاہر ہوتی ہیں کہ جس وقت کیمرے کے سامنے انسان ظہور پذیر ہوتا ہے؛ کیونکہ بیشک وہ تصویریں کیمرے پر ثابت اور مستقر نہیں ہوتی ہیں اور نہ ہی ٹیلی ویژن کے شیشہ کے اوپر قائم رہتی ہیں اور یقیناً وہ ایسے برقی اجزاء ہوتے ہیں جو کیمرے سے منتقل ہو کر ٹیلی ویژن کے شیشے پر پہونچتے ہیں اور اسی پر اپنے اصلی ترتیب کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں، پھر اس کے بعد ظاہر ہوتے ہوتے فنا ہوتے رہتے ہیں اور زائل ہوتے رہتے ہیں۔

ٹی وی اسٹیشن پر تقریر :اوپر کی تفصیلات سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ٹی وی اور ٹیلی ویژن میں انسان اور دیگر اشیاء کی جو شکلیں اور نقل وحرکت نظر آتی ہیں، وہ تصویر نہیں ہیں؛ بلکہ عین شئ کا عکس ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ٹی وی اسٹیشن پر تقریر کر رہا ہے یا جہاں ویڈیو کیمرا لگا ہوا ہے، اس میں بیٹھ کر پورے مجمع میں تقریر کر رہا ہے یا قاری قرآن پڑھ رہا ہے، اور ویڈیو کیمرا سامنے لگا ہوا ہے اور براہ راست خطیب کی تقریر اور قاری کی قرأت اور اس کی تصویر ٹی وی اسکرین پر دکھائی جا رہی ہے اور درمیان میں فلم اور ریکارڈنگ کا کوئی واسطہ نہیں ہے، براہ راست دکھائی دے رہی ہے، تو ایسی صورت میں دکھائی دینے والی شکل وصورت کو تصویر کہا جائے گا یا نہیں ......؟ تو اوپر کے دلائل اور تفصیلات سے واضح ہو چکا ہے کہ براہ راست دکھائی دینے والی شکلیں تصویر نہیں ہیں؛ بلکہ اصل شئ اپنی جگہ موجود ہے، اس کا عکس ویڈیو کیمرے کے ذریعہ سے براہ راست ٹی وی اور ٹیلی ویژن کے ڈبے میں نظر آ رہا ہے، اور جب تک خطیب تقریر کرتا رہے گا، یا قاری قرأت کرتا رہے گا نظر

آتا رہے گا اور جب وہاں سے ہٹ جائے گا ساتھ ساتھ عکس بھی ختم ہو جائے گا اور جو عکس ٹی وی اور ٹیلی ویژن کے ڈبہ میں نظر آرہا ہے، وہ وہاں سے ختم ہو جائے گا دوبارہ قطعاً نظر نہیں آئے گا؛ اس لئے جو لوگ ٹی وی اسٹیشن میں پروگرام کے وقت ٹیلی ویژن میں دکھائی دینے والی شکلوں کو تصویر کہتے ہیں، ان کو اس بارے میں نظر ثانی کرنیکی ضرورت ہے؛ اس لئے کہ وہ تصویر ہی نہیں ہیں اور تصویر کی تعریف اس پر صادق نہیں آتی؛ بلکہ عکس اور سایہ کی تعریف اس پر صادق آتی ہے، جیسا کہ ماقبل کی تفصیلات سے واضح ہو چکا ہے۔

خطیب کی تقریر کی ویڈیو کیسٹ

اگر ویڈیو اسٹیشن میں خطیب تقریر کرہا ہے یا کوئی دوسرا پروگرام چل رہا ہے، اس کو ویڈیو کیسٹ میں محفوظ کر لیا جائے، پھر اس کے بعد جب پروگرام ختم ہو جائے، تو اسی جگہ یا دوسری جگہ ویڈیو کیسٹ میں محفوظ شدہ پروگرام بعد میں دکھایا جائے، تو اس کا کیا حکم ہے؟ جبکہ پورے پروگرام کی فلم اور ریکارڈنگ بن چکی ہے، جب چاہے وہ پروگرام دوبارہ دکھایا جا سکتا ہے، تو ایسی صورت میں ویڈیو کیسٹ میں محفوظ کیا ہوا پروگرام جو بظاہر علی صفۃ الدوام اور استقرار ہے، ان کو تصویر کے دائرے میں تسلیم کیا جائے یا نہیں؟ تو غور طلب بات یہ ہے کہ ویڈیو کیسٹ میں پروگرام کے وقت ریلوں کے ذریعہ سے جو ذرات اسی ترتیب کیساتھ چھوڑ دیئے گئے ہیں، جس ترتیب سے ویڈیو اسٹیشن میں پروگرام ہوا تھا، پھر جب چاہے اسی کا ایک منظر اور وہاں کی تصویریں اور شکلیں ٹی وی کے ذریعہ سے دیکھی جا سکتی ہیں، تو اب یہاں اس کی ٹکنالوجی پر توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ تصویر کو علی سبیل الدوام اور استقرار کے ساتھ ساتھ انسان دیکھ سکتا ہو، جب چاہے تصویر کے آلات کے ذریعہ سے اس کا فوٹو لیا جا سکتا ہو، اسے تصویر کہا جاتا ہے؛ لیکن یہاں ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ویڈیو کیسٹ کے ذریعہ سے پروگرام کے جو ذرات محفوظ کر لئے گئے ہیں، ان کو خوردبین سے بھی دیکھا نہیں جا سکتا چہ جائے کہ

فوٹو گرافر مشین کے ذریعہ سے ان کا نگیٹیو لیا جائے، یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ ویڈیو کیسٹ کے ذرات میں جو صورت اور شکلیں محفوظ ہیں، وہ دوسری چیز میں منتقل ہو جائیں نہ ان کا فوٹو کے لئے نگیٹیو لیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان ذرات کو خورد بین کے ذریعہ سے دیکھا جاسکتا ہے؛ لہٰذا ویڈیو کیسٹ میں محفوظ کردہ ذرات اور شعاعوں کو بھی تصویر کہنا نہایت مشکل ہے، ویڈیو کیمرے اور ٹیلی ویژن کے ٹکنالوجی سے واقفیت رکھنے والے لوگوں سے معلوم ہوا کہ ویڈیو کیسٹ میں ریلوں کے ذریعہ سے جو ذرات محفوظ ہو جاتے ہیں، ان کا نگیٹیو نہیں لیا جاسکتا اور نہ ہی ان کو آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے، حتی کہ خورد بین سے بھی نظر نہیں آسکتے، جب صورت حال یہی ہے، تو ان کو بھی تصویر نہیں کہا جاسکتا؛ اس لئے ٹی وی اسٹیشن پر کوئی جائز اور صحیح پروگرام پیش کیا جائے اور پھر دوسری جگہوں میں ٹی وی چینلوں کے ذریعہ سے ٹیلی ویژن اور ٹی وی کے ڈبے میں وہ پروگرام دیکھا جائے، تو فی نفسہ جائز ہوگا، گہرائی میں پہونچنے کے بعد ان کے عدم جواز کی بات سمجھ میں نہیں آتی؛ بلکہ مجبوراً ان کو جائز ہی کہنا پڑے گا؛ اس لئے فی نفسہ جائز پروگرام جو ٹیلی ویژن میں آئے اسے جائز کہا جائے گا اور جو ناجائز پروگرام آئے اسے ناجائز کہا جائے گا۔

دوسری طرف یہ بات بھی ہم سب کے سامنے ہے کہ جن ٹی وی اور ٹیلی ویژن کے ڈبوں میں جائز پروگرام آسکتا ہے، ان میں اکثر وبیشتر دنیا بھر کے فاحشات اور برائیوں کا پروگرام آتا رہتا ہے، تو یہ بہت ممکن ہے کہ جائز پروگرام دیکھتے دیکھتے ناجائز پروگرام بھی دیکھنے لگیں؛ اس لئے سد ذرائع کے طور پر عام ٹیلی ویژنوں میں جائز پروگرام کو بھی ممنوع قرار دیا جانا چاہئے۔

ویڈیو سی ڈی: ویڈیو کیسٹ میں ریل ہوتی ہے اور سی ڈی میں ریل بھی نہیں ہوتی، وہ تو ایک عجیب وغریب انداز کی چیز ہے کہ دیکھنے میں کچھ نہیں ہے کہ جب سی ڈی میں ویڈیو پروگرام یا کوئی اور پروگرام کمپیوٹر وغیرہ کے ذریعہ سے یا انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بھر لیا جائے،

تو اس میں کچھ بھی پتہ نہیں چلتا ہے، جب سی ڈی کی پلیٹ کو کمپیوٹر کی سی ڈی کی جگہ پر رکھ دیا جائے یا ٹیلی ویژن کی سی ڈی کی جگہ پر رکھ دیا جائے، تو اس میں بھرے ہوئے تمام پروگرام اسی ترتیب سے نظر آتے ہیں، جس ترتیب سے اس میں بھرے گئے تھے، دنیا بھر کا تماشا بھی نظر آتا ہے، جو اس میں بھر لیا گیا تھا، اور قرآن شریف کی قرأت، قاری کی تصویر کے ساتھ دیکھی جاسکتی ہے؛ جبکہ اس میں بھر لیا گیا ہو، آج کل ائمہ حرمین کی قرأتوں کی کیسٹ جس طرح مل رہی ہے، اسی طرح کثرت کے ساتھ ان کی تصویروں کے ساتھ عمدہ قرأت کی سی ڈی بھی مل رہی ہے۔

نیز حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کی سیڈیاں بھی مل رہی ہیں، جن کو کمپیوٹر وغیرہ میں سی ڈی کی جگہ رکھنے کے بعد تمام چیزیں آنکھوں سے دیکھی جاسکتی ہیں، صحاح ستہ اور حدیث وسیرت کی مختلف کتابوں کے ساتھ تقریباً چوبیس پچیس کتابوں کا مجموعہ سی ڈی میں آرہا ہے، اسی طرح سی ڈی میں خطیب کی تقریر قاری کی قرأت مع ان کی صورت وشکلوں کے سی ڈی میں بھری جارہی ہیں اور ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کے ڈبے میں ان پروگراموں کو باآسانی دیکھا جاسکتا ہے اور سی ڈی کی پلیٹ میں برقی شعاعوں کے ذریعہ سے جو پروگرام بھر لیا گیا ہے، نہ ان کا نگیٹیو بن سکتا ہے اور نہ ہی خوردبین کے ذریعہ سے ان ذرات کو دیکھا جاسکتا ہے؛ اس لئے ٹیلی ویژن اور کمپیوٹر کے ڈبے میں سی ڈی میں بھری ہوئی چیزیں تصویروں کی شکل میں نظر آجائیں، تو ان کو حقیقی معنی میں تصویر نہیں کہا جاسکتا؛ بلکہ ان کو ماقبل کی تفصیل کے مطابق اصل شئ کا عکس کہا جاسکتا ہے یا عکس کا عکس کہا جاسکتا ہے، جن میں تصویروں کی طرح دوام اور استقرار نہیں ہوتا؛ اس لئے سی ڈی میں بھی جائز پروگرام کا دیکھنا جائز ہوسکتا ہے اور ناجائز پروگرام کا دیکھنا ناجائز ہوگا۔

ویڈیو کیمرے کی کیسٹ

ویڈیو کیمرے کی دو قسمیں ہے:

نمبر ۱: وہ ویڈیو کیمرے جن کا کام صرف منظر کشی کرنا ہے، محفوظ کرنا اس کا کام نہیں ہے

اوراس کے منظرکشی کرتے وقت جس ٹی وی اور ٹیلی ویژن سے اس کا کنکشن ہے، اسی وقت ان ٹی وی اورٹیلی ویژنوں میں منظر دکھائی دیگا، جیسا کہ حرمین شریفین میں مسجد حرام اور مسجد نبوی میں لگے ہوئے ویڈیو کیمروں کا حال ہے، ان کا کام صرف منظروں کا کیچ کرنا ہے، محفوظ نہیں کرتے، محفوظ کرنے کے لئے دوسری جگہ کنٹرول روم ہے، یا جن ٹیلی ویژنوں سے دیکھا جائے گا، ان ہی میں کیسٹ لگا کر محفوظ ہوسکتا ہے۔

نمبر ۲ : وہ ویڈیو کیمرے جن کے ساتھ ویڈیو کیسٹ کی ریل بھی ہوتی ہیں جیسا کہ سرکاری اورغیر سرکاری پروگراموں کے موقع پر پریس والے اور ویڈیو فلم والے آتے ہیں، وہ لوگ جو کیمرے لے کر آتے ہیں، ان کیمروں میں ویڈیو کیسٹ کی ریل بھی ہوتی ہیں، ان ریلوں میں ویڈیو فلم لینے کے ساتھ ساتھ محفوظ بھی ہوجایا کرتا ہے، پھراس کے بعدان ویڈیو کیمروں کے کیسٹوں میں بھرے ہوئے پروگراموں کو ویڈیو چینل کے ذریعہ سے دنیا کو دکھایا جاتا ہے، اور یہی سلسلہ پوری دنیا میں کثرت کے ساتھ رائج ہے، عمومی طور پر ہر جگہ اسی طریقے سے ویڈیو فلم کے کیسٹوں میں پروگراموں کو بھرلیا جاتا ہے، پھر ویڈیو چینلوں کے ذریعہ سے دنیاوالوں کو ٹیلی ویژنوں میں دکھایا جاتا ہے۔

ویڈیو کیمرا

ویڈیو کیمرا اسکو کہا جاتا ہے، جو خارج کی چیزوں کو اخذ کر کے اپنے اندر کیچ کرتا ہے، پھر جہاں ٹی وی رکھی ہوئی ہے، اس میں ویڈیو کیمرے کی کیچ کی ہوئی چیزجوں کی توں سپلائی ہوتی ہے، مثلاً جہاں میٹنگ ہورہی ہے، جلسہ ہورہا ہے یا اجتماع ہورہا ہے یا اورطریقے سے انسان اور دیگر جانور اور ہر چیز کی نقل وحرکت، صورت وشکل، رفتار وگفتار سب کچھ بعینہ ویڈیو کیمرا اخذ کرتا رہتا ہے اور جہاں ٹی وی یا ٹیلی ویژن کا ڈبہ رکھا ہوا ہے، وہاں سے اس کے شیشے میں بعینہ نظر آتا ہے۔

فرموں اور فیکٹریوں میں کیمرا

بڑی بڑی فیکٹریوں اور کارخانوں میں مالک ایک کمرے میں بیٹھا رہتا ہے اور اس کے ملازمین سیکڑوں کی تعداد میں پورے فرم میں کام کرتے ہیں اور سب لوگوں کا مالک کے سامنے ہونا نہایت دشوار ہے، کسی کا کام کسی کاؤنٹر میں، کسی کا کام کسی شعبہ سے، کس کا کام کسی ہال میں اور کسی کا کام کسی دوسرے ہال میں، کوئی نیچے کی منزل میں اور کوئی اوپر کی منزل میں کام کررہا ہے، کوئی پیکنگ کررہا اور کوئی تیاری کررہا ہے، مختلف ملازمین کی مختلف ذمہ داریاں ہیں ان سب کی نگرانی مالک ایک کمرے میں بیٹھ کر کرتا ہے اور جن ہالوں میں اور جن منزلوں میں ملازمین کام کرتے ہیں، ان میں ویڈیو کیمرا لگا دیا جاتا ہے، اور تمام کیمروں کا کنکشن مالک کے کمرے میں ٹی وی کے ایک ڈبے سے ہوتا ہے اور اس ڈبے کے شیشے میں ہر منزل اور ہر ہال کے ہر قسم کے ملازمین نظر آتے ہیں۔ کون کیا کررہا ہے؟ کون کام کررہا ہے، کون نہیں کررہا ہے اور کون کام چھوڑ کر باتوں میں لگا ہوا ہے، سب کچھ مالک ایک جگہ بیٹھ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر نگرانی کرلیتا ہے، اس طرح کی فیکٹریوں میں کاروباری نگرانی اور ضرورت کے لئے ویڈیو کیمرا اور ٹی وی رکھا جاتا ہے، اس میں پوری فیکٹری کی روزانہ کی کارکردگی کی فلم بنتی جاتی ہے، مگر اس فلم کو ہر خاص وعام جائز سمجھتے ہیں، اس کو ناجائز کوئی نہیں کہتا ہے، اسی طرح بڑی بڑی فیکٹریوں اور کارخانوں میں گیٹ پر بھی ویڈیو کیمرا رکھا جاتا ہے اور ذمہ دار کے کمرے میں اس کا ٹی وی رکھا جاتا ہے، اس ٹی وی میں کون آرہا ہے؟ کون جارہا ہے؟ سب کچھ نظر آتا ہے ذمہ دار کو جسے آنے کی اجازت دینی ہوتی ہے، گیٹ مین سے بتادیتا ہے کہ اسے آنے دو اور جسے نہیں آنے دینا ہوتا ہے، اس کے بارے میں منع کردیا جاتا ہے، اس طرح کی فیکٹریوں اور کارخانوں میں نگرانی کے لئے جو ویڈیو کیمرے اور ٹی وی چلتا ہے، اس کی حقیقت کو دیکھ کر سخت مزاج اور سخت گیر مفتی بھی ناجائز نہیں کہتا ہے، ہر خاص وعام اس کو جائز کہتے ہیں۔

حرمین شریفین کے ویڈیو کیمرے

حرم مکی اور حرم نبوی میں ہر جگہ ویڈیو کیمرا لگا ہوا ہے، مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں ہزاروں کی تعداد میں ویڈیو کیمرے لگے ہوئے ہیں اور مسجد نبوی میں امام صاحب کے سر کے اوپر بھی محراب میں کیمرا لگا ہوا ہے۔ غرضیکہ مسجد حرام اور مسجد نبوی کے تمام نمازیوں کی ان کیمروں کے ذریعہ فلم لی جاتی ہے، اور یہ تمام کیمرے کیچ کرتے ہیں، گویا کہ یہ تمام کیمرے آنکھ ہیں، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ دیکھ کر کے کیچ کر لیتے ہیں اور پھر بعینہ پوری دنیا کے ٹی وی اور ٹیلی ویژنوں کے ڈبے میں کیمرے نے جو دیکھا تھا، وہی نظر آنے لگتا ہے اور منی میں جمرات کے دونوں جانب کیمرا لگا ہوا ہے اور منیٰ چونکہ دوطرفہ پہاڑوں کے درمیان میں واقع ہے، دونوں طرف کے پہاڑوں کے دامنوں میں اونچائی پر بھی کیمرے لگے ہوئے ہیں، ان سب کیمروں میں لاکھوں کی تعداد میں رمی کرنے والوں کا منظر پوری دنیا کو دکھایا جاتا ہے۔

اب یہاں ساتھ ہی یہ سوال اٹھتا ہے کہ فیکٹریوں میں جو کیمرے لگے ہوئے ہیں، ان میں اور حرمین شریفین میں لگے ہوئے کیمروں کے درمیان کوئی فرق ہے یا حقیقت میں یکساں ہیں، تو ظاہر بات ہے کہ جو شخص ویڈیو کیمرا اور اس کی فلم اور پھر وہ ٹی وی کے ڈبوں میں نظر آنے کی حقیقت جانتا ہو، وہ یہی کہے گا کہ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، یہاں یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ ویڈیو کیمرا اور ویڈیو کیسٹ دونوں الگ الگ چیز ہیں، یہاں صرف ویڈیو کیمرے کی بات ہو رہی ہے، ویڈیو کیسٹ کی بات نہیں ہو رہی ہے اور ویڈیو کیسٹ کے بارے میں گفتگو مستقل طور پر آگے آرہی ہے۔

فیکٹریوں میں ویڈیو کیمرا ہے، اس میں بھی لوگ بروقت نظر آتے ہیں، انہیں کیسٹ میں نہیں کیا جاتا ہے اور حرمین شریفین کے پروگراموں کو بھی یہاں بروقت دیکھنے کی بات چل رہی ہے، ریلوں کے ذریعہ سے کیسٹ والی بات یہاں نہیں چل رہی ہے، بروقت پروگرام

وجود میں آنے میں دونوں کا حال یکساں ہے، تو فیکٹریوں میں جو چلتا ہے، اس کو جائز کہتے ہیں اور حرمین کے پروگرام کو علماء اب تک ناجائز کہتے ہیں آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

حرمین کے ویڈیو پروگرام کو ناجائز کہنے کی وجہ؟

حرمین شریفین کے پروگرام، رمضان المبارک میں تراویح کا پروگرام، نمازیوں کو اور امام حرم کو دیکھنے کی حالت میں امام حرم کے قرآن سننے، وہاں کے نمازیوں کو دیکھنے اور حج کا پروگرام، منیٰ کا پروگرام، صفا مروہ میں دوڑنے کا پروگرام طواف کا پروگرام وغیرہ وغیرہ، یہ سب پروگرام دنیا کے لوگ اسی ٹی وی میں اور اسی ٹیلی ویژن میں دیکھتے ہیں، جس میں فحش اور ناجائز اور حیاسوز پروگرام بھی دیکھا جاتا ہے اور ٹی وی، ٹیلی ویژن رکھنے والے عام طور پر اتنے محتاط نہیں ہوتے ہیں کہ ان کے ٹی وی اور ٹیلی ویژن میں حرمین شریفین کے پروگرام اور دیگر جائز پروگرام کے علاوہ کوئی ناجائز پروگرام قطعی طور پر نہ آسکتا ہو؛ لہٰذا اگر ان کو ان پروگراموں کو دیکھنے کی اجازت دی جائے اور وہ انہیں پروگراموں کو دیکھنے کے ارادے سے ٹیلی ویژن رکھیں، تو وہ ناجائز پروگرام سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ہر بادشاہ کے ملک کی ایک سرحد ہوتی اور اللہ سب سے بڑے بادشاہ ہیں، اس کے احکام کی سرحد مشتبہ امور ہیں؛ لہٰذا جو شخص ایسے متردد فیہ اور مشتبہ پروگراموں کو دیکھنے میں مبتلا ہو جاتا ہے، وہ اچانک حرام اور ناجائز پروگرام میں بھی مبتلا ہو جائے گا اور اسے اس کا احساس بھی نہ ہو سکے گا؛ اس لئے حضرات علماء نے سد باب کے طور پر حرمین کے پروگراموں کو بھی ٹیلی ویژن میں دیکھنا ناجائز کہا ہے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

عن النعمان بن بشیرؓ، قال: سمعته یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: وأهوى النعمان بإصبعه إلى أذنيه أن الحلال بين والحرام

بيـن وبينـهـمـا مشتبهـات لا يـعـلمهن كثير من الناس ، فمن اتقى الشبهات استبـرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعي حـول الـحـمي يوشک أن يرتع فيه ألا وإن لكل ملک حمى ألا وإن حمي الله مـحـارمـه ألا وإن في الجسد مضغة إذا صلحت صلح الجسد كله، وإذا فسـدت فسـدت الجسد كله ألا وهي القلب. (صـحيـح مسلم، كتاب المساقاة، بـاب أخـذ الـحـلال وتـرك الشبهـات، الـنسـخة الهندية٢/٢٨، بيت الأفكار رقم:١٥٩٩، صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه ١/١٣، رقم:٥٢)

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے، بیشک اللہ نے حلال چیزوں کو واضح کر کے بیان فرمادیا اوراسی طرح حرام کوبھی واضح کردیاہے،اوران دونوں کے مابین کچھ مشتبہ چیزیں ہیں، جن کا حکم بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں؛ لہٰذا جوشخص ان مشتبہ چیزوں سے بچے گا وہ اپنے دین اورعزت کومحفوظ کرلے گا اورجوشخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوجائے گا، وہ حرام میں مبتلا ہوجائے گا، جیسا کہ چرواہا چراگاہ کے کنارے پر چراتا ہے،تو بہت ممکن ہے کہ چرانے لگے حدود کے باہر بھی، اورآگاہ ہوجاؤ بیشک ہر بادشاہ کی حکومت کے لئے حدود اوردائرے ہیں،خبردار ہوجاؤ بیشک اللہ کے احکام کے حدود اوردائرے کی سرحد محارم ہیں،آگاہ ہوجاؤ بیشک جسم کے اندر ایک گوشت کا لوتھڑا ہے، جب وہ صحیح سالم رہے،تو پورا جسم صحیح سالم رہتا ہے،اور جب اس میں فساد اور بگاڑ آجائے تو پورے جسم میں فساد آجاتا ہے، بیشک وہ قلب ہے۔

تو معلوم ہوا کہ شریعت میں بہت سی چیزوں کو برائیوں کا دروازہ بند کرنے کے لئے ناجائز قرار دیا جاتا ہے،جن جن راستوں سے برائیوں کا دروازہ کھل سکتا ہے،ان تمام دروازوں کو پہلے ہی سے بند کردیا جاتا ہے،اورفیکٹریوں اورکارخانوں میں جو ویڈیو کیمرا اور ٹی وی چلتا ہے،ان کا دائرہ اور حدود صرف فیکٹریوں تک محدود ہوتے ہیں، ان میں ان

فیکٹریوں کے علاوہ کوئی دوسرا پروگرام آ ہی نہیں سکتا؛ کیوں کہ ان میں فرم اور فیکٹریوں کی ضروریات کے علاوہ دیگر ناجائز اور فحش پروگرام کے آنے کا امکان نہیں ہوتا ہے؛ اس لئے علماء نے فیکٹریوں اور کارخانوں کے ویڈیو کیمرے کو جائز قرار دیا ہے اور حرمین کے پروگراموں کو سد باب کی وجہ سے ناجائز کہا ہے۔

ویڈیو کیمرے اور ویڈیو کیسٹ کا فرق

ویڈیو کیمرا کا کام صرف کیچ کرنا ہوتا ہے، اور جس حالت میں کیمرا کیچ کر رہا ہوگا، اسی حالت میں اسی مجلس اور اسی اجتماع اور اسی پروگرام کو اس کیمرے سے متعلق چینلوں کے ذریعہ سے ٹیلی ویژنوں میں دیکھا جا سکتا ہے اور اگر ان ٹیلی ویژنوں میں ویڈیو کے ساتھ ساتھ کیسٹ بھی لگی ہوئی ہے، اور اس کیسٹ کے ذریعہ محفوظ کر لینا چاہے، تو محفوظ کر لیا جا سکتا ہے اور اگر ویڈیو کے ساتھ اس کی ریلوں کی کیسٹ کا بٹن نہیں دبایا گیا ہے، تو پروگرام محفوظ نہیں ہو سکے گا؛ بلکہ جس وقت ویڈیو کیمرا اسکو کیچ کر رہا ہوگا، اسی وقت اس کیمرے سے تعلق رکھنے والے ٹیلی ویژن میں پروگرام دیکھا جا سکتا ہے اور جب پروگرام ختم ہو جائے گا، تو ٹیلی ویژن میں نظر نہیں آئے گا اور نہ ہی بعد میں ان پروگراموں کو دیکھا جا سکتا ہے، تو معلوم ہوا کہ ویڈیو کیسٹ کا تعلق ٹیلی ویژن دیکھنے والوں سے ہے، وہ چاہیں تو محفوظ کر لیں اور چاہیں تو غیر محفوظ چھوڑ دیں اور ویڈیو کیمرے کا کام صرف کیچ کرنا ہوتا ہے اور وہی کیچ شدہ چیز ٹیلی ویژن کے ڈبہ میں نظر آتی ہے، اور کیسٹ کرنے کا کام علیحدہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ ٹیپ ریکارڈ میں دو چیزیں ہوتی ہیں، ایک ریڈیو ہوتا اور ایک ریکارڈنگ ہوتی ہے، ریڈیو کے ذریعہ سے باہر کی خبریں سنی جاتی ہیں اگر انہیں ریکارڈ نہ کیا جائے تو وہ خبریں صرف اسی وقت سنی جا سکتی ہیں، بعد میں نہیں سنی جا سکتیں؛ لیکن اگر کیسٹوں میں ریکارڈنگ کر لی جائیں تو وہ خبریں دوبارہ بھی سنی جا سکتی ہیں۔

بغیر پائیلٹ کے ہوائی جہاز

اس وقت دنیا میں سائنس نے اتنی ترقی کرلی ہے کہ بغیر پائیلٹ کے ہوائی جہاز چلنے لگا، امریکہ نے افغانستان پر حملہ کرنے سے پہلے بغیر پائلٹ کے ہوائی جہاز کے ذریعہ سے افغانستان کے فوجی مقامات کا پتہ لگالیا، اسی طرح عراق پر حملہ کرنے سے پہلے بغیر پائیلٹ والے ہوائی جہاز کے ذریعہ سے عراق کے فوجی مورچوں اور فوجی مقامات اور اہم نشانات کا پتہ لگالیا جیسا کہ اس زمانہ کی نشریات کے ذریعہ سے دنیا کی خبروں میں اس کا چرچا ہوا ہے، تو ظاہر بات ہے کہ جن ہوائی جہازوں کے ذریعہ سے دوسرے ملکوں کے باریک اور خفیہ مقامات کا پتہ لگالیا جاتا ہے، ان جہازوں میں نہایت ہائی پاور ویڈیو کیمرے اور انٹرنیٹ کیمرے لگے ہوں گے، اور ان کیمروں کے ذریعہ سے جہاں کے ٹی وی سے ان کیمروں کا تعلق ہے یا جس کنٹرول روم سے ان ہوائی جہازوں کے کیمرے کا تعلق ہے، اس میں مکمل طور پر ان کیمروں سے کیچ کی ہوئی ہر چیز نظر آتی ہے، اگر کوئی فوٹو گرافر اپنے عمدہ ترین فوٹو کیمرے کے ذیعہ سے فوٹو لے لے، اس میں جو صاف ستھری ہر چیز کی فوٹو آجاتی ہے، اس سے کہیں زیادہ عمدہ اور صاف ستھرے انداز سے ان ہوائی جہازوں کے کیمرے کے ذریعہ سے ہر چیز کی تصویر اور نقل وحرکت ذرہ ذرہ کنٹرول روم کے ٹی وی میں نظر آتی ہے۔

اب ان تمام تقریروں سے ہمیں ایک بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیمروں کے ذریعہ سے جو فوٹو کھینچا جارہا ہے، اور ہر چیز کی نقل وحرکت کیچ کی جارہی ہے، وہ ٹیلی ویژن میں بعینہ نظر آتی ہے، تو سوال یہ ہے کہ ویڈیو کیمرا جس چیز کو دیکھ کر کیچ کرتا ہے، اس چیز کی تصویریں صورتیں اور نقل وحرکت ٹیلی ویژن میں جس وقت نظر آتی ہے، اس وقت ٹیلی ویژن اس کی تصویر کھینچتا ہے یا ویڈیو کیمرا اس کی تصویر کھینچتا ہے، ان دونوں میں فوٹو گرافر کون ہے؟ تصویر کشی کون کررہا ہے، اس سلسلے میں ویڈیو کیمرا اور ٹیلی ویژن کی ٹکنالوجی سے تعلق رکھنے

والوں سے معلوم ہوا کہ فوٹو گرافر ویڈیو کیمرا ہے، ٹیلی ویژن نہیں ہے، ٹیلی ویژن میں صرف ویڈیو کیمرے نے جس کو کیچ کرلیا ہے، اسے برقی تاروں کے ذریعہ سے یا سرچ لائٹ کے ذریعہ سے ٹیلی ویژن اپنے پاس اس کی شعاعیں کھینچ لیتا ہے، جو عکس کے طور پر ٹی وی اور ٹیلی ویژن کے ڈبے میں نظر آتی ہے۔

تصویر کی حقیقت اور ٹیلی ویژن میں تصویروں کا عکس

سب سے پہلے یہ حقیقت جاننے کی ضرورت ہے کہ تصویر کی حقیقت کیا ہے؟ تصویر کسے کہا جاتا ہے، اور شریعت میں اس کی حرمت کیوں بیان کی گئی ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ کفار ومشرکین اپنے بڑوں کی تصویر اور مجسمہ بنا کر ان کو محفوظ کر لیتے تھے، پھر ان کا احترام عبادت کی حد تک کرنے لگتے تھے، پھر خدا کو بھول کر انہی کو معبود بنالیا کرتے تھے اور ظاہر بات ہے کہ شریعت میں جس تصویر اور مجسمہ کی ممانعت کی گئی ہے، وہ تصویر اور مجسمہ اپنی حقیقت پر اس وقت ثابت ہوسکتا ہے، جب کہ دیوار یا لکڑی، پلاسٹک یا کاغذ وغیرہ کسی شئ پر علی صفۃ الدوام والاستقرار منقش ہو اور جو صورت اور تصویر علی صفۃ الدوام والاستقرار کسی شئ پر قائم اور منقش نہ ہو؛ بلکہ ظاہر ہو کر فنا ہوتی رہتی ہو، وہ اس تصویر کی حقیقت کے دائرہ میں داخل نہیں ہوسکتی، جس کو شریعت نے حرام قرار دیا ہے، اس لئے کہ جو چیز علی صفۃ الدوام والاستقرار نہ ہو، اور اپنی شکل پر قائم نہ رہے، اس کی عبادت کیسے کس طرح کی جاسکتی ہے، کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ اس کی عبادت کی جائے؛ اس لئے تصویر کے تصویر ہونے کے لئے قائم اور ثابت رہنا لازم ہے اور اس طرح تصویر کی حقیقت ماہر علماء نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

(۱) لأن الصورة المحرمة ما كانت منقوشة، أو منحوتة بحيث يصبح لها صفة الاستقرار على شئ وهي الصورة التي كان الكفار

يستعملونها للعبادة. (تكملة فتح الملهم، باب تحريم تصوير صورة الحيوان، التلفزيون، اشرفيه ديوبند ٤/ ١٦٤)

اس لئے کہ وہ تصویر جس کی حرمت بیان کی گئی ہے، ایسی ہوتی ہے جو کسی شئ پر منقش ہو یا ممثل ہو، اس طریقے سے کہ وہ نقشہ اس شئ کے اوپر دوام اور استقرار کے ساتھ متصف ہو اور یہی وہ تصویر ہے، جس کو کفار و مشرکین عبادت کے لئے بنایا کرتے تھے۔

(۲) اور ملا علی قاریؒ نے مشکوۃ کی شرح مرقات میں صاف الفاظ میں نقل فرمایا ہے کہ تصویر اس کو کہا جاتا ہے، جو کسی دیوار یا چادر یا پردہ وغیرہ پر کسی ذی روح اور صورت حیوان کے ساتھ متصف اور متصل ہو، تو ظاہر بات ہے کہ دیوار اور چادر وغیرہ پر جو تصویر ہوتی ہے، اس میں ثبات اور استقرار رہوا کرتا ہے۔ ملا علی قاریؒ کی عبارت ملاحظہ ہو۔

التصاوير جمع التصوير وهو فعل الصورة، والمراد به هنا ما يتصور مشبها بخلق الله من ذوات الروح مما يكون على حائط، أو ستر كذا ذكره ابن الملك. (مرقاة المفاتيح، مطبوعه اشرفيه ديوبند ٨/ ٣٢٥)

تصاویر: تصویر کی جمع ہے، اور وہ تصویر کا بنانا ہے اور یہاں اس سے مراد اللہ کی پیدا کی ہوئی کسی جاندار مخلوق کی خلقت کے مشابہ ایسی تصویر ہے، جو کسی دیوار یا پردہ پر قائم ہو۔

تصویر کی حقیقت کے بارے میں امام نوویؒ نے مسلم شریف کی شرح میں تھوڑی سی اور وضاحت فرمائی ہے، کہ تصویر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) وہ تصویر جس کے لئے سایہ ہو یعنی مجسمہ اور تمثال کہ باضابطہ طور پر سایہ میں بھی اس جاندار کی ہیئت نظر آتی ہو، جیسا کہ ابھی حال ہی میں ہمارے مراد آباد میں دہلی روڈ پر چرن سنگھ کی مورتی رکھی گئی ہے اور نئ دہلی میں گاندھی جی کے ساتھ آزادی کا مطالبہ کرنے والوں کی جو آزادی لینے کے لئے جاتے ہوئے شکل دکھائی گئی ہے، اس میں گاندھی جی کی قیادت میں ہندو، مسلم، سکھ وغیرہ مختلف مذاہب کے لوگوں کی مورتیاں بنی ہوئی ہیں، اسی

طرح مایاوتی نے جگہ جگہ ڈاکٹر امبیڈکر کا مجسمہ کھڑا کردیا ہے، یہ ہے سایہ دار تصویر۔

(۲) وہ تصویر جو کسی شئ کے ساتھ ایسے متصلا ور متصف ہو جائے کہ دیکھنے والے کو تو اچھی طرح نظر آجائے، مگراس تصویر کا اپنی ہیئت کے ساتھ سایہ نہیں بنتا ہے، جیسا کہ دیوار پر تصویر کپڑے پر تصویر، چادر اور پردے پر تصویر وغیرہ وغیرہ چاہے ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا کیمرے سے، تو پہلی قسم کی تصویر کی حرمت پر سب کا اتفاق ہے اور دوسری قسم کی تصویر کی حرمت میں بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے، جس کو جمہور نے قول باطل کہہ کر کے ٹھکرا دیا ہے، اسی سے بعض علماء عرب نے کیمرے کی تصویر کو حدیث تصویر سے خارج کیا ہے، اس وجہ سے کیمرے کی تصویر کے معاملے میں حدیث شریف کی دلالت ظنی ہوگئی، اس کی قطعیت باقی نہیں رہی۔ بہر حال اس سے واضح ہوا کہ تصویر چاہے مجسمہ کی شکل میں ہو یا دیوار یا کاغذ وغیرہ پر ہاتھ سے منقش کر کے بنائی گئی ہو یا کیمرے کے ذریعہ سے نگیٹیو تیار کر کے تصویر بنائیگئیہو، ہر صورت میں تصویر موجودات خارجیہ میں سے کسی شئ کی ایسی صفت ہونا لازم ہے، جو اس شئ کے ساتھ متصف اور مستقر ہو۔ امام نوویؒ کی عبارت کا مختصر ٹکڑا ملاحظہ فرمائیے:

(۳) وقال بعض السلف: إنما ينهى عما كان له ظل، ولا بأس بالصورة التي ليس لها ظل، و هذا مذهب باطل، فإن الستر الذي أنكر النبي صلى الله عليه وسلم: الصورة فيه لا يشك أحد أنه مذموم وليس لصورته ظل. (شرح المسلم للنووي ۲/۱۹۹)

اور بعض سلف نے کہا کہ حدیث تصویر میں ان مجسموں کی ممانعت ہے، جن کے لئے اپنی ہیئت کے ساتھ سایہ کا وجود ہو اور ایسی تصویر میں کوئی حرج نہیں ہے، جو کسی شئ کے ساتھ متصل ہونے کی وجہ سے ان کے لئے سایہ نہ ہو اور یہ مذہب اور قول باطل ہے؛ اس لئے کہ وہ پردہ جس پر تصویر دیکھنے کی وجہ سے حضور ﷺ نے انکار فرمایا تھا، اس کے بارے میں کسی کو اس بات میں کوئی شک نہیں پیدا ہو سکتا کہ بیشک وہ مذموم اور بری شئ ہے؛ حالانکہ اس پردے کی تصویر کا سایہ نہیں تھا۔

(۴) اس کو صاحب روح المعانی علامہ آلوسیؒ نے اس سے بھی واضح انداز سے نقل فرمایا ہے کہ ہمارے نزدیک تصویر کے لئے اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ تصویر، مجسمہ اور مورتی کی شکل میں سایہ دار ہو یا سایہ دار نہ ہو، جیسا کہ مثال کے طور پر منقش گھوڑے کی تصویر کسی کاغذ یا دیوار کے اوپر نظر آجائے، صاحب روح المعانی کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

لا فرق عند نا بين أن تكون الصورة ذات ظل وأن لا تكون كذلك كصورة الفرس المنقوشة على كاغذ أو جدار مثلاً. (روح المعاني، سورة السبا، مطبوعه، زكريا ديوبند ١٢/١٧٣)

ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ تصویر، مجسمہ اور مورتی کی شکل میں سایہ دار ہو یا ایسا سایہ دار نہ ہو، جیسا کہ کسی کاغذ یا دیوار کے اوپر گھوڑے کی منقش تصویر۔

صاحب روح المعانی کی عبارت سے بھی واضح ہوا کہ تصویر کے تصویر ہونے کے لئے چاہے سایہ دار نہ ہو، مگر کسی جامد چیز کے ساتھ متصف اور مستقر ہونا لازم ہے۔

(۵) الموسوعۃ الفقہیہ میں شریعت کے ممنوع اور حرام تصویر کے بارے میں چند شرطیں لکھی ہیں، ان میں سے پہلی شرط تصویر محرمہ کی حقیقت سے متعلق ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان یا حیوان کی ایسی تصویر ہو کہ مجسمہ اور مورتی کی شکل میں اس کا سایہ بھی ہو؛ لہٰذا اگر مجسمہ کی شکل میں سایہ نہ ہو، تو اس کا بنانا حرام نہیں ہے، جیسا کہ دیوار یا کاغذ یا کسی نقش و نگار پر منقش تصویر ہوتی ہیں، ہاں البتہ اسے مکروہ تو کہا جاسکتا ہے؛ لیکن اس کے بنانے کو حرام نہیں کہا جاسکتا، تو اس سے بھی واضح ہوا کہ جس تصویر کا سایہ نہ ہو، جس کو ہم تصویر اور فوٹو سے تعبیر کرتے ہیں، اس کا کسی جامد چیز کے ساتھ متصل اور مستقر ہونا لازم ہے، مثلاً دیوار یا کاغذ یا کسی نقش و نگار کی شئ پر متصف ہو۔ عبارت ملاحظہ فرمایئے:

والشرط الأول: أن تكون صورة الإنسان، أو الحيوان مما له ظل أي تكون تمثالا مجسداً، فإن كانت مسطحة لم يحرم عملها

وذلک کالمنقوش في جدار، أو ورق أوقماش؛ بل یکون مکروهاً.
(الموسوعة الفقهية ١٢/١/١٠١)

اور پہلی شرط یہ ہے کہ انسان یا حیوان کی ایسی صورت کا مجسمہ ہو، جس کے لئے سایہ ہوتا ہو، یعنی جسم والے حیوان کی شکل میں مجسمہ ہو؛ لہٰذا اگر کسی شئ پر مسطح ہو، تو اس کا بنانا حرام نہیں ہے، جیسا کہ کسی دیوار یا ورق یا نقش ونگار کی شئ پر منقش تصویر ہوتی ہے، ہاں البتہ اس کا بنانا مکروہ ہوگا۔

(٦) اور اس کو علامہ بدرالدین عینیؒ نے عمدۃ القاری شرح بخاری میں اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

والصورة ما کان رقمًا، أو تزويقا في ثوب، أو حائط. (عمدة القاری دارإحياء التراث العربى بيروت ٢٢/ ٧٠، زكريا ١٥/ ١٢٤)

اور صورت وتصویر اسکو کہا جاتا ہے، جو لائن اور لکیر دار ہو، یا کسی کپڑے یا دیوار پر نقس ونگار کی شکل میں ہو، اسکو صاحب عنایہ نے اس طرح کے الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

ومنهم من قال التمثال ماتصوره على الجدار والصورة ماتصور على الثوب وليس بواضح. (عنايه مع الفتح زكريا ديوبند ١/ ٤٢٩، كوئٹه ١/ ٣٦٤)

کہ تمثال وہ ہے کہ جو کسی دیوار پر ہوتا ہے اور تصویر اسے کہا جاتا ہے، جو کپڑے وغیرہ پر ہو اور ایسا واضح نہ ہو، جس کے لئے سایہ ہوتا ہو۔

حضرات محدثین اور فقہاء اور مفسرین کے مذکورہ تصریحات کے ذریعہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ تصویر اسے کہا جاتا ہے، جو کسی جامد شئ کے اوپر مستقر ہو، چاہے ہاتھ سے بنائی گئی ہو یا کیمرے سے نگیٹیو کے ذریعہ سے تیار کی گئی ہو، ایسی نہ ہو کہ عکس اور سایہ کی طرح اپنی جگہ برقرار نہ ہوکر ظاہر ہوتی رہے، پھر زائل ہوتی رہے؛ اس لئے کہ جو چیز اصل شئ کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوتی رہے اور پھر زائل ہوتی رہے، اس کو تصویر نہیں کہتے ہیں؛ بلکہ اس کو عکس یا سایہ کہا جاتا ہے۔

انٹرنیٹ اور کمپیوٹر

یہاں یہ بات بھی واضح ہوجانا ضروری ہے کہ انٹرنیٹ پر جوخبریں آتی ہیں،اس پر عام طور پر خبر دینے والے کی تصویر بھی نظر آتی ہے، یہ بھی درحقیقت تصویر نہیں ہے؛ بلکہ خبر دینے والے کا اسی طرح کا عکس ہے، جو ٹیلی ویژن پر آتا ہے،اور انٹرنیٹ کے ذریعہ سے دنیاکے مواصلات نہایت آسان ہو چکے ہیں،مگر انٹرنیٹ میں بھی ان ہی تمام شرائط وقیودات کالحاظ رکھنا ضروری ہے، جو ٹی وی اور ٹیلی ویژن میں کہا گیا ہے کہ جس طرح ٹی وی اور ٹیلی ویژن میں عورت کی مشکل صورت کا عکس دیکھنا ناجائز ہے، اسی طرح انٹرنیٹ پر بھی اس کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔

نیز سی ڈی کے ذریعہ سے اگر کمپیوٹر میں پروگرام بھرلیا ہے، تو اس میں بھی عورتوں کا پروگرام ناجائز اور حرام ہوگا اور مردوں کے جائز پروگرام کے ساتھ ان کی تصویروں کا دیکھنا جائز اور درست ہوگا،مگر نامحرم عورتیں جن میں مردوں کی صورت دیکھ کر ہیجان وتلذذ پیدا ہوسکتا ہے، ان کے لئے دیکھنا جائز نہیں ہے اور چونکہ انٹرنیٹ حیاسوز اور فحش پروگراموں کے لئے نہیں بنایا گیا؛ بلکہ مواصلات اور خبروں کے لئے بنایا گیا ہے؛اس لئے کمپیوٹر کی طرح انٹرنیٹ کا استعمال جائز اور درست ہے،ہاں البتہ اس میں کوئی غلط پروگرام شامل کرلیا جائے تو ناجائز ہوگا، اسی طرح کیمرے والے موبائل میں عورتوں کے لئے نامحرم مردوں کی تصویر کیمرے میں رکھنا اور مردوں کے لئے نامحرم عورتوں کی عکسی تصویر اپنے موبائل میں شامل کرنا ناجائز اور حرام ہوگا؛ اس لئے کہ ان میں ایک دوسرے کو دیکھ کر تلذذ حاصل کیا جائے گا، جس سے نگاہوں کا گناہ اور معصیت میں مبتلا ہونے کا شکار ہوسکتا ہے، جو نصِ حدیث ناجائز اور حرام ہے۔

نصوص سے استدلال کیسے کریں؟

شریعت کے صریح نصوص سے براہ راست حاصل کرنا مشکل ہے، ہاں البتہ ان سے قریب ترین نصوص شرعیہ کو نظیر بنانے کی ضرورت ہے کہ اس کی حقیقت ان نظائر میں شامل ہے یا نہیں اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ٹیلی ویژن اور ویڈیو کیمرے کی حقیقت کو نصوص تصویر سے زیادہ مشابہت حاصل ہے؛ اس لئے ٹیلی ویژن کی حقیقت کی شناسائی کے سلسلے میں حدیث تصویر کو موضوع بحث بنانا پڑے گا، ہاں البتہ ٹیلی ویژن میں جو فاحش پروگرام آتے ہیں، ان کے حکم کے متعلق نصوص شرعیہ میں صریح حکم موجود ہے؛ لہٰذا ویڈیو کیمرے اور ٹیلی ویژن کے چینل سے متعلق حقیقت پر غور کرنے کے لئے حدیث تصویر کو موضوع بحث بنانے کے لئے اولاً نصوص شرعیہ کی اقسام پر ایک نظر ڈالتے جائیں، اس کے بعد حدیث تصویر کو سامنے رکھ کر مسئلہ ویڈیو کیمرا اور ٹی وی چینل پر بحث کریں گے۔

نصوص شرعیہ کی چار قسمیں

قرآن کریم اور احادیث شریفہ کی نصوص کل چار قسموں پر ہیں:

(۱) قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ (۲) قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ (۳) ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ (۴) ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ اور اس کو فقہاء نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے۔

بيان ذلک أن الأدلة السمعية أربعة. الأول: قطعي الثبوت والدلالة كنصوص القرآن المفسرة، أو المحكمة والسنة المتواترة التي مفهومها قطعي. والثاني: قطعي الثبوت ظني الدلالة كالآيات المؤولة، الثالث: عكسه كأخبار الآحاد التي مفهومها قطعي الرابع ظنيهما كأخبار الآحاد التي مفهومها ظني، فبالأول يثبت الفرض والحرام، وبالثاني، والثالث الواجب وكراهة التحريم، وبالرابع: السنة، أو المستحب. (شامي، كراچي ۱/۹۵و۶/۳۳۷، زكريا جديد ۱/۲۰۷و۹/۴۸۷، هكذافي العرف الشذي ۱/۶، طحطاوي على المراقي قديم ۳۱، جديد دارالكتاب ديوبند ۵۷، حاشية شرح نقايه، مكتبه اعزازية ديو بند ۱/۴)

اس کی وضاحت یوں ہے کہ ادلہ سمعیہ چار ہیں:

(۱) قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ، جیسا کہ قرآن کریم کی نصوص مفسرہ اور نصوص محکمہ اور وہ احادیث متواترہ جن کا مفہوم قطعی ہو۔

(۲) قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ ،جیسا کہ وہ آیات قرآنیہ جن میں تاویل کی گنجائش ہوتی ہے۔

(۳) اس کے برعکس ہے وہ اخبار آحاد جن کی دلالت قطعی ہونے کی وجہ سے تاویل کی گنجائش نہ ہو۔

(۴) ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ، جیسا کہ وہ اخبار آحاد جن کا مفہوم ظنی ہونے کی وجہ سے تاویل کی گنجائش ہو، اول سے فرضیت اور حرمت ثابت ہوتی ہے، ثانی اور ثالث سے واجب اور کراہت تحریمی ثابت ہوتی ہے اور رابع سے سنت یا مستحب ثابت ہوتا ہے۔

اب نصوص کی چاروں قسموں میں سے ہر ایک کی اجمالی تفصیل ذیل میں درج کی جارہی ہے۔

(۱) قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ: اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی وہ نصوص جن کا ثبوت قطعی ہو اور دلالت بھی قطعی ہو اور قطعی الثبوت کا مطلب یہ ہے کہ قرآن یا احادیث متواترہ سے ثابت ہو اور قطعی الدلالۃ کا مطلب یہ ہے کہ اس نص سے جو حکم ثابت ہو رہا ہے، اس میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہ ہو اور اس نص کے ذریعہ سے کسی شئ کے کرنے کا حکم کیا جائے ،تو اس کا کرنا فرض ہوگا اور اگر ترک کرنے کا حکم کیا جائے اور اس کے اختیار سے منع کیا جائے ،تو اس نص سے اس شئ کی حرمت ثابت ہوتی ہے اور ایسے نصوص کا منکر کافر ہو جاتا ہے، جیسا کہ آیت کریمہ:

من شهد منكم الشهر فليصمه. [البقرہ: ۸۵]

جس شخص کی زندگی میں رمضان کا مہینہ آجائے، وہ رمضان کا روزہ ضرور رکھ لے۔

یہ آیت قرآن سے ثابت ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت اور فلیصمہ سے فرضیت صوم میں تاویل کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے قطعی الدلالۃ ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ . [المائده:٣]

تم پرمردار خون اور خنزیر کا گوشت حرام کردیا گیا ہے۔

یہ آیت قرآن سے ثابت ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہے اور مذکورہ اشیاء کی حرمت میں تاویل کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے قطعی الدلالۃ ہے اور اسی طرح بہت سی احادیث شریفہ بھی قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ ہیں، جیسا کہ پانچ نمازوں کا ثبوت اور نماز کے اوقات خمسہ کا ثبوت یہ احادیث متواترہ سے ثابت ہیں؛ اس لئے قطعی الثبوت ہیں اور پانچ وقت نماز کے فرض ہونے میں تاویل کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے قطعی الدلالۃ ہیں اور اس موضوع کی روایات کتب احادیث میں طویل بھی آئی ہیں اور مختصر بھی اور ہم یہاں مختصر سی ایک حدیث امامت جبرئیل سے متعلق اور ایک حدیث پانچ نمازوں کی فرضیت سے متعلق اور ایک حدیث کذب علی النبی ﷺ سے متعلق نقل کرتے ہیں۔

(١) نزل جبرئيل فأمني فصليت معه، ثم صليت معه، ثم صليت معه، ثم صليت معه، ثم صليت معه يحسب بأصابعه خمس صلوات. (صحيح مسلم ١/ ٢٢١، رقم: ٦١٠، صحيح البخاري ١/٧٥، رقم: ٥١٥، ف: ٥٢١)

حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل امین نے تشریف لاکر میری امامت فرمائی تو میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی اس کے بعد پھر دوسری نماز پڑھی، پھر تیسری نماز پڑھی، پھر چوتھی نماز پڑھی، پھر پانچویں نماز پڑھی اور حضور ﷺ نے اپنی انگلیوں سے پانچ نمازیں شمار فرمائی ہیں۔

(٢) قال يا محمد إنهن خمس صلوات كل يوم وليلة. الحديث

(صحيح مسلم ١/ ٩١، رقم: ١٦٢، صحيح البخاري ١/ ١٥ذ، رقم: ٣٤٧، ف: ٣٤٩)

(لیلۃ الاسرا میں آخری مرتبہ میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محمد یہ نمازیں دن ورات میں پانچ ہی ہوں گی۔

وفی البخاری لایبد ل القول ا لدي. الحديث

اور بخاری شریف میں اس کا اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں قول میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

(۳) **من كـذب علي متعمدًأ فليتبو أمقعده من النار. الحديث** (صحيح مسلم ۱/۷، رقم: ۳، نزهة النظر ۱۱)

جو شخص مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(۲) قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ: یہ ایسی نص ہے، جس کا ثبوت قرآن سے ہو، مگر اس میں تاویل اور مختلف معنی مرادی نکالنے کا احتمال ہو، تو اس کا ثبوت؛ چونکہ قرآن سے ہے؛ اس لئے قطعی الثبوت ہے اور اس کے معنی مرادی میں مختلف جہتوں کا احتمال ہوتا ہے؛ اس لئے اس کی دلالت قطعی نہیں ہے؛ بلکہ ظنی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

المطلقت يتربصن بأنفسهن ثلثة قروء. [البقرہ:۲۲۸]

مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین قروء تک روکے رکھیں۔

اس آیت کریمہ میں لفظ قروء دو احتمال رکھتا ہے:

(ا) قروء سے حیض مراد ہو، جیسا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے یہی مراد لیا ہے۔ نیز حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا راجح قول بھی یہی ہے، مگر حضرت امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے قروء سے حیض مراد نہیں لیا؛ بلکہ اس سے طہر مراد لیا ہے۔ (عمدۃ القاری، دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۰/۳۰۶، زکریا دیوبند ۱۴/۳۳۷، حاشیہ بخاری شریف ۲/۸۰۲)

لہٰذا آیت کے اس لفظ میں تاویل کی گنجائش ہونے کی وجہ سے ائمہ مجتہدین کے درمیان معنیٰ مرادی کے متعین کرنے میں اختلاف واقع ہوگیا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا . [المائدہ:۶]

یہ آیت کریمہ نص قرآنی ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہے؛ لیکن اس کے معنی مرادی

میں تاویل کی گنجائش ہونے کی وجہ سے ائمہ میں اختلاف ہوگیا ہے؛ چنانچہ حضرات حنفیہؒ لمستم سے جماع مراد لیتے ہیں اور حضرات ائمہ ثلاثہ امام کسائی اور حمزہ کی قراءت أو لمستم النساء کے مطابق لمس بالید مراد لیتے ہیں اور امام شافعیؒ کا مفتی بہ قول یہی ہے کہ لمستم سے لمس بالید مراد ہے؛ اس لئے ان حضرات کے نزدیک مس مرأة ناقض وضو ہے اور حنفیہؒ کے نزدیک چونکہ جماع مراد ہے؛ اس لئے مس مرأة ناقض وضو نہیں ہے؛ لہٰذا معنی مرادی میں تاویل کی گنجائش ہونے کی وجہ سے ظنی الدلالۃ ہے، اسی طرح مسح علی الخفین کی روایت بے شمار صحابہ سے تواتر کے ساتھ مروی ہے؛ لہٰذا تواتر اسانید کی وجہ سے حدیث شریف قطعی الثبوت ہے، مگر اس کے معنی مرادی میں تاویل کی گنجائش ہے؛ اس لئے کہ شیعہ امامیہ اور خوارج نے یہ کہا کہ مسح علی الخفین مطلقاً جائز نہیں ہے اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا موزوں پر مسح کرنا سورۂ مائدہ کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے اور ابن رشد مالکیؒ نے بدایۃ المجتہد ۱/۱۸ میں امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ مسح علی الخفین صرف مسافر کے لئے جائز ہے، مقیم کے لئے جائز نہیں ہے، مگر حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک مسح علی الخفین مسافر اور مقیم دونوں کے لئے جائز ہے۔ (ایضاح الطحاوی ۱/۲۴۱، ترمذی مع العرف الشذی، امام ترمذیؒ نے مسح علی الخفین کی روایت کو انیس صحابہ سے نقل فرمایا ہے ۱/۲۷، حاشیہ نخبۃ الفکر۱۲)

اور صاحب بدائع نے امام حسن بصری کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ ستر بدری صحابہ سے مسح علی الخفین کی روایت مروی ہے۔ (بدائع الصنائع قدیم ۱/۷، جدید زکریا ۱/۷۷)

لہٰذا یہ حدیث شریف تواتر سے ثابت ہونے کی وجہ سے قطعی الثبوت ہے، مگر تاویل کی گنجائش ہونے کی وجہ سے ظنی الدلالۃ ہے۔

(۳) ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ: یہ ایسی نص ہے جو خبر واحد یا خبر مشہور سے ثابت ہو اور اس کے معنی مرادی میں تاویل کی گنجائش نہ ہو اور تمام امت نے متفق ہوکر اس کے ایک

معنی مراد لئے ہوں، جیسا کہ حدیث پاک میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

ألا لايحج بعدهذا العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان.

(سنن النسائی، النسخة الهندية ٢/ ٣١، دارالسلام رقم: ٢٩٦٠)

آگاہ ہوجاؤ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرسکتا اور نہ ہی بیت اللہ شریف کا ننگے ہوکر طواف کیا جاسکتا ہے۔

یہ حدیث شریف تواتر اسانید سے مروی نہ ہونے کی وجہ سے ظنی الثبوت ہے، مگر اسکے معنی مرادی میں تاویل کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے قطعی الدلالۃ ہے؛ لہٰذا ۹ ھ میں حضرت صدیق اکبرؓ کی امارت کے تحت حج کے موقع پر اس اعلان کے بعد مشرک کے لئے حج کرنا اور ننگے ہوکر بیت اللہ کا طواف کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہوگیا ہے، اوراس کی حرمت میں امت میں سے کسی کا اختلاف نہیں ہے اوراسی طرح صدقۂ فطر کی روایت ہے۔

عن ابن عمر قال: فرض رسول الله صلى الله عليه وسلم: صدقة الفطر على الذكر والأنثىٰ، والحر، والمملوك. الحديث (سنن الترمذي، النسخة الهندية ١/ ١٤٦، دارالسلام رقم: ٦٧٥)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہر مرد اور عورت اور ہر آزاد و غلام پر صدقۂ فطر فرض فرمایا ہے:

اور یہاں فرض سے واجب مراد ہے اور یہ حدیث شریف میں خبر متواتر نہ ہونے کی وجہ سے ظنی الثبوت ہے اور صدقۂ فطر کے وجوب پر تاویل کی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے قطعی الدلالۃ ہے۔

(۴) ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ: یہ ایسی نص ہے جو خبر واحد سے ثابت ہو اور اسکے معنی مرادی میں تاویل کی بھی گنجائش ہو، جیسا کہ جمعہ سے پہلے چار رکعت سنت کی روایت ہے، حضرات حنفیہؒ اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں اور یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر سے ثابت ہے۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعودؓ، أنه كان يصلي قبل الجمعة أربعًا وبعدها أربعًا.

(سنن الترمذي، النسخة الهندية ١/١١٧-١١٨، دار السلام رقم: ٥٢٣)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ چار رکعت جمعہ سے پہلے پڑھتے تھے، اور چار رکعت جمعہ کے بعد پڑھتے تھے۔

یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اثر ہے اور سنن ابن ماجہ، نسخہ ہندیہ ۱/۷۹، جدید دار البشائر الاسلامیہ رقم: ۱۱۲۹/ میں یہ حدیث شریف حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے؛ لیکن سند کمزور ہے، اور یہ حدیث شریف ظنی الثبوت ہے، اور تأویل کی گنجائش ہونے کی وجہ سے ظنی الدلالۃ ہے؛ لہٰذا حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھنا سنت ہے اور امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک چار رکعت پڑھنا سنت نہیں ہے۔ (بذل المجہود قدیم مطبع سہارنپور۲/۱۹۸، جدید دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ۵/۱۹۳، ایضاح الطحاوی۲/۳۲۸)

اسی طرح حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت ہے۔

إذا أقيمت الصلوة فلا صلوة إلا المكتوبة. الحديث (سنن الترمذي، النسخة الهندية ١/٩٦، دار السلام رقم:٤٢١)

یہ حدیث شریف خبر واحد ہونے کی وجہ سے ظنی الثبوت ہے اور تأویل کی گنجائش ہونے کی وجہ سے اس کی دلالت بھی ظنی ہے؛ لہٰذا جماعت شروع ہوجانے کے بعد سنتیں پڑھنا مکروہ تحریمی یا حرام نہ ہوگا؛ بلکہ صرف مکروہ تنزیہی ہوسکتا ہے اور جماعت کھڑی ہوجانے کے بعد فجر کی سنت تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔

حدیث تصویر پر ایک نظر

حدیث تصویر "**إنّ أشد الناس عذابًا يوم القيٰمة المصورون**". **الحديث**

(صحیح مسلم، النسخة الهندية ۲/ ۲۰۱، بيت الأفكار رقم: ۲۱۰۹، مشکوة ۲/ ۸۸۰، جواهر الفقه قديم ۳/ ۱۷۵، جديد زکريا ۷/ ۱۸۹)

اس کے بارے میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے یہ ثابت فرمایا کہ یہ حدیث شریف تواتر اسانید سے ثابت ہے اور انہوں نے تصویر سے متعلق اکتیس روایات نقل فرمائی ہیں، جن میں سے بیس روایات تصویر کشی کی حرمت سے متعلق ہیں؛ لہٰذا اگر اس حدیث شریف کے متواتر ہونیکی بات ثابت ہو جاتی ہے، تو یہ حدیث شریف قطعی الثبوت ہوگی۔

اب اس کی دلالت سے متعلق غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کی دلالت قطعی ہے یا ظنی؟ نیز کس قسم کی تصویر میں قطعی اور کس قسم میں ظنی ہے، تو حضرت مفتی صاحب موصوف قدس سرہ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی دلالت اور مفہوم بھی قطعی ہے، تو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تصویر کشی مطلقاً حرام ہوگی؛ لہٰذا اس کی اباحت کے لئے اضطراری ضرورت کا ثبوت بھی لازم ہوگا، اس کے بغیر محض حاجت کی وجہ سے تصویر بنانا یا بنوانا ہرگز جائز نہیں ہوگا اور حضرت مفتی صاحب موصوف نے جواہر الفقہ میں اسی کو ثابت فرمایا ہے۔ (جواہر الفقہ قدیم ۳/ ۱۷۵، جدید زکریا ۷/ ۱۸۹)

اب اس حدیث شریف کے مضمون کے بارے میں کچھ تفصیل کی ضرورت ہے کہ حدیث تصویر کے اندر جانوروں کا وہ مجسمہ جو ہاتھ سے یا اوزار سے بنایا جاتا ہے، اس کے مراد ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے؛ بلکہ تمام امت کا اتفاق اس بات پر ہے کہ حدیث تصویر میں مجسموں کی حرمت متعین ہے؛ لہٰذا جانوروں کے مجسموں کے متعلق حدیث شریف قطعی الدلالۃ اور قطعی الثبوت ہوگی؛ اس لئے مجسمہ بنانا یا بنوانا سب قطعی حرام ہوگا اور حضرت مفتی صاحب نے جو قطعی الدلالۃ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے، اس سے اگر یہی مجسمہ کی تصویر مراد ہے، تو اس کی حرمت کے قطعی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہوگا؛ لیکن بعض علماء عرب کیمرے کی تصویر کی حرمت کو حدیث شریف کے قطعیت کے مفہوم سے

مستثنیٰ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قطعیت میں صرف مجسمہ اور تماثیل داخل ہیں، کیمرے کی تصویر داخل نہیں ہے؛ اس لئے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں کیمرے کی تصویر کا وجود نہیں تھا؛ لہٰذا اس میں تأویل کی گنجائش نکل سکتی ہے، اور ایسی صورت میں حدیث شریف اگر چہ قطعی الثبوت ہے، مگر کیمرے کی تصویر کے حق میں اس کی دلالت ظنی ہونے کی وجہ سے اس سے حرمت قطعیہ کا ثبوت نہیں ہوتا؛ بلکہ حرام کے قریب کراہت تحریمی کا ثبوت ہوسکتا ہے جو کہ ضرورت بمعنی حاجت کی وجہ سے مباح ہوجاتی ہے؛ لہٰذا ایسی صورت میں اسکولوں، کالجوں، کمپنیوں، فرموں، سرکاری محکموں اور مدارس کے افراد کے لئے شناختی کارڈ وغیرہ کے لئے بھی تصویر کھنچوانا جائز اور مباح ہوجائیگا۔ نیز آج کل جو ملکی سطح پر وطنی تصدیق نامہ کے طور پر شناختی کارڈ بنانے کا سلسلہ جاری ہوا ہے، اس کے لئے بھی کیمرے کی تصویر بنانا بلاتردد جائز ہوگا اور یہی توجیہ زیادہ صحیح اور راجح ہے۔

کیمرے کی تصویروں کے بارے میں جو اوپر اختلاف نقل کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اگر کیمرے کی تصویروں کو مذکورہ حدیث شریف کے حکم کے دائرہ میں داخل کیا جائے، تو حدیث شریف کے قطعی الثبوت اور ظنی الدلالت ہونے کی وجہ سے کیمرے کی تصویر کی حرمت میں تخفیف آئی ہے اور بعض علماء عرب کے قول کے مطابق کیمرے کی تصویر مذکورہ حدیث کی حرمت کے دائرے میں داخل نہیں ہے۔ (علماء عرب کے اختلاف کی تفصیل تکملۃ فتح الملہم اشرفیہ دیوبند ۱۶۲/۴ تا ۱۶۴/۴ میں موجود ہے)

لیکن سوال یہ ہے کہ ویڈیو کیمرے کے ذریعہ سے ٹیلی ویژن اور ٹی وی کے شیشے کے ڈبہ میں جو تصویریں نظر آتی ہیں، وہ کونسی تصویر ہیں، تو اس کی تفصیل ’’ٹیلی ویژن کے ڈبے میں نظر آنیوالی تصویروں کی حقیقت‘‘ کے عنوان اور ’’عکس اور سایہ‘‘ کے عنوان اور ’’تصویر اور عکس کا فرق‘‘ کے عنوان کے ذیل میں واضح کردیا ہے کہ ٹیلی ویژن میں نظر آنے والی تصویریں اور شکلیں حقیقی معنی میں تصویر نہیں ہوتی ہیں؛ بلکہ عکس ہوا کرتی ہیں، ظاہر بات ہے کہ تصویروں

کے مقابلہ میں عکس کا حکم ہلکا ہوا کرتا ہے؛ اس لئے جس طرح ضرورت کی وجہ سے کیمرے کی اصل تصویر ایڈنٹی کارڈ پاسپورٹ وغیرہ کے لئے کھینچنا اوران کو رکھنا جائز ہے، اسی طرح کسی خاص شرعی ضرورت اور خاص موقع پر خطیب کی تقریر مع تصویر کے ویڈیو کیمرے میں پیش کیا جانا بھی اوران کا ٹیلی ویژنوں میں دیکھنا فی نفسہ جائز ہوگا، مگر سد باب کے لئے یہ بھی جائز نہیں۔

ہر فی نفسہ جائز امر کو بروئے کار لانا جائز نہیں

یہاں ساتھ ہی دوسری طرف بھی دیکھنے کی ضرورت ہے کہ ہر وہ شئ جو فی نفسہ جائز ہو، اس کو بروئے کار اور بروئے عمل لانا بھی جائز ہے یا نہیں؟

یہ بات نہایت غور طلب ہے کہ بروئے عمل لانا اس وقت جائز ہوسکتا ہے کہ اس عمل کی وجہ سے کسی امر مفسد اور امر قبیح کا دروازہ نہ کھلتا ہو اور اگر امر مفسد اور برائی کا دروازہ کھلنے کا سبب بن جاتا ہو، تو پھر وہ جائز امر بھی ناجائز ہوجائے گا اور ٹیلی ویژن میں اگر خطیب کی تقریر اور قاری کی قراءت سننے اور دیکھنے کی اجازت دی جائے، تو اسی ٹیلی ویژن میں فاحش اور ننگی فلمیں بھی دیکھنے لگیں گے، پھر ناجائز اور حرام پروگرام سے روک تھام نہایت مشکل ہو جائے گی اور عام لوگوں کے دلوں سے اس کی حرمت کی اہمیت بھی کم ہو جائے گی؛ اس لئے سد باب کے طور پر خطیب کی تقریر اور مفسر کی تفسیر اور قاری کی قراءت کا پروگرام دیکھنے کو بھی جائز قرار نہیں دیا جا سکتا، اس کی مکمل تفصیل دلائل شرعیہ کے ساتھ آگے ''سد باب'' کے عنوان کے تحت مستقل طور پر آرہی ہے۔

نگاہوں کا زنا اور گناہ کبیرہ

یہ بات آپ کے سامنے پیش کی جا چکی ہے کہ ٹیلی ویژنوں میں جو صورتیں وشکلیں نظر آتی ہیں، وہ سب اصل شئ کا عکس ہوتی ہیں، تصویر نہیں ہوتی ہیں؛ لہٰذا ٹیلی ویژن کے ڈبے

میں بغیر کسی ہیجان اور تلذذ کے کسی مرد کو دیکھا جائے تو جائز ہوگا؛ لیکن اگر مرد ناچ گانا اور فلمی شکل میں دکھائی دیتا ہے تو ناجائز اور حرام ہوگا اور اگر عورتوں کو دیکھا جاتا ہے تو چاہے ناچ گانا نہ ہو، کسی بھی طرح سے عورتوں کی صورتوں کا عکس نظر آجائے اور ان عورتوں کو دیکھ کر کے دیکھنے والوں میں ہیجان اور تلذذ پیدا ہوتا ہو، تو ناجائز اور حرام ہے اور اگر بے پردہ عورتیں نظر آجائیں اور فلمی اداکارہ نظر آجائیں، چہرہ، سر، باز و وغیرہ برہنہ حالت میں نظر آجائیں یا رقص کرتی ہوئی نظر آجائیں، تو ان تمام صورتوں کے اندر ان کا ویڈیو فلم لینا اور پھر ان کو ٹی وی چینلوں کے ذریعہ سے ٹیلی ویژنوں میں دکھانا، پھر ان کو ٹیلی ویژن میں دیکھنا سب آنکھوں کا زنا اور سراسر گناہ کبیرہ اور حرام ہے۔ان حیا سوز فلموں کی وجہ سے دنیا بھر کے اندر فاحشات اور برائیاں پھیل رہی ہیں اور مسلمانوں میں اس طرح کے فلم اور فاحش پروگرام دکھانے والے ٹیلی ویژنوں کا رکھنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے سامنے آنکھوں کا زنا بھی رکھا ہے، ہاتھوں کا زنا بھی رکھا ہے، پیروں کا زنا بھی رکھا ہے، کانوں کا زنا بھی رکھا ہے، زبان کا زنا بھی رکھا ہے، انسان اپنے ان اعضاء میں سے جس عضو سے بھی چاہے زنا میں مبتلا ہو جائے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھ کر تلذذ حاصل کرنا ہے اور کانوں کا زنا سن کر تلذذ حاصل کرنا ہے اور زبان کا زنا گفتگو کے ذریعہ سے تلذذ حاصل کرنا ہے اور دلوں کا زنا بدکاری کے لئے مکمل طور پر مائل ہو جانا ہے، پھر آخری درجہ میں حقیقی بدکاری کا نمبر آتا ہے۔ ٹیلی ویژنوں میں جن عورتوں کو تلذذ کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اگر چہ انکے ساتھ حقیقی بدکاری نہیں ہوسکتی مگر ٹیلی ویژنوں میں دیکھائی دینے والی عکسی صورتوں سے نگاہوں کا زنا اور کان کا زنا اور زبان کا زنا خوب ہوتا رہتا ہے۔

قیامت کے دن اللہ کے دربار میں آنکھوں کے زنا کا سوال ہوگا اور کانوں کے زنا کا بھی سوال ہوگا، زبان کے زنا کا بھی سوال ہوگا اور ٹیلی ویژنوں پر دکھائی دینے والی

صورتیں اگر چہ اصل تصویر نہیں ہیں، مگر اصل شئ کا عکس ہیں، جن کو دیکھ کر جن کی باتوں کو سن کر ہیجان اور تلذذ پیدا ہوتا ہے، تو ان سے اس طرح گناہ ہوگا، جس طرح حقیقی عورت کو دیکھ کر تلذذ حاصل کرنے کا گناہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے، اس موضوع سے متعلق بے شمار احادیث شریفہ ہیں، ہم یہاں پر بخاری و مسلم سے صرف دو حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

قال أبو هريرةؓ: عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن الله كتب على ابن آدم حظه من الزنا، أدرك ذلك لا محالة فزنا العين النظر، وزنااللسان النطق، والنفس تمنى وتشتهي، والفرج يصدق ذلك ويكذبه. (صحيح البخاري، ٢/٢٢٢-٩٧٨، رقم:٦٠٠٢، ف:٦٢٤٣/٦٣٥٩، ف:٦٦١٢)

حضرت ابو ہریرہؓ سے حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی آدم پر زنا کا ایک حصہ رکھا ہے، جس کی لذت وہ لازمی طور پر حاصل کرتا ہے؛ لہٰذا آنکھ کا زنا دیکھنا اور زبان کا زنا برائی کی بات کرنا ہے، اور دل کا زنا برائی کی مکمل آرزو اور خواہش میں مبتلا ہو جانا ہے اور شرمگاہ اس کو اصل شکل تک پہونچانے کا کام کرتی ہے یا تو برائی کے ثبوت تک پہونچ جاتی ہے یا اسے جھٹلا کر انکار کر جاتی ہے۔

قال أبو هريرةؓ: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله كتب على ابن آدم حظه من الزنا أدرك ذلك لا محالة، فزنا العينين النظر، وزنا اللسان النطق، والنفس تمنى وتشتهي، والفرج يصدق ذلك أو يكذبه.

(صحيح مسلم، النسخة الهندية ٢/٣٣٦، بيت الأفكار رقم:٢٦٥٧)

حضرت ابو ہریرہؓ سے نبی کریم ﷺ کا ارشاد مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے بنی آدم پر زنا کا ایک حصہ لکھ دیا ہے، لازمی طور پر اس کی لذت وہ حاصل کر لیتا ہے؛ لہٰذا دونوں آنکھوں کا زنا ان دونوں سے دیکھنا ہے اور دونوں کانوں کا زنا ان دونوں سے برائی کی باتیں

سننا ہے اور زبان کا زنا برائی کی بات زبان پر لانا ہے اور ہاتھ کا زنا نامحرم کو ہاتھ سے پکڑنا ہے اور پیر کا زنا برائی کے ارادہ سے چلنا ہے اور دل کا زنا برائی کا پکا ارادہ کر کے برائی کی طرف پوری طرح مائل ہو جانا ہے، پھر شرم گاہ اس کو سچا کر کے دکھا دے یا اسے جھٹلا دے۔

أهو البليتين وأخف المفسدتين

جب دو حکم نص قطعی سے ثابت ہو جائیں تو دونوں کی فرضیت مسلم ہے اور دونوں میں سے کسی کو بھی ترک کر دینا امر مفسد ہے اور اصول یہ ہے کہ جب اس طرح دو امر مفسد جمع ہو جائیں تو غلبۂ مصلحت کی رعایت میں اخف مفسدہ کو برداشت کر کے اشد مفسدہ کو ترک کر دینے کا حکم ہے، اسی کو علامہ مصری نے الاشباہ والنظائر میں ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

إذا تعارض مفسدتان روعي أعظمهما ضررا بارتكاب أخفهما. (الأشباه والنظائر قديم ١٤٥)	جب دو امر مفسد آپس میں متعارض ہو جائیں تو ایسی صورت میں ان دونوں میں سے اخف مفسد کا ارتکاب کر کے اعظم مفسد کو ترک کرنے کی رعایت کی جائے گی۔

اور اس اصول کے تحت حضرات فقہاء نے بیشمار جزئیات کا استخراج فرمایا ہے، اس کے متعلق دو جزئیے بطور نظیر ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر جھوٹ سے دور رہنے کا حکم فرمایا ہے، جیسا کہ سورۂ حج کی اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے۔

واجتنبوا قول الزور. [الحج: ۳۰]	جھوٹی باتوں سے بچتے رہو

اس آیت کریمہ سے جھوٹ کا قطعی حرام ہونا واضح ہو گیا؛ لہٰذا جھوٹ بولنا بہت بڑا مفسدہ ہوگا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اندر قطعی طور پر اس حکم کی بھی تاکید فرمائی ہے کہ جب مسلمانوں کے دو فریق میں لڑائی جھگڑا اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو ان کے درمیان

صلح کرادیا کریں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا. [الحجرات:۹]

اور اگر دوفریق مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں توان میں ملاپ کرادو

دوسری آیت میں ارشادفرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ . [الحجرات: ۱۰]

مسلمان تو سب بھائی ہیں؛ اس لئے اپنے دو بھائیوں میں اصلاح کر دیا کرو

تیسری جگہ ارشادفرمایا:

فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ . [الانفال: ۱]

اللہ سے ڈرواور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو

ان تینوں آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دوفریق کے درمیان صلح کرنے کا حکم فرمایا ہے اور آیت زور میں جھوٹ سے دور رہنے کا حکم فرمایا؛ لہٰذا جھوٹ بولنا بھی مفسدہ ہوگا اور دو فریق کے درمیان صلح کرنے کی قدرت ہوتے ہوئے صلح نہ کرنا بھی مفسدہ ہے؛ لیکن صلح نہ کرنے کا مفسدہ جھوٹ کے مسفدہ سے بڑھا ہوا ہے اس لئے دوفریق کے درمیان صلح کی مصلحت کی رعایت کے پیش نظر اگر جھوٹ کی ضرورت پیش آجائے تو جھوٹ بولنا جائز ہوجائے گا،اسی کو حضرات فقہاء نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

الكذب مفسدة محرمة وهي متى تضمن جلب مصلحة تربو عليه جاز كالكذب للإصلاح بين الناس وعلى الزوجة لإصلاحها وهذا النوع راجع إلى ارتكاب أخف المفسدتين في الحقيقة عامة كانت أو خاصة.

(الأشباه والنظائر قديم ۱۴۹)

جھوٹ مفسدہ محرمہ ہے اور جب وہ ایسی مصلحت پر شامل ہو جائے جو جھوٹ سے بڑھا ہوا ہوتو ایسی صورت میں وہ جائز ہوجاتا ہے، مثلاً لوگوں کے مابین اصلاح کرنے کی غرض سے اسی طرح بیوی کی اصلاح کی وجہ سے (تو جائز ہے) اور یہ قسم درحقیقت دو مفسدوں میں سے اخف کے ارتکاب کی طرف راجع ہے خواہ عام ہو یا خاص۔

(۲) نماز کے اندر ستر عورت شرط ہے اور اس کا حکم قرآن سے ثابت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا بَنِيْ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ. [الاعراف: ٣١]

اے اولادآدم تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت (نماز کیلئے ہو یا طواف کیلئے) اپنا لباس پہن لیا کرو

اور اسی طرح نماز کے لئے استقبال قبلہ شرط ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَام. [البقرة: ١٤٤]

اب سے اپنا چہرہ نماز میں مسجد حرام کی طرف کیا کیجئے۔

اور اسی طرح نماز کے لئے طہارت ثیاب بھی شرط ہے، اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ. [سورة المدثر: ٤]

اپنے کپڑے کو پاک رکھئے۔

اسی طرح نماز کے لئے وضو بھی شرط ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے آیت وضو میں ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ. [المآئدة: ٦]

اے ایمان والو! جب تم نماز کو اٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ۔

اور دوسری طرف نماز کو اپنے وقت میں پابندی کے ساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ”وأقيموا الصلوة“ کے الفاظ سے ارشاد فرمایا ہے؛ لہٰذا ستر عورت، استقبال قبلہ اور طہارت کے بغیر نماز پڑھنا ایک مفسدہ ہے اور نماز کو اپنے وقت میں نہ پڑھنا دوسرا مفسدہ ہے اور ترک صلاۃ کا مفسدہ ترک شرائط کے مفسدہ سے بڑھا ہوا ہے؛ اس لئے

ترک صلوۃ کے مفسدہ کی رعایت کرتے ہوئے ترک شرائط کے مفسدہ کو برداشت کرلیا جائے گا اور مذکورہ شرائط میں سے کسی شرط کے فوت ہوجانے کی حالت میں بھی نماز پڑھنے کا حکم ہوگا ،اس کو حضرات فقہاء نے ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وقد ترعي المصلحة لغلبتها على المفسدة فمن ذلك الصلوة مع اختلال شرط من شروطها من الطهارة، والستر والاستقبال فإن في كل ذلك مفسدة لما فيه من الإخلال بجلال الله تعالیٰ في أن لايناجى إلا على أكمل الأحوال ومتى تعذر عليه شيئ من ذلك جازت الصلوة بدونه تقديما لمصلحة الصلوة على هذه المفسدة. (الأشباه والنظائر قديم ۱٤۸)	اور کبھی مفسدہ کے مقابلہ میں غلبہ مصلحت کی رعایت کی جاتی ہے؛ چنانچہ اسی قبیل سے وہ نماز ہے، جو اپنی شرائط مثلاً طہارت، ستر عورت، استقبال قبلہ میں سے کسی شرط کے مختل (مفقود) ہونے کے ساتھ پڑھی جائے تو اس میں عظمت خداوندی میں کوتاہی پیدا ہوجانے کی وجہ سے مفسدہ موجود ہے؛ کیونکہ اللہ سے سرگوشی اور مناجات حالت کمال میں کی جاتی ہے، مگر جب ان شرائط میں سے کسی شرط کی ادائے گی متعذر ہوجائے تو اس شرط کے بغیر نماز جائز ہوجاتی ہے، اس شرط کے فوت ہوجانے کے مفسدہ پر مصلحت صلوۃ کو ترجیح دینے اور مقدم رکھنے کے لئے۔

ان تمام نظائر اور دلائل کا نتیجہ خطیب کی تقریر اور غیروں کے مفسدہ کے معارضہ کے عنوان کے تحت مرتب کیا جائے گا۔

جائز پروگرام بھی سدباب کے لئے ناجائز ہے

شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اہم ترین اصول یہ بھی ہے کہ جو امر فی نفسہ

جائز اور حلال ہوتا ہے اور اس کا کرنا بھی شرعاً جائز اور حلال ہے، مگر وہ امر جائز اور حلال ہونے کے باوجود اگر کسی امر حرام کا سبب یا ذریعہ بنے تو وہ امر حلال بھی شرعاً حرام ہو جاتا ہے اور شریعت میں اس کی بے شمار مثالیں اور نظائر موجود ہیں اور اس کا بنیادی اصول حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام نے ایک مختصر جملے میں مثال سے سمجھا دیا ہے، آقاء نے مثال یوں پیش فرمائی ہے کہ جانور چرانے والے چرواہے کے لئے ایک متعین چراگاہ ہوتی ہے وہ اپنے ہی چراگاہ کے حدود میں چرانے کا مجاز ہے اور اس کے لئے چراگاہ کے بالکل کنارے اور بارڈر پر بھی چرانا فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن سرحد پر جانور چرتے چرتے بہت ممکن ہے کہ حدود کے باہر بھی منھ مار دے اس لئے سرحد پر چرانے سے منع کیا جاتا ہے اس لئے یہ امر حلال امر حرام کا سبب بن سکتا ہے، اسی طرح ہر بادشاہ کے لئے اس کی سلطنت اور ملک کی ایک سرحد ہوتی ہے ایسے ہی اللہ کے احکامات کی بھی سرحد ہوتی ہے اور حلال وحرام کے درمیان جو سرحد ہے اس پر عمل کرنا بھی فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن اس پر عمل کرتے کرتے حلت کی سرحد اور دائرہ سے ہٹ کر اس کے باہر حرام میں بھی مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے؛ اس لئے حرام اور حلال کے درمیان سرحد کو امر مشتبہ سے تعبیر کیا گیا ہے، شریعت نے اس سے بچنے اور دور رہنے کا تاکید سے حکم فرمایا ہے اور ایسا ہی زیر بحث موضوع کا بھی معاملہ ہے کہ زیر بحث موضوع میں ٹیلی ویژن میں آنے والی صورتوں وشکلوں کا دلائل کے ذریعہ سے اصل شئ کا عکس ہونا ثابت ہو چکا ہے اور کسی امر جائز کا عکس لینا حرام اور ناجائز نہیں ہے؛ البتہ تصویر لینا اور تصویر کھینچنا ناجائز ہے اور ٹی وی اور ٹیلی ویژن میں اگر ایسے جائز پروگرام ہوں جو دائرۂ شریعت تک محدود ہوں اور کسی قسم کی کوئی عورت اس پروگرام میں نہ ہو تو کیمرے میں اس پروگرام کو لینا عکس ہونے کی وجہ سے فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن اس پروگرام کا عکس جن ٹیلی ویژنوں میں دیکھا جائے گا ان ہی ٹیلی ویژنوں میں ناجائز اور حرام پروگرام بھی دیکھا جاتا ہے۔

اب اگر عوام کو عام ٹیلی ویژنوں میں جائز پروگرام دیکھنے کی اجازت دی جائے مثلاً حرمین شریفین کی نماز، تراویح، حج وعمرہ مختلف پروگرام اسی طرح دنیا کے کسی بھی علاقے میں کوئی

جائز پروگرام یا خطیب کی تقریر یا مفسر کی تفسیر یا قاری کی قرأت مع ان کی شکل وصورت کے ٹیلی ویژنوں میں دیکھنے کی اجازت دیجائے اورلوگ ان پروگراموں کوان ٹیلی ویژنوں میں جائز سمجھ کر بلاتکلف دیکھنے لگیں توان ہی پروگراموں کو دیکھتے دیکھتے حرام اورحیاسوز پروگرام بھی دیکھنے لگیں گے؛ اس لئے ٹی وی اور ٹیلی ویژنوں میں ان جائز پروگراموں کے جائز ہونے کے باوجودناجائز پروگراموں کے دیکھنے کا سبب بننے کی وجہ سے ناجائز ہی کہا جائے گا۔

اب اس موضوع سے متعلق احادیث شریفہ اورفقہاء کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

حدیث شریف ملاحظہ ہو:

عن النعمان بن بشير قال: سمعته يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: وأهوى النعمان بإصبعه إلى أذنيه ان الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك أن يرتع فيه ألا وإن لكل ملك حمى ألاوأن حمى الله محارمه.

(صحيح مسلم، النسخة الهندية ٢/٢٨، بيت الأفكار رقم: ١٥٩٩، صحيح البخاري ١/١٣، رقم:٥٢)

حضرت نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا ہے بیشک اللہ نے حلال چیزوں کو واضح کر کے بیان فرمادیاہے اوراسی طرح حرام کوبھی واضح کردیا ہے اور ان دونوں کے مابین کچھ مشتبہ چیزیں ہیں جن کا حکم بہت سے لوگ نہیں جانتے ہیں؛ لہٰذا جوشخص ان مشتبہ چیزوں سے بچے گاوہ اپنے دین اورعزت کومحفوظ کرلے گا اور جوشخص مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہوجائے گا وہ حرام میں مبتلا ہوجائے گا جیسا کہ چرواہا چراگاہ کے کنارے پر چراتا ہے، تو بہت ممکن ہے کہ چرانے لگےحدود کے باہر بھی اورآ گاہ ہوجاؤ بیشک ہر بادشاہ کی حکومت کے لئے حدود اور دائرے ہیں بیشک اللہ کے حدود اوردائرہ کی سرحدمحارم ہیں۔

حضرات فقہاء کی تصریحات ملاحظہ فرمائیے:

صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسانیؒ عورتوں کی جماعت میں شرکت کی ممانعت کا حکم لکھتے ہوئے نقل فرماتے ہیں کہ جوان عورتوں کے لئے مساجد میں جاکر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ممنوع ہے اور حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں سبب فتنہ سے بچنے کے لئے سداً للذرائع عورتوں کو جماعت میں شرکت کرنے سے منع فرمادیا تھا؛ حالانکہ فی نفسہ جماعت میں عورتوں کا شریک ہونا جائز اور درست ہے جیسا کہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں درست تھا؛ لیکن عورتوں کا جماعت کے لئے گھر سے نکلنا فتنہ کا سبب بن سکتا ہے؛ اس لئے ممانعت کردی گئی ہے۔ اثر صحابہ اور فقہاء کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

ولايباح للشواب منهن الخروج إلى الجماعات بدليل ما روى عن عمرؓ أنه نهى الشواب عن الخروج ولأن خروجهن إلى الجماعة سبب الفتنة والفتنة حرام وما أدى إلى الحرام فهو حرام. (بدائع الصنائع كراچي ١/١٥٧، زكريا ١/٣٨٨)

اور جوان عورتون کے لئے جماعت کی شرکت کے لئے گھر سے نکلنا جائز اور مباح نہیں ہے؛ اس دلیل کی وجہ سے جو حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ یقیناً انہوں نے عورتوں کو جماعت میں شرکت سے ممانعت فرمائی ہے؛ اس لئے کہ ان کا جماعت میں شریک ہونا باعث فتنہ ہے اور فتنہ حرام ہے اور جو چیز حرام تک متعدی ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے۔

(۲) اور صاحب معارف السنن نے اس کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

وأما الشابة وذات الجمال ومن تشتهي فيكره لهن الحضور لما ذلك من خوف الفتنة عليهن وبهن (وقوله) وعلم منه أن أصل مذهبنا كما قاله شيخنا جواز الخروج للنساء للعيدين غير أنه منعه المشايخ، وأرباب الفتوى لفساد الزمان. (معارف السنن اشرفية ديوبند ٤/٤٤٦-٤٤٧)

جوان اور خوبصورت اور مشتہاۃ عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا ناجائز اور مکروہ ہے؛ اس لئے کہ یہ امر عورتوں کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا سبب ہے (اور مصنف کا قول) اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ ہمارا اصل مسلک عورتوں کا نماز عید کے لئے نکلنا جائز ہے، مگر مشائخ اور ارباب فتویٰ نے فساد زمانہ کی وجہ سے منع کردیا ہے۔

(۳) اور علامہ بدر الدین عینیؒ نے بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں حائضہ عورت سے مباشرت اور استمتاع کے مسئلہ کے ذیل میں بحث کرتے ہوئے اس مسئلہ کو بہت واضح الفاظ میں نقل فرمایا ہے کہ استمتاع اور مباشرت فی نفسہ جائز اور درست ہے، مگر ان لوگوں کے لئے جائز ہے، جو اپنے نفس پر قابو یافتہ ہیں اور جو لوگ اپنے نفس پر قابو یافتہ نہیں ہیں، ان کے لئے حائضہ عورت سے استمتاع جائز نہیں ہے: اس لئے کہ بہت ممکن ہے کہ اصل مقام سے ہٹ کر استمتاع کرتے کرتے اصل مقام میں مبتلا ہو جائے؛ اس لئے سدًا لذرائع کے طور پر ایسے لوگوں کو حائضہ سے استمتاع کرنے سے بھی منع کر دیا گیا ہے۔

عمدۃ القاری کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

منها جواز مباشرة الحائض فيما فوق الإزار (وقوله) أن هذه المباشرة إنما تجوز له إذا كان يضبط نفسه ويمنعها من الوقوع في الجماع وإن كان لا يملك ذلك فلا يجوز له ذلك لأن من رعى حول الحمى يوشك أن يقع فيه. (عمدة القاري، دار إحياء التراث العربي بيروت ۲۶۸/۳، زكريا ديوبند ۱۱۳/۳)

حائضہ عورت سے مافوق الإزار مباشرت اور استمتاع جائز ہے (اور مصنف کا قول) بیشک یہ مباشرت شوہر کے لئے اس وقت جائز ہے، جب وہ اپنے نفس پر قابو یافتہ ہو اور اپنے نفس کو جماع سے روکنے پر قادر ہو اور اگر اپنے نفس پر قابو یافتہ نہیں ہے، تو اس کے لئے مافوق الإزار بھی استمتاع جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ جو شخص چراگاہ کے سرحد میں چراتا ہے ممکن ہے کہ سرحد سے باہر بھی چرائے ایسا ہی ممکن ہے کہ یہ شخص بھی جماع میں واقع ہو جائے۔

(۴) اور اس مسئلہ کو صاحب بدائع الصنائع نے مسجد میں جماعت ثانیہ کی ممانعت کے تحت لکھتے ہوئے فرمایا ہے کہ جماعت ثانیہ اس وقت ممنوع اور مکروہ ہے جب اصل جماعت متاثر

ہو ورنہ فی نفسہ جماعت ثانیہ جائز اور درست ہے مگر محلّہ کے لوگوں کو اگر جماعت ثانیہ کی اجازت دی جائے تو یہی جماعت ثانیہ مسجد کے اصل جماعت میں قلت کا سبب بنے گی؛ اس لئے شریعت نے محلّہ کے لوگوں کی جماعت ثانیہ کی ممانعت فرمائی ہے۔

بدائع الصنائع کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

وری عن أنس بن مالکؓ أن أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم کانوا إذا فاتتهم الجماعة صلوا في المسجد فرادیٰ ولأن التكرار یؤدي إلی تقلیل الجماعة؛ لأن الناس إذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة فیستعجلون فتكثر الجماعت وإذا علموا أنها لا تفوتهم یتأخرون فتقل الجماعة وتقلیل الجماعة مكروه (وقوله) بخلاف ما إذا صلی فیه غیر أهله لأنه لا یؤدی إلی تقلیل الجماعة.

(بدائع الصنائع کراچي ۱/۱۵۳، بیروت ۱/۶۵۵، زکریا دیوبند ۱/۳۷۹-۳۸۰)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ کے اصحاب جب ان کی جماعت فوت ہوجاتی تو مسجد میں تنہا تنہا نماز پڑھتے تھے اور اس لئے کہ تکرار جماعت اصل جماعت میں قلت افراد کا سبب ہے؛ کیوں کہ جب لوگوں کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ ان کی جماعت فوت ہوجائے گی، پھر اس کی تلافی نہ ہوسکے گی تو شرکت جماعت میں جلدی کریں گے اور اصل جماعت میں افراد کی کثرت رہے گی اور جب یہ معلوم ہوجائے کہ ان کی جماعت فوت نہیں ہوگی تو آنے میں تاخیر کریں گے، پھر اصل جماعت کے افراد میں کمی آجائے گی اور اصل جماعت میں کمی کا سبب مکروہ ہے؛ لیکن جب محلّہ والوں کے علاوہ دوسرے لوگ جماعت ثانیہ کریں تو یہ جائز ہے؛ اس لئے کہ ان لوگوں کی جماعت ثانیہ اصل جماعت میں قلت کا سبب نہیں ہے۔

(۵) اور مسئلہ شرعی یہ ہے کہ حالت صوم میں شوہر کے لئے بیوی سے بوس وکنار کرنا

فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن یہی امر جائز جب جماع کا سبب بن جائے تو ممنوع اور ناجائز ہو جاتا ہے؛ اس لئے کہ جوان آدمی کے لئے یہی بوس وکنار غالباً جماع کا سبب بن جاتا ہے اور جو چیز کسی شیٔ کے لئے غالباً سبب بن جاتی ہے، اس کو حقیقی سبب کے درجہ میں قرار دیا جاتا ہے۔

فقہاء کی عبارت ملاحظہ فرمایئے:

لأنها قلما تخلو عن الفتنة قلنا الكلام فيما إذا كان بحال يأمن فإن خاف قلنا بالكراهة؛ لأنها إذا كانت سببًا غالبًا تنزل سببًا. (فتح القدير، كوئٹه ٢/٢٥٨، زكريا ٢/٣٣٧)

اس لئے کہ اسی بوس وکنار میں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ فتنہ سے خالی ہو، ہماری گفتگو اس صورت میں ہے کہ جب ایسی حالت میں بوس وکنار کیا جائے، جس میں جماع سے امن ہو؛ لہٰذا اگر جماع کا خوف ہو تو ہم کراہت کا حکم لگائیں گے اور زیادہ راجح کراہت ہی ہے؛ اس لئے کہ جب یہ وقوع جماع کا غالباً سبب ہے، تو اس کو اصل سبب کے درجہ میں اتار دیا جائے گا۔

مذکورہ تمام تفصیلات اور احادیث شریفہ اور فقہاء کے جزئیات سے واضح ہو چکا کہ جو امر جائز امر ممنوع کا سبب بنتا ہے، تو وہ خود بھی ناجائز اور ممنوع ہو جاتا ہے اور ویڈیو کیمرے اور ٹیلی ویژن کے چینلوں کے ذریعہ سے ٹی وی اور ٹیلی ویژن کے ڈبوں میں جو اصل جائز پروگرام کا عکس نظر آتا ہے وہ فی نفسہ جائز ہونے کے باوجود ناجائز اور حیا سوز پروگرام دیکھنے کا سبب بن سکتا ہے؛ اس لئے کہ ان ٹیلی ویژنوں میں جائز پروگراموں کو دیکھنے کی بھی شرعاً اجازت نہ ہوگی۔

خطیب کی تقریر اور غیروں کے مفسدہ کا معارضہ

اب آخر میں پوری بحث اور تفصیلات کا حاصل پیش کیا جا رہا ہے کہ آج کل کے زمانے میں دوسرے مسلک کے لوگوں کی طرف سے ٹی وی چینل کے ذریعہ سے غیر ذمہ

دارانہ بیانات پوری دنیامیں عام ہوتے جارہے ہیں،حتی کہ یہاں تک کا پروگرام آنے لگا کہ تم انٹرنیٹ میں اپنی حاجت اورضرورت پیش کردو،اور وہاں سے شریعت کا کوئی نام نہادذمہ دارآپ کواستخارہ کے ذریعہ سے مسئلہ کا حل پیش کردے آپ کی پریشانی دورکردے،عجیب عجیب خرافات ٹیلی ویژن میں آرہی ہیں،اس سلسلے میں عوام الناس خود پریشان ہیں یہ ایک اہم مفسدہ ،اور مصیبت امت کے سامنے ہے،اور دوسری طرف اہل حق کی جانب سے، باضابطہ ٹیلی ویژن کا پروگرام دیاجائے،اورعامۃ الناس ٹیلی ویژنوں میں اہل حق کا پروگرام دیکھتے جائیں؛تواوپرکی تفصیل کے مطابق اہل حق کا پروگرام اس بات کا سبب بن جائیگا کہ عوام الناس ان ہی ٹیلی ویژنوں میں حیاسوز،اورفحش پروگرام بھی دیکھنےلگیں گے،تو معلوم ہواکہ اہم ترین،دومفسدہ کے درمیان معارضہ،اورمقابلہ ہے،تواب فیصلہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اخف المفسدتین کون ہے،تواس پرغورکرنے کی ضرورت ہے کہ حیاسوزاورفحش پروگرام میں عوام کے مبتلاہونے کا سبب بننا زیادہ شدید مفسدہ ہے،غیروں کے مفسدہ کے مقابلے میں،اس لئے اخف مفسدہ کو دورکرنے کے لئے اشدّ مفسدہ کا اختیارکرنادرست نہیں ہوگا،اس لئے کہ حیاسوز پروگرام عوام الناس کے زنا،اوربدکاری میں مبتلا ہونے کا سبب ہے، جواس وقت قابو سے باہر ہوتا جارہا ہے، پھراس کو عام کرنے کا ہم خودسبب بن جائیں تونہایت خطرناک بات ہوگی، اورفرق باطلہ کی طرف سے جو غیر ذمہ دار نہ بیانات ، اور پروگرام ٹیلی ویژنوں میں آرہے ہیں، وہ ہمارے بیانات کی وجہ سے بندنہیں ہوں گے، وہ اپنی جگہ بحالہ باقی رہیں گے، ہاں البتہ عوام الناس سے ان کی باتوں کے مقابلے میں ہماری باتوں کوقبول کرنے کی زیادہ امید ہے؛لیکن اس امید کی بناء پرہم خودمفسدہ کا سبب بن جائیں تو میرے خیال میں یہ ہم سب کے لئے غیرمناسب بات ہوگی۔

ہم نے ماقبل میں اخف المفسدتین کا باضابطہ عنوان قائم کرکے متعدد مثالیں ، اورنظیریں قرآن وحدیث اورفقہ کی عبارات کے ذریعہ سے پیش کردی تھیں اس اصول کو ذھن

میں رکھنا نہایت اہمیت کا حامل ہے اس اصول کی روشنی میں خطیب کی تقریر، حرمین کے پروگرام، قاری کی قراءت کے جوفوائد مرتب ہوسکتے ہیں، ان سے کہیں زیادہ مفسدہ بڑھ سکتا ہے، اس لئے خطیب کی تقریر، اور مفسر کی تفسیر کا ٹیلی ویژنوں میں نشر کرنا جائز قرار دینے میں نہایت احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

ٹی وی اور ٹیلی ویژن کے جسمانی نقصانات

آج دنیا کے ہر خاص وعام، بچے، بوڑھے، مرد وعورت نے اس بات کا بخوبی تجربہ حاصل کرلیا ہے کہ ٹی وی اور ٹیلی ویژن سے شرعی نقصانات کے ساتھ ساتھ اس نے انسانی معاشرہ، اور انسانی زندگی کو حیاسوز بنادیا ہے اور پھر اسی کے ساتھ ساتھ دنیا کے بڑے بڑے تجربہ کاروں نے انسانی دنیا کے سامنے اپنا تجربہ، اور رپورٹ پیش کی ہے، کہ ٹی وی اور ٹیلی ویژن سے ہر سال ہزاروں بچے، بوڑھے، مرد وعورت اپنی آنکھوں کی روشنی سے محروم ہو چکے ہیں، برطانیہ، اور امریکہ کے تجربہ کار ڈاکٹروں نے ٹیلی ویژن کے نقصانات کا اہم تجزیہ قوم کے سامنے پیش کیا ہے کہ آج کی دنیا میں، نگاہوں کی کمزوری کا ایک اہم سبب ٹیلی ویژن ہے، نیز اس کے حیاسوز پروگراموں کی وجہ سے ہزاروں نوجوان لڑکے، اور لڑکیاں بدکاری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جس کے نتیجے میں ایک خطرناک مرض، ایڈز، کے شکار ہو جاتے ہیں، ابھی ۲۵/ مارچ بروز جمعہ ۲۰۰۵ء کو اخبار ''راشٹریہ سہارا'' میں مرض ٹی وی کا ایک تجزیہ آیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ ایڈز، اور ٹی وی کے مرض میں ایک خاص تعلق، اور جوڑ ہے اور ہر سال ٹی وی کے مرض کی وجہ سے پوری دنیا میں تقریباً بیس لاکھ افراد موت کا شکار ہو جاتے ہیں، اور یہ ٹی وی اور ایڈز کی بیماری بھی ٹی وی اور ٹیلی ویژن سے پیدا ہو رہی ہے، اس لئے جس طرح ٹی وی اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے دنیا کی خبریں معلوم ہو جاتی ہیں، اس سے کہیں زیادہ ٹی وی اور ٹیلی ویژن سے شرعی، طبعی، اور انسانی صحت کے نقصانات کا

شکار بن جانا پڑتا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

حیا سوز حرکتوں سے آسمانی آفات

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب انسانوں میں بے حیائی عام ہو جائیگی، اور عورتوں، اور مردوں کا اختلاط زیادہ ہو جائیگا پھر ان کے درمیان بدکاری عام ہو جائیگی تو آسمانی عذاب کا انتظار کرو! اور جس علاقہ میں زنا کاری، بدکاری اور بے حیائی عام ہو جائیگی ان علاقوں میں آسمانی زلزلہ بھی آسکتا ہے، اور وبا کی امراض بھی عام ہو جاتی ہیں، ترمذی شریف میں بڑی اہمیت کے ساتھ آقائے نامدار ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب برائیاں عام ہو جائیں گی تو آسمان سے پتھر برسے گا، اور خطرناک و لاعلاج بیماری پیدا ہو جائے گی، اور علاقہ میں زلزلہ آکر پورا علاقہ برباد ہو سکتا ہے، چنانچہ یورپ، اور مغربی و شمالی ایشیاء میں بے حیائی و بے پردگی کافی عرصہ سے عام ہو چکی تھی، اس کا نتیجہ چند سالوں سے معلوم ہو گیا ہے کہ وہاں کے باشندگان کس قدر ہلاکت و بربادی کے شکار بن کر برباد ہو گئے پھر انڈونیشیا اور ساحلی علاقے جہاں سیر و تفریح، اور بے حیائی عام ہے، پانچ، چھ مہینہ سے ان علاقوں میں کس قدر قیامت خیز زلزلہ آرہا ہے، اور بار بار آرہا ہے، بہت ممکن ہے کہ یہ سب حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کی صداقت کا ظہور ہے، اللہ پاک ہم سب کی آسمانی و زمینی آفات سے حفاظت فرمائے۔

چند احادیث ملاحظہ فرمائیے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم میں جھوٹ نہیں کہتا میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے فرمایا:

ليكونن من أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف. (صحيح البخاري ۸۳۷/۲، رقم: ۵۳۷۳، ف ۵۵۹۰)	میری امت میں سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو زنا ریشم شراب، اور گانے باجوں کو اپنے لئے حلال کرلیں گے

مذکورہ حدیث کے آخری حصہ میں انہیں باغیان دین کا تذکرہ ہے کہ ان کو زمین میں

دھنسا دیا جائے گا، اوران کو بندروں، اورسوروں کی صورت میں مسخ کردیا جائیگا۔

عن عمران بن حصين أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: فی هذه الأمة خسف ومسخ وقذف فقال رجل من المسلمين يارسول الله ومتى ذلک قال إذا ظهرت القيان والمعازف وشربت الخمور، الحديث. (سنن الترمذي، النسخة الهندية ٢/ ٤٥، دارالسلام رقم: ٢٢١٢)

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اس امت پر زمین کو دھنسا دینے، اورصورتوں کو بگاڑ دینے، اورآسمانوں سے اولے، اور پتھر برسانے کے ذریعہ سے آسمانی عذاب نازل کیا جائیگا تو مسلمانوں میں سے ایک صحابیؓ نے درخواست کی کہ یارسول اللہ ﷺ یہ عذاب کس وقت اورکب نازل ہوگا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب رنڈیاں، اور گانے بجانے کی چیزیں کثرت کے ساتھ ظہور میں آنے لگیں گی، اور کثرت کے ساتھ لوگ شراب پینے لگیں گے۔

تجاویز: آٹھواں فقہی اجتماع ادارۃ المباحث الفقہیہ، جمعیۃ علماء ہند

ادارۃ المباحث الفقہیہ، جمعیۃ علماء ہند کے آٹھویں فقہی اجتماع منعقدہ ۱۷/۱۸/۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۶ء 27/ 28/ 29/ اپریل 2005ء بمقام: مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ ہال، عیدگاہ جدید، ٹیانری روڈ، بنگلور میں ’’ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ کا دینی مقاصد کے لئے استعمال‘‘ پرغوروخوض کے بعددرج ذیل امور طے کئے گئے۔

(۱) آج ٹیلی ویژن پر زیادہ تر فحاشی، عریانیت، اورمخربِ اخلاق پروگراموں کاغلبہ ہے، ۲۴ رگھنٹے اس کے مختلف چینلوں پررقص وسرود، اورحد درجہ شرمناک مناظر دکھائے جاتے ہیں، پھر ڈش اینٹینا اور پرائیوٹ کیبل چینلوں نے تو تمام اخلاقی اور انسانی حدود کو پار کردیا ہے، اورآج ٹی وی زدہ معاشرہ جن شرمناک حرکتوں میں ملوث ہے، وہ ناقابل بیان ہیں، اورجس

گھر میں ٹیلی ویژن ہو وہاں کے لوگوں کا اس کے مخرب اخلاق پروگراموں سے بچنا تقریباً محال ہے، لہٰذا ٹیلی ویژن گھر میں رکھنا، اور اس کے پروگراموں کو دیکھنا شرعاً ناجائز ہے، جس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(۲) اسلام میں بلاضرورت شرعی تصویر کھچوانا ناجائز ہے، لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ٹیلی ویژن، اور دیگر ذرائع ابلاغ پر اعداءِ اسلام یا شر پسند فرقہ پرست طاقتوں کی طرف سے کوئی ایسی چیز سامنے آئے جس سے اسلامی عقائد، اور اقدار پر زد پڑتی ہو، اور اس کا مناسب جواب نہ دینے سے اسلام کی شبیہ بگڑنے یا مسلمانوں کے حقوق کے ناقابلِ تلافی نقصان کا اندیشہ ہو، تو اس کے دفاع کے لئے ٹیلی ویژن کے کسی پروگرام پر آنے کی ضرورۃً گنجائش ہے۔

(۳) اسلامی ٹی وی چینل قائم کرنے کو اگر چہ موجودہ دور کی ضرورت کہا جاتا ہے لیکن مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد یہ فقہی اجتماع اس نتیجہ پر پہنچا کہ اولاً علیحدہ اسلامی ٹی وی چینل قائم کرنا عملاً مشکل ترین امر ہے، اور اگر ایسا چینل وجود میں آ بھی جائے تو اس کے ذریعہ سے فوائد کے مقابلہ میں نقصانات کہیں زیادہ ہیں، کیونکہ اس طرح کے چینلوں کو بہانہ بنا کر لوگ ٹیلی ویژن کے فحش پروگراموں تک بآسانی رسائی حاصل کرلیں گے، اور دیگر باطل فرقوں کے چینلوں سے اس کا امتیاز بھی دشوار ہوگا، نیز عام لوگوں کی دلچسپی کی چیزیں شامل کیئے بغیر خالص اسلامی چینل کے ناظرین کی تعداد غیر معمولی حد تک کم ہوگی، اور متوقع فوائد حاصل نہ ہوسکیں گے، ان وجوہ سے اسلامی چینل قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) انٹرنیٹ اس دور میں ایسا معلوماتی ذریعہ ہے جس میں ہر طرح کے اچھے اور برے پروگرام پائے جاتے ہیں، گو کہ آج زیادہ تر اس ذریعہ کو ناجائز اور حرام چیزوں میں استعمال کیا جارہا ہے، لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس کو اگر شرعی حدود میں رہ کر استعمال کیا جائے تو منکرات وفواحش سے بچتے ہوئے اس سے عظیم تعلیمی، تجارتی اور انتظامی وغیرہ

فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں ،اس لئے یہ فقہی اجتماع انٹرنیٹ کے جائز حدود میں استعمال کو جائز قرار دیتا ہےاوراس کے ناجائزاستعمال کوناجائزاورحرام قراردیتا ہے۔فقط واللہ تعالی اعلم

نوٹ: تمام شرکاءنے اس تجویز سے مکمل اتفاق کیا،البتہ مولانا مفتی اشفاق صاحب (سرائے میر) نے شق نمبر۲؍ سے جزوی اختلاف کرتے ہوئے یہ نوٹ تحریر کیا'' ٹیلی ویژن پر آنے کی اجازت ہے'' سے مجھے اتفاق نہیں ہے، تجویز نمبر۳؍ سے تضاد محسوس ہوتا ہے، اور ٹیلی ویژن کے جواز کا دروازہ کھلتا ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَداً ☆ عَلٰى حَبِيْبِکَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ

اَللهُ أَكْبَر كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللهِ بُكْرَةً وَأَصِيْلاً. الحديث

(المعجم الكبير ٢/ ١٣٥، برقم: ١٥٧٠)

(مفتی)شبیراحمدقاسمی

خادم الحدیث والافتاء جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد(یو- پی)

(۲۷) باب الأسماء والکنی

پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام کا نام لے کر پکارنا

سوال [۱۱۱۴۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کلمہ طیبہ مکمل یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چلتے پھرتے خوب پڑھتا ہوں؛ لیکن ایک تقریر میں سنا کہ حضور ﷺ کو اسم گرامی محمد لے کر پکارنا ادب کے خلاف ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس کا خیال کیا گیا ہے، اکثر نبی کہہ پکارا گیا ہے، تو کیا میرا اس طرح کثرت سے پڑھنا باعث بے ادبی ہے؟ اگر ہاں تو اس کلمہ کو کس طرح پڑھیں؛ کیونکہ کلمہ اور درود دونوں ملا کر کثرت سے پڑھتا ہوں، یعنی یہ کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور درود یعنی صلی اللہ علیہ وسلم تاکہ دونوں کا ہر وقت ورد رہے؛ بلکہ اسی میں اکثر استغفر اللہ بھی جوڑتا ہوں اجازت دی جائے کہ اس طرح کرتا رہوں یا نہیں؟ وضاحت فرما دیں۔

المستفتی: محمد فیاض الدین، بہار شریف، ٹانڈہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کا نام لے کر پکارنے کی جو ممانعت آئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے ہم عام بول چال میں جس طرح ایک دوسرے کا نام لے کر پکارتے ہیں، مثلاً یا زید یا عمرو اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کو یا محمد کہہ کر پکارنا منع ہے۔

(مستفاد: معارف القرآن ۶/ ۴۵۵)

اور کلمہ طیبہ **لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ** یہ عام لوگوں کے پکارنے کے انداز کا پکارنا نہیں ہے؛ بلکہ یہ کلمہ طیبہ کا ورد اور ذکر خداوندی ہے جیسے **اشھد أن محمدا رسول اللہ** میں ہے۔

لاتجعلوا دعاء الرسول بينكم كدعاء بعضكم بعضًا. قال سعيد بن زبير ومجاهد المعنى قولوا يا رسول الله! في رفق ولين ولاتقولوا يا محمد بتجهم. (تفسير قرطبي، سوره نور تحت رقم الآية:٦٣، دارالكتب العلمية بيروت ٢١٢/١٢، تفسير رازي٢٤/٤٠، روح المعاني١٨/٢٢٥، جديد زكريا ديوبند ١٠/٣٣٠، سوره نور تحت رقم: ٦٣)

أخرج ابن أبي حاتم وأبو نعيم في الدلائل عن ابن عباسؓ، قال كانوا يقولون يا محمد يا أبا قاسم فنهاهم الله عن ذلک بقوله سبحانه: لاتجعلوا الآية إعظاما لنبيه صلى الله عليه وسلم، فقالوا يا نبي الله يارسول الله.

(روح المعاني قديم ١٨/٢٢٥، زكريا ديوبند ١٠/٣٣٠، سوره نور رقم الآية: ٦٣)

اور لا إلــه کے ذکر کا طریقہ حضرت تھانویؒ نے یہ فرمایا ہے کہ ہر دس مرتبہ میں ایک بار محمد رسول اللہ کہے (شریعت وطریقت۲۹۴) اور کلمہ طیبہ کے ساتھ درود شریف کو ملانا اکابر کے معمول سے ثابت ہے اور ساتھ میں **استغفر الله ربی من کل ذنب وأتوب إليه** پڑھنا کہیں ثابت نہیں نہ حدیث سے ثابت ہے نہ ہی اکابر کے معمول سے ثابت ہے بلکہ **استغفر اللهربی من کل ذنب وأتوب اليه** یہ الگ سے وظیفہ کے طور پر پڑھا جائے۔

ولوكان ذلک علي عمومه للزم المؤذن إذا أذن وللزم للقاري إذا مر ذكره في القرآن، وللزم الداخل في الإسلام إذا تلفظ بالشهادتين، ولكان ذلک من المشقة والحرج. (القول البديع في الصلوة على الحبيب الشفيع، دارالكتب العلمية بيروت ٢٣) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۶/ ۷۶۶۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۳/۵/۲۷ھ

مرحوم کے نام پر اولاد کا نام رکھنا

سوال [۱۱۱۴۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مجھ سائل کا نام ہمایوں فر ہے، اور میری اہلیہ کا نام شائشہ ہے، میں اپنی بیوی کے ساتھ اپنی خالہ محترمہ کے مکان پر ان کے ساتھ رہتا ہوں، میری خالہ کا اکلوتہ بیٹا جس کا نام محمد بلال ہے، میری شادی سے قبل ۲۷؍سال کی عمر میں انتقال کر گیا، ہم دونوں خالہ زاد بھائیوں میں بے حد اتفاق ومحبت تھی، بلال کی شادی ہوچکی تھی، مگر کوئی اولاد نہ تھی، اب مجھ سائل کو اللہ تعالیٰ نے پہلی اولاد سے بیٹے کی شکل میں نوازا ہے۔ سوال یہ ہے کہ میں اپنی اولاد لڑکے کا نام محمد بلال رکھ سکتا ہوں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کوئی دوسرا نام تجویز فرمادیں۔

المستفتی: ہمایوں فر، محلّہ بھٹی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اپنے مرحوم بھائی ’’بلال‘‘ کے ہم نام اپنی اولاد کا نام رکھنا بلاشبہ جائز ہے، صحابہؓ سے اس کا ثبوت ہے، صحابہ کرامؓ نے بھی اپنے مرحوموں اور شہیدوں کے نام سے اپنی اولاد کا نام رکھا ہے، حضرت زبیرؓ نے بئر معونہ میں شہید ہونے والوں کے ہم نام سے اپنی اولاد کا نام رکھا ہے، حضرت عروہ بن اسماء بن صلت بئر معونہ میں شہید ہوگئے تھے، حضرت زبیرؓ نے اپنے بیٹے عروہ بن زبیر کا نام ان کے ہم نام رکھا ہے، اسی طرح حضرت منذر بن عمرؓ بھی بئر معونہ میں شہید ہوگئے تھے، حضرت زبیر نے اپنے بیٹے منذر بن زبیر کا نام انہیں کے نام پر کھا؛ لہٰذا مرحوم بلال کے ہم نام اپنی اولاد کا نام رکھنا بلاشبہ جائز ہے، اس میں کوئی تردد نہیں ہونا چاہئے۔

وأصيب يومئذ فيهم عروة بن اسماء بن الصلت، فسمي عروة، به ومنذر بن عمر، سمي به منذرًا. الحديث (بخاري شريف، باب غزوة الرجيع،

ورعل......النسخة الهندية ٢/٥٨٧، رقم: ٣٩٤٦، ف: ٤٠٩٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍صفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸؍ ۹۴۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۹/۲/۵ھ

بچہ کا نام عبد اللہ، عبد الرحمٰن رکھنا

سوال [۱۱۱۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ظہیر احمد کے لڑکے کی پیدائش ۱۲؍ربیع الاول کی رات بارہ بجے ہوئی ہے، مفتیان کرام صاحب قرآن اور حدیث کی روشنی میں کیا نام رکھنا چاہئے؟ جواب عنایت کریں۔

المستفتی: ظہیر احمد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالی کے نزدیک سب سے عمدہ اور محبوب ترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہے؛ لہٰذا آپ مذکورہ نومولود بچہ کا نام ان دونوں میں سے کوئی ایک رکھ لیجئے۔

عن ابن عمرؓ عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أحب الأسماء إلى الله عبد الله، وعبد الرحمن. (ترمذي شريف، باب ماجاء ما يستحب من الأسماء، النسخة الهندية ٢/ ١١٠، دارالسلام رقم: ٢٨٣٣، مسند أحمد بن حنبل ٢/ ١٢٨، رقم ٦١٢٢ الدارمي دار المغني ٣/ ١٧٦٦، رقم: ٢٧٣٧، سنن أبي داؤد، باب في تغيير الأسماء، النسخة الهندية ٢/ ٦٧٦، دارالسلام رقم: ٤٩٤٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶؍ربیع الثانی ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵؍ ۶۶۱۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۱/۴/۲۶ھ

عبدالسبحان، یا محمد سبحان نام رکھنا

سوال [۱۱۱۴۹ (الف)]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عبدالسبحان نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور سبحان اسماء حسنہ میں سے ہیں یا نہیں؟

نیز عبد کی اضافت سبحان کی طرف صحیح ہے یا نہیں؟ نیز محمد سبحان نام رکھنا کیسا ہے؟ اگر دونوں نام صحیح نہ ہوں، تو براہ کرام کوئی نام تجویز فرمادیں۔

المستفتی: عبدالسبحان، متعلم جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سبحان نہ اللہ کا نام ہے اور نہ ہی اللہ کی صفت اصلی؛ بلکہ صفت زائدہ ہے؛ اس لئے عبدالسبحان نام رکھنا بعض بزرگوں نے ممنوع لکھا ہے۔

نیز بلا اضافت سبحان کا لفظ استعمال نہیں ہوتا ہے؛ اس لئے محمد سبحان نام رکھنا بلا اضافت درست نہیں ہے؛ ؛ کیونکہ سبحان کے معنی ہر قسم کے نقائص سے پاک ہونے کے ہیں اور ایسا کوئی انسان نہیں جو ہر نقص سے پاک ہو: لہٰذا اپنا نام بجائے محمد سبحان کے عبد الرحمٰن یا عبدالغفور وغیرہ رکھ لیں۔

تسمية العوام أطفالهم بعبد السبحان مما لا معنى لها، ويجب نهيهم عنها، فإن العبودية لا تضاف إلا إلى إسم من أسماء الله تعالىٰ والسبحان ليس علما له ولا وصفًا له؛ بل هو مصدر. (السعاية: ۲/ ۱٦٤)

وسبحان مصدر كغفران ولا يكاد يستعمل إلا مضافًا منصوبًا. (تفسير بيضاوي ۱/ ٦۲، البقره: ۳۲)

عن ابن عمرؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحب الأسماء إلى الله عزوجل عبد الله،و عبد الرحمن. (أبوداؤد شريف، باب في تغيير الأسماء، النسخة الهندية ۲/ ٦٧٦، دارالسلام رقم: ٤۹٤۹، سنن ابن ماجه، باب ما يستحب

من الأسماء، النسخة الهندية ۲/۲۶۵، دار السلام رقم: ۳۷۲۸، صحيح مسلم، باب النهي عن التكنى بأبي القاسم......النسخة الهندية ۲/۲۰۶، بيت الأفكار رقم: ۲۱۳۲)

يلتحق بهذين الإسمين ما كان مثلهما كعبد الرحيم. (حاشية أبي داؤد ۸، فتاوی محموديه جديد ڈابھيل ۱۶/۳۸۷)

اور عبدالسبحان مختلف فیہ نام ہے؛ کیونکہ اس کا ایک معنی ہے پا کی بیان کرنے والا بندہ اور دوسرا معنی ہے کہ اس ذات کا بندہ جو ہر قسم کے نقائص سے مبرّ ہ اور پاک ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے، تو اس معنی کے اعتبار سے عبدالسبحان نام رکھنے کی گنجائش ہے جیسا کہ روح المعانی وغیرہ کی عبارت سے واضح ہوتا ہے۔

ثم العدول عن المصدر إلى الإسم الموضوع له خاصة لا سيما وهو علم يشير إلى الحقيقة الحاضرة في الذهن ومافيه من قيامه مقام المصدر مع الفعل فإن انتصابه بفعل متروك الاظهار ولهذا لم يجز استعماله إلا فيه تعالىٰ اسماؤه وعظم كبرياؤه وكأنه قيل ما أبعد الذي له هذه القدرة عن جميع النقائص فلايكون اصطفاؤه لعبده التخصيص به إلا حكمة وصوابًا الخ. (تفسير روح المعاني بيروت ۹/۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۸۱۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۵/ ۱۱/ ۱۴۳۰ھ

عبدالسبحان نام رکھنا

سوال [ب: ۱۱۱۴۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) عبدالسبحان نام رکھنا کیسا ہے؟ اگر جائز نہیں تو عدم جواز کس درجہ کا ہے؟ نیز نام رکھنے والا مسلسل گنہگار رہوگا یا ایک مرتبہ یہ گناہ نام رکھنے والے کے ساتھ خاص ہے

یا مسمیٰ کو بھی لاحق ہوگا؟

(۲) ناجائز ہونے کی صورت میں یہ بھی بتلادیجئے کہ عدم جواز معنی کی خرابی کی وجہ سے ہے یا اس کے بے معنی ہونے کی وجہ سے؟

درصورت اول: سبحان کے ایسے کیا معنی ہیں جس سے ابہام شرک یا کوئی اور خرابی لازم آتی ہے؟

درصورت ثانی: کیا بے معنی نام رکھنا صحیح نہیں؟ نیز اگر عبدالسبحان کی کوئی صحیح تاویل ہو تو واضح فرمادیں۔

(۳) اگر مسمّٰی کی عمر کافی ہوچکی ہے اور اسی نام سے لوگوں کے درمیان مشہور ہے۔ نیز سرکاری اور غیر سرکاری کاغذات میں یہی نام درج ہے اور اس نام کی تبدیلی میں خاصی مشکل اور کئی پیچیدہ مراحل ہیں تو کیا اس کی کوئی اور صورت نکل سکتی ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: عبدالسبحان، سندیلہ، ہردوئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبدالسبحان نام رکھنا کیسا ہے؟ اس سلسلے میں کافی جستجو اور تحقیق کے بعد دو رائے ہمارے سامنے آئی ہیں:

پہلی رائے یہ ہے کہ ''عبدالسبحان'' نام نہیں رکھنا چاہئے، جو حضرات عبدالسبحان نام رکھنے کو منع کرتے ہیں وہ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ سبحان تسبیح کے ہم معنی مصدر ہے، جس کے معنی پاکی بیان کرنے کے آتے ہیں اور لفظ تسبیح کا علم ہے اور علم کی دو قسمیں ہیں:

علم جنسی اور علم شخصی، یہاں علم شخصی مراد نہ ہونا متفق علیہ ہے؛ البتہ علم جنسی ہے جسے نکرہ بنا کر اضافت کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے اور معنی مصدری اپنی جگہ باقی رہتا ہے اور معنی مصدری اپنی جگہ باقی رہنے کی صورت میں عبدالسبحان کا معنی ہوگا ''پاکی بیان کرنے کا بندہ''

اس معنی کے پیش نظر عبد السبحان نام رکھنے کے متعلق حضرت مولانا عبد الحئیؒ لکھنویؒ نے سعایہ میں تحریر فرمایا ہے کہ عوام کو اس نام کے رکھنے سے منع کرنا لازم ہے اور فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ نے عبد السبحان نام رکھنے کے متعلق جواز اور عدم جواز کے بارے میں واضح حکم نہیں لگایا ہے؛ لیکن حضرت کا رجحان عدم جواز کی طرف ہے اور اس رجحان پر سعایہ کی عبارت بھی نقل کر دی ہے۔ ملاحظہ ہو فتاوی محمود یہ ڈابھیل ۱۹/ ۳۸۶، میرٹھ ۲۹/ ۲۲۳۔

اب سعایہ کی عبارت ملاحظہ ہو:

ومن ههنا وضح ذلک أن تسمية العوام أطفالهم بعبد السبحان مما لا معنى لها ويجب نهيهم عنها فان العبودية لا تضاف إلا إلى أسماء الله تعالىٰ، والسبحان ليس علماً له ولا وصفًا له؛ بل هو مصدر فاحفظه! فإنه من الفوائد النفيسة. (السعاية، اشرفية ديوبند ٢/ ١٦٤)

قوله سبحان مصدر لازم النصب باضمار الفعل وهو علم للتسبيح والعلم على نوعين: علم جنسي وعلم شخصي ثم أنه تارة يكون للعين والأخرىٰ للمعنىٰ فهذا من العلم الجنسي الذى للمعنى فان قلت لفظ سبحان واجب الإضافة فكيف الجمع بين الإضافة والعلمية؟ قلت: ينكر ثم يضاف، فان قلت: ما معنى التسبيح؟ قلت: التنزيه يعنى انزه الله تنزيها مما لا يليق به تعالى. (هامش صحيح البخاري ٢/ ١١٢٩، رقم:٧٢٦٢، ف:٧٥٦٣)

دوسری رائے یہ ہے کہ عبد السبحان نام رکھنا جائز اور درست ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لفظ ''سبحان'' مصدر ہے اور علم جنسی ہے اور مصدر کو علم کے طور پر استعمال کرنا بھی جائز ہے اور لفظ سبحان کے معنی ہر قسم کے نقائص اور خامیوں سے مبرہ اور پاک ہونے کے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کی خاص صفت ہے اور کسی مخلوق کے لئے یہ صفت منسوب نہیں ہو سکتی؛ بلکہ یہ صفت ذات باری تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے، تو ایسی صورت میں عبد السبحان کا مطلب یہ ہوگا کہ اس ذات کا بندہ جو ہر قسم کے نقائص سے پاک ہے اور عبد السبحان اور عبد

السبوح ایک ہی معنی میں ہوں گے، تو اس لحاظ سے عبدالسبحان نام رکھنے میں کوئی حرج نہ ہوگا اور ہماری رائے بھی تحقیق کے بعد اسی رائے کے موافق ہے؛ لہٰذا اگر کسی کا عبدالسبحان نام رکھا گیا تو اس کو بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مفسرین کی ذیل کی عبارات اس کی تائید میں سمجھ میں آتی ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

ذكر انه يدل على التنزيه البليغ وذلك من حيث الاشتقاق من السبح وهو الذهاب والا بعاد في الأرض، ثم العدول عن المصدر إلى الاسم الموضوع له خاصة لا سيما وهو علم يشير إلى الحقيقة الحاضرة في الذهن وما فيه من قيامه مقام المصدر مع الفعل فإن انتصابه بفعل متروك الاظهار ولهذا لم يجز استعماله إلا فيه تعالىٰ أسماءه وعظم كبرياؤه، وكأنه قيل: ما أبعد الذى له هذه القدرة عن جميع النقائص فلايكون اصطفاؤه لعبده التخصيص به الا حكمة وصوابا (إلى قوله) وقال الطيبي في قول الزمخشري: أنه دل على التنزيه البليغ عن جميع القبائح التي يضيفها إليه اعداء الله تعالىٰ. (روح المعاني، زكريا ٩/٥-٦، وبيروت ٩-٥)

ومعناه التنزيه والبراءة لله عزوجل من كل نقص فهو ذكر عظيم لله تعالىٰ لا يصح لغيره. (الجامع لاحكام القرآن ٩/٢٠٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٢؍صفر المظفر ١۴٣٧ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴١؍١٢٣٨٣)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
١۴؍٢؍١۴٣٧ھ

”اصلاح الرحمٰن“ وزارۃ اللہ دونوں ناموں کا تحقیقی جائزہ

سوال [١١١۵٠]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کا نام اصلاح الرحمٰن اور دوسرے کا وزارۃ اللہ ہے، یہ دونوں نام کیسے

ہیں آیا صحیح ہیں یا غلط؟ آپ اس کا تسلی بخش جواب دیکر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد یوسف، متعلم مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اصلاح کے معنی درست کرنے کے ہیں اور جب مصدر کی اضافت ہوتی ہے، تو کبھی مصدر اپنے مضاف الیہ کو مفعول بناتا ہے اور کبھی فاعل اور یہاں قرینہ یہی ہے کہ مضاف الیہ فاعل ہی بن سکتا ہے، تو اصلاح الرحمٰن کا مطلب یہ ہوگا کہ رحمٰن کا درست کیا ہوا، تو اس معنی کر یہ نام درست ہے اور وزارت کے معنی نیابت کے ہیں اور وزارت اللہ کا مطلب ہوگا، اللہ کا نائب اور قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے کہ انسان روئے زمین میں اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے، تو اس معنی کر یہ نام جائز اور درست ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: اِنَّا جَعَلْنَاکَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ. [سورہ صٓ:۲۶]

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ. [النور:۵۵]

عن أبي سعيد الخدري رضـ، قال: صلى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم-إلى-و إن الله مستخلفكم فيها فناظر كيف تعملون. الحديث (سنن الترمذي، باب ما جاء ما أخبر النبي صلى الله عليه وسلم أصحابه بما هو كائن إلى يوم القيامة، النسخة الهندية ٢/٤٦، دارالسلام رقم: ٢١٩١، صحيح مسلم، باب أكثر أهل الجفة ......النسخة الهندية ٢/٣٥٣، بيت الأفكار رقم: ٢٧٤٢) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۵؍ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍۶۳۷۳)	۱۵؍۱۱؍۱۴۲۰ھ

کیا راشد اللہ اور ارشد اللہ معناً صحیح ہیں؟

سوال [۱۱۱۵۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ راشد اللہ اور ارشد اللہ دونوں نام معنی کے لحاظ سے صحیح ہیں؟

المستفتی: محمد اعلم قاسمی، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: راشد اللہ اور ارشد اللہ میں اگر لفظ من محفوظ مان لیا جائے، راشد من اللہ اور ارشد من اللہ تو جائز ہوسکتا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍ ۶۳۷۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۳؍ ۱۱؍ ۱۴۲۰ھ

احمد نبی اور محمد نبی اور طالب نبی نام رکھنا

سوال [۱۱۱۵۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احمد نبی، محمد نبی، طالب نبی نام رکھنا کیسا ہے؟ ایسے نام رکھنا شرع کے خلاف تو نہیں ہیں؟

المستفتی: احمد نبی، سبدیش پور، چندوسی، علی گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: احمد نبی، محمد نبی طالب نبی نام رکھنے میں حدیث کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے کوئی قباحت نہیں ہے؛ بلکہ یہ از قبیل مرکب منع صرف ہے کہ دونوں کلموں کے درمیان کوئی نسبت اضافی نہیں ہے۔

المركبات كل اسم من كلمتين ليس بينها نسبة (وتحته في الرضي) ليس قبل العلمية بينهما نسبة، قال: إنما قلت يفرج المضاف والمضاف إليه. (رضي شرح كافيه ٢/ ٨٤)

ومنع التسمية بعبد النبى (إلى قوله) والأكثر على المنع خشية اعتقاد حقيقة العبودية كما لايجوز عبد الدار. (شامي، كتاب الحظر

والإباحة، باب الإستبراء وغيره زكريا ٥٩٩/٩، كراچي ٤١٨/٦، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٣٦/١١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۲۹۹/۲۴)

احمد نبی، محمد نبی نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال [۱۱۱۵۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احمد نبی نام میں کچھ کراہت ہے، میں نے ایک کتاب میں احمد نبی محمد نبی وغیرہ ناموں کے بارے میں پڑھا تھا، کہ حرام ہے، احمد نبی کی جگہ احمد علی کیسا ہے؟ دعاؤں کی پر خلوص درخواست ہے۔

المستفتی: طالب دعاء: احمد نبی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: محمد نبی واحمد نبی جیسے ناموں کے اندر نسبت اضافی نہ ہونے کی وجہ سے حدیث مسلم کی رو سے ممنوع ہے؛ بلکہ یہ نام بعلبک اور معدیکرب، حضر موت، محمد احمد کی طرح مرکب منع صرف ہیں، جس کا جواب آپ کو ۲۸/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ کو فتوی ۱۲۹۹/۲۴/ میں دیا جا چکا ہے، البتہ اگر حدیث

عن أنس بن مالك رضـ، قال: -إلى- فقال: النبي صلى الله عليه وسلم: سموا باسمي ولا تكنوا بكنيتي. (صحيح البخاري، باب ما ذكر في الأسواق ٢٨٥/١، رقم: ٢٠٧٣، ف: ٢١٢٠، صحيح مسلم،باب النهى عن التكني بأبي القاسم......النسخة الهندية ٢٠٦/٢، بيت الأفكار رقم:٢١٣٣)

کی طرح اشتباہ کی علت تسلیم کی جائے، تو ان کے ناموں میں علماء محققین کا اختلاف ہے، حضرت ملا علی قاریؒ نے مرقات میں پانچ توجیہات اور امام نوویؒ نے شرح

مسلم میں ٦ رتوجیہات نقل فرمائی ہیں،ان میں سے توجیہ۲ر علامہ حصکفیؒ نے درمختار میں اورعلامہ شامی نے ردالمحتار میں جائز نقل فرمائی ہے؛ اس لئے کہ ممانعت کی علت حضور ﷺ کے زمانہ کے ساتھ معلوم ہوتی ہے اورحضور کے بعد اشتباہ باقی نہ رہنے کی وجہ سے ممانعت کا حکم بھی باقی نہیں رہا ہے۔ (مستفاد: نووی علی ہامش مسلم۲ر۲۰۶، الدر مع الرد، کراچی ٦ر٤١٧، زکریا۹ر٥٩٨، حاشیہ مشکاۃ۲ر٤٠٧)

بل ينبغي أن يقال ينتفي الحكم بانتفاء العلة في ذلك الاشتباه وهو متعين في حال الحيوان. (مرقات، باب الأسامي، مكتبه امداديه ملتان ٩/١٠٥)

اورعلامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری ، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سموا باسمی......داراحیاء التراث العربی۲۲ر۲۰٦، زکریا ١٥ر٣١٤ کے اندر کراہت کوترجیح دی ہے اورتحریمہ کی نفی کی ہے اورشیخ عبدالحق محدث دہلی نے اشعۃ اللمعات میں حرمت کوترجیح دی ہے؛ لہٰذا ایسا مشتبہ نام نہ رکھنے میں احتیاط ہےاوراگر رکھ بھی لیا جائے،تو قول اول کی بناپر حرام بھی نہیں کہیں گے۔اب آپ کو اختیار ہے چاہے اپنا نام بدل دیں یاباقی رکھیں، اگراحتیاط ہی چاہتے ہیں تو بدل دیجئے ورنہ واجب نہیں۔فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ:شبیراحمد قاسمی عفااللہ عنہ
١٣رر جب المرجب ١٤٠٩ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٢٥ر١٣٢٠)

ثقلین اورحسنین نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال [١١١٥٤]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ثقلین اورحسنین نام کے دو بچے ہیں،ان کا یہ نام شرعی طور پر درست ہے یانہیں؟ ہردوصورت میں توجیہ بھی مطلوب ہے۔

المستفتی: عبدالرؤف،گلی نمبر٦،کانکی نارہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: حسنین نام رکھنا بہر حال جائز ہے اور ثقلین نام رکھنا فی نفسہ جائز ہے؛ لیکن اس سے بہتر وہ نام ہے، جس میں عبدیت کا اظہار ہو یا صالحین میں سے کسی کا نام ہو اور ثقلین نہ کسی صحابی کا نام ہے، نہ کسی ولی کا؛ بلکہ اس کے معنی جن وانس کے ہیں اور جنات میں اچھے برے دونوں طرح کے ہوتے ہیں، اسی طرح انسانوں میں بھی دونوں طرح کے ہوتے ہیں اور حدیث میں آتا ہے، کہ اپنے اچھے نام تجویز کیا کرو؛ اس لئے کہ قیامت کے میدان میں تم کو تمہارے اور تمہارے آباء کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا۔

عن أبي الدرداءؓ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إنکم تدعون یوم القیامة بأسمائکم، وأسماء آبائکم، فأحسنوا أسمائکم.

(سنن أبي داؤد، باب في تغییر الأسماء، النسخة الهندیة ٢/٦٧٦، دارالسلام رقم: ٤٩٤٨، مسند الدارمي، دار المغني ٣/١٧٦٦، رقم: ٢٧٣٦، مسند أحمد بن حنبل ٥/١٩٤، رقم: ٢٢٠٣٥، صحیح ابن حبان، دار الفکر ٥/٣٩١، ٥٨٢٧)

لہٰذا قیامت کے میدان میں جب اس نام کے ساتھ پکارا جائے گا، تو دونوں گروہوں کو شامل ہوگا۔ الحاصل ثقلین نام اگر چہ جائز ہے، مگر بہتر نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸؍ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۰۸۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۳/۲۰ھ

''محمد بشیر الدین احمد'' نام رکھنا

سوال [۱۱۱۵۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرے ایک بھائی کا نام محمد بشیر الدین احمد رکھا، تو وہیں مولانا صاحب نے فرمایا کہ نام کے اول اور آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رکھنا جائز نہیں، اس طرح محمد بشیر

الدین احمد صرف محمد بشیرالدین یا بشیرالدین احمد جائز ہے۔

المستفتی: مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محمد بشیرالدین احمد نام رکھنا شرعًا جائز ہے؛ اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سموا باسمی یعنی میرے نام کی طرح نام رکھو، اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے کہ ایک طرف حضور ﷺ کا نام آنا چاہیے یا دونوں طرف اسی طرح فرمایا: تسموا باسماء الأنبیاء کہ انبیاء کے ناموں کے مطابق نام رکھو، اس میں بھی کوئی تفصیل نہیں؛ لہٰذا محمد بشیرالدین احمد نام رکھنا درست ہے۔

عن جابر بن عبد الله الا نصاري، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: سموا بإسمي. الحديث (صحيح البخاري، باب من سمي بأسماء الأنبياء، النسخة الهندية ٢/٩١٥، رقم: ٥٩٥٥، ف: ٦١٩٦، صحيح مسلم، باب النهى عن التكنى بأبي القاسم......النسخة الهندية ٢/٢٠٦، بيت الأفكار رقم: ٢١٣٣)

عن أبي وهب وكانت له صحبة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تسموا بأسماء الأنبياء. الحديث (سنن النسائي، ما يستحب من شية الخيل، النسخة الهندية ٢/١٠٥، دار السلام رقم: ٣٥٦٥، سنن أبي داؤد، باب في تغيير الأسماء، النسخة الهندية ٢/٦٧٦، دار السلام رقم: ٤٩٥٠، مسند أحمد بن حنبل ٤/٣٤٥، رقم: ١٩٢٤١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹ رمحرم الحرام ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۵۹۴۴)

شبیر احمد کے معنی

سوال [۱۱۱۵۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ میرے بھتیجے کا نام شبیر احمد ہے، اس نام کے کیا معنی ہے؟

المستفتی: مولانا مہدی حسن، ۲۴؍ پرگنہ، مغربی بنگال

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شبیر کے معنی نیک اور خوبصورت کے ہیں اور یہ نام حضرت حسینؓ کا ہے، حضور ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام حضرت ہارون کے بیٹوں کے ہم نام رکھا تھا، حضرت حسنؓ کا نام شبّر اور حضرت حسین کا نام شبیر اور محسن کا نام مشبّر تھا، حضرت محسن بچپن ہی میں گذر گئے تھے ملاحظہ فرمایئے:

قال علي بن أبي طالبؓ: لما ولد الحسن جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: اروني إبني، ما سميتموه؟ قلت: سميت حربًا، فقال: بل هو حسن، فلما ولد الحسين سميناه حربًا، فجاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أروني ابني، ماسميتموه؟ قلت حربًا، قال: بل هو حسين ، فلما ولد الثالث جاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال: أروني ابني، ماسميتموه؟ قلت سميته حربًا، قال: بل هو محسن، ثم قال: سميتهم بأسماء ولد هارون "شبر، وشبير، ومشبر. (اسد الغابة في معرفة الصحابة، دارالفكر بيروت ١ /٤٨٨) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱؍۱۱۹۸۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱؍۴؍۱۴۳۶ھ

نبیہ سرور نام کے تبدیل کرنے کا حکم

سوال [۱۱۱۵۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا نام نبیہ سرور ہے، اور میں اس کو تبدیل کر کے حفظ الرحمٰن رکھ لینا چاہتا ہوں، شریعت کی رو سے یہ نام بہتر رہے گا یا نہیں؟

المستفتی: نبیہ سرور، امبید کرنگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: نبیہ سرور نام کو تبدیل کر کے حفظ الرحمٰن رکھ لینا جائز اور درست ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں ہے؛ بلکہ حفظ الرحمٰن نام نبیہ سرور کے مقابلہ میں اچھا ہے، حضور ﷺ پرانے ناموں کو اچھے ناموں کے ساتھ تبدیل کر دیا کرتے تھے، مثلاً حضرت ام المؤمنین زینب بنت جحشؓ کا نام برہ تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو بدل کر ان کا نام زینب رکھا ہے، اسی طرح حضرت ام المؤمنین ام سلمہؓ کی بیٹی حضرت زینب بنت سلمہ کا نام بھی برہ تھا، تو حضور ﷺ نے ان کا بھی نام بدل کر زینب رکھا، اسی طرح حضرت ام المؤمنین جویریہؓ کا نام بھی برہ بنت حارث تھا، حضور ﷺ نے ان کا نام بدل کر جویریہ رکھا، اسی طرح ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارثؓ کا نام بھی برہ تھا، حضور ﷺ نے ان کا نام میمونہ رکھا، اسی طرح حضرت عبداللہ بن حارث زبیدیؓ کا نام عاص تھا، حضور ﷺ نے ان کا نام بدل کر عبد اللہ بن حارث رکھا، اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاصؓ کا نام عاص تھا، حضور ﷺ نے ان کا نام بدل کر عبداللہ بن عمرا بن العاص رکھا؛ لہٰذا نبیہ سرور کا نام بدل کر حفظ الرحمٰن نام رکھنا جائز اور درست ہے۔ (مستفاد: انوار رسالت ۵۹۴ تا ۶۰۰)

عن أبي هريرة أن زينب كان اسمها برة فقيل: تزكى نفسها فسماها رسول الله صلى الله عليه وسلم زينب. (صحيح البخاري، باب تحويل الإسم إلى إسم أحسن منه، النسخة الهندية ۲/ ۹۱٤، رقم: ۵۹۵۱، ف: ۶۱۹۲)

حدثتني زينب بنت أم سلمةؓ، قالت: كان اسمي برة، فسماني رسول الله صلى الله عليه وسلم زينب قال: ودخلت عليه زينب بنت جحش واسمها برّة فسماها زينب. (مسلم شريف، باب بيان تغيير الإسم القبح إلى حسن —النسخة الهندية ۲/ ۲۰۸، بيت الأفكار رقم: ۲۱٤۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱ / ۱۲۰۵۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۵/۲۶ھ

عبدالمطلب نام رکھنا

سوال [۱۱۱۵۸]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرانام عبدالمطلب ہے، یہ نام شریعت کی رو سے جائز ہے یانہیں؟ یہ نام رکھنا درست نہ ہو، تو کیا رکھیں؟

المستفتی: عبدالمطلب، سیتاپوری، متعلم مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: عبدالمطلب نام رکھنا درست نہیں؛ اس لئے کہ عبد کی اضافت اللہ تعالیٰ کے اسماء کے علاوہ کی طرف جائز نہیں اور مطلب اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے نہیں ہے۔

أقول: ویؤخذ من قوله ولا عبد فلان منع التسمية بعبد النبي و نقل المناوي عن الدميرى أنه قيل بالجواز بقصد التشريف النسبة والأكثر على المنع خشية اعتقاد العبودية كما لايجوز عبد الدار. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، زكريا ۵۹۹/۹، كراچي ۴۱۸/۶، الموسوعة الفقهية الكويتية ۳۳۶/۱۱) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰؍ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۰۶۹/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۰/۳/۱۲ھ

لفظ فوزان کی تحقیق

سوال [۱۱۱۵۹]: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ فوزان کے معنی کیا ہیں اور فوزان کون سی زبان عربی، فارسی یا کس زبان کا لفظ ہے، اور محمد فوزان نام رکھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد خالد قاسمی، شبانہ منزل پاٹلی پاڑہ، ٹرامبے ممبئی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: فوزان فوز مادہ سے صفت کا صیغہ ہے، اس کے معنی کامیاب ہونے کے ہیں اور محمد فوزان نام رکھنا اچھا ہے۔ (فیروز اللغات جامع ۷۰۷)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵؍صفر المظفر ۱۴۲۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷؍۸۲۳۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۵/۲/۵ھ

عظیم الشان نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال [۱۱۱۶۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ احقر کا نام عظیم الشان ہے، جو احقر کے گھر والوں نے رکھا، تو اس نام کا رکھنا شرعاً کیسا ہے جائز ہے یا ناجائز یا مکروہ؟ اگر کراہت ہے، تو کس درجہ کی؟ جواب سے نوازیں۔

المستفتی: عظیم الشان لکھیم پوری، متعلم مدرسہ شاہی مراد آباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ایسے نام رکھنا جن سے اپنی بڑائی اور برتری کا اظہار ہوتا ہو، مکروہ ہے اور چونکہ عظیم الشان کے معنی میں بڑائی پائی جاتی ہے؛ لہٰذا یہ نام رکھنا مکروہ ہوگا اور عظیم الشان اللہ تبارک وتعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں کو لفظ عبد کے ساتھ رکھنا چاہئے۔

عن أبي هريرة رضـ، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: أغيظ رجل على الله يوم القيامة، وأخبثه و أغيظه عليه، برجل كان يسمىٰ ملك الأملاك، لاملك إلا الله. (مسلم شريف ، باب تحريم التسمى بملك الاملاك، وبملك الملوك، النسخة الهندية ٢/ ٢٠٨، بيت الأفكار رقم: ٢١٤٣)

أي أقبحها وأفحشها؛ لأنه يدل على غاية التكبر، وهذا الإسم يليق بالله سبحانه تعالىٰ. (بذل المجهود، باب في تفسير الإسم القبيح، دار البشائر الإسلامية، ۱۳/۳٦۰، سهارن پوره/۲٦۹)

عزيز: لأنه من أسماء الله تعالىٰ، فينبغي أن يقال عبد العزيز؛ لأن العبد موصوف بالذل، والخضوع، والعزة لله تعالىٰ: وكذا لا ينبغي أن يسمىٰ بحميد، فإنه من أسمائه وصفاته على وجه المسابقة، فلا يقال إلاعبدالحميد، وكذلک الكريم وأمثاله. (مرقاة، باب الأسماء،الفصل الثانی امدادية ملتان ۹/۱۱٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیراحمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/۱۰۷۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۳/۶/۱۵ھ

صرف الدین، شرف الدین نام رکھنا

سوال [۱۱۱۶۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کا نام شرف الدین رکھا ہے، شین سے لکھتا ہے، اوردوسرے شخص نے بھی اپنے بیٹے کا نام صرف الدین رکھا ہے، صاد سے لکھتا ہے، دونوں آدمیوں کے بیچ نزاع ہے، تو کیا دونوں کے نام صحیح ہیں؟

المستفتی: محمد نعیم الدین، جھگڑو، دربھنگہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ان دونوں ناموں میں شرف الدین نام رکھنا زیادہ صحیح اورعمدہ ہے؛ کیونکہ شرف الدین کے معنی دین میں عزت اور بلند مرتبہ والا ہونا اورصرف الدین نام رکھنا معنی کے اعتبار سے بہتر نہیں ہے؛ کیونکہ صرف الدین کے معنی دین کے اندر تصرف کرنے اورالٹ پھیر کرنے کے ہیں ظاہر ہے یہ معنی صحیح نہیں ہیں۔

(مستفاد: مصباح اللغات ۴۲۸-۴۶۷)

عن أبي الدرداءؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم، وأسماء آبائكم فأحسنوا أسمائكم.

(سنن أبي داؤد، باب في تغير الإسم، النسخة الهندية ٢/٦٧٦، دار السلام رقم: ٤٩٤٨)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴ رجمادی الثانیہ ۱۴۱۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۵۰۶/۳۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۶/۶/۲۰ھ

پرویز نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال [۱۱۱۶۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ پرویز کے کیا معنی ہیں؟ کیا مندرجہ ذیل نام رکھنا درست ہیں؟ پرویز خاں، محمد پرویز، پرویز احمد، پرویز الدین، پرویز اختر؟

المستفتی: محمد اقبال شمسی ہاؤس، طویلہ اسٹریٹ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پرویز فارس کے اس بادشاہ کا نام ہے، جس نے حضور کے نامۂ مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا تھا؛ اس لئے پرویز کا معنی چاہے کچھ بھی ہو، مگر دشمن رسول کا نام ہے؛ لہٰذا اس نام کے ساتھ مسلمان بچوں کا نام رکھنا نہایت غیر مناسب ہے۔

عبيد الله بن عبد الله، أن ابن عباس أخبره، أن سول الله صلى الله عليه وسلم، بعث بكتابه إلى كسرىٰ–فأمره أن يدفعه إلى عظيم البحرين فدفعه عظيم البحرين إلى كسرىٰ، فلما قرأه، مزقه فدعا عليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يمزقوا كل ممزق. (بخاري شريف، باب كتاب النبي صلى الله عليه وسلم إلى كسرىٰ وقيصر، النسخة الهندية ١/٦٣٧، رقم: ٤٢٤٦، ف: ٤٤٣٤)

وإسمه پرويز بن هزمز بن نوشيروان و كسرىٰ. (حاشية بخاري ٢/٦٣٧)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۳ رمحرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵/۷۰۳۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۲/۱/۲۳ھ

یزدان نام رکھنا

سوال [۱۱۱۶۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میرا نام یزدان ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ نام صحیح نہیں ہے، کوئی نام تجویز فرمادیں اور اگر اس نام میں کوئی قباحت نہ ہو، تو اسے باقی رکھا جائے؛ اس لئے کہ اسکول کی اسناد اور بینک وغیرہ کے کاغذات میں تبدیلی کرانی پڑے گی یا اسکول اور بینک میں اسے چلاتے رہیں اور الگ سے ایک اور نام رکھ لیں، شریعت کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمادیں۔

المستفتی: یزدان علی نئی سڑک، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: یزدان کے معنی خدا اور خیر کے خالق کے ہیں۔
(مستفاد: فیروز اللغات ۴۶۷)

اس لئے یہ نام بدل کر کوئی اچھا سا اسلامی نام رکھ لیا جائے اور سرکاری کاغذات اور اسکولی اسناد میں جس حد تک ممکن ہو تبدیلی کرالی جائے؛ کیونکہ آنحضرت ﷺ بھی صحابہؓ کے نامناسب ناموں کو اچھے ناموں سے بدل دیا کرتے تھے۔

عن أبي الدرداءؓ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم، وأسماء آبائكم، فأحسنوا أسمائكم. (سنن أبي داؤد، باب في تغيير الإسم، النسخة الهندية ٢/٦٧٦، دار السلام رقم: ٤٩٤٨)

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يغير الإسم القبيح إلى الحسن.
(شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زكريا ۵۹۹/۹، کراچی ۴۱۸/۶)

عن ابن عمرؓ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم غير اسم عاصية، وقال أنت جميلة. (مسلم شريف، باب تغيير استحباب تغيير الأسم……النسخة الهندية ۲۰۸/۲، بيت الأفكار رقم: ۲۱۳۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۹؍ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹؍ ۱۰۲۴۵)

اِرم نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال [۱۱۱۶۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بیٹی کا نام اِرم ہے، اس کے کیا معنی ہیں، اس کا عقیقہ بھی کر دیا ہے، کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ نام ٹھیک نہیں ہے؛ لہٰذا اس کا نام اگر صحیح نہیں ہے، تو مجھے نام بدلنا ہوگا، تو کیا دوسرا عقیقہ بھی کرنا ہوگا؟ کیونکہ اگر عقیقہ کرنا ہوگا تو لمبا کرنے کا ارادہ ہے۔

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: قرآن کریم میں جو لفظ اِرم آیا ہے، اس سے ایک بادشاہ یا شاہی خاندان کا نام مراد ہے۔ (تفسیر شیخ الہند ۷۰۹، معارف القرآن ۷۳۶/۸)

اور لغت میں اِرم کے معنی رہنمائی کے لئے نصب کیا ہوا پتھر کے ہیں۔ (مصباح اللغات ۳۲)

اب اگر اس نام کو باقی رکھنا چاہتے ہیں، تو آپ کو اختیار ہے، اور اس سے بھی عمدہ نام رکھنا چاہتے ہیں، تو بدلنے میں بھی اختیار ہے، مگر نام بدلنے کی وجہ سے دوبارہ عقیقہ لازم نہیں، مسنون عقیقہ شرعاً ادا ہو چکا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍ ذی قعدہ ۱۴۲۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴؍ ۶۳۸۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۶/۱۱/۱۴۲۰ھ

آسیہ نام رکھنا کیسا ہے؟

سوال [١١١٦٥]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آسیہ نام رکھنا کیسا ہے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ آسیہ نام رکھنے سے حضرت آسیہ کی طرح پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور بعض آسیہ نام والیوں کو دیکھا گیا ہے، کہ وہ اکثر بیمار یا آسیب زدہ سی رہتی ہیں اور ان کے والدین وغیرہ کی خواہش ہے کہ اس نام کے بجائے دوسرا نام رکھ لیا جائے، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

المستفتی: عبدالرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آسیہ دنیا کی ایک نیک اور مقبول ترین خاتون کا نام ہے، جن کی گود میں حضرت موسیٰؑ کی پرورش ہوئی ہے، اگرچہ وہ فرعون کی بیوی تھیں؛ لیکن اللہ کے نزدیک نہایت پارسا اور خداترس نیک خاتون تھیں اور جنت میں آپ ﷺ کی زوجہ بنیں گی، ان کے نام پر لڑکیوں کا نام رکھنا باعث سعادت ہے؛ اس لئے کہ حضور ﷺ پچھلے انبیاء یا نیک لوگوں کے ہم نام نام رکھنا پسند فرماتے تھے، اور جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اس نام کی بچیاں اکثر بیمار یا آسیب زدہ رہتی ہیں یہ عقیدہ کا فساد ہے، ایسا عقیدہ درست نہیں، آسیہ کے معنی تسلی حاصل کئے جانے اور مضبوطی کے ہیں؛ اس لئے اس کے معنی میں بھی کوئی خرابی نہیں؛ البتہ والدین کو اختیار ہے کہ جو چاہیں نام رکھیں۔

عن سعد بن جنادة رضـ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله زوجني في الجنة مريم بنت عمران، وإمرأة فرعون، وأخت موسىٰ عليه السلام. (المعجم الكبير للطبراني، دار إحياء التراث العربي ٦/٥٢، رقم: ٥٤٨٥)

عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال: قال رسول الله صلى الله عليه

وسلم: فاطمة سيدة نساء العالمين، بعد مريم ابنة عمران، وآسية امرأة فرعون، وخديجة ابنة خويلد. (المصنف لابن أبي شيبة، كتاب الفضائل، مؤسسه علوم القرآن ١٧/٤ ٢١، رقم:٣٢٩٣٩)

عن عائشة رضـ قالت: دخل علي رسول الله عليه وسلم مسرورًا، فقال: ياعائشة! إن الله عزوجل زوجني مريم بنت عمران، وآسية بنت مزاحم في الجنة. (عمل اليوم والليلة لإبن السني، باب الرخصة في ذلك،موسسه علوم القرآن ١/٥٥٦، رقم:٦٠٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ:شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر:الف ۳۸ر ۹۶۱۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۵/۲۱ھ

’’خورشیدہ‘‘ نام رکھنا

سوال[۱۱۱٦٦]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میری بہن کا نام خورشیدہ ہے، تو ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ خورشیدہ نام رکھنا جائز ہے، خورشیدہ کا کیا معنی ہے جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: مزمل الحق

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خورشیدہ لفظ خورشید کی مؤنث ہے، اور خورشید کے معنی سورج اور آفتاب کے ہیں، خورشیدہ نام رکھنا جائز ہے؛ اس لئے کہ اس کے معنی میں کوئی خرابی نہیں؛ بلکہ اچھا ہے اور حضور ﷺ نے اچھا نام رکھنے کی تاکید کی ہے۔

عن أبي الدرداء رضـ، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم، وأسماء آبائكم، فأحسنوا أسمائكم.

(سنن أبي داؤد، باب في تغيير الإسم، النسخة الهندية ٦٧٦/٢، دارالسلام

رقم:٤٩٤٨، مسند احمد بن حنبل ١٩٤/٥، رقم ٢٢٠٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٩ رمحرم الحرام ١٤٢٠ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٥٩٤٤/٣٤)

کیا پروین نام اچھا نہیں ہے؟

سوال [١١١٦٧]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید کی بیوی کا نام پروین جہاں ہے، کسی نے زید سے کہا کہ یہ نام اچھا نہیں، اس نام میں تبدیلی کردو، کیا کہنے والے کی یہ بات صحیح ہے؟

المستفتی: محمد حامد، کرلا ممبئ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: پروین نام رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اوراس کے معنی ستاروں کے جھرمٹ کے ہیں ۔ نیز نام میں تغیر وتبدیلی کی وجہ سے دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں ہے۔

عن ابن عباسؓ، قال: کانت جویریة اسمها برّة، فحول رسول الله صلی الله علیه وسلم إسمها جویریة. (صحیح مسلم، باب استحباب تغییر الإسم القبیح ......النسخة الهندیة ٢٠٨/٢، بیت الأفکار رقم:٢١٤٠، صحیح ابن خزیمة المکمتب الإسلامي ٣٧٠/١، رقم: ٧٥٣،مسند أحمد بن حنبل ٣١٦/١، رقم:٢٩٠٢)

اس روایت سے تبدیل نام کے بعد تجدید نکاح نہ ہونا ثابت ہوتا ہے ۔

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
٤ رجمادی الثانیہ ١٤١٥ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٤٠٤٩/٣١)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
٤/٦/١٤١٥ھ

حافظ صاحب کو امیر حمزہ کے لقب سے پکارنا

سوال [۱۱۱۶۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے، لوگ اس کو امیر حمزہ کہہ کر پکارتے ہیں، تو کیا امیر حمزہ کہہ کر پکارنا درست ہے؟ اور امیر حمزہ کا مقام یہی ہے؟

المستفتی: عبدالصمد قاسمی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر مذکورہ حافظ صاحب کا نام امیر حمزہ ہے، تو اس نام کے ساتھ اس کو پکارنا بلا شبہ جائز ہے، اور اگر امیر حمزہ نہیں ہے، مگر لوگ اس نام کے ساتھ پکارتے ہیں، تو وہ اس کے لئے لقب ہے اور امیر حمزہ کسی کا لقب پڑ جائے، تو اس کو اس لقب کے ساتھ پکارنے کی ممانعت نہ حدیث میں ہے اور نہ ہی فقہ میں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۵ رصفر المظفر ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱ ر۳۸۸۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۵/۲/۲۵ھ

احمد رضا کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنا

سوال[۱۱۱۶۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں صاحب کے عرس کا ایک اشتہار چھپا ہے، جس میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے۔

جواب طلب امر یہ ہے کہ برائے مہربانی رحمۃ اللہ علیہ اور رضی اللہ تعالی عنہ میں فرق مراتب تحریر فرمائیں۔ نیز یہ مژدہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے اللہ کی جانب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سنایا گیا تھا، تو عمومی طور پر صحابہ کے ساتھ تابعین واولیاء کرام سب

کے لئے تھا یا یہ کہ صحابہ کرام کی قربانیوں کی وجہ سے صحابہ کو اللہ نے اپنی رضا کا پروانہ عطا فرمایا تھا؟ مکمل مدلل قرآن وحدیث آثار صحابہ سے تحریر فرمائیں۔

المستفتی: گلشیر، محمد نصیر، چھتیس گڈھ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مستحب ہے اور یہی معمول دور صحابہ اور سلف صالحین سے چلا آرہا ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد کے علماء اور صلحاء اور اولیاء اللہ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ کہنا مستحب ہے، یہی معمول سلف صالحین سے سلسلہ وار چلا آرہا ہے؛ اس لئے اسی کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔

ویستحب الترضي للصحابة، والترحم للتابعين، ومن بعدهم من العلماء، والعباد والسائر الأخيار. (الدر مع الشامي، كتاب الخنثیٰ، زكريا ۱۰/۴۸۵، كراچي ۶/۷۵۴، مجمع الأنهر مصري قديم ۲/۷۴۵، دارالكتب العلمية بيروت ۴/۴۹۱، الموسوعة الفقهية الكويتية ۱۱/۱۸۵) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۶ رشعبان المعظم ۱۴۲۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۹۱۱۶/۳۴)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۷/۸/۸ھ

نام کے ساتھ قاسمی، مظاہری وغیرہ لکھنا

سوال [۱۱۱۷۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نام کے ساتھ قاسمی، مظاہری، وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟ مجھے یاد ہے، میرے یہاں مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند مئو تشریف لائے تھے سختی سے منع کرتے تھے۔

المستفتی: شفیع احمد، الاعظمی الرفاع

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپ کا سابق فتویٰ جس کا جواب ۵/ذی الحجہ کو

یہاں سے روانہ کیا جا چکا ہے، اس میں لکھا جا چکا ہے، حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ سے احقر نے براہ راست دیوبند جا کر ملاقات کر کے معلوم کیا ہے، تو انہوں نے جواب دیا مطلقاً منع نہیں کیا؛ بلکہ غلط انتساب کو منع کیا ہے، کہ اگر کوئی عثمانی فاروقی نہیں ہے اور اپنے آپ کو عثمانی فاروقی وغیرہ کی طرف منسوب کرے، اسی طرح کوئی قاسمی یا مظاہری نہیں ہے اور اپنے آپ کو ان الفاظ سے منسوب کرے، تو ناجائز اور ممنوع ہے۔

عن سعد –رضي الله عنه– قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم: يقول: من ادعىٰ إلى غير أبيه، وهو يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام.

(صحيح البخاري، باب من ادعى إلى غير أبيه، النسخة الهندية ٢/١٠٠١، رقم: ٦٥٠٩، ف:٦٧٦٦، صحيح مسلم، باب بيان حال إيمان من رغب عن أبيه وهو يعلم، النسخة الهندية ١/٥٧، بيت الأفكار رقم:٦٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۲؍رجب المرجب ۱۴۱۳ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹/۳۲۵۳)

نام کے ساتھ عثمانی، فاروقی، علوی وغیرہ لکھنا

سوال [۱۱۱۷۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نام کے ساتھ لوگ عثمانی، فاروقی، علوی، اعظمی وغیرہ لکھتے ہیں، اس کا لکھنا کیسا ہے؟ مجھے یاد ہے کہ ایک بار میرے گاؤں میں سابق شیخ الحدیث دارالعلوم مئو حضرت مولانا عبدالحق صاحب تشریف لائے تھے، ایک صاحب سے بات کے دوران سختی سے منع فرمایا تھا۔

المستفتی: احمد اعظمی، بحرین

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر کوئی حضرت عثمان غنیؓ کی نسل میں سے ہے،

تو اس کا اپنے آپ کو عثمانی لکھنا اور جو لوگ حضرت صدیق اکبرؓ کی نسل سے ہیں، ان کا اپنے آپ کو صدیقی لکھنا اور جو لوگ حضرت علیؓ کی نسل سے ہیں، ان کا اپنے آپ کو علوی لکھنا اور کوئی صاحب اعظم گڈھ کے ہیں، ان کا اپنے آپ کو اعظمی وغیرہ لکھنا شرعاً جائز اور درست ہے، ہاں البتہ اگر کوئی عثمانی نہیں ہے، اور وہ اپنے آپ کو عثمانی لکھے، تو یہ جائز نہیں ہے، اسی طرح نسبت کا مسئلہ ہے اور حضرت الاستاذ مولانا عبد الحق صاحب دامت برکاتہم سے دارالعلوم دیوبند حاضر ہو کر اس سلسلہ میں معلوم کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہی کہا ہے کہ جو لوگ غلط منسوب کرتے ہیں، ان کے لئے جائز نہیں اور ممانعت کی گئی ہے۔

عن أبي ذرؓ، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ليس من رجل ادعى لغير أبيه، وهو يعلمه إلا كفر. الحديث (صحيح مسلم، باب بيان حال ايمان من رغب عن أبيه، وهو يعلم، النسخة الهندية ۱/ ۵۷، بيت الأفكار رقم: ٦١) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ ذی الحجہ ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۲۹۱۶)

مولانا احمد رضا اور مولانا مودودی کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھنا

سوال [۱۱۱۷۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مولانا احمد رضا بریلوی اور مولانا مودودی کو رحمۃ اللہ علیہ لکھنا یا کہنا درست ہے یا نہیں؟ ظاہر ہے ان میں سے ہر ایک کو ماننے والے موجود ہیں، اگر ہم ان کا نام بے ادبی سے لیں گے، تو وہ ہمارے اکابر کا نام بے ادبی سے لیں گے، کیا ایسی صورت میں کم سے کم ان کے ماننے والوں کے سامنے آداب والقاب کے ساتھ اور رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پکارا جا سکتا ہے؟ اگر رحمۃ اللہ علیہ نہ کہا جائے، تو لعنت اللہ علیہ کہنا چاہئے کہ نہیں؟

المستفتی: عرفان احمد قاسمی، گونڈوی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مولانا مودودی صاحب دونوں اپنے اپنے عقیدہ اور کردار کی وجہ سے بدعتی اور فاسق ہیں؛ چونکہ ان کے بھی ماننے والے ہیں؛ اس لئے ان کے لئے لعنت کے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں اور نہ ہی رحمت وترحم کے الفاظ استعمال کئے جائیں؛ کیونکہ ترحم کے الفاظ نیک صالح مؤمنین اورتابعین کے لئے بولنا مستحب ہے؛ اس لئے ان کو صرف مولانا احمد رضا خانصاحب اور مولانا مودودی صاحب کے الفاظ سے یاد کیا جائے، اس میں ان کے لئے گستاخانہ الفاظ بھی نہیں ہیں جس سے ردعمل کی بات لازم آسکے اور جن لوگوں کیلئے ترحم کے الفاظ استعمال کرنے کی ترغیب آئی ہے، ان میں یہ لوگ شامل نہیں ہیں۔

ویستحب الترضي للصحابة، والترحم للتابعين، ومن بعدهم من العلماء، والعباد والسائر الأخيار. (در مختار مع الشامي، كتاب الخنثىٰ، زكريا ١٠/٤٨٥، كراچي ٦/٧٥٤، مجمع الأنهر مصري قديم ٢/٧٤٥، دارالكتب العلمية بيروت ٤/٤٩١، الموسوعة الفقهية الكويتية ١١/١٨٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱ر صفر المظفر ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۳۰۱/۲۹)

کسی کو پاک یا مقدس کا لقب دینا

سوال [۱۱۱۷۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کیا حضرت مخدوم علاء الدین صابر کلیریؒ کو صابر پاک کا لقب وخطاب دینا جائز ہے؟ شریعت یا طریقت کی روشنی میں اور کس حد تک؟

المستفتی: محمد کیس، چندوسی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی کو بھی پاک یا مقدس وغیرہ کا لقب دینا شرعاً درست نہیں۔ حدیث شریف میں اس سے ممانعت فرمائی گئی ہے، ہاں البتہ بزرگوں کے لئے رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ کا استعمال کرنے کی تلقین ہے۔

عن محمد بن عمرو بن عطاءؓ، قال: سميت إبنتي برّة، فقالت لي زينب بنت أبي سلمة: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن هذا الإسم وسميت برة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتزكوا أنفسكم الله أعلم بأهل البر منكم. الحديث (مسلم شريف، باب استحبات تغيير الإسم القبيح، النسخة الهندية ۲/۲۰۸، بيت الأفكار رقم: ۲۱۴۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰/ محرم الحرام ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴/ ۶۴۴۷)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۱/۱/۱۴۲۱ھ

بچوں کو پیار میں لالہ، منی پیارے وغیرہ کہنا

سوال [۱۱۱۷۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ چھوٹی عمر کے بچوں کو محبت میں لالہ، پیارے، منی، چوزہ کے لفظ سے پکارتے ہیں؛ جبکہ بچے اس کو برا بھی نہیں سمجھتے، تو کیا یہ آیت قرآنی ''**ولاتنابزوا بالألقاب**'' کے خلاف تو نہیں ہے؟

المستفتی: محمد عامر، بلیاوی، متعلم دورۂ حدیث مدرسہ شاہی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: چھوٹے بچوں کو اصل نام چھوڑ کر کے لالہ اور پیارے اور منے وغیرہ کے الفاظ سے کبھی کبھی پیار میں بولنے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن مستقل طور پر اصل نام کو چھوڑ کر اسی طرح کے الفاظ سے پکارنا درست نہیں، اس سے

بڑے ہونے تک انہی بگڑے ہوئے ناموں کے ساتھ مشہور ہوجاتے ہیں، تو ایسی صورت میں یہ آیت قرآنی ''**ولاتنابزوا بالالقاب**'' (الحجرات: ۱۱) کی ممانعت کے دائرہ میں داخل ہوجاتا ہے، اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ چھوٹے بچوں کو کبھی بھی اصل نام چھوڑ کر بگڑے ناموں سے نہ پکارا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۹؍ ذیقعدہ ۱۴۳۳ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰؍۱۰۸۲۵)	۹؍۱۱؍۱۴۳۳ھ

کمہار کا آباء واجداد کی طرف نسبت کر کے رشیدی، حمیدی لکھنا

سوال [۱۱۱۷۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کے قرابت والوں کا پیشہ مٹی کے برتن بنانے کا ہے، اور وہ لوگ خود کو کمہار کہتے ہیں، ایک گھرانہ اس کا اس پیشہ کو نہیں کرتا اور نہ ہی یہ کرتا ہے نہ ہی اس کے بھائی باپ وغیرہ کرتے ہیں اور نہ دادا نے اس کام کو کیا ہے، اس گھرانے کے لوگ اپنے آپ کو باپ کی طرف نسبت کرتے ہوئے کمہار کہنے کے بجائے رشیدی، حمیدی، رحمانی، کہلاتے ہیں اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں جو حکم شرعی ہو بتلایئے۔

المستفتی: راشد، محلّہ بھٹی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح اپنے آباء واجداد کی طرف یا پیشہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا شرعاً درست ہے۔ (مستفاد: فتوی محمودیہ قدیم ۱۳۳/۵، جدید ڈابھیل ۳۹۱/۱۹ فتاوی احیاء العلوم ۱/۱۴۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۳؍۲۵۱)

گوشت کے پیشہ کی وجہ سے خود کو قریشی کہنا

سوال [۱۱۱۷۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک قبیلہ قریش ہندوستان آیا انہوں نے گوشت کا کاروبار کیا، مگر کچھ اور مسلمان دوسری برادری کے گوشت کا کاروبار کرنے لگے، کیا ان کو قریش قبیلے میں شامل کر لیا جائے یا وہ خود اپنی مرضی سے شامل ہو جائیں، اس کے لئے آپ کی کیا رائے ہے؟

المستفتی: ارشاد عظیم قریشی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: محض پیشہ گوشت فروشی کی وجہ سے غیر قریشی کا اپنے کو قریشی کہنا تلبیس ہے؛ اس لئے ناجائز ہے، ان کو قریشی میں شامل نہیں سمجھا جا سکتا۔ (مستفاد: امداد الفتاوی ۴/۲۷۴) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۴/ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۵۸۹/۲۳)

دو مسلمان کا آپس میں ایک دوسرے کو فرعون اور ابوجہل کہنا

سوال [۱۱۱۷۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ دو شخص آپس میں مذاق سے ایک دوسرے کو فرعون اور ابوجہل کہتے ہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا ایسا کہہ کر پکارنا درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد سلیم، ڈرائیور، مدرسہ شاہی، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آپس میں ایک دوسرے کو فرعون وابوجہل کہنا سخت گناہ اور حرام ہے۔

ولاتنابزوا بالألقاب. تحته اتفق العلماء على تحريم تلقيب الإنسان بما يكره وموضع آخر: أن الدعاء بالقبيح المكروه منها حرام.

(روح المعاني، زكريا ١٤/ ٢٣٢ - ٢٣٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۸/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۴۸۸/۲۹)

ازراہ تفہیم کسی کو لنگڑا کانا کہنا

سوال [۱۱۱۷۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ زید ایک انتہائی عام نام ہے، ایک صاحب نے زید ذکر کیا، مخاطب نے ازراہ تفہیم پوچھا کیا لنگڑا زید؟ یہی زید کا معروف نام ہے، تو کیا ازراہ تفہیم بھی کسی کو لنگڑا یا کانا کہنا منع ہے؟

المستفتی: محمد شمیم اعظمی، انور ہاؤس، طبا قیان، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: کسی لنگڑے کو اس کے سامنے اس طرح لنگڑا کہنا کہ اس کو معلوم ہو جائے گالی اور گناہ کبیرہ ہے، ازراہ تفہیم بھی لنگڑا کہنا اور اسی سے مشہور کرنا درست نہیں؛ بلکہ تفہیم کے لئے باپ، دادا کے نام سے منسوب کرنا چاہئے۔

(مستفاد: انوار ہدایت ۳۶۱)

عن أبي موسى رضـ، قال:......فقال عمر حين رأى أسماء، من هذه؟ قالت: اسماء بنت عميس، قال عمر: الحبشيه هذه؟ البحرية هذه؟قالت اسماء نعم.... فغضبت وقالت: كلا والله......وأيم الله لا أطعم طعاماً ولا أشرب شراباً حتى أذكر ما قلت لرسول الله صلى الله عليه وسلم. (بخاري شريف، باب عزوة

خیبر، النسخة الهندية ٢/ ٦٠٧، رقم:٤٠٧٥، ف: ٤٢٣٠) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۱؍محرم الحرام ۱۴۲۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۵؍۷۰۳۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۲؍۱؍۱۴۲۲ھ

لکڑی کا صندوق جس میں نام وغیرہ لکھے ہوں اس پر بیٹھنا

سوال [۱۱۱۷۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم نے ایک لکڑی کا صندوق بنوایا ہے، جس کے اندر چار دروازے ہیں اوران دروازوں میں کتابیں ہیں اور ان میں نام وغیرہ بھی لکھے ہیں، جیسے افتخار احمد، محمد نعیم وغیرہ کیا ہم اس صندوق پر بیٹھ سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: افتخار احمد، محلّہ بھٹی مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس صندوق اوردروازوں میں حساب کتاب کے رجسٹر رکھے ہوئے ہیں، جس میں لوگوں کے نام بھی ہوں، جیسا کہ افتخار احمد، نعیم احمد وغیرہ ایسے صندوق اور دروازوں پر بیٹھنا بلا تکلف جائز ہے؛ اس لئے کہ حساب وکتاب کا رجسٹر دنیوی معاملات سے متعلق ہے، دینی کتاب نہیں ہے، اور افتخار احمد، نعیم احمد، ان ناموں کے ساتھ محمد یا احمد لگا ہوا ہے، ان ناموں کا جزء ہے؛ اس لئے بےادبی نہیں ہے۔

وإذا كتب اسم الله تعالىٰ على كاغذ، ووضع تحت طنفسة يجلسون عليها، فقد قيل: يكره، وقد قيل:؛ لايكره، قال: ألا ترىٰ، أنه لو وضع في البيت لا بأس بالنوم على سطحه. (المحيط البرهاني، المجلس العلمي ٨/ ١٠، رقم: ٩٤٨١، الفتاوى التارتار خانية، زكريا ١٨/ ٧٠، رقم: ٢٨٠٧١، هندية، زكريا قديم ٥/ ٣٢٢، جديد ٥/ ٣٧٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸؍۹۲۶۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۹؍۴؍۱۴۲۸ھ

مدینہ منورکو یثرب کہنا

سوال [۱۱۱۸۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ مدینہ منورہ کو یثرب کہنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد ادریس، مراد پور، شاہجہاں پور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مدینہ منورہ کو یثرب کہنا ممنوع ہے۔

عن البراءؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من سمى المدينة يثرب، فليستغفر الله عزوجل هي طابة، هي طابة. (مسند أحمد بن حنبل ٤/ ٢٨٥، رقم:١٨٧١٨، مجمع الزوائد، دار الكتب العلمية بيروت ٣/ ٣٠٠، رقم: ٥٧٨٤) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۲؍ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱/ ۳۹۱۶)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۲/ ۳/ ۱۴۱۵ھ

مزارات وشہر وغیرہ کے ساتھ شریف لگانا

سوال [۱۱۱۸۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی بزرگ یا ولی کے مزار کے ساتھ یا اس کی بنسبت اس شہر کے ساتھ لفظ ’’شریف‘‘ لگانا اور اس کو باعث تکریم سمجھنا کیسا ہے، مثلاً دیوہ شریف، اجمیر شریف وغیرہ، مگر غرض یہ ہے کہ مکہ، مدینہ، بیت اللہ اور بیت المقدس کے ساتھ لفظ شریف لگانے کی کیا اصل ہے؟

المستفتی: محمد سرتاج، بارہ بنکی،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بیت اللہ شریف اور بیت المقدس کے ساتھ شریف کا لفظ اس لئے لگایا جاتا ہے، کہ ان مقامات کا تقدس اور شرافت دنیا کے تمام مقامات سے بلند وبرتر ہے، اور ان کا تقدس اور شرافت قرآن وحدیث سے ثابت ہے؛ اس لئے ان کو شریف کہا جاتا ہے، ان کے علاوہ دیگر مقامات کا تقدس قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے؛ لہٰذا اگر کسی مقام یا شہر میں کسی اللہ والے کی شہریت کی بنا پر اس مقام کے ساتھ شریف کا لفظ لگایا جائے اور مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے تقدس کے برابر نہ سمجھا جائے، اور نہ بولنے والے کے ذہن میں اس طرح کی کوئی بات ہو اور نہ ہی ماحول میں شریف کا لفظ لگانے کی وجہ سے مقامات مقدسہ کی عظمت میں فرق آتا ہے، تو شریف کا لفظ دیگر مقامات کے ساتھ لگانے کی گنجائش حضرت گنگوہیؒ نے فتاوی رشیدیہ ۵٦٣ر میں لکھی ہے؛ لیکن احقر کو مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے علاوہ دیگر مقامات کے لئے شریف کا لفظ بولنے میں تشویش سی ہوتی ہے، اسی طرح حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کے علاوہ امت میں کسی کی بھی قبر کے ساتھ روضہ کا لفظ بولنے میں تشویش پیدا ہوتی ہے، یہ احقر کی اپنی بات ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
٢٠ رصفر المظفر ١٤٢٩ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ٣٨/ ٩٤٦١)	٢٠/ ٢/ ١٤٢٩ھ

کسی قوم وبرادری کو حقیر سمجھنا

سوال [١١١٨٢]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کسی قوم کو حقیر سمجھنا کیسا ہے، بہت سے لوگوں کو دیکھا گیا، قوموں کا نام لے کر

حقارت سے پکارتے ہیں، کیا بڑی بڑی کتابوں میں قوموں کے بارے میں کچھ آیا ہے؟

المستفتی: محمد طارق، مدرس مدرسہ تعلیم القرآن، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: کسی قوم اور برادری کو حقیر سمجھنا گناہ کبیرہ ہے؛ اس لئے کہ یہ کبر اور فخر ومباہات ہے، جس کے متعلق سخت وعید آئی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا کہ انسان کو الگ الگ قبیلے اور خاندان میں اس لئے پیدا فرمایا ہے کہ اعزہ اور اقرباء کی پہچان اور تعارف رہے، پھر ان کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کیا جاسکے، تفاوت مراتب کی بناء پر ہرگز نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلند مرتبہ والے اور معزز صرف وہی لوگ ہیں، جو متقی اور پرہیز گار ہیں؛ اس لئے کسی قوم کو حقیر سمجھنا ہرگز جائز نہیں، تمام مسلمان عظمت و احترام میں یکساں اور برابر ہیں، کسی بھی برادری کو دوسرے پر عند اللہ کوئی فوقیت نہیں ہے۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ. [الحجرات:۱۳]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ. [الحجرات: ۱۱] فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۴؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۱؍ ۴۰۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۴؍۶؍۱۴۱۵ھ

مولانا واچ سروس کا بورڈ لگانا

سوال [۱۱۱۸۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ زید کی دوکان گھڑی مرمت کرنے کی ہے، نئ گھڑیاں بھی فروخت کی جاتی ہیں، زید نے اپنی دوکان پر مولانا واچ سروس کا پورابورڈ لگوارکھا ہے۔ از راہ شرع کیا اس قسم کے نام کے بورڈ دوکان پر لگانے کی ممانعت ہے؟

المستفتی: مہدی حسن، مین مارکیٹ جسپور، اودھم سنگھ نگر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: دوکان کو اپنے نام کے ساتھ منسوب کرنا چاہئے، لفظ مولانا کے ساتھ منسوب کرنا بہتر نہیں ہے، اس سے لفظ مولانا کی حیثیت گھٹ جاتی ہے۔

(مستفاد: فتاوی محمودیہ قدیم ۳۶۰/۱۵، جدید ڈابھیل ۳۸۲/۱۹) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵/ شعبان المعظم ۱۴۲۱ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۶۸۸۶/۳۵)

دنیاوی مراعات کی وجہ سے قومیت بدلنا

سوال [۱۱۱۸۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ خالد حسین قوم کے اعتبار سے انصاری یا ترک یا مغل یا سید ہے، کیا دنیوی مراعات کے تحت اپنی قومیت کو تبدیل کرسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اظہار، سنبھلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح قومیت اور نسبت بدلنا سخت منع ہے، حدیث شریف میں اس کی سخت وعید آئی ہے کہ ایسا کرنے والے پر جنت کو حرام کہا گیا ہے۔

عن سعد بن أبي وقاص ؓ، يقول: سمع أذناي من رسول الله صلى الله عليه وسلم، وهو يقول: من ادعىٰ أبًا في الإسلام غير أبيه يعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام. (صحيح مسلم، باب بيان حال إيمان من رغب

عن أبيه وهو يعلم، النسخة الهندية ١/ ٥٧، بيت الأفكار رقم:٦٣، صحيح البخاري، باب من أدعى إلى غير أبيه، النسخة الهندية ٢/ ١٠٠١، رقم:٦٥٠٩، ف: ٦٧٦٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٨/ جمادی الثانیہ ١٤١٧ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٣٢/ ٤٨٣٤)

قانونی مجبوری کی بناء پر خود کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب کرنا

سوال [١١١٨٥]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ سرکاری ملازمت میں بعض قانونی مجبوریوں کی بنا پر اعلی خاندان نہ بتا کر ادنیٰ خاندان بتا کر ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس میں کسی دوسرے مسلمان کا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ برائے مہربانی جواب سے نوازیں۔

المستفتی: منصار الحق، سہسپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اس طرح اپنے آپ کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب کرنے کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے؛ اس لئے جائز نہیں ہوگا۔

عن أبي ذرؓ، أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ليس من رجل ادعى لغير أبيه، وهو يعلمه إلا كفر. الحديث (صحيح مسلم، باب بيان حال ايمان من رغب عن أبيه، وهو يعلم، النسخة الهندية ١/ ٥٧، بيت الأفكار رقم:٦٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
١٨/ رجب المرجب ١٤١٧ھ
(فتویٰ نمبر: الف ٣٤/ ٤٩٥٠)

لے پالک لڑکی کی ولدیت میں اپنا نام لکھانا

سوال [۱۱۱۸۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے ایک لڑکی صرف ایک دن کی لے کر مثل اپنی لڑکی کے پالی ہے، اب اس کی شادی کا موقع ہے، میں اس لڑکی کی شادی کے کارڈ میں اپنی ولدیت لکھا سکتا ہوں یا نہیں؟ اور نکاح نامہ میں اپنی ولدیت لکھا سکتا ہوں یا نہیں؟ شرع کی رو سے جواب دینے کی زحمت کریں عین نوازش ہوگی، لڑکی کے باپ کا نام عابد حسین ہے، اور یہ مرحوم ہیں۔

المستفتی: اسلام الدین، محلّہ دولت باغ، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: شادی کارڈ اور نکاح نامہ میں باپ کو چھوڑ کر آپ کا اپنی ولدیت لکھنا ناجائز اور سخت گناہ کی بات ہوگی۔ حدیث شریف میں غیر باپ کی طرف منسوب کرنے کی سخت مذمت اور وعید آئی ہے؛ اس لئے عابد حسین جو لڑکی کا باپ ہے، اس کی ولدیت لکھنا ضروری ہے۔

عن أبي ذرؓ، أنہ سمع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: لیس من رجل ادعی لغیر أبیہ، وھو یعلمہ إلا کفر، ومن ادعی مالیس لہ، فلیس منا ولیتبوأ مقعدہ من النار. (صحیح مسلم، باب بیان حال ایمان من رغب عن أبیہ، وھو یعلم، النسخۃ الھندیۃ ۱/۵۷، بیت الأفکار رقم:۶۱) **فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۱۲؍ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۷/۲۶۳۶)

یتیم بچی کی پرورش کرنے والے کا باپ کی جگہ اپنا نام لکھنا

سوال[۱۱۱۸۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ میں نے ایک یتیم بچی حصول ثواب کی نیت سے اپنی پرورش میں لی ہے، اب جو دنیاوی امور کے لحاظ سے کاغذات اور ڈاکومینٹ بنتے ہیں، ان میں اس لڑکی کے والد کے نام کا مسئلہ ہے کہ آیا اس بچی کے حقیقی والد کا نام لکھا جائے یا میں اس کالم میں اپنا نام لکھوں؟

ایک مولانا صاحب یوں کہتے ہیں کہ آپ اپنا نام بھی لکھ سکتے ہیں؛ جبکہ ایک دوسرے مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ تمام کاغذات میں اس بچی کے حقیقی باپ کا ہی نام لکھا جائے گا، آپ کے لئے اپنا نام لکھنا جائز نہیں ہے، اب میرا دماغ پریشان ہے کہ ان میں سے کس کے بیان کردہ مسئلہ پر عمل کروں؛ اس لئے آپ سے عاجزانہ ومخلصانہ درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں میری شرعی رہنمائی فرمائیں۔

المستفتی: فیاض الدین، انصاری، ملک جہانگیر آباد، دھامپور، بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: یتیم بچی کے ڈاکومینٹ وغیرہ میں اس کے والد حقیقی کا نام لکھا جائے گا اور وہ بچی اپنے حقیقی والد ہی کی طرف منسوب ہوگی کفالت کرنے والے کے لئے اس کے والد کی جگہ اپنا نام لکھنا اور اس کو اپنی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہوگا؛ البتہ بطور کنیت وتخلص کے پرورش کرنے والے کا نام حقیقی باپ کے نام کے ساتھ اضافہ کرنے کی گنجائش ہے۔

قال الله تعالیٰ: أدعوهم لأبائهم، هو أقسط عند الله، فإن لم تعلموا آباؤهم فاخوانكم في الدين (الاحزاب) وارشد بقوله إلى أن الأولىٰ والأعدل أن ينسب الرجل إلى أبيه نسبًا. (تفسير قرطبي ١٤/١١٩)

عن أبي عثمان، عن سعد–رضی الله عنهم–قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم: يقول: من ادعىٰ إلى غير أبيه، وهويعلم أنه غير أبيه، فالجنة عليه حرام. (صحيح البخاري، باب من ادعى إلى غير أبيه، النسخة الهندية ٢/ ١٠٠١، رقم: ٦٥٠٩، ف:٦٧٦٦)

ولو كنى إبنه الصغير بأ بي بكرا وغيره الصحيح أنه لا بأس به، فإن الناس يريدون التفاؤل أنه يصير أبا في ثاني الحال لا التحقيق في الحال. (هندية، الباب الثاني والعشرون في شمية الأولاد، زكريا قديم ٥/ ٣٦٢، جديده/ ١٨/ ٤١٨، المحيط البرهاني،المجلس العلمي بيروت ٨/ ٩٦، رقم:٩٦٧٨، الموسوعة الفقهية الكويتية ١٧١/٣٥، الفتاوى التارتارخانية، زكريا ١٨/ ٢٢٩، رقم:٢٨٦٠٦) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۰؍ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/۱۱۴۸۱)

(۲۸) باب الجوالة والانترنیت

ٹی وی، موبائل، کمپیوٹر وغیرہ کے احکام

سوال [۱۱۱۸۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ٹی وی، موبائل، کمپیوٹر وغیرہ کی بیع وشراء نیز گھر میں رکھنا اور ان کی مرمت کرنے کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے، ان آلات نیز ویڈیو، انٹرنیٹ کا استعمال کرنا ساتھ ہی ان کے استعمال کرنے کا طریقہ سیکھنا اور سکھانا جائز ہے یا نہیں؟ عام طور پر جن چیزوں کا محض آنکھ سے دیکھنا جائز ہے، کیا ان وسائل (اسکرین) پر بھی ان کا دیکھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ حالانکہ ٹی وی اور انٹرنیٹ آج کل انتہائی ضروری سمجھا جارہا ہے؛ کیونکہ ان میں جہاں بے شمار منکرات مثلاً بے حیائی فحاشی نیم برہنہ عورتوں کا سامنے آنا اس کے علاوہ بے شمار اچھے پروگرام بھی دکھائے جاتے ہیں، مثلاً تلاوت قرآن مجید، اذان، بیانات، اسلامی پیغامات، جدید ترقیاتی آلات، قرآن وحدیث سے ریسرچ کردہ امور وایجادات اللہ کی دوسری ان گنت نعمتیں، اگر مسلمانوں کے خلاف کچھ پروپیگنڈہ ہورہا ہو، تو اس کو دیکھ کر مسلمان تیار ہوسکتے ہیں، اس طرح مسلمان کے مفاد پر بے شمار پروگرام دکھائے جاتے ہیں، جن کو بغیر جانے مسلمانوں کا بسا اوقات نقصان عظیم کا خوف ہوتا ہے۔ ازروئے شرع ان کو دیکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

نیز علماء سیاست داں قوم ومرکزی حکومت کے مابین تعلقات قائم کرنے والے سیاستداں علماء جو عوام کے حقوق کے تحفظ کے لئے انتھک سعی کرتے ہیں، ایسے خواص کے لئے کیا حکم لاحق ہوگا۔ مزید ان وسائل کے اسکرین پر نظر آنے والی تصویروں کا کیا حکم ہے؟ جبکہ اس

میں جماد نہیں ہے، ان تصویرات کی تحقیق اور تصویرات کے جائز اور نا جائز ہونے کا مدار کیا ہے؟

المستفتی: مسیح الرحمٰن

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: موبائل اور کمپیوٹر کا گھر میں رکھنا ان کی بیع وشراء اوران کی مرمت کا پیشہ اختیار کرنا بلاشبہ جائز ہے؛ کیونکہ ان دونوں کی وضع گناہ کے کاموں کے لئے نہیں ہوئی ہے؛ بلکہ موبائل ذرائع ابلاغ ومواصلاتی نظام کی ترقی کے لئے اور کمپیوٹر مختلف تعلیمی ودفتری سرگرمیوں کی انجام دہی کے لئے ایجاد کیا گیا ہے؛ البتہ جو شخص ان پر ناجائز چیزیں دیکھے گا، اس کا گناہ اسی کے سر ہوگا؛ لیکن ٹی وی ہمارے زمانہ میں مجمع الفواحش ہے، اس پر زیادہ تر فحش پروگرام نشر کئے اور دیکھے جاتے ہیں اور تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جن گھرانوں میں ٹی وی موجود ہے، اس گھر کے لوگ اس کے فحش پروگراموں سے بالکل محفوظ نہیں رہتے؛ اس لئے سداً للباب ٹی وی گھر میں رکھنے کو ناجائز قرار دیا جائے گا؛ البتہ اس پر جائز پروگرام کی نشریات بھی ہوتی ہیں؛ اس لئے اس پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ٹی وی کی مرمت کا پیشہ اور اس کا کاروبار جائز ہوگا، تاہم ایک گونہ تعاون علی الاثم کی وجہ سے اس کی مرمت وکاروبار مکروہ ہوگا اور تصویر سازی، ویڈیو گرافی کے سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اسے محض تفریح طبع کے لئے یا دنیاوی پروگراموں میں کیا جائے، تو یہ ناجائز ہے۔

عن عبد الله بن مسعودؓ، قال: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إن أشد الناس عذابًا عند الله يوم القيامة المصورون. (صحيح البخاري، باب عذاب المصورين يوم القيامة، النسخة الهندية ۲/ ۸۸۰، رقم: ۵۷۱۷، ف: ۵۹۵۰)

لیکن مسلمانوں کی ملی واجتماعی ضرورت کی خاطر مثلاً باطل قوتوں کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف کی جانے والی سازشیں اور پروپیگنڈوں کے خلاف آواز بلند کرنے اور اسے مضبوط بنانے کی غرض سے جو ویڈیو گرافی، تصویر سازی کی جائے یا پاسپورٹ، ایڈنٹی کارڈ

وغیرہ کے موقع پر جو فوٹو کھنچوائے جائیں تو تصویر سازی کے اصلاً ناجائز ہونے کے باوجود بھی **الضرورات تبيح المحظورات** کے ضابطہ سے علماء نے اس کی گنجائش رکھی ہے۔

الأمور بمقاصدها. (الأشباه قديم ۵۳، قواعد الفقه اشرفي ۶۲، رقم: ۵۱)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۶؍شعبان المعظم ۱۴۳۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۹/۱۰۴۸۶)

دین کی نشر واشاعت کے لئے ٹی وی یا انٹرنیٹ استعمال کرنا کیسا ہے؟

سوال [۱۱۱۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ آج کل ٹی وی چینلس اور انٹرنیٹ کے ذریعے جدت پسند اور مغربی تہذیب سے متأثر لوگ جیسے ڈاکٹر ذاکر نائک وغیرہ دین کی باتوں کا عنوان لگا کر مسلمانوں کو اپنے علماء سے دور کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، تو اس کے دفاع کے لئے اور امت کی صحیح رہنمائی کے لئے کچھ علماء نے ٹی وی چینلس اور انٹرنیٹ پر ویڈیو کلپس کے ذریعہ اپنے دینی پروگرامس شروع کئے ہیں، تو کیا یہ پروگرامس دیکھنا جائز ہے؟ جبکہ اسلامک چینلس میں وقفہ ہوتا ہے، جس میں ناجائز تصویریں بھی آتی ہیں (مثلاً عورتوں کی تصویر) تو کیا اس طرح کے پروگراموں کو دیکھنا جائز ہے؟

المستفتی: عبیداللہ بھاگل پوری

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: خوش عقیدہ لوگوں کے لئے فرق باطلہ کی تردید کے واسطے ٹی وی، چینل کے بجائے لیپ ٹاپ اور انٹرنیٹ کے ذریعہ سے اپنے تردیدی بیان اور اپنے مدعیٰ کا نشر کرنا زیادہ بہتر ہے، اور ٹی وی چینل کی صورت میں نامحرم عورتوں کی عریاں

تصویر بھی آتی ہے؛ اس لئے اس کے بجائے ویب سائٹ اور انٹرنیٹ کا استعمال بہتر ہے۔

الأمور بمقاصدها. (الأشباه، قديم تحت القاعد الثانية ٥٣)

ما أبيح للضرورة يتقدر بقدرها. (الأشباه قديم تحت القاعدة الخامسة ص ١٤٠) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۳؍صفر المظفر ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۱۱۹۰۰/۴۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۲/۱۳ھ

انٹرنیٹ سے کتابیں لوڈ کرنے کا حکم

سوال [۱۱۱۹۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک طالب علم جو ڈاکٹری تعلیم حاصل کرتا ہے، اور ڈاکٹری درجہ کی کتابیں انتہائی مہنگی ہوا کرتی ہیں اور وہ اسے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا اور وہ طالب علم کمپنی کے نمبروں کو خفیہ طور پر نیٹ سے حاصل کر کے اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور کمیٹی کی طرف سے اس طرح فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہوتی ہے، تو اس نے ان کتابوں کو حاصل کر کے نیٹ پر عام کر دیا کہ جس سے ہر ڈاکٹری درجہ میں پڑھنے والا اس سے فائدہ اٹھا سکے، اب اس کے ذیل میں دو باتیں مطلوب ہیں:

(۱) کیا اس طریقہ سے کمپنی کی اجازت کے بغیر حاصل کر کے فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

(۲) اب جو نیٹ پر کتاب رکھ دی گئی ہے، اس سے دوسرا طالب علم فائدہ اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ دوسرے طالب علم کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا ہے۔

المستفتی: محمد سلمان سورتی، گجرات

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفيق: مسئولہ صورت میں کمپنی کی اجازت کے بغیر خفیہ

طور پر نیٹ کے ذریعہ مذکورہ کتابیں حاصل کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ عرفی اور قانونی اعتبار سے ان کتابوں کی اشاعت کا حق کمپنی کے نام محفوظ ہے اور اس میں بلا اجازت تصرف کرنا یقیناً حق تلفی اور گناہ ہے، لیکن جب یہ کتابیں کسی طرح حاصل کر کے کسی مفت ویب سائٹ پر ڈالدی جائیں اور وہاں سے کوئی شخص فائدہ اٹھائے، تو وہ حق تلفی کرنے والوں میں شامل نہ ہوگا؛ کیونکہ اس کے اس عمل کی وجہ سے کمپنی کا کوئی نقصان نہیں ہو رہا ہے؛ بلکہ ساری ذمہ داری ناحق طور پر ویب سائٹ پر ڈالنے والے پر ہی رہے گی۔

لايجوز لأحد أن يتصرف في ملک غيره بلا إذنه. (شرح المجلة، اتحاد بکڈپو دیوبند ۱/ ۶۱، رقم المادہ:۹۶)

المباشر ضامن وإن لم يتعمد، المباشر هو الذي يلي الأمر بنفسه، فإنه يضمن الضرر الذي يتولد عن فعله سواء كان عن قصد منه، أو لم يكن. (شرح المجلة، اتحاد بکڈپو دیو بند ۱/ ۶۰، رقم المادة: ۹۲) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۱۳؍ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۱۹۹۶)	۱۴/ ۴/ ۱۴۳۶ھ

انٹرنیٹ پر کئے گئے نکاح کا حکم

سوال [۱۱۱۹۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک لڑکا عرفان الدین ولد محمد ابراہیم محلّہ شیدی سرائے مرادآباد انٹرنیٹ کے ذریعہ کمپیوٹر کے اسکرین پر نظر آ رہا تھا اور لڑکی اپنے گھر پر کمرہ میں تھی اور قاری نعیم صاحب جو قاضی بن کر نکاح پڑھا رہے تھے، ان کے پاس لڑکی موجود تھی اور قاری نعیم صاحب نے یہ سمجھا کہ لڑکا جو انٹرنیٹ پر نظر آ رہا ہے، وہ مجلس نکاح میں ہے؛ چنانچہ قاری صاحب نے انٹرنیٹ پر نکاح پڑھا دیا اور خارج میں دو گواہ موجود تھے، تو یہ نکاح منعقد ہوا

یا نہیں؟ اور لڑکا آج تک دبئی سے نہیں آیا ہے؛ جبکہ نکاح کا یہ واقعہ تین سال پہلے کا ہے۔

المستفتی: شفاعت علی خان، محلّہ لاکڑی والان، کوئل والی مسجد، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوالنامہ کے مطابق قاری نعیم صاحب مرحوم نے قاضی بن کر کے انٹرنیٹ پر جو نکاح پڑھایا ہے، وہ نکاح شرعی طور پر درست نہیں ہوا ہے؛ اس لئے کہ انٹرنیٹ پر جو نظر آرہا تھا، وہ لڑکے کا عکس ہے، بنفس نفیس لڑکا نہیں ہے اور مجلس نکاح میں لڑکے کا بنفس نفیس یا اس کے وکیل کا براہ راست حقیقی طور پر موجود ہونا لازم ہوتا ہے اور یہاں ایسا نہیں ہوا؛ اس لئے یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

ومن شرائط الإيجاب والقبول اتحادالمجلس لو حاضرين، وإن طال وتحته في الشامية: قال في البحر: فلو اختلف المجلس لم ينعقد، فلو أوجب أحدهما، فقام الآخر، أو اشتغل بعمل آخر بطل الإيجاب؛ لأن شرط الارتباط اتحاد الزمان، فجعل المجلس جامعًا تيسرًا، وأما الفور فليس من شرطه، ولو عقدا وهما يمشيان ويسيران على الدابة لايجوز. (شامي، كتاب النكاح، مطلب التزوج بإرسال كتاب، زكريا ٤/٧٦، كراچي ٣/١٤)

وشرط حضور شاهدين حرين، أو حر و حرتين مكلفين سامعين قولهما معًا على الأصح. (الدر المختار مع الشامي، زكريا ٤/٨٧تا٩٢، كراچي ٣/٢١تا٢٣) فقط واللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللّٰہ عنہ
۹/ جمادی الثانیہ ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۲۰۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۶/۹ھ

موبائل فون سے متعلق چند سوالات کے جوابات

سوال [۱۱۱۹۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ(۱) موبائل مسجد میں لانا درست ہے یا نہیں؟

(۲) بھول یا غلطی سے کوئی شخص نہ بند کرے، تو اس سے تو ہین ہے، اور مسجد میں تکرار یا سخت رویہ اپنانا کیسا ہے؟

(۳) بسا اوقات حرم مسجد میں لوگ موبائل سے گفتگو کرتے ہیں کوئی تجارت کی ضروری بات کرتا ہے، کوئی اپنے بچوں کی خیریت لیتا ہے، کوئی ڈاکٹر مریضوں کو رہنمائی کرتا ہے، اس قسم کی بات مسجد میں موبائل فون پر جائز ہے؟ جب کہ یہ بات کرنے والے نمازیوں کا احترام بھی ملحوظ رکھتے ہوں، اس قسم کی گفتگو جائز ہے یا نہیں؟ اس کی بھی وضاحت فرمادیں کہ اس حکم میں معتکف وغیر معتکف یکساں ہیں یا فرق ہے؟ حرم سے باہر وضوخانہ میں گفتگو کی اجازت ہے؟

(۴) نماز کی حالت میں موبائل بند کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

المستفتی: سعید الرحمٰن، ممبئ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: (۱) موبائل ساتھ لے کر مسجد میں آنا شرعًا جائز ہے؛ البتہ موبائل کھلا رکھ کر مسجد میں آنا احترام مسجد کے خلاف ہے؛ کیونکہ اگر اچانک موبائل کی گھنٹی بجنی شروع ہو جائے، تو مسجد میں شور وغل ہوگا؛ جو کہ ممنوع ہے؛ اس لئے مسجد میں آنے سے پہلے موبائل بند کر لینا چاہئے۔

ودل تعليلهم أن المبيع لو لم يشغل البقعة لا يكره إحضاره كدراهم يسيرة، أو كتاب ونحوه. (شامي، كتاب الصوم، باب الإعتكاف، زكريا ٣/ ٤٤٠، كراچي ٢/ ٣٢٧)

السادس أن لا يرفع فيه الصوت من غير ذكر الله تعالىٰ. (هندية، الباب الخامس في آداب المسجد، زكريا قديم ٥/ ٣٢١، جديد ٥/ ٣٧٢)

(۲) بھولے سے موبائل بند نہ کرنے کی بناء پر مسجد میں گھنٹی بجنے لگے، تو اس کی وجہ

سے جھگڑا کرنا درست نہیں؛ بلکہ اس کو نرمی سے سمجھا دینا چاہئے اور مسئلہ شرعی سے آگاہ کردینا چاہئے؛ اس لئے کہ بھول ونسیان سے کوئی انسان پاک نہیں۔

عن أبي ذر الغفاري، قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: إن اللّٰہ قد تجاوز عن أمتي الخطأ، والنسیان، وما استکرهوا علیه. (ابن ماجه شریف، باب طلاق المکره والناسي، النسخة الهندیة ۱/۱٤۷، دارالسلام رقم: ۲۰٤۳)

السادس: أن لا یرفع فیه الصوت من غیر ذکر اللّٰہ تعالیٰ. (هندیة، زکریا قدیم ۵/ ۳۲۱، جدید ۵/ ۳۷۲)

(۳) تجارت سے متعلق کوئی ضروری بات ہو یا گھر والوں کی خیریت لینی ضروری ہو یا اسی طرح کسی مریض کی رہنمائی ضروری ہو، تو آداب مسجد کا لحاظ رکھتے ہوئے حدود مسجد کے اندر نہایت مختصر انداز میں بات کر کے موبائل بند کردینا چاہئے جس سے کسی بھی نمازی کو کسی طرح کا خلل نہ ہو، بات کرنے والا معتکف ہو یا غیر معتکف سب کیلئے یہی حکم ہے؛ البتہ غیر معتکف کے لئے بہتر یہ ہے کہ حدود مسجد سے باہر وضوخانہ وغیرہ میں گفتگو کرلے۔

لابأس بالحدیث فی المسجد إذاکان قلیلاً. (شامي، کتاب الصوم، باب الإعتکاف، زکریا ۳/ ٤٤۲، کراچی ۲/ ٤۵۰)

الکلام المباح من حدیث الدنیا یجوز في المساجد، وإن کان الأولیٰ أن یشتغل بذکر اللّٰہ تعالیٰ......أقول ویؤخذ من هذا أن الأمر الممنوع منه إذا وجد بعد الدخول بقصد العبادة لا یتناوله. (شامي، مطلب في الغرس في المسجد، زکریا ۲/ ٤۳٦، کراچي ۱/ ٦٦۲، الموسوعة الفقهیة الکویتیة ۳۷/ ۲۰۷)

(۴) آدمی کو اس بات کا اہتمام والتزام کرنا چاہئے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے موبائل کی گھنٹی بند کردے؛ لیکن اگر اتفاقاً کبھی گھنٹی بند کرنا بھول گیا اور دوران نماز گھنٹی بجنے لگی، تو جیب میں رکھے رکھے ایک ہاتھ سے موبائل بند کرنے کی گنجائش ہے، اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آئے گی۔ (مستفاد: انوار رحمت ۱۲۲)

ولو رفع العمامة ووضعها على الأرض، أو رفعها من الأرض ووضعها على الرأس لا تفسد؛ لأنه يتم بيد واحدة من غير تكرار......ولو لبس قلنسوة، أو بيضة، أو نزعها لا تفسد. (قاضيخان، فصل فيما يفسد الصلاة، زكريا ۱/ ۸۱، وعلى هامش الهندية ۱/ ۱۲۹) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/ ۹۶۲۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/ ۶/ ۱۴۲۹ھ

ویڈیو کالنگ کا شرعی حکم

سوال [۱۱۱۹۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایسے موبائل سے بات کرنا جس پر مخاطب کی تصویر آتی ہو کیسا ہے؟

المستفتی: عبدالرشید قاسمی، سیڈھا بجنور

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: آج کل ایسے موبائل چل پڑے ہیں، جن میں مخاطب کی صورت نظر آتی ہے اور جب تک بات کی جاتی ہے، تب تک نظر آتی ہے، اور بات ختم ہونے کے بعد ختم ہو جاتی ہے، یہ تصویر نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ انسان کا عکس ہوتا ہے، جیسا کہ شیشے میں نظر آتا ہے، یہ اگرچہ عکس ہے؛ لیکن کسی نامحرم عورت کا عکس آتا ہو، تو بلا ضرورت قطعاً جائز نہیں ہے؛ البتہ نامحرم عورت کا عکس نہیں ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ بعض دفعہ تجارتی اور معاملاتی امور میں بہتر ہی ثابت ہوتا ہے۔

أما الصورة التي ليس لها ثبات واستقرار وليست منقوشة على شيئ بصفة دائمة، فإنها بالظل أشبه (تكملة فتح الملهم، باب تحريم صورة الحيوان، اشرفيه ديوبند ٤/ ١٦٤) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۴۶۳)

موبائل میں گھنٹی کی جگہ قرأت وغیرہ لگانا

سوال [۱۱۱۹۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ (۱) موبائل فون کی گھنٹی کی جگہ السلام علیکم یالا الہ الا اللہ جیسے فٹ کرنا کیسا ہے؟

(۲) موبائل فون کی گھنٹی دوطرح کی ہوتی ہے، ایک گھنٹی تو وہ ہوتی ہے، جوفون آنے پرآگاہ کرتی ہے، دوسری گھنٹی وہ ہوتی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ آپ کا فون مطلوبہ جگہ جارہا ہے، کیا دونوں گھنٹیوں کا مسئلۂ بالا کے بارے میں ایک ہی حکم ہے؟

(۳) ان مذکورہ گھنٹیوں کی جگہ کسی قاری کی قرأت حدراًیا ترتیلاً فٹ کرنا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: (۱/۳) موبائل کی گھنٹی کی جگہ السلام علیکم یا لا الہ الا اللہ وغیرہ کلمات یا کسی قاری صاحب کی قرأت فٹ کرنا جائز نہیں ہے؛ اس لئے کہ اولاً تو ان کلمات کا بے محل استعمال کرنا لازم آتا ہے۔ نیز ان کلمات کی توہین بھی ہوتی ہے؛ کیونکہ بسا اوقات آدمی استنجاء یا بیت الخلاء میں ہوتا ہے اور وہیں فون آنے لگتا ہے اور ان کلمات یا قرأت کی آواز آنی شروع ہوجاتی ہے؛ اس لئے ان کلمات کا یا کسی قاری صاحب کی قرأت کا موبائل کی گھنٹی میں فٹ کرنا جائز نہیں ہے۔

وكذا قولهم بكفره إذا قرأ القرآن في معرض كلام الناس كما إذا اجتمعوا فقرأ فجمعناهم جمعاً وله نظائر كثيرة كلها ترجع إلى قصد الاستخفاف به قال قاضيخان: الفقاعي إذا قال عند فتح الفقاع صل على محمد قالوا يكون آثمًا، وكذا الحارس إذا قال في الحراسة لا إله إلا الله يعني لأجل الإعلام بأنه مستيقظ. (الاشباه والنظائر قديم ۵۳)

یکره أن یقرأ في الحمام؛ لأنه موضع النجاسات ولا یقرأ في بیت الخلاء. (هندیة، الباب الرابع، زکریا قدیم ٥/٣١٦، جدید٥/٣٦٥، قاضیخان، زکریا جدید ٣/٣٠٦، وعلی هامش الهندیة٣/٤٢٢)

(۲) السلام علیکم کے علاوہ کوئی اور چیز کلمہ لا إلہ الا اللہ یا آذان یا آیت قرآنی وغیرہ فٹ کرنا جائز نہیں اور السلام علیکم بھی صرف اسلئے جائز ہے کہ موبائل میں فون کرنے والا بیت الخلاء میں رہ کر کے نہیں کرے گا؛ لہٰذا اس کے پاس سلام کی آواز آنے میں کوئی قباحت نہیں۔

وکذا قولهم بکفره إذا قرأ القرآن في معرض کلام الناس کما إذا اجتمعوا فقرأ فجمعناهم جمعًا. (الأشباه والنظائر قدیم ٥٣)

فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۵/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۹۵۷۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۹/۴/۵ھ

موبائل کی گھنٹی میں کلمۂ طیبہ سیٹ کرنا

سوال [۱۱۱۹۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موبائل وغیرہ کی گھنٹی آتے وقت یا ہمارے فون کی گھنٹی دوسرے کے پاس جاتے وقت میں کلمہ لا الہ الا اللہ یا کوئی دعا وغیرہ کا سیٹ کرنا کیسا ہے؟ اس سے سننے والے کو بھی فائدہ ہوگا، جائز بلا کراہت ہے یا ناجائز؟ وضاحت فرمادیں۔

المستفتی: محمد یعقوب رشیدی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موبائل کی گھنٹی میں لا الہ الا اللہ وغیرہ بھرنا ان کلمات کی بے ادبی کے مرادف ہے، بعض دفعہ بیت الخلاء میں بھی گھنٹی آجائے، تو کلمہ کی سخت

بے حرمتی ہے؛ اس لئے لا الہ الا اللہ وغیرہ موبائل میں بھرنا جائز نہیں۔ الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ چوکیدار اگر بلند آواز سے کلمہ لا الہ الا اللہ اس لئے پڑھتا ہے تاکہ لوگوں کو اس کی بیداری کا علم ہوجائے، تو گنہگار رہوگا۔

وكذا الحارس إذا قال في الحراسة: لاإله إلا الله يعنى لأجل الإعلام بأنه مستيقظ (أي يكون آثما) (الاشباه والنظائر قديم ٥٣) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱رصفر المظفر ۱۴۲۹ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸/۹۴۵۲)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۱/۲/۱۴۲۹ھ

موبائل فون پر گھنٹی کے بجائے گانا بجنا

سوال [۱۱۱۹۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ہم کسی کو فون کرتے ہیں دوسری طرف سے رینگ ٹون کی جگہ گانا لگا ہوتا ہے، بات کرنا بھی ضروری ہوتا ہے، اگر کان سے فون ہٹاتے ہیں، تو دوسری طرف سے کال وصول کرنے کا پتہ نہیں چل پاتا، ان حالات میں گانا بجنے کے باوجود فون کو کان پر لگائے رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: محمد ایوب، کیلاش نگر، دہلی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جب آپ کے فون میں گانا اور میوزک وغیرہ کی آوازیں نہیں ہیں اور ضرورت پر آپ نے دوسرے کو فون کیا ہے، اور اس کے فون سے فون کی گھنٹی کی آواز آنے کے بجائے گانے کی آواز آرہی ہے، اگر آپ کا ارادہ اس کا سننا نہیں ہے؛ بلکہ صاحب موبائل سے رابطہ قائم کرنا ہے، تو یہ ایسا ہے جیسا کہ سڑک پر سے جلوس نکلتے وقت گانا اور میوزک بینڈ باجہ کی آواز آپ کو سنائی دیتی ہے، اسی طرح اس فون میں سنائی دینے

والے باجے اور میوزک کی آواز کا حکم ہے کہ جس طرح بینڈ باجے کی آواز آپ کے کان میں پڑنے سے آپ گنہگار نہیں ہیں، اسی طرح یہاں بھی گناہ گار نہیں ہوں گے؛ اس لئے کہ آپ اس کے سننے کا ارادہ نہیں رکھتے ہیں، غیر اختیاری طور پر آپ کے کان میں آواز آرہی ہے؛ جبکہ آپ کے دل میں اس کی نفرت ہے۔

الأمور بمقاصدها. (الأشباه والنظائر، زکریا ۱۹۲، قدیم ۵۳)

وإن سمع بغتة یکون معذوراً ویجب أن یجتهد أن لا یسمع.

(شامي، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغیره، زکریا ۹/ ۵۶۶، کراچي ۶/ ۳۹۵) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۳۹۶)

اسکرین پر کلمہ لگا ہونے کی حالت میں موبائل بیت الخلاء میں لے جانا

سوال [۱۱۱۹۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ موبائل کی اسکرین پر کلمہ حروف مقطعات وغیرہ کا لگانا اور اس کو بیت الخلاء وغیرہ میں لیجانا کیسا ہے؟ جبکہ موبائل پر وہ چیز خوب صاف ہمہ وقت نظر آتی ہے؛ لیکن شیشہ کے اندر رہتی ہے۔

المستفتی: محمد اویس کاسگنج، ایٹہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: موبائل اسکرین پر حروف مقطعات یا کلمہ وغیرہ کے لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ بیت الخلاء جاتے وقت موبائل بجائے اپنے ہاتھ میں رکھنے کے اپنی جیب یا بیت الخلاء سے باہر رکھنے کا اہتمام کریں۔

فلو نقش اسمه تعالیٰ واسم نبیه صلی اللّٰہ علیه وسلم استحب أن يجعل الفص في كمه إذا دخل الخلاء. (شامي، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر، زكريا ٩/٥١٩، كراچي ٦/٣٦١، الموسوعة الفقهية الكويتية ٣٤/٢١-٢٢) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۷/۳۸۷۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۲۶/۲/۲۹ھ

عورتوں کا ٹیلیفون پر سلام وکلام کا حکم

سوال [۱۱۱۹۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ عورت ٹیلیفون اور موبائل کی گھنٹی بجنے پر جوابًا غیر محرم مرد سے کس طرح بات کرے گی؟ غیر محرم نے سلام کیا تو عورتیں کس طرح جواب دیں گی؟

المستفتی: محمد حامد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر ٹیلیفون وغیرہ پر بات کرنے کا اتفاق ہوجائے اور ضرورت پڑ جائے، تو بات کرنے کی گنجائش ہے، مگر اجنبی مرد سے بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرے؛ بلکہ ایسا انداز اختیار کرے، جس سے الفت پیدا نہ ہو۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِىْ فِىْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. (الاحزاب: ۳۲)

(۲) فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ ہو، تو اجنبیہ سے سلام نہ کیا جائے اور اس کے سلام کا زبان سے جواب نہ دیا جائے؛ بلکہ دل سے جواب دیدے اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہیں ہے، مثلاً عورت بوڑھی ہے، تو سلام کرنے کی گنجائش ہے، فون پر

سلام کرنے میں بھی یہی تفصیل ہے۔

ولا يكلم الأجنبية إلا عجوزًا عطست، أو سلمت، وكذا الرجل مع المرأة إذا التقيا يسلم الرجل أولاً، وإذا سلمت المرأة الأجنبية على رجل إن كانت عجوزًا رد الرجل عليها السلام بلسانه بصوت تسمع، وإن كانت شابة رد عليها في نفسه، وكذا الرجل إذا سلم عليامرأة أجنبية، فالجواب فيه على العكس. (شامي، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في النظر، زكريا ٩/ ٥٣٠، كراچي ٦/ ٣٦٩) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۳۸؍ ۸۹۶۷)

(۲۹) باب المتفرقات

حساب

سوال [۱۱۱۹۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک گھڑی ساز کی دوکان پر گیا، تو گھڑی ساز کا نوکر تھا، اس نے ایک گھڑی کی قیمت پچاس روپیہ بتائی ہم نے اور ہمارے ساتھی نے مل کر ساجھے میں ۲۵-۲۵/روپیہ دے کر خرید لی، پھر دوکاندار اپنی دوکان پر گیا، اس نے نوکر سے معلوم کیا کچھ فروختگی ہوئی ہے؟ تو نوکر نے بتایا ایک گھڑی پچاس روپیہ کی فروخت ہوئی ہے، تو مالک دوکاندار نے کہا کہ وہ گھڑی ۴۵/روپیہ کی ہے جاؤ، ان لوگوں کو ۵/روپیہ واپس کرو، اس نوکر کے دل میں بے ایمانی آگئی، اس نے ۵/روپیہ کے بجائے ۳/روپیہ واپس کئے یعنی ہم دونوں کو ڈیڑھ ڈیڑھ روپیہ واپس کیا اور دوروپئے اپنے پاس رکھ لیے، اب گویا کہ گھڑی کی قیمت ہر ایک کے حصہ میں تیئیس روپئے پچاس پیسے آئے دونوں کی رقم ملا کر ۴۷/روپئے ہوئے، اس کے بعد نوکر کو کچھ خیال ہوا کہ ان لوگوں کو دھوکا دینا صحیح نہیں ہے، اس نے ہمارے دوروپیہ بھی واپس کردیئے۔ اب ہم نے ۴۷/روپیہ میں دوروپیہ اور ملا کر حساب لگایا تو ۴۹/روپیہ ہوئے ایک روپیہ کہاں غائب ہوگیا۔

المستفتی: حافظ ضیاء الاسلام، مدرس مدرسہ بدرالعلوم گنگوار حسنپور، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللہ التوفیق: جس طرح تین روپیہ واپس کرنے پر آپ نے پچاس میں سے تین روپیہ گھٹا کر ۴۷/روپیہ سمجھا ہے، اسی طرح آپ پر لازم ہے کہ جب بقیہ دو روپیہ واپس کردئے ہیں، تو ۴۷/میں سے دوروپیہ کو گھٹا کر دیکھتے تو بجائے ۴۹/

کے ۴۵ / نظر آجاتے، جب بعد میں دومزید بھی واپس مل گئے ہیں، تو اس کو گھٹا یا جائے گا یا جوڑا جائے گا، آپ حساب کے اصول سیکھیں اور اس کی مشق کیا کریں، بعد میں ایسی پریشانیوں کا سابقہ نہیں پڑے گا۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۵ / صفر المظفر ۱۴۱۴ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۹ / ۳۳۱۳)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۱۴/۲/۱۵ھ

چیل کو گوشت کھلانا صدقہ ہے؟

سوال [۱۱۲۰۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ کارِ ثواب سمجھ کر چیلوں کو گوشت کھلانا کیسا ہے؟

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰه التوفيق: کارِ ثواب سمجھ کر چیلوں کو گوشت کھلانا اور اس پر خوب پیسہ خرچ کرنا یہ سراسر اسراف اور فضول خرچی ہے، اور عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے ناجائز ہے۔ (مستفاد: احسن الفتاوی ۳۶۷)

اس لئے ضروری ہے کہ صدقہ کے لئے جائز طریقہ استعمال کیا جائے تاہم کوئی قصاب اپنے پاس بچے ہوئے ناقابل استعمال گوشت کے چھیچھڑے بلی اور چیل کو کھلادے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ولا تبذر أي تسرف في الإنفاق في غير حق. قال الشافعي رضى الله عنه: والتبذير إنفاق المال في غير حقه، ولا تبذير في عمل الخير وهذا قول الجمهور، وقال أشهب عن مالک التبذير هو أخذ المال من حقه ووضعه في غير حقه وهو الإسراف وهو حرام لقوله تعالىٰ: إن المبذرين كانوا إخوان الشيطين. (أحكام القرآن للقرطبي، دار الكتب العلمية بيروت ١٠/ ١٦١،

دارالفکر ۱۰/۲۴۷، تحت تفسیر رقم الآیة ۲٦، من سورة الإسراء) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۹؍صفر المظفر ۱۴۳۵ھ
(فتویٰ نمبر: الف خاص ۴۰؍۱۱۴۳۱)

وسیع پنجرہ میں کبوتر پالنا

سوال [۱۱۲۰۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک کمرہ بشکل پنجرہ دس فٹ لمبا اور دس فٹ چوڑا ہے، اس میں کبوتر پال رکھے ہیں، ان کے دانہ اور پانی کا معقول انتظام ہے۔ آپ تحریر فرمائیں شرعی اعتبار سے اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد انور ابن حاجی عبدالقیوم، ڈپٹی گنج، مرادآباد

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اگر اتنا بڑا کمرہ ہے، جس کی پیمائش اوپر درج ہے، تو اس میں بندر کھنا اور اسی میں چارہ وغیرہ دیتے رہنا شرعاً جائز ہے۔

لابأس بحبس الطيور والدجاج في بيته؛ ولكن يعلفها وهو خير من إرسالها في السكك. (فتاوى شامي، كتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء وغيره، زكريا ۹/۵۷۵، كراچي ٦/۴۰۱) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۲۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲٦؍۲۰٦۵)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۲۷/۱۲/۱۴۱۰ھ

اللہ اور رسول کے واسطے مسجد میں مانگنے والے کو ملا ہوا مال کس کی ملک؟

سوال [۱۱۲۰۲]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ جیسا کہ اکثر سائلین مسجد میں آکر اپنے لئے سوال کرتے ہیں اور اپنے سوال

میں یہ کہتے ہیں کہ اللہ کے واسطے، اللہ کے رسول کے واسطے میری نقد کپڑے سے مدد کرو، میں معذور و مجبور ہوں، اس سوال پر لوگ اس کی مدد کرتے ہیں، اس پر زید یہ کہتا ہے کہ اس سائل کے سوال میں آئی ہوئی اجناس سائل کی ملکیت نہیں ہوں گی؛ کیونکہ اس نے اللہ کے اور اللہ کے رسول کے واسطے کہہ کر مانگا ہے، اگر صرف یہ کہتا کہ میری مدد کرو، تو اس کی ملکیت ہوتی، جب اللہ کے واسطے کہہ کر مانگا ہے، تو یہ مانگا ہوا مال مسجد وغیرہ کے لئے صرف کرنا ہوگا، تو اس طرح سوال کرنے پر زید کا قول صحیح ہے کہ وہ سائل کی ملکیت نہیں؛ بلکہ مسجد کا مال ہوگا یا سائل کا ہی رہے گا؟ قول فیصل سے مطلع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

المستفتی: قاری عبدالرحمٰن، غداپور،

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: اللہ کے واسطے اور رسول کے واسطے مدد کرو کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غریبوں پر مدد کرنے سے اللہ تعالیٰ آخرت کی مشکل آسان فرما دیتے ہیں؛ لہٰذا میری مدد کرو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے اور رسول کے واسطے کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ دین اسلام لے کر تشریف لانے والے ہیں، دونوں حضور ﷺ کے دین میں دینی بھائی ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کے توسل سے مدد کرو، یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول کی ملکیت کیلئے وہ مانگ رہا ہے، لہٰذا ایسی صورت میں مانگنے والا خود ہی اس چیز کا مالک ہوگا، مسجد وغیرہ میں صرف کرنا لازم نہ ہوگا۔

إن التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم جائز في كل حال قبل خلقه وبعد خلقه في مدة حياته الدنيا، وبعد موته في مدة البرزخ، وبعد البعث في عرصات القيامة والجنة. (شفاء السقام ١٢٠، بحواله تسكين الصدور ٤٠٨) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۳۰ر شوال المکرّم ۱۴۱۲ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۲۸/ ۲۸۶۹)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱/ ۱۱/ ۱۴۱۲ھ

کیا ناپاک پانی کی اطلاع دینا ضروری ہے؟

سوال [۱۱۲۰۳]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ اس بالٹی میں جو پانی رکھا ہوا ہے، وہ ناپاک ہے، اب اگر کوئی شخص جس کو اس کے ناپاک ہونے کی خبر نہیں ہے، وہ اس سے وضو کرے یا غسل کرے، تو کیا جس کو اس کے ناپاک ہونے کا علم ہے، اس کو وضو یا غسل کرنے والے کو اطلاع دینی ضروری ہے؟

المستفتی: عبدالباسط اعظمی

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وبالله التوفيق: ناپاک پانی سے بےخبری میں غسل یا وضو کرنے والے کو پانی کی ناپاکی کی اطلاع کرنا ایسے لوگوں پر ضروری ہے، جن کو پہلے سے پانی کے ناپاک ہونے کا علم ہے، یہ ایک مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔

عن زيد بن خالد الجهني، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: ألاأخبركم بخير الشهداء الذي يأتي بشهادته قبل أن يسألها. (صحيح مسلم، الأقضية، باب بيان خير الشهود، النسخةالهندية ٢/٧٧، بيت الأفكار، رقم: ١٧١٩)

ويجب الأداة بلا طلب لو الشهادة في حقوق الله تعالىٰ. (در مختار مع الشامي، كتاب الشهادت، زكريا ٨/١٧٥، كراچي ٥/٤٦٣، الموسوعة الفقهية الكويتية ٢٥/١٣٥) **فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم**

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۹؍رجب المرجب ۱۴۲۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۸۸۹۳/۳۸)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۰/۷/۱۴۲۶ھ

آپسی مسائل کو صلح وصفائی سے حل کرنا

سوال [۱۱۲۰۴]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے

بارے میں: کہ احقر سیوانی کا رہنے والا ہے، احقر اور سیوانی گاؤں کے دیگر علماء کرام نے مل کر سوچا کہ ہم سب مل کر خصوصًا اپنے گاؤں کی اور عمومًا پوری امت کی فکر کریں اور امر بالمعروف نہی عن المنکر جو علماء کرام کی اہم ذمہ داری ہے، اس کی فکر کریں اور یہ کام سب سے پہلے اپنی ذات اپنے گھر اور اپنے رشتہ داروں سے شروع کریں اور پھر پورے گاؤں اور پوری امت کی فکر کریں، اس کام کے لئے گاؤں کے تمام علماء کرام جمع ہوئے اور مشورہ سے طے ہوا کہ یہ کام ہم علماء کرام کا بہت اہم ہے، اور ہمیں ضرور کرنا چاہئے؛ لہٰذا علماء کرام نے حسب مشورہ کام شروع کیا اور گاہے گاہے مثلاً ماہانہ یا سہ ماہی پر تمام علماء کرام جمع ہوتے ہیں اور آئندہ مشورہ تک کون سے امور پر کام کرنا ہے، وہ طے ہوتے ہیں اور ان پر حتی المقدور کوشش کی جاتی ہے، جن میں سے چند امور بطور تمثیل کے یہ ہیں۔

(۱) مسلم معاشرہ میں فیشن اور بے پردگی کے بڑھتے سیلاب کو روکنا۔

(۲) قبل النکاح فون پر جانبین سے اپنے منگیتر سے ہونے والی گفتگو کو روکنا۔

(۳) جو چیزیں عندالشرع منکر وممنوع ہیں، انہیں حکمت سے ختم کرنا۔

(۴) جانبین میں کشیدگیاں اور جھگڑے ختم کرواکر فریقین میں صلح کروانا۔

(۵) ایام قربانی میں گاؤں والوں کی رضا مندی سے شریعت کی روشنی میں قربانی کا انتظام اور اطراف کے غیر مانوس علاقوں میں گوشت پہونچانے کی ترتیب۔

(٦) نوجوان موبائل کا غلط استعمال نہ کریں اس کی فکر کرنا۔

علماء کرام نے یہ جماعت سازی اور طریقۂ کار طے کرنے کے بعد کام شروع کرنے سے قبل گاؤں میں پہلے سے موجود کمیٹی کے احباب سے بھی ملاقاتیں کیں اور ان سے اپنی جماعت سازی اور طریقہ کار کا تذکرہ کیا تاکہ سب باہم اتفاق سے کام کریں، تو ان تمام احباب نے کہا کہ یہ کام بہت اچھا ہے اور کرنا ہی چاہئے۔

نیز انہوں نے بہت فرحت ومسرت کا اظہار بھی کیا اور ہماری ہمت افزائی بھی

فرمائی، کچھ وقت گذرنے کے بعد گاؤں کے چند چودھریوں نے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں علماء کرام کی اس منظّم جماعت اوران کے طریقہ کار سے متنفر کرنے کی بھرپور کوشش کرکے، ان تمام لوگوں کو اپنے ہاتھ پر لے لیا اور علماء کرام اوران کے طریقۂ کار کے بارے میں نازیبا جملے بھی کہے، مثلاً گاؤں میں ایک نئ جماعت قائم کی گئی ہے، جو اپنے ذاتی فتوے ظاہر کرتی ہے، اپنے گاؤں میں پہلے سے اصلاحی جماعت قائم ہے۔اب کوئی دوسری جماعت قائم نہیں ہوسکتی ہے حتی کہ بعض نے تو یہ بھی کہا کہ ’’جس گاؤں میں علماء کرام کی جماعت بنی ہے، وہاں انہوں نے جھگڑے ہی کروائے ہیں وغیرہ؛ چنانچہ ان چودھریوں نے اس طرح کی باتیں کرکے یہ فیصلہ کیا کہ علماء کرام کی یہ جماعت ختم کرو؛ جبکہ علماء کرام کی یہ جماعت گاؤں میں موجود کمیٹی کے کاموں میں کوئی دخل اندازی نہیں کرتی ہے؛ بلکہ اس جماعت کا مقصد امر بالمعروف اورنہی عن المنکر ہی ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل کے بعد ہم آپ حضرات مفتیان کرام سے چند سوالات کے جوابات کے منتظر ہیں۔

(۱) کیا گاؤں والوں کی اس طرح نقد و جرح کرنے کی وجہ سے علماء کرام اپنی جماعت ختم کردیں؟

(۲) کیا علماء کرام امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کرنا چھوڑدیں؟

(۳) علماء کرام کی جماعت اوران کے طریقۂ کار پر جملے کسنے والے کیا کار خیر میں رکاوٹ ڈالنے والے شمار ہوں گے یا نہیں؟

(۵) نیز ہم فریقین کے لئے شریعت کی نگاہ میں کیا رہنمائی ہے؟

المستفتی: محمد حسن سیوانی، مقام و پوسٹ: ناہی، بناس کانٹھا (گجرات)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: سوال نامہ سے واضح ہوتا ہے کہ علماء کی تنظیم بننے سے پہلے بھی کوئی تنظیم گاؤں میں موجود تھی، اب علماء کی تنظیم بن جانے کے بعد پہلی تنظیم کے

ساتھ کیا ٹکراؤ ہے، ہم سمجھنے سے قاصر ہیں؛ اس لئے آپس کے صلح وتصفیہ کے ذریعہ سے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہئے، یا وہاں سے قریب کے باا ثر علماء جو وہاں کی نزاکت کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں، ان کے ذریعہ سے مسئلہ کا تصفیہ کرانا چاہئے۔

وَالصُّلْحُ خَيْرٌ. [النساء:۱۲۸]

عبد الله بن عمرو بن عوف المزني، عن أبيه، عن جده، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الصلح جائز بين المسلمين، إلا صلحا حرم حلالا، أو أحل حرامًا. (سنن الترمذي، كتاب الأحكام، باب ما ذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الصلح بين الناس، النسخة الهندية ۱/ ۲۵۱، دار السلام رقم: ۱۳۵۲) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح:
۴ ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ	احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۰/ ۱۱۰۸۹)	۱۴۳۴/۵/۴ھ

نماز اور خارج نماز ٹخنوں سے نیچے پائجامہ وغیرہ لٹکانے کا شرعی حکم

سوال [۱۱۲۰۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ نماز کی حالت میں شلوار، پائجامہ یا پینٹ نیچے سے موڑنا یا اوپر کمر کے پاس سے موڑنا اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کسی نے بغیر موڑے نماز ادا کرلی اور ٹخنے ڈھکے ہوئے ہوں تو نماز کا کیا حکم ہے؟ مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد شکیل قادری رائس مل رچھا، بریلی (یوپی)

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

الجواب وباللّٰہ التوفیق: ٹخنوں سے نیچے پائجامہ یا لنگی لٹکانا نماز اور خارج نماز دونوں حالتوں میں ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے، اس حالت میں نماز پڑھی

جائے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی؛ لہٰذا نماز اور خارج نماز دونوں حالتوں میں ٹخنوں سے نیچے پائجامہ وغیرہ لٹکانے سے بچنا ضروری ہے، اگر کسی کا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ہے اور اسی حالت میں وہ نماز پڑھ رہا ہے، تو اس کی نماز ناقص اور مکروہ تحریمی ہوگی، اس سے بچنے کی شکل یہی ہے کہ پائچہ موڑ کر ٹخنوں سے اوپر کردے، پھر کراہت ختم ہوجائے گی اور نماز کے بعد بھی موڑے رکھنا چاہئے۔

حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں:

عن أبي ذرؓ عن النبي صلى الله عليه قال: ثلاثة لا يكلمهم الله يوم القيامة ولا ينظر إليهم ولا يزكيهم ولهم عذاب أليم (إلى قوله) المسبل إزاره والمنان الخ. (مسلم شريف ١/ ٧١، رقم:٢٩٣)

عن أبي هريرةؓ قال: بينما رجل يصلى مسبلا إزاره فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذهب فتوضأ، فقال له رجل: يارسول الله مالك أمرته أن يتوضأ ثم سكت عنه؟ قال: إنه كان يصلى وهو مسبل إزاره، وإن الله لا يقبل أى قبولا كاملا. (بذل المجهود ٣/ ٥٧١) فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ
۱۱؍ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ
(فتویٰ نمبر: الف ۴۱/ ۱۲۱۸۱)

الجواب صحیح:
احقر محمد سلمان منصور پوری غفرلہ
۱۴۳۶/۸/۱۱ھ